حمدِ باری تعالیٰ

بنائے اپنی حکمت سے زمین و آسماں تو نے
دکھائے اپنی قدرت کے ہمیں کیا کیا نشاں تو نے

نہیں موقوف خلاقی تری اس ایک دنیا پر
کیے ہیں ایسے ایسے سیکڑوں پیدا جہاں تو نے

دلوں کو معرفت کے نور سے تو نے کیا روشن
دکھایا بے نشاں ہو کر ہمیں اپنا نشاں تو نے

محمد مصطفٰے کی رحمۃً للعالمینی سے
بڑھائی یارب اپنے لطف اور احساں کی شاں تو نے

دیا اپنے کرم سے ریزہ مور ناتواں کو بھی
لگائے گر سلیماں کے لیے نعمت کے خواں تو نے

مئے لَاتَقۡنَطُوۡا کے نشے میں سرشار رہتا ہوں
سیہ مستوں کو بخشی ہے حیاتِ جاوداں تو نے

مولانا ظفر علی خان

نعت شریف

سارے نبیوں کے عہدے بڑے ہیں
لیکن آقا کا منصب جدا ہے
وہ امام صف انبیاء ہیں
ان کا رتبہ بڑوں سے بڑا ہے
کوئی لفظوں میں کیسے بتا دے
ان کے رتبے کی حد ہے تو کیا ہے
ہم نے اپنے بڑوں سے سنا ہے
صرف اللہ ان سے بڑا ہے
وہ جو اک شہر نور الھدٰی ہے
جلوہ گاہوں کا اک سلسلہ ہے
جس کی ہر صبح شمس الضحٰے ہے
جس کی ہر شام بدر الدجٰے ہے
نام جنت کا تم نے سنا ہے
میں نے اس کا نظارہ کیا ہے
میں یہاں سے تمہیں کیا بتا دوں
ان کی نگری کی گلیوں میں کیا ہے
مستقل ان کی چوکھٹ عطا ہو
میرے معبود یہ التجا ہے
کوئی پوچھے تو یہ کہہ سکوں میں
باب جبریل میرا پتا ہے

فصیح الدین سہروردی

انتساب

پیرطریقت ،رہبرشریعت،فخرالمشائخ حضرت میاں
جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ
(سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت میاں شیر محمد
شرقپوری اورحضرت ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہما)
اوراپنے والدین مرحومین کریمین جن کی تربیت اور
دُعاؤں کی وجہ سے میں اِس مقام پر پہنچا
کےنام

بصد ادب و اخلاص واحترام

احقرالعباد

ڈاکٹرنذیراحمد شرقپوری نقشبندی مجددی عفی عنہ

اظہارِ تشکر

ناچیز کی تالیف ''فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے منتخب معاصرین'' قارئین کرام کے ہاتھوں میں ہے۔ خاکسار اس سلسلے میں مندرجہ ذیل حضرات کا شکر گزار ہے جنہوں نے دامے، درمے، قدمے، سخنے معاونت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر سے نوازے اور دین و دنیا میں کامرانیاں عطا فرمائے۔ آمین

☆ صاحبزادہ حضرت میاں جلیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی

☆ صاحبزادہ حضرت میاں ولید احمد جواد شرقپوری نقشبندی مجددی

☆ سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

☆ مولانا محمد منشاء تابش قصوری چشتی سیالوی

☆ سید جمیل احمد رضوی

☆ محمد یٰسین قصوری نقشبندی

☆ محبوب عالم تھابل

☆ صاحبزادہ قاضی محمد نور اللہ شرقپوری نقشبندی مجددی

☆ فرخ نذیر بھٹی (بیٹی)

☆ ثوبیہ سلطانہ (بیٹی)

☆ محمد رفیق شرقپوری

☆ محمد اویس ندیم (بیٹا)

☆ ڈاکٹر حامد علی انصاری

☆ طاہر مجید

احقر العباد

ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری نقشبندی مجددی عفی عنہ

دیباچہ

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (البقرہ:109)

Allah has power over all things.

بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

یہاں ان مراحل کا ذکر کیا جا رہا ہے جن سے راقم الحروف (ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری) کو کتاب ''فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے منتخب معاصرین (جلد دوم)'' کی تیاری کے سلسلہ میں گزرنا پڑا۔

یہاں اس بات کی وضاحت کرنا ضروری ہے کہ معاصرین کن کو کہتے ہیں۔ لغت کے اعتبار سے معاصرین سے مراد ہم زمانہ لوگ ہیں۔ اس کتاب میں ان لوگوں سے مراد ہے جنہوں نے حضرت فخر المشائخ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اختیار کی اور فیض حاصل کیا۔ ان میں مریدین، نیازمند، اہل قلم، اہل علم، محققین، مفتی حضرات، دوست احباب اور صاحب علم وفضل سبھی لوگ شامل ہیں۔ میاں صاحب اہلِ علم کی مجالس کا اہتمام کیا کرتے تھے اُن کی علمی سرگرمیوں کی سرپرستی فرماتے تھے۔ علمی اور دینی اداروں کے قیام میں بہت زیادہ دلچسپی رکھتے تھے۔

عِنْدَ ذِکْرِ الصَّالِحِین تَنَزَّلُ الرَّحْمَۃ (کشف الخفاء/حلیۃ الاولیاء)

نیک لوگوں کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے، گویا صالحین کا ذکر خیر بھی نیکی کی دعوت ہے۔ ایک اور روایت میں ہے۔ ذِکْرَ الانبیاء عبادۃ وَذِکْرُ الصَّالِحِین کَفَّارۃ، انبیاء علیہم السلام کا ذکر عبادت ہے اور اہل اللہ کا ذکر گناہ کا کفارہ ہے۔ آج کے

پُرفتن دور میں ان چیزوں کی اہمیت مزید بڑھ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم خاص سے خانقاہوں کے متوسلین میں علمی جذبہ اور خدمت کی لگن پیدا فرمائے تاکہ ان کی تعلیمات کا فیض ہرکّس وناکّس تک پہنچے۔

سید جمیل احمد رضوی صاحب کا مشورہ:

''فخرالمشائخ رحمۃ اللہ علیہ اوران کے منتخب معاصرین'' کی (جلد دوم) کی تیاری کی وجہ بیان کی جاتی ہے۔ راقم کی کتاب ''فخرالمشائخ اوران کے منتخب معاصرین'' جون ر 2021ء میں شائع ہوئی تو راقم کا دوسری جلد تیار کرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ حالانکہ سید جمیل احمد رضوی صاحب نے باتوں ہی باتوں میں اس طرف اشارہ کیا تھا کہ اس کتاب پر جلد اول لکھ لیں تاکہ جب دوسری جلد تیار کریں تواس پر جلد دوم لکھ لینا۔ میں نے شاہ صاحب موصوف سے عرض کیا کہ میرا دوسری جلد تیار کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ کیونکہ (1) راقم کمر درد میں مبتلا ہے۔ اس لیے کمپیوٹر پر بیٹھ کر کام کرنا مشکل ہے۔ (2) جتنا مواد (Material) دستیاب (Available) تھا۔ اس کی تو کتاب تیار ہوگئی ہے۔ اب راقم کے لیے مزید مواد اکٹھا کرنا مشکل ہے۔ اگر اس پر میں نے جلد اول لکھ دیا تو راقم پر لازم ہو جائے گا کہ وہ جلد دوم تیار کرے۔ لہٰذا مزید کام کرنا بند کر دیا اور جادو کے اثرات ظاہر ہونا شروع ہوگئے۔ (بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے)

محبوب عالم تھابل صاحب کا مشورہ:

راقم کی کتاب ''فخرالمشائخ اوران کے منتخب معاصرین'' جون ر 2021ء میں شائع ہوئی تو راقم کی بیماری میں اضافہ ہونے لگا۔ بیماری کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ اٹھنا بیٹھنا مشکل ہوگیا۔ اسی اثنا میں میرے محسن ومربی محبوب عالم تھابل صاحب اپنے بیٹے

کے ہمراہ میری عیادت کے لیے میرے غریب خانہ پرتشریف لائے۔کافی دیر تک گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔فوٹو سیشن بھی ہوا۔دوران گفتگوانہوں نے فرمایا کہ تم سے فخرالمشائخ رحمۃ اللہ علیہ کےکسی خاص عقیدت مند کا نام کتاب میں شامل ہونے سے رہ گیا ہےجس کی وجہ سے تمہاری بیماری میں اضافہ ہورہا ہے۔انہوں نے مجھے مشورہ دیا کہ مَیں فخرالمشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے معاصرین پرایک اورکتاب تحریرکروں تا کہ جن لوگوں کے نام پہلی جلد میں شامل نہیں ہوسکے وہ اس کتاب یعنی دوسری جلد میں شامل ہوسکیں۔مَیں نے ان کا مخلص مشورہ قبول کرلیااورجلد دوم کی تیاری شروع کردی۔

بابااثرانصاری فیض پوری سے ملاقات:

راقم اسی سوچ میں تھا کہ فخرالمشائخ رحمۃ اللہ علیہ کا کونسا ایسا عقیدت مند ہے جس کا نام کتاب میں شامل ہونے سے رہ گیا ہےاورراقم کی بیماری میں اضافہ ہورہا ہے۔اسی دوران جناب اثرانصاری صاحب سے ملنے کا اشارہ ہوا۔راقم ان کی رہائش گاہ کونہیں جانتا تھا۔اثر انصاری صاحب کے فون نمبرکی تلاش شروع کردی توان کا فون نمبر 0321-4756725 میاں نُورمحمد نصرت نوشاہی صاحب سے جوکہ شرقپورشریف کے مشہورومعروف سکالر،طبیب اورروحانی پیشوا بھی ہیں، سے مل گیا۔فون پرجناب اثر انصاری صاحب سے رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر جواب نہ ملا۔بہرحال مورخہ 4/ستمبر 2021ء بروز ہفتہ ان سے رابطہ ہوگیااورانہوں نے اگلے دن مورخہ 5/ستمبر 2021ء بروزاتوارکاوقت دیا اوران سے مورخہ 5/ستمبر 2021ء بروزاتواران کی رہائش گاہ واقع فیض پورخورد میں ملاقات ہوگئی۔انہوں نے پُرتپاک طریقے سے شرف ملاقات بخشا۔ان کوکتب کے تحائف پیش کیے گئے،اوران سے سیرحاصل گفتگوہوئی اوران سے درخواست کی گئی کہ وہ اپنے مختصرحالات زندگی عنایت فرمائیں تا کہ ان کا نام ''فخرالمشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اوران کے منتخب معاصرین'' کی (جلد دوم) میں شامل کیا جا سکے۔ انہوں نے بخوشی یہ پیشکش قبول فرمائی اور چند ہی دنوں بعد پیر علامہ ریاست علی مجددی آف گوجرانوالہ کے تحریر کردہ اپنے حالات بذریعہ ڈاک بھجوا دیے جو کہ کتاب میں شامل کر لیے گئے ہیں۔ انہوں نے رخصت کرتے وقت اپنی کتابوں کے تحائف پیش کیے۔

راقم کی بابا بوٹا اثر انصاری صاحب سے اس طرح شناسائی ہوئی کہ راقم کی کتاب ''انوار شیر ربانی'' اگست ر 1999ء میں شائع ہوئی۔ فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر فیض دیکھیے کہ راقم کی حوصلہ افزائی کے لیے اور اہل قلم حضرات سے متعارف کرانے کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کی'' تعارفی تقریب'' 5 ستمبر 1999ء کو بروز اتوار بعد نماز ظہر بمقام ''دارالمبلغین حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ'' شرقپور شریف میں اپنی زیر سرپرستی ونگرانی کروائی۔ اس تقریب میں ہزاروں لوگوں نے شرکت کی۔ جس میں بہت سے علمائے دین، مشائخ عظام اور اہل قلم حضرات نے شرکت فرمائی اور انہوں نے اس کتاب پر اپنے اپنے مقالے پیش کیے۔ اس تقریب میں جناب قدر آفاقی رحمۃ اللہ علیہ، اثر انصاری فیض پوری صاحب، علامہ محمد منشاء تابش قصوری صاحب، علامہ قاضی ظہور احمد اختر صاحب، علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی صاحب، علامہ محمد انور قمر شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ، ڈاکٹر محمد اختر اقبال صاحب، سید ابرار حسین شاہ (مرحوم)، محمد توقیر اختر صاحب، ظہیر الدین غوری صاحب، صوفی اللہ رکھا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اپنے مقالے پیش کیے۔ (جمیل اطہر سرہندی صاحب، صوفی غلام سرور رحمۃ اللہ علیہ بطور مہمان اس تقریب میں شامل ہوئے)۔ کتاب ''انوار شیر ربانی'' پر بہت سے اخبارات ورسائل وجرائد میں بھی تبصرے شائع ہوئے۔ علامہ محمد انور قمر شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی منقبت پیش کی جس کے چند اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

ہزاروں میکشوں کے واسطے اک ایسا میخانہ
کہ ساقی لے کے بیٹھا ہے قدحو جام عرفانی
نذیر احمد اسی در سے ہے تحفے آج لے آیا
کتاب انوار شیرربانی بفیض چشمہ روحانی

جناب اثر انصاری صاحب فیض پوری نے اپنی منقبت بعنوان ''کتاب انوارشیرربانی دی رونمائی'' پڑھی۔راقم اثر انصاری فیض پوری صاحب کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا اور نہ ہی ان کے نام اور چہرے سے واقف تھا مگر اس منقبت کی وجہ سے ان کا نام اور چہرہ میرے سامنے آیا۔منقبت درج ذیل ہے:

میاں صاحب دا فیض سبحان اللہ چھیڑی ہر پاسے عرفان دی گل
ساری عمر لوکاں نوں جنہاں دسی کائنات دے رب یزدان دی گل
دن رات ہے جنہاں تبلیغ کیتی اوس جگ نوں مدنی سلطان دی گل
میاں صاحب دا اج ہے ذکر ہندا کرامات دی گل، ایمان دی گل
ڈاکٹر نذیر احمد نے لکھی ولی کامل تے کامل انسان دی گل
ہے زہد ریاضت عبادتاں دی چنگے عمل تے کیف وجدان دی گل
چھاپی مکتبہ نوراسلام شوقوں زور لا کے اوس جوان دی گل
اج اوسدی رونمائی ہوئی حضرت شیر محمد مہان دی گل
محفل سجی اے شیخ مشائخاں دی اج ہو رہی اے طرز بیان دی گل
ذوقاں والیاں رل چھپوائی دتی ایہہ پیار دی گل ،سیہان دی گل
اللہ اجر دیوے شالا پھلن پھلن ہندی جگرے دی گل تے دان دی گل
اثر لکھ مبارکاں اوہناں تائیں جنہاں کر دسی سو جھوان دی گل

ندیم احمد شرقپوری:

میرا بھتیجا محمد جاوید اقبال مجھے ندیم احمد شرقپوری صاحب کے پاس لے گیا۔اُس نے بہت دعوے کیے کہ وہ ہر قسم کے جادو کا توڑ جانتا ہے۔ بڑے بڑے جنات کا مقابلہ کیا ہے۔میرے سامنے کوئی نہیں ٹھہرتا۔اُس نے کچھ نقش پینے کے لیے دیے۔ ایک گلے میں ڈالنے کے لیے اورایک کسی درخت کے مُنڈ کے تلے دبانے کے لیے دیا۔وہ دعویٰ کیا کہ جس درخت کے مُنڈ کے نیچے یہ نقش دبایا جائے گا، جوں جوں جادو کا اثر ختم ہوگا۔ درخت سوکھتا جائے گا۔مَیں نے نقش کوایک سبز درخت کے منڈ میں دبا دیااور روز دیکھتا کہ درخت سوکھنا شروع ہواہے کہ نہیں۔کئی ہفتے گزر گئے نہ وہ درخت سوکھا نہ مجھے افاقہ ہوا۔بقول ندیم احمد شرقپوری صاحب اُدھر اُس نے اپنے مکان میں میرے جادو کے توڑ کے لیے عمل شروع کیا۔ایک ہفتے کے بعد اُس نے میرے بھتیجے کو بتایا کہ جب اُس نے عمل شروع کیا تو اُس کا سارا مکان ہل گیااور کڑ کڑ کی آوازیں آنا شروع ہوگئیں۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مکان گر جائے گااور ہم سب گھر والے اس کے نیچے آکر مر جائیں گے۔اور اُس نے مزید عمل کرنے سے انکار کر دیا۔

حکیم تنویراحمد شرقپوری:

حکیم تنویراحمد شرقپوری صاحب آف گاؤں تابڑنزد پاکپتن شریف کا میسج (Message) میرے موبائل پر آیا کہ وہ ہر قسم کا دم کرتے ہیں۔مَیں نے موبائل پر دم کروانا شروع کر دیا۔کئی ہفتے دم کروایا مگر آرام نہ آیا۔

سید محبوب عالم گیلانی:

سید محبوب عالم گیلانی سے میرے بڑے بھائی محمد اسماعیل کے پوتے حافظ

محمد ابو بکر کی شناسائی تھی۔ وہ مجھے اپنے ساتھ ان کے پاس لے گیا۔ اور ان سے میری کمر درد اور ہوائی چیزوں کے اثرات کے بارے میں ذکر کیا۔ ان سے مَیں نے کئی دم کروائے مگر مجھے کوئی افاقہ نہ ہوا۔ شائد اللہ کو یہی منظور تھا۔

حکیم محمد عثمان غنی:

حکیم محمد عثمان غنی صاحب، مستند طبّیہ کالج، لاہور (ممتاز سٹریٹ، احباب پارک، حبیب اللہ روڈ، گڑھی شاہو، لاہور) سے بھی کئی دفعہ دوائی لی۔

غُسلِ شفا:

میرے سب سے چھوٹے برادرِ نسبتی محمد حمید آف نیو سمن آباد، لاہور کے بیٹے حمزہ حمید نے بتایا کہ اس کے ملنے والی ایک عورت ہے۔ اس کے پاس جادو کے توڑ کا ایک طریقہ ہے۔ اس نے اس عورت سے رابطہ کیا۔ وہ آزاد کشمیر میں تھی۔ اس نے جادو کے توڑ کا غسل کرنے کا مندرجہ ذیل طریقہ بتایا:

1۔ سب سے پہلے مکمل طہارت حاصل کرنے ہے۔

2۔ وضو کرنا ہے۔

3۔ بڑی بالٹی لے کر پانی سے بھرنی ہے۔ پھر پانی والی بالٹی میں ہاتھ کہنیوں تک ڈال کر مندرجہ ذیل کلمات کا ورد کرنا ہے۔

4۔ درود ابراہیمی 7 مرتبہ پڑھنا ہے۔

5۔ آیۃ الکرسی 7 مرتبہ پڑھنا ہے۔

6۔ سورہ فاتح 7 مرتبہ پڑھنا ہے۔

7۔ چاروں کُل 7 مرتبہ (ہر کُل 7 مرتبہ پڑھنا ہے)

8۔ درود ابراہیمی 7 مرتبہ پڑھنا ہے۔(دوبارہ پڑھنا ہے)

9۔ جب مندرجہ بالا عمل مکمل ہو جائے تو بالٹی کا پانی ایک بڑے ٹب میں ڈال کر اس طرح نہانا ہے کہ پورا جسم اچھی طرح تر ہو جائے۔

10۔ پانی کو پاک جگہ پر گرانا ہے۔

11۔ صحت کے لیے دعا کرنی ہے۔

12۔ بچوں میں شیرینی بانٹنی ہے۔

اس مقصد کے لیے ایک بڑی بالٹی اور ایک سیومنگ پول =/2800 روپے کا خریدا گیا۔

اور پھر نہانے کا عمل مکمل کیا گیا۔ صحت کی دعا مانگی گئی اور بچوں میں شیرینی بانٹی گئی۔ اس عمل سے کوئی آفاقہ نہ ہوا۔ (شائد صحت کی منزل ابھی دور تھی)

وظیفہ درد کمر:

کسی دوست نے کمر درد کا یہ وظیفہ بتایا کہ ''یا قہار'' کو پانچ سو (۵۰۰) مرتبہ صبح وشام پڑھنا ہے اور اول و آخر گیارہ (۱۱) مرتبہ درود شریف پڑھنا ہے۔

وظیفہ دردِ کمر:

سید صابر حسین شاہ آف برھان شریف ضلع اٹک نے یہ وظیفہ بتایا کہ نمازِ ظہر کے بعد ''یا سلام'' تین سو تیراں (۳۱۳) مرتبہ پڑھنا ہیا وراول و آخر گیارہ (۱۱) مرتبہ درود شریف پڑھنا ہے۔ یا پھر ''یا اللہ یا حکیم'' ایک سو اکتالیس (۱۴۱) مرتبہ پڑھنا ہے اور اول و آخر گیارہ (۱۱) مرتبہ درود شریف پڑھنا ہے۔

دربار شریف پر حاضری کا مشورہ:

سید شبیر حسین شاہ آف ننکانہ صاحب نے مشورہ دیا کہ اگر تمہیں کہیں سے بھی کمر درد کا فرق نہیں پڑ رہا تو اپنے پیر خانے پر بار بار حاضری دیں۔

ایک اور وظیفہ:

چلتے پھرتے ، اٹھتے بیٹھتے ان کلمات (یا غنی) کو پڑھنے سے ریڑھ کی ہڈی، گھٹنوں، جوڑوں اور جسم کا درد، دُور ہو جاتا ہے (ارشاد احمد، قاری: تطمین القلوب، (دسمبر 2011ء)، ص۔168)

ہومیو پیتھی نسخہ:

لائیکو پوڈیم cm ہفتہ وار

کالی فاس اینڈ میگنیشیا فاس 6x صبح دوپہر شام بار باری

مالش:

حق نواز مالشی (0305۔1257940) کو بلوایا گیا اس سے پانچ سو روپیہ روزانہ کا طے ہوا۔ پہلے دن اس نے پانچ سو روپیہ لیا اور دوسرے دن سات سو روپیہ لیا اور تیسرے اس نے سات سو سے زیادہ مانگے۔ سات سو روپیہ دے کر اس کو فارغ کر دیا۔

ایک نقلی مالشی محمد اکرم کے ہتھے چڑ گئے وہ صرف تیل لگاتا اور پچاس روپے لیتا۔ ہفتہ اس سے مالش کروائی پھر اس کو بھی فارغ کر دیا۔ ایک اور بچے سے مالش کروائی مگر بے فائدہ۔ میرا پوتا مرتضیٰ اعظم سے بھی کچھ دن مالش کروائی مگر رائیگاں گئی۔

حکیم فیضان احمد:

حکیم فیضان احمد میرے بڑے اچھے دوست اور پیر بھائی ہیں۔ انہوں نے بڑی

کوشش کی اور بار بار دوائی تبدیل کر کے دیتے رہے۔مگر ان کوشش بھی کامیاب نہ ہوسکی۔مَیں اُن کومشکور ہوں۔

ڈاکٹر محمد نوید اسلم (آرتھوپیڈک):

مَیں ڈاکٹر محمد نوید اسلم صاحب ،کنسلٹنٹ و آرتھوپیڈک سرجن کے پچھلے پندرہ سال سے زیر علاج ہوں۔ چیف میڈیکل آفیسر، پنجاب یونیورسٹی ہیلتھ سنٹر جب مناسب سمجھتے ہیں۔میرا کیس برائے چیک اپ ریفر کرتے ہیں تو مَیں ڈاکٹر موصوف کے پاس جاتا ہوں اوران کے تجویز کردہ نسخہ کے مطابق دوائی استعمال کرتا رہتا ہوں۔

بابا نذیر احمد شرقپوری سے رابطہ:

کتاب کی تیاری کے لیے بہت زیادہ معاصرین کے حالات اکٹھے کرنے پڑتے ہیں۔اس لیے معاصرین سے رابطے شروع کر دیے۔

بابا نذیر احمد شرقپوری آف تاج پورہ لاہور سے رابطہ کیا گیا۔بڑی منت سماجت کے بعد وہ اپنے بھتیجے (محمد فیصل) کوساتھ لے کر مورخہ 17 رجولائی 2021ء کو میرے غریب خانہ پرتشریف لائے ۔حسب توفیق ان کی خدمت کی گئی اوران کے کچھ حالات تحریر کیے۔

18رجولائی 2021ء کوپھر میرے گھر تشریف لائے ۔وہ ہر وقت ذکر کرتے رہتے تھے کہ کیسا بھی جادو ہووہ دور کر دیتے ہیں۔جنات ان کو دیکھتے ہی بھاگ جاتے ہیں۔مَیں نے ان سے عرض کیا کہ میرا معاملہ بھی دیکھیں گے؟ وہ کہنے لگے کہ کل آپ کو بتاؤں گا۔ اگلے دن پھر وہ اپنے بھتیجے کوساتھ لے کر آئے اور بتایا کہ مجھ پر کسی نے جادو کیا ہوا ہے۔ایک ہنڈیا میں پتلا ڈال کر راوی کے کنارے دبایا ہوا ہے۔وہ نکالنا پڑے

گا۔ان کے بھتیجے نے بھی اپنے چچا کی بہت تعریف کی کہ یہ بڑے پہنچے ہوئے ہیں۔ بابا نذیر صاحب جس کام کو بھی ہاتھ ڈالتے ہیں مکمل کر کے چھوڑتے ہیں۔تاہم انہوں نے دم کیااور دوران دم ان پر کپکپی طاری ہوگئی۔جاتی دفعہ مَیں نے ان سے دم کا ہدیہ پوچھا تو انہوں نے ایک ہزار روپے (1000) طلب کیے اور مَیں نے ان کو پیش کر دیے۔تیسرے دن پھر وہ اپنے بھتیجے کے ساتھ تشریف لائے اور اپنے کچھ حالات تحریر کروائے۔دم کیا۔ان پر کپکپی طاری ہوئی۔مَیں جہاں بیٹھا ہوا تھا وہاں سے اٹھ نہ سکا۔مَیں نے اُن سے عرض کیا کہ مُجھ سے نہ اٹھا جا رہا ہے نہ ہلا جا رہا ہے۔یہ کیسا دم آپ نے کیا ہے؟ وہ کہنے لگے کہ وہ گھر جا کر اس کا بندوبست کریں گے۔اور چھ ہزار روپے (6000) اپنی فیس طلب کی۔ مَیں نے فوراً ان کو فیس ادا کر دی۔اس طرح بابا نذیر احمد شرقپوری صاحب نے اپنی فیس کے (7000) وصول کیے۔مَیں بابا نذیر صاحب سے رابطہ کرتا رہا۔وہ بار بار مجھے صدقہ ادا کرنے کی تلقین کرتے رہے۔بہت سا گوشت صدقہ کیا مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔بابا نذیر صاحب تقریباًایک ماہ تک مجھے طفل تسلیاں دیتے رہے۔کبھی آج اور کبھی کل کی باتیں کرتے رہے۔میری بیماری میں اضافہ ہوتا رہا۔ایک دن کہنے لگے کہ کسی نے بہت بھاری جادو کیا ہوا ہے۔میرے گھر میں بھی جنات داخل ہوگئے ہیں۔مجھے اور میری بیوی کو بہت تنگ کرتے ہیں۔فکر نہ کریں مَیں (بابا نذیر) قابُو پا لوں گا۔آپ صدقہ دیتے جائیں۔بابا نذیر احمد شرقپوری نے مجھ سے سات ہزار روپے اپنی فیس وصول کی مگر وہ جِنّات پر قابو نہ پا سکے۔بلکہ ان کی وجہ سے مجھے سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔

بابا نذیر احمد شرقپوری صاحب کے دم کے بعد مَیں اٹھنے بیٹھنے سے عاری ہو گیا۔جنات نے تنگ کرنا شروع کر دیا۔ساری رات وہ مجھے سونے نہیں دیتے تھے۔وہ مختلف طریقوں سے مجھے تنگ کرتے رہتے تھے۔درد کی وجہ سے مَیں روتا رہتا تھا۔نیند ایک

پل نہیں آتی تھی۔ ساری رات روتے اور جاگتے گزرتی۔ رات دن لیٹا رہتا تھا۔ لیٹے لیٹے ہی کھانا کھانا پڑتا اور لیٹے لیٹے ہی سٹرا (پائپ) کے ذریعے پانی پینا پڑتا تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کیا جائے۔ بابا نذیر احمد شرقپوری کے دم سے میری تکلیف میں بہت زیادہ اضافہ ہوا۔

پنجابی میں ایک کہاوت ہے کہ بھڑوں کے چھتے کو چھیڑنا مصیبت کو دعوت دینا ہے یعنی جب بھڑوں کے چھتے کو چھیڑا جاتا تو بھڑ پیچھا نہیں چھوڑتے وہ سب مل کر حملہ کر دیتے ہیں جن سے جان چھڑوانا مشکل ہو جاتی ہے۔ اگر اُن میں سے کچھ مر بھی جائیں تو جو باقی رہ جاتے ہیں وہ ایک ایک کر کے حملہ کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ سب مر نہ جائیں۔

بابا نذیر صاحب نے جنات کی پکھی کو چھیڑا لیکن وہ اُن کا حملہ روک نہ سکے، میرے لیے مصیبت کھڑی کر دی۔ جنات مجھ پر بُری طرح اٹیک کرتے۔ ایک دفعہ رات کے وقت میری آدھی داڑھی کاٹ کر لے گئے اور مَیں اُن کی آوازیں بھی سُن رہا تھا۔ ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا اِدھر سے داڑھی کاٹو اور اِدھر سے کاٹو۔ جب مَیں صبح کی نماز کے لیے وضو کرنے لگا تو مَیں نے دیکھا کہ میری آدھی داڑھی کاٹی ہوئی ہے۔ مَیں نے اپنی بیوی کو بلایا اور اُس سے کہا کہ تُو نے رات کو میرے ساتھ کیا مذاق کیا ہے؟ اُس نے پوچھا کہ اُس نے کیا مذاق کیا ہے؟ مَیں نے اُسے کہا کہ میری داڑھی کو دیکھو، تو نے رات کو میری آدھی داڑھی کاٹ ڈالی ہے۔ وہ میری کٹی ہوئی داڑھی کو دیکھ کر ششدر رہ گئی۔ اُس نے کہا کہ اُس نے داڑھی تو خود رکھوائی ہے۔ وہ بھلا اس کو کیوں کاٹے گی۔ مجھے تو سارے قصے کا علم تھا۔ مَیں نے تو یونہی اس کو داڑھی دکھانے کے لیے بلایا تھا۔ اور پھر رات کا سارا واقعہ اس کو سنایا۔ (بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے)

مَیں نے بیماری سے بچاؤ کے لیے دوڑ دھوپ شروع کر دی۔ انگریزی،

ہومیوپیتھی، دیسی دوائیوں کے علاوہ دم درود کی طرف توجہ زیادہ مرکوز کر دی۔ غرض مند دیوانہ ہوتا ہے۔ وہ ہر کسی پر اعتماد کر لیتا ہے۔ چونکہ یہ سارے حالات کتاب کے متعلقہ ہیں۔ اس لیے ان کو مرحلہ وار ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ (سورۃ الانعام 11:06)

ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے۔ اس میں کسی انسان کی خواہش کا عمل دخل نہیں ہے۔ بیماری میرے لیے ایک بہانہ بنی اور مَیں بیماری کے سلسلے میں بہت سی ایسی جگہوں پر گیا جہاں کا مَیں نے کبھی خواب بھی نہیں دیکھا تھا۔

چک چوپالیاں کا سفر:

جب مَیں چلنے پھرنے سے قاصر ہو گیا تو جو لوگ میری عیادت کے لیے آتے وہ اپنے اپنے تجربات /دوائیاں /نسخہ جات /دم درود /حکما /جادو ٹونے والوں کے نام اور ایڈریس وغیرہ بتاتے۔ اسی سلسلے میں میرے بیٹے کے ماموں حاجی محمد حنیف کے کرایہ دار نے بتایا کہ اُس کے ابا جان (حکیم محمد یوسف) جو چک چوپالیاں، ڈاکخانہ منچن آباد، ضلع بہاولنگر میں رہتے ہیں۔ اس کے پاس روتے ہوئے لوگ جاتے ہیں اور ہنستے ہوئے واپس آتے ہیں۔ لیکن ہم نے کرایہ دار سے یہ نہ پوچھا کہ اس کے ابا جان کیا کرتے ہیں۔ دم کرتے ہیں یا کوئی دوسرا علاج کرتے ہیں۔ تاہم ہم نے فیصلہ کیا کہ اس کے پاس چلتے ہیں۔ غرض مند دیوانہ ہوتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کی غرض کسی نہ کسی طرح پوری ہو جائے۔ یہی حال بیمار کا ہوتا ہے وہ چاہتا ہے کہ اس کو کسی نہ کسی طرح بیماری سے نجات مل جائے اور وہ سُکھ کا سانس لے۔

چنانچہ مَیں (ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری)، میرا بیٹا محمد اویس ندیم بھٹی صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنے گھر پاک ٹاؤن لاہور سے اپنی گاڑی پر سوار ہو کر فیروز پور روڈ سے

چونگی امر سدھو پہنچے۔ وہاں سے اپنے ایک عزیز حاجی لیاقت صاحب کو اپنے ساتھ لیا۔ تھوڑا سا آگے جا کر حاجی محمد حنیف صاحب اوران کے کرایہ دار کے بہنوئی کو گاڑی میں بٹھایا اور فیروز پور روڈ سے قصور بائی پاس سے کھڈیاں خاص سے دیپالپور روڈ سے ڈھنگ شاہ روڈ سے کھڈیاں کنگن پور روڈ سے (بصیر پور Sodhiwala, HiraSingh Road) بصیر پور سے Haveli Lakha سے ہیڈ سلیمانکی سے Battak Road سے Fazilka Road۔ سے Minchinabad Sulemanki Road سے Minchinabad Bahawalnagar Road سے چک چوپالیاں پہنچے۔ سارے سفر میں باتیں ہوتی رہیں لیکن اس طرف کسی کا دھیان نہ گیا کہ کرایہ دار کے بہنوئی سے پوچھ لیں کہ اس کے سسر علاج کیا کرتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ تھا کہ وہ دم کرتے ہوں گے جس سے بیماری دور ہو جاتی ہوگی۔ سڑک خراب تھی۔ بڑی مشکل سے دو بجے کے قریب چک چوپالیاں پہنچے۔ وہ بارڈر کا ایریا تھا۔ وہاں ایک فوجی نے ہماری گاڑی کو روک لیا اور کہا کہ کس کے گھر جانا ہے، اپنی شناخت کراؤ۔ حکیم صاحب کے داماد نے اپنا شناختی کارڈ فوجی کو دکھایا اور ہم گاڑی لے کر حکیم محمد یوسف صاحب کے گاؤں پہنچے۔ وہاں ایک مچھلی فارم تھا اس کے کنارے پر گاڑی کھڑی کی اور ایک چھوٹی سی تنگ گلی سے حکیم صاحب کے گھر میں داخل ہوئے۔

حکیم یوسف صاحب کا گھر بہت بڑا ہے۔ اس نے صحن میں موسمی پھول بھی لگائے ہوئے تھے۔ کماد ایک چھوٹی سی کیاری میں لگا ہوا تھا۔ ایک چھوٹی سی کیاری میں پودینہ لگا ہوا تھا۔ جامن، لیموں اور دوسرے کئی قسم کے بڑے بڑے درخت تھے جن کی چھاؤں کے نیچے وہ اور اس کی بیوی اور چھوٹے چھوٹے بچے چارپائیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ صحن میں ایک نلکا (Hand-pump) لگا ہوا ہے۔ جس کا وہ پانی استعمال کرتے ہیں۔

صحن کے ایک طرف کچا واش بنا ہوا ہے۔ ہمیں بھی درختوں کی چھاؤں میں چارپائیوں پر بٹھایا گیا۔ غالباً تین کچے کمرے تھے۔ حکیم صاحب کا قد دراز ہے، اور اس کی کمر میں کُبڑا پن پیدا ہو چکا ہے۔ اس نے اپنی بیوی (حلیمہ) سے کہا کہ حجامہ کا سامان تیار کرو۔ اس نے چارپائی بچھائی اور حجامہ کا سامان اس پر رکھا۔ حکیم صاحب نے ایک نوکیلی کیل کے ساتھ پچھنے لگائے اور پھر ایک شیشے کے گلاس کو الٹا رکھ کر خون نکالا۔ تب مجھے پتا چلا کہ حکیم صاحب حجامہ کرتے ہیں۔ دم نہیں کرتے۔ حکیم صاحب نے میرے جسم سے چار جگہوں سے خون نکالا۔ پانچویں جگہ کی مَیں نے خود نشاندہی کر کے خون نکلوایا۔ اس طرح میری کمر اور بائیں ران سے یعنی پانچ جگہوں سے حجامہ کر کے خون نکالا گیا۔ حکیم صاحب کو ایک ہزار روپے فیس ادا کی۔ بارہ ہزار روپے کا پٹرول استعمال ہوا۔ اس طرح یہ سفر ہمیں تیرہ ہزار روپے (13000) میں پڑا۔ حاجی محمد حنیف صاحب کے گھٹنے میں درد تھا۔ اس نے بھی گھٹنے پر حجامہ کروایا اور حکیم صاحب نے اس کو مالش کے لیے تیل اور کھانے کے لیے دیسی گولیاں دیں۔ حاجی صاحب نے اس کو دو ہزار روپے (2000) ادا کیے۔

چک چوپالیاں سے ہم تقریباً چار بجے گھر کے لیے روانہ ہوئے۔ رات تقریباً دس بجے قصور پہنچے اور وہاں سے مچھلی کھائی اور کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد وہاں سے گھر کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں حاجی محمد حنیف صاحب اور حاجی لیاقت صاحب کو ان کے گھروں کے قریب سڑک پر گاڑی سے اتارا اور تقریباً رات بارہ بجے اپنے گھر پہنچے۔

اس حجامہ سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ (بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے)

ڈاکٹر افتخار احمد سے علاج:

میرے ایک شفیق دوست حکیم عمر دراز صاحب آف سرگودھا نے میری بیماری کے دوران میری بہت مدد کی۔ اس نے ایک جادو کے ماہر ڈاکٹر افتخار احمد سے ایک دِیا بنوا کر

بھیجا اور جیسا اس نے کہا عمل کیا مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔ (شائد اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا)۔

بھیرہ شریف کا سفر:

11/جولائی 2021ء بروز اتوار پیر ضیاء شاہ صاحب آف بھیرہ شریف جس سے حکیم عمر دراز صاحب نے رابطہ کر کے وقت لیا تھا، کے پاس دم کروانے کے لیے گئے۔ صبح اپنی گاڑی میں سوار ہو کر براستہ موٹروے بھیرہ شریف کے لیے روانہ ہوئے۔ ہمارے ساتھ میرے دونواسے محمد طلحہ اور محمد عزیر اور میرے دو پوتے محمد احمد ایان اور محمد عبداللہ بھی تھے۔موٹروے کے سفر کے دوران بچوں نے خوب لطف (enjoy) اٹھایا اور ہلہ گلہ بھی کرتے رہے۔بھیرہ شریف پہنچ کر شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔شاہ صاحب ایک کمرے میں چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔انہوں نے اپنے خادم سے کہا کہ وہ ہماری تواضع کرے۔خادم نے ہمیں مشروبات پیش کیے اور لنگر کھانے کی پیشکش بھی کی۔ادھر میرے ایک دوست قاری سعید عبدالباسط آف تلہ گنگ بھی آ گئے۔شاہ صاحب نے اپنے حساب سے ایک ہنڈیا تیار کی اور اس کا عمل بتا کر ہمارے حوالے کر دی۔قاری سعید عبدالباسط صاحب نے شاہ صاحب کو ایک ہزار روپے نذرانہ پیش کیا۔شاہ صاحب سے اجازت لے کر قاری صاحب بھیرہ شریف سے اپنے گھر تلہ گنگ کو روانہ ہو گئے۔اور ہم اپنے گھر کو روانہ ہوئے۔صبح فجر کی نماز کے بعد گھر سے چلے تھے اور رات آٹھ بجے گھر کو واپسی ہوئی تھی۔اس عمل سے بھی میری کمر درد میں کوئی افاقہ نہ ہوا۔ (شائد اللہ تعالیٰ کو ایسا ہی منظور تھا)۔

حاجی محمد اکرم سے حجامہ:

میرے ایک دوست حاجی رحمت علی رحمت صاحب آف اوکاڑہ جو کہ ایک ادیب، شاعر اور قلمکار ہیں۔ان سے اکثر میری موبائل پر بات چیت ہوتی رہتی ہے۔ان کو

میری بیماری کا علم تھا۔ان کے ساتھ اکثر حاجی فلک شیر کے پاس، حویلی لکھا جانے کا پروگرام بنتا رہتا تھا۔حاجی فلک شیر کو کسی بزرگ کی دعا ہے۔وہ گلے کے پٹھے دباتا ہے تو کمر کے مہروں میں جو خلا ہوتا ہے، وہ دور ہو جاتا ہے اور کمر درد کا آرام آجاتا ہے۔حاجی فلک شیر کے پاس مَیں حویلی لکھا تو نہ جاسکا۔مگر حاجی رحمت علی رحمت صاحب نے اپنے بھانجے حاجی محمد اکرم صاحب کو میرے گھر بھیج دیا۔وہ آئے اور انہوں نے حجامہ کیا۔وہ اپنی بہت تعریفیں کرتے رہے۔ان کی خدمت میں ایک ہزار روپے (1000) بطور نذرانہ پیش کیا۔ قدرت خدا کی، ان کے حجامہ کرنے سے بھی کمر درد میں کوئی فرق نہ پڑا۔(بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے)

فزیوتھراپی:

2رفروری 2022ء سے 26رفروری 2022ء تک چیف میڈیکل افیسر کے مشورہ سے پنجاب یونیورسٹی ہیلتھ سنٹر سے فزیوتھراپی کرائی مگر کمر کے پٹھوں کے کھچاؤ میں نہ تو نرمی پیدا ہوئی اور نہ ہی درد میں افاقہ ہوا۔(بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے)

حجامہ:

اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ میری بائیں ٹانگ کی ران پر گوشت رپٹھے اکٹھے ہو کر ایک بڑا سخت ابھار بن گیا۔وہ اتنا سخت تھا کہ اس پر بھاری سے بھاری وزن بھی اثرانداز نہیں ہوتا تھا۔

ہمارے گھر کے قریب ہی الرحمٰن بیت الحکمت (حجامہ سنٹر) 281 منورہ پلازا اعوان ٹاؤن سٹاپ مین ملتان روڈ، لاہور میں ہے۔حکیم عبیدالرحمٰن صاحب جس کا حجامہ سنٹر ہے نے مرض یہ تشخیص کیا کہ ٹانگ میں درد ہے اور حجامہ کرنا شروع کر دیا۔

پہلا حجامہ	15۔3۔2022	فیس ر1000
دوسرا حجامہ	22۔3۔2022	فیس ر1500
تیسرا حجامہ	30۔3۔2022	فیس ر2000
چوتھا حجامہ	12۔4۔2022	فیس ر2000
....	....	ٹوٹل فیس ر6500

ان چار حجاموں سے میری درد میں کوئی افاقہ نہ ہوا۔ (بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے)

چکوال کا پہلا چکر:

11 اپریل 2021ء

چکوال میں پروفیسر عبدالقیوم صاحب ہر قسم کی بیماری کا دم کرتے ہیں۔ ان سے میری 2001ء سے واقفیت ہے جب مَیں ان کے پاس اپنی بیوی کو دم کروانے کے لیے لے کر جایا کرتا تھا۔ وہ دور کے مریضوں کو ناشتہ کرواتے ہیں۔ دوپہر کا کھانا بھی کھلاتے ہیں۔ ان کے پاس رہائش کا بندوبست بھی ہے۔ اگر کوئی رات کو ٹھہرنا چاہے تو اس کو رات کا کھانا بھی کھلاتے ہیں۔ انھوں نے مہمانوں کے لیے دو پختہ سیمنٹڈ کمرے بنائے ہیں۔ ایک مردوں کے لیے۔ اس کے ساتھ اٹیچ باتھ روم ہے۔ اور ایک کمرہ مستورات کے لیے۔

11 اپریل 2021ء کو بروز اتوار صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد چکوال کے لیے روانہ ہوئے۔ گاڑی میرا اکلوتا بیٹا محمد اویس ندیم چلا رہا تھا۔ ہمارے ساتھ میری بیوی اور ایک نواسہ محمد طلحہ اور ایک پوتا محمد عبداللہ تھے۔ یہ سفر ہم نے موٹروے کے ذریعے کیا۔ بچے اس سفر کے دوران بہت خوش ہوئے۔ ہم چکوال پہنچ کر پروفیسر عبدالقیوم صاحب کا ایڈریس بھول گئے اور غلط راستے پر چل نکلے۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے مدد کی اور جلدی ہی سیدھے راستے پر چل نکلے اور پروفیسر صاحب کے گھر دم کے وقت پر پہنچ گئے۔ انھوں نے ہمیں ناشتہ

کرو ایا اور دم کرنے کے لیے بیٹھ گئے۔ان سے حساب لگوایا تو انہوں نے کہا کہ تمہارا گھر جنت تھا۔کبھی جھگڑا نہیں ہوتا تھا۔اب تمہارے گھر میں لڑائی ہوتی رہتی ہے۔اس نے مزاحیہ انداز میں کہا کہ ''کسی نے تم سے محبت کی ہوئی ہے'' اور انہوں نے مزید کہا کہ ''چھوٹے موٹے نا تجربہ کار لوگوں سے دم کروانے سے ہوائی چیزیں چڑ جاتی ہیں اور پھر وہ تنگ کرتی ہیں۔ان پر قابو پانا مشکل ہو جاتا ہے۔تب لوگ میرے پاس آتے ہیں اور قابو پانے میں وقت لگتا ہے''۔ہمیں دم کرواتے کرواتے شام پڑ گئی اور ساتھ ہی بہت تیز بارش شروع ہوگئی۔تاہم بارش میں ہی پروفیسر صاحب کے گھر سے نکل پڑے۔انہوں نے منع کیا کہ بارش میں نہ جائیں، رات ادھر گزاریں، صبح چلے جانا مگر بچے بیٹھے بیٹھے اکتا گئے تھے۔انہوں نے گھر جانے کی ضد کی اور ہم چکوال سے بارش ہی میں روانہ ہوگئے۔موٹروے پر بہت تیز بارش شروع ہوگئی اور ساتھ ہی اولے بھی پڑنے لگے۔بچوں نے موٹروے کے سفر سے خوب لطف اٹھایا۔لاہور پہنچ کر نواسے کو ان کے گھر سمن آباد اتارا اور خود اپنے گھر پہنچ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔اس سفر پر تقریباً تیرہ ہزار روپے خرچ ہوئے۔

کان درد کی تکلیف:

فروری 2021ء میں میرے کان میں انفیکشن ہو گیا اور CMO صاحب نے میرا کیس برائے چیک اپ ENT سپیشلسٹ کو مورخہ 12-1-2021 کو ریفر کر دیا اور مَیں ان کے زیر علاج رہا۔

پیشاب کی بندش:

28 اپریل 2021ء کو مجھے اچانک پیشاب کی بندش ہوگئی۔رات بارہ بجے تک گھر میں دوائیاں لیتے رہے مگر بندش دور نہ ہوئی تو میرا بیٹا مجھے شیخ زید ہسپتال لے گیا۔

ہسپتال والوں نے اپنی کاغذی کارروائی مکمل کرنے کے بعد یورن بیگ لگا کر ڈسچارج کر دیا اور ہم گھر واپس آ گئے۔

چکوال کا دوسرا چکر:

7-11-2021ء

7-11-2021ء بروز اتوار صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد میرا بیٹا گاڑی سٹارٹ کر کے گیٹ کے سامنے لے آیا اور ہم گھر کے پانچ افراد، مَیں میری بیوی، بہو، بیٹا، اور پوتا محمد عبداللہ گاڑی پر سوار ہو کر چکوال کے لیے روانہ ہوئے۔ چکوال پہنچنے پر پروفیسر صاحب نے گھر کا تیار کردہ ناشتہ پراٹھے اور سالن پیش کیا۔ ناشتہ کیا اور پھر دم کروانے کے لیے بیٹھ گئے۔ پہلا دم ختم ہونے کے بعد سب مریضوں کو دوپہر کا کھانا پروفیسر صاحب کی طرف سے کھلایا گیا۔ دوسرا دم کروانے سے پہلے قاری سعید عبدالباسط صاحب مجھے ملنے کے لیے آئے اور چپکے سے تحائف میرے بیٹے کی گاڑی میں رکھوا دیے اور خود میرے پاس آ گئے۔ دوپہر کا کھانا پروفیسر صاحب کے لنگر سے کھایا اور پروفیسر صاحب سے مل کر ان کو اپنا تعارف کروایا۔ ان کے ایک دوست قاری محمد فاروق صاحب، سدووال ادھر آئے اور قاری باسط صاحب نے ان سے میرا تعارف کروایا۔ وہ جلدی میں تھے، اس لیے وہ چلے گئے۔ قاری سعید عبدالباسط صاحب بھی اجازت لے کر اپنے گھر تلہ گنگ چلے گئے۔ ہم نے تھوڑی دیر کے بعد پروفیسر صاحب سے واپسی کی اجازت طلب کی۔ دم کے دوران میرا بیٹا اور بہو چکوال شہر میں چلے گئے اور وہاں سے انہوں نے 20 کلو آٹے کا ایک توڑا اور ڈالڈا گھی خریدا اور گاڑی میں رکھ کر ہمارے پاس واپس آ گئے۔ دم سے فارغ ہو کر گھر کے لیے روانہ ہو گئے۔ گھر پہنچ کر اللہ کا شکر ادا کیا۔ اس سفر پر تقریباً تیرہ ہزار روپے خرچ ہوئے۔

چکوال کا تیسرا چکر:

21۔11۔2021ء بروز اتوار اپنی گاڑی میں سوار ہو کر میرا بیٹا، مَیں، میری بیوی، میرا پوتا محمد عبداللہ اور میرے بڑے بھائی کا پوتا مرتضٰی چکوال پہنچے۔ وہاں پہنچ کر ناشتہ کیا اور دم کروانے کے لیے بیٹھ گئے۔ پہلے دم کے بعد دوپہر کا کھانا کھایا۔ میری بیوی، بیٹا اور پوتا گاڑی لے کر کلر کہار چلے گئے۔ جھیل کلر کہار کی سیر کی۔ اور وہاں کے مزارات پر حاضری بھی دی۔ لیکن میری بیوی اوپر پہاڑی پر نہ جا سکی اور وہ نیچے ہی بیٹھی رہی۔ مَیں نے دوسرا دم کروایا۔ دوسرے دم کے ختم ہونے تک یہ تینوں واپس آ گئے۔ اور دوسرے دم کے بعد اجازت لی۔ اور پھر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ رات تاخیر سے گھر پہنچے۔ اس سفر میں بھی تقریباً چودہ ہزار روپے خرچ ہوئے۔ تین چکر لگانے کی وجہ سے بیماری میں قدرے افاقہ ہوا۔

چکوال کے تین چکروں میں کم از کم چالیس ہزار روپے خرچ ہو گئے۔ پٹرول مہنگا ہو گیا۔ چکوال کا مزید سفر کرنے کی ہمت باقی نہ رہی اور چکوال جانا چھوڑ دیا۔

یورن غدود کی تکلیف:

دسمبر 2021ء میں مجھے یورن غدود کی تکلیف شروع ہو گئی۔ میرا کیس جناب C.M.O. صاحب نے مورخہ 2/دسمبر 2021ء کو urologist کو برائے چیک اپ ریفر کیا۔ اس طرح یورن غدود کا مسئلہ بھی بنا رہا اور یورولوجسٹ کے زیر علاج رہا۔

حاجی اللہ دتا صاحب سندھی:

محمد یٰسین گجر مرحوم آف ماڑی خورد، تحصیل نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ نے ہمیں بتایا کہ حاجی اللہ دتا صاحب جادو کے توڑ کے بڑے ماہر ہیں۔ ان سے رابطہ کیا گیا اور

ان سے بھی چار دم کروائے۔وہ اپنے ساتھ اپنا ایک شاگرد بھی لاتے۔آتے ہی وہ کھانے کی ڈیمانڈ کرتے۔کھانے میں بھینس کا خالص دودھ، دیسی گھی اور بکرے کا گوشت شامل تھا۔ کھانا کھانے کے بعد دم کرتے اور پانچ سو روپے روزانہ اپنی فیس لیتے۔اس طرح ان کو چار دموں کے دو ہزار روپے ادا کیے۔لیکن ان کے دموں سے میری بیماری میں کوئی فرق نہ پڑا۔(شائد اللہ کو یہی منظور تھا)

سید استخار شاہ سے دم:

ان سے بھی دم کروایا اور تین ہزار روپے خرچ ہوئے مگر کمر درد میں کوئی فرق نہ پڑا۔(بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے)

وقار احمد صاحب:

میرے ایک محسن و مربی محمد یٰسین گجر رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت صاحبزادہ میاں خلیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص تھے، نے میری بیماری کی حالت میں بہت مدد کی۔اس نے کئی جگہوں پر میرے لیے رابطے کیے۔آخری رابطہ انہوں نے وقار احمد سے جو کہ برطانیہ کے شہر لندن میں کاروبار کے سلسلہ میں گئے ہوئے تھے کر کے میری بیماری کا بتایا۔اتفاقاً وہ لاہور میں اپنے گھر آئے ہوئے تھے۔وہ اور محمد اسلم ثاقب صاحب میرے گھر تشریف لے آئے۔تھوڑی دیر بیٹھے اور گھر کا جائزہ لیا۔

انہوں نے کہا کہ کچھ کرتے ہیں۔انہوں نے اپنا حساب لگا کر بتایا کہ ہمارے گھر میں جنات کا ڈیرہ ہے۔اور انہوں نے ہمارے سب گھر والوں کو پکڑا ہوا ہے۔مجھ پر ان کا اٹیک شدید ہے۔جس کی وجہ سے مجھے زیادہ کمر درد کی تکلیف ہے۔انہوں نے پانچ چھ ماہ کی تگ و دو سے جنات پر قابو پالیا۔جنات نے کسی قدر میرا پیچھا چھوڑ دیا۔کبھی کبھی تنگ کرتے

ہیں تو ان کو ٹیلیفون پر بتا دیا جاتا ہے تو وہ گھر کو ان سے صاف کر دیتے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے ۔اب جنات سے نجات مل گئی ہے۔ مگر کمر درد نہ گئی۔ کیونکہ یہ ایک بیماری کی شکل اختیار کر چکی تھی۔ (بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے)

دربار عالیہ شرقپور شریف کی حاضری:

دربار عالیہ شرقپور شریف پر وقتاً فوقتاً حاضری دیتا رہا۔ مجھے خصوصی طور پر حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پر حاضری دینے کا اشارہ ہوا۔ لہٰذا 15-8-2021ء کو بروز اتوار دربار عالیہ حضرت شیر ربانی ،حضرت ثانی لاثانی اور حضرت میاں غلام احمد رحمہا اللہ تعالیٰ پر حاضری دی۔ اپنے پیرو مرشد حضرت فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ اور میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے دربار عالیہ پر بھی حاضری دیتا رہا۔ صاحبزادگان حضرت میاں ولید احمد جواد شرقپوری اور حضرت میاں محمد صالح شرقپوری سے دعا کرواتا رہا۔ دربار شریف والی کھوہی کا پانی بھی پیتا رہا۔ شرقپور شریف کا فیض مجھے دربار عالیہ حضرت بابا امیر الدین کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پر حاضری دینے سے ملا۔

اللہ تعالیٰ نے شرقپور شریف کا فیض میرے لیے حضرت بابا امیر الدین کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار کی حاضری میں رکھا ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے:

مجھے اِدھر اُدھر گھمانے میں بھی اللہ تعالیٰ کا راز مخفی تھا۔ جس کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اس کی حکمتیں وہی جانتا ہے۔ مجھے آستانہ عالیہ شرقپور شریف کے فیض سے ہی شفا حاصل ہوئی۔ وہ بابا امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کوٹلوی کی طرف سے عطا ہوئی۔

اَمرًا فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ O ''اللہ پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے۔

جب فیصلہ فرماتا ہے کسی کام (کے کرنے) کا تو بس اتنا ہی کہتا ہے اسے کہ ہو جا تو وہ فوراً ہو جاتا ہے‘‘۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے۔ جب وہ چاہتا ہے تو وہ ہو جاتا ہے۔

کوٹلہ شریف کا سفر:

2022-5-3 کو میرے بڑے بھائی محمد اسماعیل کا پوتا مرتضٰی تقریباً عرصہ چھ سال سے ٹانگ کی شدید درد میں مبتلا تھا۔ درد کی وجہ سے نہ اس کو رات کو نیند آتی نہ دن کو۔ درد کی وجہ سے اس کی ٹانگ ٹیڑھی ہو گئی تھی۔ اس نے اس عرصہ میں بہت سے لوگوں سے دم کروائے اور دیسی اور انگریزی دوائیاں استعمال کیں مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔

میرے بڑے بھائی محمد اسماعیل کے پوتے مصطفیٰ اعظم اور مرتضٰی اعظم کوٹلہ شریف کے خلیفہ مجاز کے گھر رنگ کرنے کے لیے گئے تو ان کو بتایا گیا کہ حضرت خواجہ بابا امیر الدین کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار میں جھاڑو دو اور مسجد کی کھوہی سے غسل کرلو۔ مرتضٰی اعظم نے مزار شریف کے اندر جھاڑو دیا اور کھوہی سے نہائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ٹانگ کی درد ختم کر دی اور اس کو نیند آنا شروع ہو گئی۔

یہ بات مرتضٰی نے مجھے بتائی تو مَیں نے بھی حضرت خواجہ بابا امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دینے کا ارادہ کیا۔ یہ بات مَیں نے اپنے بیٹے کو 3/مئی 2022ء بروز منگل بتائی۔ یہ عید الفطر کا دن بھی تھا۔ میرے بیٹے نے میری بیماری کو بھانپتے ہوئے کہا کہ دیر نہیں کرنی چاہیے۔ آج ہی حضرت خواجہ بابا امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر حاضری دینی چاہیے۔ مَیں نے گاؤں سے اپنے پوتے مصطفیٰ اعظم کو بلایا تو اُس نے کہا کہ وہ فیض پور انٹرچینج پر آ جائے گا، وہاں سے اُس کو لے لینا۔ بیٹھنے کے لیے ایک کرسی اور چند کتابیں بھی گاڑی میں رکھ لیں۔ میرا بیٹا، پوتا محمد عبداللہ اور مَیں تینوں گاڑی

میں بیٹھ کر کوٹلہ شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ اس وقت تقریباً 2 بجے کا وقت تھا۔ راستے سے مصطفیٰ اعظم کو مقررہ پوائنٹ سے گاڑی میں بٹھایا اور سفر کو جاری رکھا۔ 4 بجے کے قریب کوٹلہ شریف پہنچ گئے۔ مزار شریف کے دروازہ کے سامنے مَیں کرسی لے کر بیٹھ گیا جبکہ میرا بیٹا اور پوتا کھڑے رہے۔ مصطفیٰ اعظم نے خلیفہ مجاز سے ملاقات کا وقت مانگا تو انہوں نے فرمایا کہ پہلے دربار شریف کی حاضری دیں۔ عصر کی نماز کا وقت ہو چکا ہے، پہلے نماز ادا کرتے ہیں، پھر ملاقات ہوگی۔ چنانچہ مَیں دربار شریف کے اندر گیا اور حضرت خواجہ بابا امیر الدین کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ کو سلام پیش کیا اور پھر جھاڑو دے کر باہر آ گیا۔ اتنے میں نماز عصر کی اذان ہوئی۔ نماز عصر باجماعت خلیفہ مجاز کے پیچھے ادا کی۔ خلیفہ صاحب نماز ادا کرنے کے بعد آستانے پر آ گئے۔ ان سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بزرگوں کے طریقہ کے مطابق بہت پیار کیا۔ مشروبات اور تازہ مٹھائی پیش کی اور کھانے کی بھی پیشکش کی۔ مَیں نے اُن کو اپنی لکھی ہوئی کتابوں کا سیٹ پیش کیا۔ انہوں نے کتابوں کو چوما اور اپنی آنکھوں پر لگایا۔ کافی دیر تک بات چیت ہوتی رہی۔ اندھیرا چھانے لگا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر رات ادھر گزارنی ہے تو ٹھیک ورنہ شام ہونے سے پہلے اس علاقہ سے نکل جاؤ۔ کیونکہ یہاں ڈاکو بہت رہتے ہیں۔ وہ لوگوں کو راستے میں لُوٹ لیتے ہیں۔ انہوں نے دعائے خیر کی اور ہمیں جانے کی اجازت دے دی۔ جب ہم وہاں سے روانہ ہوئے تو تقریباً شام کا وقت ہو چکا تھا۔ واپسی پر مصطفیٰ اعظم کو فیض پور انٹرچینج پر گاڑی سے اتارا اور ہم نے اپنا سفر جاری رکھا۔ تقریباً 8 بجے گھر پہنچ گئے۔ اللہ کا شکر ادا کیا۔ یہ سفر ''وسیلہ ظفر بنا''

شرقپوری فیض کوٹلہ شریف میں:

وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْم ۝ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ حضرت خواجہ بابا امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے دربار کی حاضری کے بعد میری صحت یابی کے راستے

کھلنے شروع ہو گئے۔ میرے brother-in-law حاجی افتخار الحق نے مجھے فون کیا کہ وہ میرے لیے بہت سی دعائیں کر رہے ہیں۔ ان شاء اللہ آپ ٹھیک ہو جائیں گے اور اپنے پاؤں پر چل کر مَیں ان کے پاس جاؤں گا۔

اُدھر میرے ایک عزیز ڈاکٹر محمد ثاقب شہزاد نے فون کیا کہ مَیں اپنا .M.R.I کرالوں تاکہ اصل بیماری کا پتا چل سکے۔ .C.M.O صاحب نے 2022-4-22 کو فوری طور پر میرا کیس شوکت خانم لیبارٹریز کو ریفر کر دیا۔ اسی دن مجھے شوکت خانم لیبارٹریز سے .M.R.I کروانے کا وقت مل گیا۔ لہٰذا 2022-4-22 کو ہی شام 6 بجے شوکت خانم میموریل کینسر ہسپتال اینڈ ریسرچ سنٹر (گلبرگ لبرٹی مارکیٹ) سے MRI کروایا اور 2022-4-23 کو اس کی رپورٹ مل گئی۔ جس کے مطابق تین ہڈیاں فریکچر تھیں اور کمر کے دو مہروں کے درمیان خلا تھا۔

رپورٹ ڈاکٹر زبیر مصطفیٰ خان (Neurosurgeon) کو دکھائی اور انہوں نے دوائیاں لکھ دیں اور اپریشن کا مشورہ دیا۔

ڈاکٹر محمد ثاقب شہزاد (Senior Registrar) نے مورخہ 11/جون 2022ء کو بروز ہفتہ جنرل ہسپتال میں اپنی وارڈ میں بلایا۔ کاغذی کارروائی مکمل کی اور اپریشن تھیٹر میں لے گئے۔ ان کے ساتھ چار اور ڈاکٹرز تھے۔ پانچ گھنٹے تک اپریشن تھیٹر میں رکھا اور انجیکشنز کے ذریعے سرجری کی۔ اس سرجری سے میری کمر میں جو درد کی شدت تھی کم ہو گئی اور مَیں اٹھ کر بیٹھنے کے قابل ہو گیا۔

ڈاکٹر موصوف نے مورخہ 16/جولائی 2022ء کو بروز ہفتہ دوبارہ جنرل ہسپتال میں اپنی وارڈ میں بلایا۔ کاغذی کارروائی مکمل کی اور اپریشن تھیٹر میں لے گئے۔ چار گھنٹے تک انجیکشنز لگا کر سرجری کی۔ اس سرجری سے میری کمر درد میں کافی افاقہ ہوا۔

اب مَیں ڈاکٹر محمد ثاقب شہزاد کے تجویز کردہ نسخہ کے مطابق دوائی استعمال کر رہا ہوں۔ اپنے گھر کے اندر چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا ہوں۔ الحمد للہ رب العالمین۔

خبیث جنات:

جن جنات کا مجھ پر سایہ تھا۔ ان کا تعلق غیر مسلم جنات سے تھا۔ انہوں نے میرے ذہن کو پراگندہ کر دیا۔ ساری رات مجھ کو ایسی گندی باتوں کی طرف اکساتے رہتے جن کا تصور کرنا بھی گناہ ہے۔ دین سے دوری، نماز روزہ سے نفرت، بہن بھائی سے نفرت، بہن بھائیوں سے لڑائی پر اکسانا۔ اولیاء اللہ کی شان میں گستاخیاں کرنا۔ نیک لوگوں کی محفلوں سے دور کرنا۔ یہ وقت مجھ پر بڑا کڑا وقت تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد میرے شامل حال رہی۔ جس نے مجھے بے دین ہونے سے بچا لیا۔ میرا ایمان بچا لیا۔ شیطانی حملوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کی رحمت سے میں نے اپنے معمولات کو جاری رکھا۔

میری بیماری کے دوران دو پی ایچ ڈی کی طالبات مہناز مصطفیٰ آف شیخوپورہ اور فرحانہ ناز آف فیصل آباد نے موبائل پر رابطہ کیا اور ان کی علمی معاونت کرنے کا موقع ملا۔ ان دونوں کے تھیسز جمع ہو چکے ہیں۔ ایک ایم فل کی طالبہ سدرہ انور آف غازی پور نے موبائل پر رابطہ کیا۔ ان کی بھی علمی معاونت کرنے کا موقع ملا اور انہوں نے تھیسز مکمل کرنے کے بعد ایم فل کا امتحان پاس کر لیا ہے۔

کتاب کی تیاری:

شیطانی حملوں کے دوران مَیں نے اللہ کے فضل سے کچھوے کی چال اپنے کام کو جاری رکھا۔ صاحب فراش ہونے کے باوجود مَیں نے موبائل پر دوست احباب سے رابطہ رکھا جن کے تعاون سے مَیں کتاب ''فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ اوران کے منتخب

معاصرین (جلد دوم)'' تیار کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ کتابوں کی ورق گردانی کر کے کچھ مواد اکٹھا کر لیا اور کچھ لوگوں کے حالات موبائل کے ذریعے اکٹھے کیے۔ یہ حضرت فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرم ہے۔ انہوں نے کام لینا تھا، لے لیا ورنہ میری کیا اوقات ہے۔ اس کتاب میں تیرہ رفتگان اور پچیس موجودہ شخصیات کے حالات موجود ہیں۔

مجھے کون جانتا تھا تیری دوستی سے پہلے
آپ نے خرید کر انمول کر دیا

خصوصی اظہار تشکر:

مَیں محبوب عالم تھابل صاحب کا خصوصی طور پر شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے ''فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ اوران کے منتخب معاصرین (جلد دوم)'' کی تیاری کا مشورہ دیا ورنہ مَیں نے تو اپنا کام ختم کر دیا تھا۔ صاحبزادہ قاضی محمد نور اللہ صدیقی شرقپوری صاحب نے کچھ مضامین کی آرٹیکل ریڈنگ کی ہے وہ بھی شکریے کے مستحق ہیں۔ سید جمیل احمد رضوی صاحب سے بیماری کے دوران بہت کچھ سیکھا ہے ان کا بھی مشکور ہوں۔ طالبہ مہناز مصطفیٰ، فرحانہ ناز، سدرہ انور کے مقالات کی تیاری کے دوران بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔ ان کا بھی مشکور و ممنون ہوں۔ محمد رفیق شرقپوری نقشبندی صاحب، طاہر مجید صاحب اور ڈاکٹر حامد علی انصاری صاحب کا معاونت کرنے پر مشکور ہوں۔ بیٹے محمد اویس ندیم نے کتاب کی کمپوزنگ اور سیٹنگ کا کام کیا ہے۔ ان کا بھی دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میری بیٹی ثوبیہ سلطانہ ہمیشہ میری مالی معاونت کرتی ہیں۔ ان کا بھی جتنا شکریہ ادا کروں کم ہے۔ اللہ ان کو جزائے خیر سے نوازے۔ قاری سعید عبدالباسط آف تلہ گنگ نے ہمیشہ مالی معاونت کی ہے۔ ان کا بھی مشکور و ممنوں ہوں۔ پیر خالد محمود شرقپوری صاحب اکثر میرے ساتھ رابطے

میں رہتے ہیں۔ جب کبھی کسی کتاب کی ضرورت پڑتی ہے تو ان سے رابطہ کیا جاتا ہے تو وہ مطلوبہ کتاب مہیا کر دیتے ہیں۔ مَیں ان کا بھی مشکور ہوں۔ جن کے نام اس وقت مجھے یاد نہیں ان سے معذرت خواہ ہوں۔

یہ سحر جو کبھی فردا کبھی ہے امروز
نہیں معلوم ہوتی ہے کہاں سے پیدا
وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود
ہوتی ہے بندہ مومن کی اذاں سے پیدا

کم مائیگی:

کم مائیگی میرے جذبات کے اظہار میں آڑے آ رہی ہے۔ جس کی وجہ سے مَیں اپنے جذبات کو مکمل طور پر بیان نہیں کر سکا۔

ایہہ تن میرا چشماں ہووے، مَیں مُرشد ویکھ نہ رجاں ہُو
لُوں لُوں دے مُڈھ لکھ لکھ چشماں، اک کھولاں اک کجاں ہُو
اتنا ڈِٹھیاں مَینُوں صبر نہ آوے، مَیں ہور کِتے ول بھجاں ہُو
مُرشد دا دیدار ہے باہُو مَینُوں لکھ کروڑاں حجاں ہُو

انسان خطا کا پتلا ہے۔ اس لیے لکھنے میں خامیاں اور غلطیاں رہ جاتی ہیں۔ ان کے لیے مطالعہ کنندگان سے معذرت خواہ ہوں۔ امید کرتا ہوں کہ مطالعہ کنندگان مجھے معاف فرمائیں گے۔

احقر العباد

ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری نقشبندی مجددی عفی عنہ

خاکپائے فخر المشائخ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

لمحہ فکریہ

حضرت فخر المشائخ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تحریر ''لمحہ فکریہ'' ایسی تحریر ہے جو کہ ہر دور کے حالات کے بارے میں ہے۔ اس میں ان وجوہات کی نشاندہی کی گئی ہے جن کی وجہ سے اسلامی معاشرے میں برائیاں پیدا ہوتی ہیں اور کون اسلامی معاشرے میں اور خاص کر پاکستان میں ان برائیاں کو پھیلا رہا ہے اور ان برائیوں سے بچنے کی تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں۔ اس بات کی تنبیہ بھی کر دی گئی ہے کہ اگر ان برائیوں سے بچنے کا انتظام نہ کیا گیا تو ''سقوطِ ڈھاکہ'' جیسا المناک حادثہ موجودہ پاکستان میں بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ بیرونی سازشوں خاص کر ہندوستانی سازشوں کو ناکام بنانا ہوگا۔

تحریر: فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

اس تلخ حقیقت سے کوئی بھی بے خبر نہیں کہ ہمارے نونہال فحش اور اخلاق سوز رسالوں، جاسوسی ناولوں اور ڈائجسٹوں کے مطالعہ کے عادی بن کر دین وایمان سے منحرف اور پاکیزہ روایات اور اقتدار سے بیگانہ ہو کر بے حیائی اور بداخلاقی کے عادی ہوتے جا رہے ہیں۔ والدین اولاد کی گستاخیوں اور نافرمانیوں سے عاجز آ چکے ہیں۔ اخبارات میں ''عاق نامہ'' کے اشتہارات پڑھ کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ والدین کس قدر بے بس اور مضطرب ہیں۔ یہ صورتِ حال نہایت تشویشناک ہے اور فوری مؤثر اصلاحِ حال کی متقاضی ہے۔ ہماری اسلامی مملکت میں ہندومت کے پروپیگنڈے کی حامل کہانیاں جنہیں جنسی لذت اور سنسنی خیزی سے دلچسپ بنایا جاتا ہے، ہندو اور یہودی سازش کے تحت فروغ پا رہی ہیں۔ ہر صاحبِ اولاد اپنے بچوں کے کردار کے متعلق یقیناً پریشان ہے۔ فحاشی کا زہر دھیرے دھیرے نوخیز لڑکیوں اور لڑکوں کے رگ وریشے میں سرایت کرتا جا رہا ہے۔ یہ طبقہ اسلامی نظریات کو ترک کر کے مخرب اخلاق لٹریچر، فلم اور ٹیلیویژن کے مضر اثرات کو بڑی تیزی سے قبول کر رہا ہے۔ اس ماحول میں پڑھ کر آج کے نوجوان

بچیاں اور بچے جب آئندہ خود ماں اور باپ کا روپ دھارتے ہیں تو آپ اپنے بچوں کو کلمہ طیبہ اور بسم اللہ سکھانے کی بجائے انگریزی الفاظ اور انگریزی نظمیں سکھاتے ہیں۔ مائیں اسلامی ناموں کی بجائے جمی اور سویٹی وغیرہ ناموں سے پکارنا زیادہ پسند کرتی ہیں۔ اسلامی رنگ سے یکسر محروم ماحول میں جوان ہونے والے یہ بچے ''نظریہ پاکستان'' کی بھلا کیا حفاظت کریں گے۔ اندریں حالات یہ نہایت ضروری ہے کہ اسلامی مملکت میں ایسا لٹریچر جو اخلاق کو تباہ کرنے والا ہو جو اسلامی نظریات اور قومی کردار کے لیے زہر قاتل ہو ممنوع ہونا چاہیے۔ مگر پاکستان میں فحش رسالے اور ناول نیم عریاں تصاویر سے بھرپور بلا روک ٹوک چھپتے ہیں اور بکثرت پڑھے جاتے ہیں۔ ان کی اشاعت اور تعداد میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کی خواب گاہوں میں ایسی ہی مخرب اخلاق کتب پائی جاتی ہیں۔

ایک زمانہ تھا کہ جب بچہ چار سال چار ماہ اور چار دن کا ہوتا تو گھر کے بزرگ اس کی رسمِ بسم اللہ خوانی کراتے تھے۔ سن شعور سے بچے کو دینی کتب کے مطالعہ کی ترغیب دی جاتی تھی۔ عمر میں اضافے کے ساتھ ساتھ کریما، گلستان، پند نامہ شیخ عطار اور دیگر دینی کتب پڑھائی جاتی تھیں، مگر اس دور میں ایسی بلند پایہ اخلاق سنوارنے والی کتابوں کو دقیانوسی کتابوں کی فہرست میں ڈالا جا رہا ہے۔

اسلامی ماحول میں پروردہ نوجوانوں نے اسلامی مملکت کی تخلیق کی۔ ان ہی بلند اخلاق نوجوانوں کی مساعی جمیلہ سے ملک وملت کی تعمیر و ترقی ہوئی۔ پھر آہستہ آہستہ غیر صحت مند ''لٹریچر'' کا زہر آنے والے نوجوانوں کے رگ و ریشے میں سرایت کر گیا تو نتیجہ کیا نکلا کہ پاکستان دولخت ہو گیا۔ مشرقی پاکستان کو علیحدہ کرانے میں جتنے بھی عوامل کار فرما تھے، ان میں سب سے بڑا سبب وہاں کے پرائمری مدارس میں اسی فیصد سے زائد ہندو مدرسین کی تقرریاں تھیں اور ہندوانہ ذہنیت کے زیرِ اثر تربیت یافتہ مسلمان بچے، جب

نوجوان ہوئے تو وہ اسلامی اقدار سے یکسر باغی ہو چکے تھے۔ وہ مسلمانوں سے متنفر ہو چکے تھے۔ جس کے نتیجہ میں ''سقوطِ ڈھاکہ'' جیسا المناک حادثہ ہوا۔

ہندو اور یہودی سابقہ تجربہ کی روشنی میں یہ میٹھا زہر اب بھی ''فحش لٹریچر'' کی صورت میں بچے کھچے پاکستان میں نہایت عیاری اور مکاری سے پھیلا رہے ہیں۔ ہم ''اربابِ اختیار'' سے دردمندانہ اپیل کرتے ہیں کہ ''مخرب اخلاق لٹریچر'' کو روکنے کا فوری اور مؤثر بندوبست فرمایا جائے ورنہ اس کے نتائج نہایت خطرناک اور بھیانک نکلیں گے۔ پرائمری سطح سے لے کر یونیورسٹی تک کے اساتذہ کے کردار واعمال کا جائزہ لینا چاہیے۔ جو اساتذہ ''نظریہ پاکستان'' اور ''اسلامی اصولوں'' کے منافی سرگرمیوں میں ملوث پائے جائیں انہیں درس وتدریس کے فرائض سے فوری طور پر سبکدوش کر دیا جائے۔ کیونکہ ملک کی بقاء وترقی وخوشحالی کا راز اسی بات میں مضمر ہے کہ دین دار، نیک سیرت اور اسلام کے شیدائی اساتذہ کرام کی تقرریاں عمل میں لائی جائیں۔ انہی سے تربیت حاصل کرنے والے نوجوان اپنے وطن کی عزت وناموس کی خاطر اپنی جانیں تک قربان کرنے سے دریغ نہیں کریں گے اور پھر اندرونی اور بیرونی سازشوں کا مردانہ وار مقابلہ کرنے والے بھی یہی نوجوان ہوں گے۔

قوم کے نونہالوں کی اسلامی نظریات کے مطابق تعلیم وتربیت کرنے والے اساتذہ کرام کو معاشرے میں جائز مقام دینا چاہیے۔ ان کو غم روزگار سے نجات دلانی چاہیے۔ ان کی ہر لحاظ سے حوصلہ افزائی کرنی چاہیے تا کہ وہ پورے اطمینان اور دلجمعی سے درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھ سکیں۔ والدین کو ایسے اساتذہ کرام کی عزت کرنی چاہیے۔ پھر دیکھیں کس قدر با کمال اور باصلاحیت نوجوان پیدا ہوتے ہیں۔ شاہان سلف ہمیشہ اپنے بچوں کی صحیح تعلیم وتربیت دلوانے کے لیے نہایت قابل، لائق اور دین دار اتالیق کی خدمات حاصل کرتے تھے۔ خاندان مغلیہ کا درویش صفت شہزادہ اورنگ زیب عالمگیر تاریخ میں راسخ العقیدہ مسلمان بادشاہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ

شہزادے کو بچپن میں جو اتالیق ملا وہ ایک نہایت نیک اور پاکیزہ صفت درویش تھا۔ جب شہزادہ چار سال چار ماہ چار دن کا ہوا تھا تو شاہجہان نے بعد از تلاش بسیار جناب ملا عبداللطیف سلطان پوری (ریاست کپورتھلہ) کو شہزادے کا اتالیق مقرر کیا اور دارالحکومت دہلی طلب فرمایا۔ جناب ملا صاحب نے جواب دیا کہ ’’تشنہ نزد چاہ مے رود نہ چاہ بہ نزد تشنہ‘‘ یعنی پیاسا کنویں کے پاس جاتا ہے نہ کہ کنواں پیاسے کے پاس۔ شاہجہان استاد کا مرتبہ پہچان گیا اور شہزادہ کو سلطان پور بھجوادیا۔ شہزادے کے لیے کوئی علیٰحدہ انتظام نہ تھا۔ ایک دن شہزادہ سبق نہ سناسکا۔ جناب ملا صاحب نے زور سے طمانچہ جڑا تو شہزادے کی نکسیر پھوٹ نکلی۔ ڈائری نویس نے خون آلود اوراق شاہی محلات میں پہنچا دیے۔ بیگمات اور ہمشیرگان تڑپ اٹھیں اور ملا صاحب کو سزا دینے کے لیے شاہجہان پر زور دیا۔ بادشاہ نے سزا کا حکم نامہ یوں لکھا ’’بعوض طمانچہ زدن ہزار بیگہ زمین از رقبہ سلطان پور بنام ملا عبداللطیف تفویض مے نویدیم‘‘ یعنی ہزار بیگہ زمین کا رقبہ موضع سلطان پور کے رقبہ سے جناب ملا عبداللطیف صاحب کے نام ہم نے ایک طمانچہ کے عوض لگا دیا ہے۔ جناب ملا صاحب کی بے نیازی ملاحظہ ہو کہ اس حکم نامے پر یہ شعر لکھ کر واپس کر دیا:

شاہ ما را دیہہ دہد منت نہد ‏ ‏ ‏ ‏ رازق ما رزق بے منت دہد

(بادشاہ مجھے جاگیر دے کر احسان جتا رہا ہے حالانکہ میرا مولا مجھے بے طلب رزق دے رہا ہے) بالآخر بادشاہ کو وہ اراضی درس کے نام لگانا پڑی۔ اس واقعہ سے اپنی اپنی جگہ پر باپ اور استاد کے اعلیٰ کردار کا نمونہ ملتا ہے۔ اے کاش! آج کے والدین اور اساتذہ کرام بھی ایسی ہی روایات اپنائیں۔

مناسب ہوگا کہ یہاں والدین کی ذمہ داریوں کے متعلق قرآن مجید کے حوالے سے کچھ عرض کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے:

’’یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا وَّقُوْدُھَا النَّاسُ

وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ٥ ’’ (پارہ 28: سورہ التحریم 66: آیت 6) ’’اے ایمان والو: تم بچاؤ اپنے آپ کو اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ اس پر ایسے فرشتے مقرر ہیں جو بڑے تند خو اور سخت مزاج ہیں۔ نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی جس کا اس نے انہیں حکم دیا اور فوراً تعمیل بجالاتے ہیں جو ارشاد انہیں فرمایا جاتا ہے۔‘‘

اہل ایمان کو حکم دیا جارہا ہے کہ وہ اپنے آپ کو آتشِ جہنم سے بچائیں۔ لیکن ان کی ذمہ داری اپنی ذات تک محدود نہیں بلکہ اپنے اہل وعیال کو بھی عذابِ دوزخ سے بچانے کی پوری کوشش کرنا ان پر لازم ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! آپ کو تو دوزخ سے بچانے کا مفہوم سمجھ میں آگیا، اپنے اہل وعیال کو دوزخ سے کیسے بچاسکتے ہیں۔ فرمایا: ’’تم اس طرح ان کو بچاسکتے ہو کہ جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں روکا ہے تم اپنے اہل وعیال کو بھی ان سے روکو اور جن کاموں کو بجالانے کا اس نے حکم دیا ہے، تم انہیں حکم دو کہ وہ بھی بجالائیں۔

لہٰذا ہر شخص پر فرض ہے کہ وہ اپنے آپ کو اپنی اولاد، اپنی بیوی اور اپنے خُدام کو عذاب سے بچانے کی کوشش کرے۔ اپنی اولاد اور اہل خانہ کو دین کی تعلیم دیں۔ اچھی باتیں سکھائیں اور پاکیزہ ادب وہنر کی تعلیم دیں۔

اگر آپ بچوں کے کردار کا تحفظ کرنا چاہتے ہیں تو انہیں ایسی کتابیں پڑھنے کو دیجیے جن میں اخلاقیات کی تعلیم دی گئی ہو۔ جن میں بزرگانِ دین کے اُسوہ حسنہ کا ذکر ہو۔ جن میں معاشرے کی اصلاح کے نسخے درج ہوں۔ جن میں اسلامی نظریہ حیات کے درس دیئے گئے ہوں۔ اگر اس قسم کے صحت مند لٹریچر کو فروغ دیا گیا تو فحش لٹریچر کی مانگ خود بخود ختم ہوجائے گی۔

صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کا انٹرویو

فخر المشائخ صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک نادراور کمیاب انٹرویو جوآپ نے کمال شفقت فرماتے ہوئے ایک مشہور صحافی خالد اطہر آف برطانیہ کو برطانیہ میں دیا تھا۔

از خالد اطہر

پیر طریقت، رہبر شریعت، عالم با عمل، جانشین شیر ربانی، ولی العصر، عابد وزاہد، متقی ودرویش حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ موجودہ عہد کے نامور بزرگ ہیں۔آپ کا تعلق پاکستان کے ایک ایسے علمی، مذہبی روحانی خانوادے سے ہے جس کا احترام اور مقام اظہر من الشّمس ہے۔ نامور شخصیات آپ کے بزرگوں سے فیض حاصل کرتی رہی ہیں۔ شاعر مشرق، مفکر پاکستان حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے اجداد کے معتقدین میں شامل تھے۔ پاکستان کے علاوہ برطانیہ میں بھی ہزاروں افراد صاحبزادہ صاحب سے رہنمائی اور فیضان حاصل کر رہے ہیں اور متعدد شہروں میں آپ کی سرپرستی میں روحانی تقریبات کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ علاوہ ازیں آپ کی سرپرستی میں مانچسٹر میں شیر ربانی اسلامک سنٹر قائم کیا گیا ہے۔ جہاں انتہائی معیاری طور پر دینی تعلیم کا سلسلہ جاری ہے۔ یہ سینٹر جناب عبداللہ کمانی کی نگرانی میں کام کررہا ہے، جنہوں نے اہم مذہبی، روحانی، ملی وسماجی خدمات انجام دی ہیں۔

شرقپور شریف لاہور سے تقریباً 22 میل کے فاصلے پر لاہور جڑانوالہ روڈ پر واقع ہے۔ اسے اگر مدینۃ الاولیاء کہا جائے تو مستحسن ہوگا کیونکہ اس کے قلب میں نوشاہی قادری بزرگ حضرت ہرنی شاہ آرام فرما ہیں۔ شہر سے باہر مغرب کی طرف کشتہ محبت مجدد الف ثانی

رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اوران کے برادرِ خرد خواجہ عالم پناہ حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات ہیں۔ لاہور جڑانوالہ شاہراہ کی طرف حضرت سید پیر گلاب شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے اور سڑک پار حضرت خواجہ میاں محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کی آخری آرام گاہ ہے۔ شرقپور شریف سے کچھ فاصلے پر قطب دوراں، شہباز تصوف حضرت ہاشم شاہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ یہ سب مزارات مراجع عوام وخواص ہیں۔

شرقپور شریف روحانی لحاظ سے بھی بڑے مقام ومرتبہ کا حامل ہے۔ یہ قریہ کبھی علوم وفنون کا مرکز تھا۔ حضرت قبلہ عالم شیر محمد شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش سے پہلے یہاں بڑے بڑے اولوالعزم اولیائے کرام آتے جاتے رہے اور یہ مژدہ جاں افزااورخوشخبری سناتے رہے کہ یہاں ایک ایسامرد حق آگاہ پیدا ہوگا جس کے فیوض و برکات سے ایک عالم مستفید و مستفیض ہوگا۔

صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری، حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے برادر اصغر حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں۔ حضرت ثانی میاں غلام اللہ صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ ایک بلند پایہ عالم اور ولی کامل تھے اور اپنے برادر بزرگ حضرت شیر ربانی ولی لاثانی میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت اوران کے جانشین تھے۔ انہوں نے اپنے برادر بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کو ۳۰ سال تک جاری رکھا اور لاکھوں فرزندان اسلام نے ان سے روحانی فیض حاصل کیا۔ 1957ء میں آپ کا وصال ہوا۔ قبلہ ثانی لاثانی میاں غلام اللہ شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ پیکر تقویٰ، آئینہ تورع، جبل استقامت، شمس رضا، بدر وفا، شان عمل، نشان شریعت، کمال محبت، جمال اخلاق، پاسبان شریعت، پاسدار اقدار

اسلامی، حامیِ مساکین، مددگار غربا، دستگیر ارامل، مرقع اخلاق، مطلع عرفان، مظہر ایقان، مرشد روشن ضمیر اور رہبر برنا و پیر تھے۔ آپ اپنے مرشد اور برادر بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کے مصلے پر اس استقامت کے ساتھ رونق افروز ہوئے کہ حضرت کی نیابت کا حق ادا کر دیا۔ آپ دین و دنیا کی کشوروں کے شہنشاہ تھے۔ آپ کے مزاج میں نرمی، گفتار میں حلاوت، رفتار میں وقار اور آپ ایثار میں بے مثال تھے۔

صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری سجادہ نشین آستانہ عالیہ شیر ربانی و ثانی لاثانی شرقپور شریف میں 23۔فروری 1933ء بمطابق 27۔شوال 1351ھ بروز جمعرات بوقت صبح صادق پیدا ہوئے۔ اس وقت حضرت ثانی لاثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نماز فجر کی ادائیگی کے لیے مسجد میں تشریف فرما تھے۔ نماز کے بعد جب آپ گھر تشریف لائے تو آپ کو یہ خوش خبری ملی جسے سنتے ہی انکا چہرہ خوشی و مسرت کے باعث کھل اٹھا۔

حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب نے اپنی تعلیم کا آغاز قرآن پاک سے کیا۔ آپ نے مختصر وقت میں سات سال کی عمر میں مولانا محمد علی صاحب سے قرآن ناظرہ پڑھ لیا۔ اس کے بعد آپ نے علوم اسلامیہ کا آغاز کر دیا۔ آپ نے اپنے والد محترم قبلہ ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ سے شیخ سعدی شیرازی کی مشہور زمانہ کتب گلستان اور بوستان وغیرہ باقاعدگی سے پڑھنا شروع کر دیں۔ علوم اسلامیہ سے فراغت کے بعد آپ نے فارسی، عربی اور اردو کی مذہبی کتب کا مطالعہ جاری رکھا۔ اسی ذوق نے آپ کو تصانیف کے میدان میں داخل کر دیا۔ عصری تعلیم کے حصول کے لیے قبلہ میاں صاحب نے 1940ء میں اسلامیہ پرائمری سکول شرقپور شریف میں سات سال کی عمر میں داخلہ لے لیا تھا۔ سکول کے ہیڈ ماسٹر محمد احمد خان تھے جو باریش ہونے کے ساتھ ساتھ صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ یہ وہ دور تھا کہ سکولوں میں ہندو اور مسلمان اساتذہ مشترکہ طور پر کام کرتے تھے، لیکن ''اسلامیہ پرائمری سکول'' کی یہ امتیازی خصوصیت تھی کہ اس میں صرف مسلمان اساتذہ کی تقرری ہوتی

تھی۔ صاحبزادہ صاحب عام بچوں کی طرح گلی کوچوں اور بازاروں میں گھومنا ہرگز پسند نہیں کرتے تھے۔ آپ سکول سے فراغت کے بعد فوراً گھر تشریف لے آتے اور اپنی تعلیم میں مصروف ہوجاتے۔ آپ نے 1944ء میں نمایاں نمبروں سے پرائمری کا امتحان پاس کیا اور گورنمنٹ ہائی سکول شرقپور شریف میں داخلہ لیا۔ صاحبزادہ صاحب کا بچپن عام لڑکوں سے بالکل مختلف تھا۔ قیمتی وقت ضائع کرنا شرارتیں اور لڑائی جھگڑا کرنا اور دوسری غلط عادات سے آپ کو سخت نفرت تھی۔ اس لیے آپ ایسے امور سے ہمیشہ دور رہے۔ آپ اپنے اساتذہ کا دلی احترام کرتے اور ان کی فرمانبرداری کرتے تھے۔ پورے زمانہ تعلیمی کے دوران کسی استاد کو آپ سے کبھی شکایت نہیں ہوئی۔ میٹرک کے بعد آپ نے آغاز میں دوست محمد تکمیلی سے طب کی کتابیں پڑھیں۔ آپ کے اساتذہ کرام میں آپ کے والد گرامی قبلہ ثانی لاثانی میاں غلام اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، شیخ محمد عثمان صاحب قصوری، سید اقبال احمد شاہ صاحب، شیخ مولوی حسن محمد صاحب اور ماسٹر محمد احمد خان صاحب شامل ہیں۔

صاحبزادہ صاحب نے حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے برادر اصغر اور اپنے والد گرامی حضرت میاں غلام اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ اقدس پر بیعت ہونے کا شرف حاصل کیا۔ حضرت قبلہ میاں غلام اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے جملہ متوسلین، عقیدت مندوں اور مریدوں سے ہمیشہ حسن اخلاق کا برتاؤ فرماتے۔ ہر عقیدت مند یہی کہتا کہ حضرت مجھ سے زیادہ شفقت فرماتے ہیں۔ حضرت قبلہ ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرم اپنے صاحبزادگان بالخصوص حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب دامت برکاتہم پر تھی۔ اس کی کیفیت بیان سے باہر ہے۔ حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ عالیہ حضرت امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کوٹلہ شریف، ضلع شیخوپورہ، حضرت خواجہ امام علی رحمۃ اللہ علیہ مکان شریف گورداسپور، حضرت سید حاجی شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ مکان شریف، حضرت قاضی محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی احمد شریف صاحب (نواب شاہ) کے توسط سے سلطان الاولیاء حضرت خواجہ محمد زمان

نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ لواری شریف بدین (سندھ) تک پہنچتا ہے، جو سلسلہ نقشبندیہ کا بہت بڑا مرکز ہے۔

محترم صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری قبلہ ثانی لاثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارتحال کے بعد نہایت ہی نامساعد حالات میں اپنے بزرگوں کی تعلیمات اور اقدار اسلامی کے احیاء وفروغ کے لیے تب وتاب جاودانہ اور ہمت مردانہ کے ساتھ کمر بستہ ہو گئے۔ آپ نے سب سے پہلے پنجاب بھر میں طوفانی دورے کیے۔ پنجاب کے لوگ آپ کی شخصیت وکردار سے متعارف ہوئے اور آپ کو ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا۔ پھر پاکستان کے دیگر صوبوں اور شمالی علاقہ جات کے دورے کیے۔ وہاں آپ نے اپنے بزرگوں بالخصوص حضرت قیوم زمانی، امام ربانی شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد اور اپنے مسلک سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری کی سادگی، شیریں بیانی اور خوش کلامی نے ہر کہ ومہ کو ان کا گرویدہ بنادیا۔ وہ جہاں بھی گئے اپنی عظمت ورفعت کا نشان چھوڑ آئے۔

صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری روشن ذہن وقلب رکھتے ہیں۔ آپ پر اپنے بزرگوں حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی براہ راست نظر کرم ہے۔ آپ سخاوت میں مشہور ہیں۔ آپ کے دسترخوان ومائدہ پر بہترین ماکل ومشارب موجود ہوتے ہیں۔ آپ مہمانوں کی ضیافت میں تکلف سے کام لیتے ہیں اور مہمانوں کی خدمت کرنے میں اپنے بزرگوں کی خوشنودی ورضا جوئی کے حصول کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ آپ کے قول وفعل میں تضاد کی کوئی شکل مرئی نہیں، جو کہتے ہیں، وہ کرتے ہیں، جو آج کے دور میں بہت بڑی بات ہے۔

صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری کی حضور نبی پاک ﷺ اور صحابہ کرام سے والہانہ عقیدت ہے۔ آپ عشق رسول ﷺ سے سرشار ومخمور ہیں۔ آپ پر سرکار دو جہاں ﷺ کا یہ خصوصی کرم ہے کہ آپ اب تک 19 مرتبہ مدینہ منورہ میں حاضری دے

چکے ہیں۔ آپ کے عشق رسول ﷺ کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۹۷۱ء میں ایک برطانوی یہودی مصنف ڈاکٹر پنہاس نے نبی محترم تاجدار عرب وعجم ﷺ کی شان میں گستاخانہ کتاب شائع کی۔ آپ نے اس کتاب کے خلاف لاہور میں احتجاجی جلوس کی قیادت کی اور گرفتار ہوئے اور کیمپ جیل لاہور میں 13 دن قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آپ نے تحفظ ناموس رسالت ﷺ کی خاطر سب مصائب وآلام کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید میں جیل کے اندر موجود طلباء اور قیدیوں کی اصلاح کی کوشش فرماتے رہے اور قیدیوں میں اسلامی لٹریچر تقسیم کیا۔ اس طرح آپ نے اپنے پیران حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی سنت پر عمل کیا۔

صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری کو جانشین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ امیر المومنین اول حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھی بے پناہ عقیدت ومحبت ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے بانی ہیں اور صحابہ کرام کے امام وپیشوا ہیں۔ صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کارہائے نمایاں اور تعلیمات کو عام کرنے کے لیے یوم مجدد رحمۃ اللہ علیہ اور یوم سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منانے کے سلسلے میں بھی پہل کی۔ چنانچہ پاکستان کے طول وعرض میں جمادی الثانی کے ماہ مبارک میں یوم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شایان شان طریقہ سے منانے کا اہتمام کیا جاتا ہے اور آپ کے حالات زندگی اور کارہائے نمایاں پر مشتمل ایک کتابچہ ''فضائل حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' مرتب کر کے طبع کروایا۔ یہ کتابچہ کئی ایڈیشنوں میں ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکا ہے۔

صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری کا عظیم اور اہم کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے نہ صرف پاکستان بلکہ یورپ اور برطانیہ میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی

شخصیت کو مزید اجاگر کیا۔ ان کے عقائد اور تعلیمات کو عوام تک پہنچایا اور دنیا کے کونے کونے میں یوم مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور یوم حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ منائے جانے کا آغاز کیا۔ اگر آپ کو تحریک یوم مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا بانی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ آپ دار المبلغین کے ناظم و مہتمم ہیں جو حضرت ثانی لا ثانی میاں غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں قائم کیا ہے۔ جس میں قرآن مجید، حدیث مبارک، فقہ اور دیگر علوم دینیہ کی تدریس کی جاتی ہے۔ جہاں نامور اساتذہ حضرت العلام مفتی محمد عبدالغفور صاحب، استاد العلماء مفتی مزمل حسین شاہ صاحب، حضرت مولانا اکبر علی صاحب شرقپوری، حضرت مولانا عبدالغفور صاحب الوری، حضرت مولانا منصب علی صاحب شرقپوری اور حضرت مولانا محمد شریف صاحب ملتان شریف ہیں۔ اس ادارہ سے ہزاروں حفاظ اور علماء نے فیض حاصل کیا ہے۔

صاجزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری کا شمار سواد اعظم اہلسنت کے مرکزی قائدین میں ہوتا ہے۔ آپ نے 1971ء میں جمعیت العلمائے پاکستان کے ٹکٹ پر قصور سے احمد رضا قصوری کے مقابلے میں انتخاب لڑا اور 50 ہزار ووٹ حاصل کیے۔ ۱۹۷۸ء میں آپ کو جمعیت العلمائے پاکستان کا مرکزی نائب صدر منتخب کیا گیا۔ بعدازاں آپ سیاست سے کنارہ کش ہو گئے۔ البتہ آپ کے نور نظر صاجزادہ میاں سعید احمد شرقپوری جمعیت العلمائے پاکستان کے پلیٹ فارم سے سیاست میں سرگرم عمل ہیں اور 1993ء اور 1997ء کے انتخابات میں حلقہ 136 سے پنجاب اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے ہیں۔ صاجزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نے اپنی زندگی نظام مصطفیٰ ﷺ کے لیے وقف کی ہوئی ہے۔ آپ نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت ﷺ اور 1977ء کی تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں بھرپور طریقے سے حصہ لیا۔

آپ کے لاکھوں مریدین نے بھی آپ کے حکم پر اس تحریک میں سرگرمی سے حصہ لیا اور تکالیف

برداشت کیں۔اس دوران آپ کئی ماہ تک قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرتے رہے۔

صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی مذہبی وروحانی سرگرمیاں پاکستان تک ہی محدود نہیں بلکہ آپ نے یورپ اور برطانیہ میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے متعدد مرکز قائم کیے ہیں۔ جہاں نور اسلام کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔آپ نے سرزمین حجاز مدینہ منورہ میں ''رباطِ شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ'' کی تعمیر کی ہے۔ جہاں زائرین کے لیے قیام وطعام اور محافل میلاد پاک کا اہتمام ہوتا ہے۔''رباطِ شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ'' کی تعمیر حضور انور ﷺ سے آپ کے عشق ومحبت کی واضح اور بین دلیل ہے۔صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری عظیم مبلغ اسلام ہیں اور اس ضمن میں اکثر دورے فرماتے رہتے ہیں۔آپ کے خطبات کے فیوض وبرکات سے صرف سرزمین پاکستان ہی نہیں بلکہ ترکی، سعودی عرب، عراق اور برطانیہ میں بھی لوگ فیضیاب ہوتے ہیں۔آپ کئی سال تک جامع مسجد شیر ربانی وسن پورہ لاہور میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے رہے اور ہزاروں افراد نے آپ کے خطبات سے رہنمائی حاصل کی۔

صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے گفتگو کے دوران فرمایا کہ مَیں والد مکرم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد سے تبلیغ وترویج اسلام کی کوششوں میں مصروف ہوں اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کا فیض عام کرنے کی سعی کررہا ہوں۔مَیں نے پاکستان میں اور بیرون ملک بالخصوص برطانیہ میں مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے ایام منانے کا سلسلہ شروع کیا، جس سے لوگوں کو ان کے حالات زندگی اور دین اکبری کے حوالے سے آگاہی ہوئی۔مَیں اب بھی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد اور نظریات کی تبلیغ میں سرگرم عمل ہوں۔

صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نے فرمایا کہ مَیں سب سے پہلے 1979ء میں تبلیغی دورے پر برطانیہ گیا جس کے بعد میں اکثر وبیشتر وہاں جاتا رہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ برطانیہ میں ہم نے حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایام منانے کا آغاز کیا اور ہر سال ان دو بزرگوں کے ایام لندن، برمنگھم، نوٹنگھم، مانچسٹر، راچڈیل اور ایڈنبرا میں منائے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے برطانیہ کی ایک اہم اور خدا ترس شخصیت عبداللہ کمانی صاحب نے جو بہت نیک اور مذہبی انسان ہیں، مانچسٹر میں حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر شیر ربانی اسلامک سنٹر قائم کیا ہے، جہاں تعلیم و ترویج اسلام کا کام ہوتا ہے۔ اس سینٹر میں عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر ایک عظیم الشان تقریب کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اب عبداللہ کمانی صاحب نے شیر ربانی اسلامک سینٹر کے سلسلے کو وسعت دی ہے اور پکاڈلی میں اپنے چار منزلہ سینٹر کی دو منزلیں شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ اسلامک سنٹر کے لیے مختص کر دی ہیں۔ جس کا میں نے 2000ء میں افتتاح کیا ہے۔ انہوں نے مجھے اس سینٹر کا سرپرست بنایا ہے اور وہ خود اس کے امور چلا رہے ہیں۔ صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نے فرمایا کہ یوں تو برطانیہ میں بہت سے دولت مند مسلمان شخصیات ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ کام میاں عبداللہ کمانی جیسی نیک شخصیت سے لینا تھا۔ اس لیے شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ اسلامک سینٹر کے قیام کا اعزاز قدرت نے انہیں دیا ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے شیر ربانی اسلامک سینٹر کے مقاصد کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سینٹر کے قیام کا مقصد دین اسلام کی تبلیغ اور تدریس ہے۔ وہاں دینی تعلیم کا آغاز ہو چکا ہے اور نوجوانوں اور چھوٹے بچوں کو وہاں انگریزی زبان میں اسلام کے بارے میں جامع تعلیم دی جا رہی ہے۔ جبکہ انہیں دین کے بنیادی ارکان اور فرائض سے آگاہ کرنے کا سلسلہ بھی شروع ہو چکا ہے۔ میاں صاحب

رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں تبلیغ کے حوالے سے اکثر برطانیہ جاتا رہتا ہوں اور مجھے ترکی جانے کا بھی اتفاق ہوا ہے۔ جہاں ایک نامور اسلامی سکالر حسین حلمی ایشیق نے ترک حکومت کی جانب سے تبلیغ دین کی اجازت ملنے کے بعد استنبول میں اہلسنت کا ایک بہت بڑا ادارہ قائم کیا ہے اور سلسلہ نقشبندیہ کی بہت سی کتابیں کئی زبانوں میں شائع کر کے انہیں دنیا کے اکثر ممالک میں بھیجا جاتا ہے۔ جبکہ افغانستان اور بھارت میں بھی امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے مراکز قائم ہیں، جہاں کام ہو رہا ہے۔

برطانیہ میں دین اسلام کے فروغ کے حوالے سے صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب سرزمین برطانیہ پر اسلامی مدارس اور مساجد نہیں تھیں تو لوگوں کو اسلامی شعائر کا پتہ تک نہیں تھا۔ لیکن اسلامی مدارس اور مساجد کے قیام سے وہاں مذہبی شعور بیدار ہوا ہے اور لوگوں کا دین کی طرف رجحان اور لگاؤ بہت بڑھ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ برطانیہ میں مسلمانوں کو اسلامی احکامات کے مطابق زندگی گزارنے میں آزادی ہونی چاہیے اور یہ امر باعث مسرت ہے کہ پاکستانی مسلمان برطانیہ میں اپنے بچوں کو اسلامی شعائر سے روشناس کرانے کے لیے کوششیں کر رہے ہیں۔ اس حوالے سے کئی ایسے مدارس بھی قائم ہو رہے ہیں، جن میں بیک وقت دینی اور دنیاوی تعلیم دی جارہی ہے اور برطانیہ میں ماحول و معاشرہ کے تقاضوں کے مطابق عالم تیار کیے جا رہے ہیں جو مستقبل میں ترویج اسلام کے لیے فعال کردار ادا کریں گے۔

علماء برطانیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے قبلہ میاں صاحب نے فرمایا کہ تبلیغ و ترویج اسلام کے حوالے سے برطانیہ میں علمائے اہلسنت کی بہت بڑی اور اہم خدمات ہیں اور وہ بہت اعلیٰ کام کر رہے ہیں جبکہ بریڈفورڈ میں حضرت صاحبزادہ محبوب الرحمان محبوبی صاحب کی بہت اہم دینی خدمات ہیں۔ برطانیہ کے علماء و مشائخ میں ان کا اہم مقام اور کام کرنے کا منفرد انداز ہے۔ وہ دینی علمی ادارہ ''صفتہ الاسلام'' بھی بہت احسن طریقے سے چلا رہے

ہیں۔ وہ بہت سی خوبیوں کے مالک اور اعلیٰ مرتبہ کے انسان ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ برطانیہ میں مقیم مسلمانوں کی سواد اعظم عشق رسول پاک ﷺ سے سرشار اور نظام مصطفیٰ ﷺ کی حامی ہے۔ مغربی ممالک کے لوگ اس وقت سنگین نوعیت کے اخلاقی بحران سے دوچار ہیں اور روحانی سکون کے متلاشی ہیں۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ ان ممالک کے غیر مسلم بھی اب اسلام کی ابدی سچائی کی جانب مائل ہو رہے ہیں کیونکہ اخلاقی اور روحانی سکون صرف اور صرف اسلام کے دامن میں ہی مل سکتا ہے۔

اپنی تصنیفی اور تالیفی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نے فرمایا کہ مَیں نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کے اقتباسات کا ترجمہ کر کے ''ارشادات مجدد'' کے نام سے ایک کتاب مرتب کی ہے، جس میں عقائد اہلسنت کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات کا ایک تذکرہ ہے۔ اس کے علاوہ میری تصانیف میں مسائل نماز، عربی گرائمر، تذکرہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، تذکرہ مشائخ نقشبندیہ (دو جلدیں)، تذکرہ شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ، اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (تین جلدیں) شامل ہیں جبکہ 1955ء سے ایک مجلّہ نور اسلام کے نام سے شائع کر رہا ہوں، جس کا امام اعظم نمبر ہم نے ''تذکرہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ'' کے نام سے کتابی شکل میں شائع کیا، مشائخ نقشبندیہ کے حوالے سے بھی ہم نے ایک خصوصی اشاعت کا اہتمام کیا جو ہزار صفحات پر مشتمل تھا جبکہ بارہ سو صفحات پر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نمبر شائع کیا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اتنا بڑا خصوصی نمبر پہلے کہیں نہیں نکالا گیا۔ استنبول کے حسین حلمی ایشیق نے بھی اسے اردو اور فارسی میں شائع کیا ہے۔ یہ رسالہ تبلیغ دین کا ایک ذریعہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہفت روزہ آواز نقشبند اور ہفت روزہ اخبار مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بھی میری سرپرستی میں شائع ہوتا ہے۔ علاوہ بریں ہمارے مکتبہ نور اسلام نے تائید اہلسنت، خزینہ معرفت،

مسلک مجدد، نماز، منبع انوار اور تذکرہ حضرت میاں غلام اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے عنوان سے اہم دینی کتابیں شائع کی ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ ہم نے عقائد اہلسنت از مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، طریق النجات اور تتمہ معارج النبوت ، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ناقدین ، المنتخب من المکتوبات سرہند شریف ، دی نقشبندیز (انگریزی)، مرآۃ المحققین ، مختصر حالات شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ وثانی لاثانی میاں غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ، نعتیہ قصیدہ ، فضائل صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مختصر حالات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ، مقالات یوم مجدد، الجزیۃ الشرقیہ الی الحضرت المجددیہ، الجذبۃ الشوقیہ، مناسک حج، صدائے حق اور تذکرہ زبدۃ الاولیاء شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی شائع کی ہیں اور انہیں تقسیم کیا ہے۔اب ہم قرآن مجید کا انگریزی میں ترجمہ کرا رہے ہیں، جسے طبع کرا کے ہم برطانیہ بھیجیں گے، ہم اکثر کتابیں شائع کر کے عامۃ الناس میں مفت تقسیم کرتے ہیں اور ہمارے آستانہ عالیہ شرقپور شریف کا شعبہ نشر واشاعت کئی دینی کتابوں کی اشاعت میں تعاون بھی کر چکا ہے۔جبکہ ہم نے کئی اہم اسلامی کتابیں خود خرید کر نہ صرف لوگوں میں تقسیم کی ہیں بلکہ وہ لائبریریوں کو بھی فراہم کی ہیں۔

صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مقام اور ان کے کارناموں کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جامعہ الازہر مصر کے انتہائی سینئر استاد الشیخ حازم محمد احمد عبدالرحیم محفوظ نے عربی میں ایک کتاب ''فخر المشائخ میاں جمیل احمد شرقپوری النقشبندی المجددی ومنھجہ فی نشر الدعوۃ الاسلامیہ'' تحریر کی ہے جس میں آپ کی شخصیت اور آپ کی دینی خدمات پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔[بحوالہ برطانیہ میں علماءِ اہلسنت اور مشائخ اور دیگر دینی شخصیات (جلد سوم)، ص149۔156]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حصہ اول

فخرِ المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے منتخب رفتگان معاصرین

زندگی کی حقیقت

انسانوں کا قافلہ چلا جا رہا ہے، کچھ آگے بڑھ جاتے ہیں اور کچھ پیچھے رہ جاتے ہیں۔ پیچھے رہنے والے جانے والوں کو یاد کرتے ہیں اور افسردہ ہو جاتے ہیں۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس حقیقت کو درج ذیل شعر میں بیان کیا ہے:

قافلے میں غیر فریادِ درا کچھ بھی نہیں
اک متاعِ دیدۂ تر کے سوا کچھ بھی نہیں

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ مجددی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ شبیر احمد ہاشمی

ابوالکلام حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ تاجدار آلومہار شریف وہ پاکیزہ ہستی ہیں جنہوں نے حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کو ''فخر المشائخ'' کا خطاب عنایت فرمایا تھا۔ سبحان اللہ

ابوالکلام حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ تاجدار آلومہار شریف کو ہم سے جدا ہوئے ایک زمانہ بیت گیا ہے۔ وہ کیا گئے کہ بہار اجڑ گئی...... خطابت کا چمن خزاں رسیدہ ہو گیا...... کلام و بیان کو موت نے آ دبوچا...... ادب قبر میں اتر گیا...... لفظ و معنی کا جہان لٹ گیا...... ظرافت، و بذلہ سنجی قصۂ ماضی ہو گئے...... وسعت ظرفی، بلند اخلاقی کا دور چل بسا...... **اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔**

حضرت خطیب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ وصال کے وقت کوئی ستر یا اسی کے پیٹے میں تھے۔ میں نے انہیں 1957ء میں سننا شروع کیا۔ ساہیوال میں ان کے جلسے بے مثال ہوتے تھے۔ لوگوں کا حد نظر تک ہجوم رات کے تابہ کمر بلکہ تا بہ سحر ہونے تک مست مئے لفظ و معنی جھومتا اور نعرے لگاتا رہتا۔ پورے ملک میں کوئی بھی جلسہ اس وقت تک جلسہ نہ کہلا سکتا جب تک اس میں آپ کا بیان نہ ہوتا۔

کیا دور تھا کہ اسٹیج پر محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد...... سید المحد ثین علامہ سید ابوالبرکات...... غازی کشمیر علامہ سید ابوالحسنات...... غزالی دوراں علامہ سید احمد

سعید کاظمی ......مجاہد ملت مولانا عبدالحامد بدایونی ......تاج العلماء مولانا محمد عمر نعیمی ......شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی ......فقیہ اعظم پاکستان مولانا مفتی ابوالخیر محمد نوراللہ نعیمی ......مناظر اعظم حضرت مولانا محمد عمر اچھروی ......فاتح مذاہب باطلہ مولانا محمد عنایت اللہ قادری (سانگلاہل)......اور شارح عشق و مستی مولانا پیر سید امانت علی شاہ علیہم الرحمہ جیسے نفوس قدسیہ اسٹیج کی زینت ہوتے......اور ان میں حضرت صاحبزادہ صاحب خطابت کا گجر گونج رہا ہوتا۔ سبحان اللہ

حضرت صاحبزادہ صاحب نے آزادی اور تحفظ ختم نبوت کے شوق بوسی میں احرار کے کانٹوں پر بھی زبان رکھی تھی مگر آپ اس وقت شباب کو چھو چکے تھے......اس لیے جوانی کی حشر سامانی میں احرار کو دیکھا جن میں جناب عطاء اللہ شاہ بخاری، ماسٹر تاج دین انصاری، قاضی احسان احمد شجاع آبادی، شیخ حسام الدین، شورش کاشمیری، مولوی مظہر علی، مولوی غلام غوث ہزاروی، چودھری افضل حق وغیرہم شامل تھے...... جو کولہے مٹکانا اور زلفیں لہرانا معراجِ خطابت سمجھتے تھے۔

بقول مولانا ظفر علی خاں یہ ''احرار کی ٹولی'' چندا خوری اور چرب زبانی میں اتارد تھی......یہ سب لوگ پختہ فکر دیوبندی مسلک رکھتے تھے۔ ان میں مظہر علی اظہر شیعہ اور حضرت صاحبزادہ صاحب سنی تھے۔ صرف ہم آہنگی پر یہ ہم سفری تھے۔ جن جلسوں میں دیوبند کے یہ اکابر موجود ہوتے صاحبزادہ صاحب وہاں بھی خطبہ میں رسول اکرم ﷺ کے بارے میں ''**عَالِمَ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ**'' کے مبارک الفاظ فرما کر جان دشمن پر قیامت ڈھا دیتے اور حضور ختمی مرتبت سرورکونین معلم دارین ﷺ کے علم شریف سے متعلق عقیدۂ حق ڈنکے کی چوٹ پر بیان کرتے۔ اس طرح سچے سچے، نکھرے نکھرے، ستھرے ستھرے اور پاکیزہ فکر معنی ہونے کی اذان حق صنم کدہ احرار میں بلند فرما دیتے۔

ان کے دامن پر اعتزال وخروج کا کوئی دھبہ نہ تھا۔ صاحبزادہ صاحب کا ابھرتا ہوا شباب ......اور خطابت کی چڑھتی جوانی بھی ان لوگوں سے یکسر مختلف تھی۔ وہ اپنی نجی محفلوں میں بھی انتہائی سنجیدہ ......خاندانی تقویٰ وطہارت کا پیکر.....محتاط الفاظ......من موہنا لہجہ ......پاٹ دار آواز......مؤثر ودلپذیر انسان کی طرح......ذوق امام احمد رضا سے مرصع ہوکر......عروس آزادی کی طلب میں آبلہ پائی کرتے تھے۔ وہ 1954ء یا 1955ء میں تنگ نائے احرار سے نکل کر اپنی جماعت کی شاہراہ پر آگئے......اس طرح وہ کوچۂ غیر سے لوٹ کر ''اپنے گھر آگئے''۔

اب کیا تھا......کراچی سے لے کر چٹا گانگ تک انہی کا ڈنکا پٹنے لگا۔ صبح وشام سفر میں ہر رات جلسہ......مریدوں کی باطنی تربیت......سلسلہ عالیہ کا سرّی ذکر، آپ کا مشن ہوگیا اور اپنے دل کا کیف نگر نگر بانٹنے لگے......آپ آسمان خطابت پر ایسے نیرِّ اعظم بن کر چمکے کہ احراری جگنو دیکھتے ہی دیکھتے رہ گئے۔

نہایت اجلا اور ستھرا لباس ...... ہشاش بشاش چہرہ......موسلا دھار بارش کی طرح باران الفاظ کرتی زبان......سامعین کے جسموں سے جان کھینچ لیتی۔

میرے دوست سجاد میر جو آج کل کی صحافت کے بڑوں میں ہیں، انہوں نے صاحبزادہ صاحب کے ذکرِ خیر میں لکھا تھا کہ

''صاحبزادہ صاحب کی تقاریر سے ذہن وفکر کے زاویے بدل جاتے تھے''۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جلسہ میں آپ کی آمد پر تمام علماء ومشائخ جب اسٹیج پر پہنچ جاتے تو صاحبزادہ صاحب کو لایا جاتا۔ نکلتا ہوا قد......دمکتا ہوا چہرہ......مونچھوں اور داڑھی کا مخصوص سٹائل......عینک سے جھانکتی ہوئی آنکھیں......خوبصورت جبہ یا شیروانی اوّلاً کلاہ پر دستار بعد میں قراقلی ٹوپی......ہاتھ میں نفیس چھڑی لیے ......پُروقار قدم اٹھاتے

......مستانوں کے ہجوم میں اسٹیج پر جلوہ گر ہوتے تو ایک ہنگامہ برپا ہو جاتا......نعروں کا طوفان اٹھتا...... پورا مجمع کھڑا ہو جاتا......علماء و مشائخ بھی نعرہ زن ہوتے......عوام لوٹ لوٹ جاتے......اور اسٹیج پر سب سے اونچی کرسی یا صوفہ پر آپ تشریف رکھتے۔ پورے اجتماع کی نگاہیں آپ کے چہرے پر گڑھی رہ جاتیں۔

جب اسٹیج سیکرٹری آپ کو دعوت خطاب دیتا تو ایک مرتبہ پھر نعروں کے چشمے ابلتے اسی پُر جوش ماحول میں بڑی تیزی سے آپ نے جوں ہی کہا''**الحمد للّٰہ**''بس پورا مجمع پتھر بن گیا......کہ علماء خطبے کے ذوق میں گم......عوام سراپا ادب۔کوئی آیت شریف پڑھی اور''جناب صدر گرامی قدر''کے الفاظ اس دلربائی سے اور رعنائی سے ادا کرتے کہ صدر جلسہ بڑی عزت محسوس کرتے......اپنے سے پیش رو مقررین کی حوصلہ افزائی کرتے

......اسٹیج پر موجود علماء و مشائخ کے مقام و مرتبہ سے عوام کو آگاہ کرتے......خطابت کا نقش جماتے......ہم قافیہ الفاظ کی بھرمار کرتے......نتیجہ نکالتے......اور آخر میں نہایت موزوں شعر چست کرتے......تو مجمع پھڑک پھڑک جاتا اور کئی گھنٹے تک ہر سامع محو حیرت رہتا...... مجمع کو ہنسانا اور رُلانا ان کی خطابت کا ادنیٰ کرشمہ تھا۔

صاحبزادہ صاحب نے احرار سے واپسی کے بعد جمعیت علماء پاکستان میں شمولیت اختیار فرمائی اور جمعیت کی صدارت وقیادت کے منصب پر فائز ہوئے اور تادم آخر جمعیت ہی سے وابستہ رہے۔ جمعیت کی تاریخ میں بھی بہت نشیب و فراز آئے......کبھی انتہائی عروج اور کبھی انتہائی زوال رہا......مگر حضرت صاحبزادہ صاحب کا انداز ہر دور میں انوکھا رہا۔ وہ شدید اختلاف کے باوجود شخصی احترام کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔

مرحوم ایوب خان کے خلاف محترمہ فاطمہ جناح نے صدارتی انتخاب لڑنے کا

اعلان کردیا تو پاکستان کی سیاست میں ایک سناؤنی آ گئی ۔ جبین اقتدار پر پسینہ اور لاشہ اغراض پر رعشہ طاری ہو گیا۔ اس موقع پر سیاسی بازی گری کے کئی مظاہرے دیکھنے میں آئے ۔ مولانا مودودی کچھ عرصہ قبل لکھ چکے تھے کہ کسی محفل میلاد میں عورت کی صدارت تو کیا، ملک میں عورت کی صدارت وامارت بھی حرام ہے......مگر محترمہ فاطمہ جناح کے لیے اضطرار کا عذر تراشا گیا......ادھر جمعیت نے بھی اس پر مؤقف اختیار کیا جس سے ایوب خان کو حمایت ملتی تھی کہ شریعت اسلامی میں عورت کی صدارت اور قیادت جائز نہیں ہے۔

یہاں پر جمعیت علمائے اسلام کا مؤقف بھی عجیب ''گھن چکر'' تھا۔ پہلے تو یہ لوگ اعلان کرتے رہے کہ قاضی احسان احمد شجاع آبادی ایوب خان کے مقابلے میں انتخاب لڑیں گے......مگر پھر ایوب خان ہی کی حمایت کا اعلان کردیا......تو اس وقت ان کے لیے دستِ غیب کے قصے عام ہو گئے۔

جمعیت کے اکابرین نے علامہ سید ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ سے مسئلہ دریافت کیا......تو غزالیِ دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی ...... حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی ...... فقیہہ اعظم مولانا محمد نور اللہ نعیمی ......علامہ محمود احمد رضوی ......علامہ منظور احمد شاہ......مولانا مفتی عبداللہ قادری جیسے ارباب علم نے عورت کی صدارت کے عدم جواز کا فتویٰ دیا.....مگر ایوب خان کے آئین 1962ء میں عورت کی صدارت وامارت پر کوئی پابندی نہ تھی بلکہ اجازت تھی۔ ایسے عالم میں علمائے اہلسنت کا فتویٰ پیاسے کو آبِ حیات ثابت ہوا مگر حضرت صاحبزادہ صاحب نے اس فتویٰ کی روشنی میں خطابت کا جادو جگایا۔ ایوب کی حمایت میں پُرجوش انداز میں نکلے......مگر علمائے اہلسنت میں مولانا عبدالستار خان نیازی، حضرت سید محمود شاہ گجراتی، علامہ عبدالغفور ہزاروی، اپوزیشن کے فکر وخیال کے حامی بن گئے۔

ہمارے بزرگ سید محمود شاہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کچھ تیز مزاج جلالت مآب بزرگ

واقع ہوئے تھے۔انہوں نے صاحبزادہ صاحب کے خلاف شدید تنقیدی زبان ستعمال کی اوران کو شخصی طور پر نقد ونظر کے ترازو میں تولا......ادھر منصورہ کا اخباری لاؤلشکراور پی ڈی ایم (جواس وقت اپوزیشن کی متحدہ جماعت تھی) نے بھی صاحبزادہ صاحب پرمشق ستم روا رکھی ......احراریوں نے بھی ذاتی رکیک جملوں میں کسر نہ چھوڑی......مگر حضرت صاحبزادہ صاحب سے جب بھی بات ہوئی توانہوں نے اس عمل کو جمہوریت کا حصہ قرار دیااور کوئی بھی حرفِ شکوہ لب پر نہ آنے دیا......اورکہا کہ میں نے اپنا معاملہ خدا کے حوالے کرر کھا ہے۔

ایوب خان بنیادی جمہوریت کے ذریعے الیکشن جیت کر اقتدار پر براجمان ہوگئے۔ ادھر بھارتی حکومت لال بہادر شاشتری کی قیادت میں 6 ستمبر 1965ء کو پاکستان پر حملہ آور ہوئی۔ایوب خان نے اپنے مخالف لیڈروں سے تعاون کی اپیل کی، چنانچہ تمام بڑے بڑے سیاسی رہنما ایوب کے دسترخوان پر جمع ہوگئے۔حضرت صاحبزادہ صاحب نے بھی اپنے انفرادی وجماعتی کردار کو اجاگر کیااور دفاع وطن میں قائدانہ رول ادا کیا۔

سب سے پہلے فقیہہ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد نوراللہ نعیمی مرحوم نے انتقال خون کا فتویٰ دیا۔صاحبزادہ صاحب نے لاکھوں روپیہ دفاعی فنڈ میں دیااور ایک لاکھ رضا کار پیش کرنے کا اعلان کیا۔غرضیکہ آپ کی تقریر کسی بھی جرنیل کے گھمسان کے رن اور بم کے حملہ سے کم نہ تھی۔ انہوں نے ملک کے چپے چپے میں دفاعی کانفرنسیں کیں اور جذبہ جہاد کو اجاگر کیا۔ اگلے مورچوں کے قریب جاکر مجاہدین کو پُر جوش تقریروں کے ذریعے دادِ شجاعت دی۔حکومت نے آپ کی بے مثال خدمات پر تمغہ پاکستان پیش کیا۔

ایوب خان کے بعد یحیٰی خان اس ملک کی تقدیر پر قابض ہوگئے مگر جمعیت علمائے پاکستان اس عالم میں دوٹکڑوں میں بٹ گئی جن میں بڑے گروپ کے صدر صاحبزادہ

صاحب ہی تھے۔ دوسرے گروپ کے صدر علامہ عبد الغفور ہزاروی تھے......مگر چار ماہ کے اندر اندر یہ گروپ تتر بتر ہو گیا۔ چنانچہ 4 اپریل 1970ء کو مفتی اعظم پاکستان سید ابوالبرکات قادری رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر حزب الاحناف لاہور میں جمعیت کے دونوں گروپوں کا مشترکہ اجلاس ہوا۔ جمعیت کے دونوں گروپوں کے صدور نے منظّم اور متحد ہو کر کمیونزم اور شوشلزم کے فتنے کو دبانے کے لیے رضا کارانہ طور پر استعفیٰ دیا......اور نئے عزم کے ساتھ پورے ملک میں تنظیم سازی کے لیے علامہ محمود احمد رضوی کو کنو ینر منتخب کیا۔

13، 14 جون 1970ء کو ٹوبہ ٹیک سنگھ (دارالسلام) میں سنی کانفرنس کا انعقاد ہوا تو حضرت صاحبزادہ صاحب نے عہدہ کے بغیر بھی کانفرنس کی کامیابی میں بنیادی کردار ادا کیا اور کانفرنس میں اپنی تقریر کے دوران ساڑھے تین لاکھ روپیہ چندہ جمع کر کے جمعیت کو دیا......اور اس تصور کو غلط ثابت کر دیا کہ کام صرف عہدہ سے ہی کیا جا سکتا ہے۔

13 جون 1970ء کو جمعیت کا نیا انتخاب ہوا جس میں شیخ الاسلام حضرت خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی (سیال شریف) مکمل اتفاق رائے سے صدر منتخب ہو گئے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب مرکزی پارلیمانی بورڈ کے رکن کی حیثیت سے کسی بھی عہدہ کے بغیر حضرت شیخ الاسلام کی مکمل حمایت کرتے رہے......اور کئی مرتبہ آپ نے فرمایا کہ اگر ہم قائد بن سکتے ہیں تو ورکر بن کر بھی کام کر سکتے ہیں۔

دسمبر 1970ء میں پہلے منصفانہ اور آزادانہ انتخابات تک پورے ملک میں جمعیت نے سنی کانفرنسوں کا جال بچھا دیا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب خیبر سے لے کر کراچی تک تمام کانفرنسوں میں روح رواں کی حیثیت سے کام کرتے رہے اور اپنی خطابت کے ساغر چھلکاتے اور تشنگان کو سیراب فرماتے رہے......مگر خود نہ ٹکٹ طلب کیا اور نہ ٹکٹ کے حصول کے لیے پارٹی بنائی نہ لابی کی جس کو جمعیت نے ٹکٹ دے دیا اس کے لیے

سراپا ایثار بن گئے۔ انتخابات میں سوشلزم ،کمیونزم اور الحاد کے خلاف پر جوش تقاریر کیں...... بھاشانی اور بھٹو کے نظریات کے پر خچے اُڑا دیے...... جمعیت کے منشور کی تشریح کی...... غرضیکہ آپ نے ہر سطح پر مخلصانہ کردار ادا کیا۔

آخری دور:

عمر کے آخری دور میں حضرت نے روحانی مشاغل کی طرف رجوع کیا۔ خلفاء اور مریدوں کی تربیت پر خصوصی توجہ دینے لگے۔ آپ نے خطاب ترک فرما دیا تھا۔ سفید براق داڑھی ......نقاہت نے ڈیرے جمائے...... ایسے عالم میں مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالستار خان نیازی گوجرانوالہ کے تنظیمی دورہ پر تشریف لائے اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی تیمارداری کے لیے بھی گئے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے سید خالد حسن شاہ نے استقبال کیا۔ اس وقت حضرت صاحبزادہ صاحب پلنگ سے اٹھ نہ سکتے تھے مگر الفاظ اور لہجہ کی وہی اٹھان ......خطابت کا وہ جلال ......محبت کے وہی چھلکتے ساغر......ظرافت کا وہی معیار......لفظ و معنی کی وہی قطاریں......اور خلوص و محبت کے وہی جذبے موجزن تھے۔

دوستو! بزمِ خطابت لٹ گئی ساتھیو! میرِ سخن جاتا رہا
منبر و محراب سُونے ہوگئے گفتگو کا بانک پن جاتا رہا

1ے

''فخر المشائخ'' خطاب کا راز:

راقم السطور (ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری) سے علامہ محمد انور قمر شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کرامت اس طرح بیان

کی کہ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کچھ لکھ رہے تھے۔لیکن اُن کو یہ لکھنے میں دقت پیش آرہی تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نام کے ساتھ فخر المشائخ کیوں لکھا جانے لگا ہے۔اسی سوچ میں وہ رات کوسو گئے۔وہ صبح اٹھے اور فجر کی نماز ادا کرنے اور کچھ قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ملنے کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی حویلی کی طرف گئے۔جب وہ اُس چوک پر پہنچے جو دربار حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قریب ہے اور جہاں سے ایک سڑک آپ رحمۃ اللہ علیہ کی حویلی کی طرف جاتی ہے اور دوسری شرقپور شریف کی طرف جاتی ہے(جس کے قریب اب آپ رحمۃ اللہ علیہ اور میاں خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک ہے) تو آپ رحمۃ اللہ علیہ لاہور کی طرف سے آئے اور اُن کے قریب آ کر گاڑی کھڑی کی۔آپ نے گاڑی کے پچھلے ڈیش بورڈ سے ایک کتاب اٹھائی اور اُن کے ہاتھ میں دے دی اور فرمایا:''قمر صاحب اس کو غور سے پڑھنا،آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا''۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی گاڑی کا رُخ لاہور کی طرف کیا گیا اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ لاہور کی طرف روانہ ہو گئے۔انہوں نے گھر جا کر کتاب کو کھولا تو وہی صفحہ سامنے آیا(مطلوبہ مسئلہ والے صفحہ پرنشانی رکھی ہوئی تھی) جس پر مطلوبہ مسئلہ لکھا ہوا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو فخر المشائخ کیوں کہا جاتا ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نام کے ساتھ فخر المشائخ کیوں لکھا جانے لگا ہے۔(نہ قمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے کتاب کا نام بتایا اور نہ ہی میں نے کتاب کا نام پوچھا)۔2

''فخر المشائخ'' کا خطاب کس نے عطا کیا:

حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ مشائخ کی دنیا میں ''فخر المشائخ'' کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں اور پہچانے بھی جاتے ہیں۔آپ واقعۃً ''فخر المشائخ'' ہیں۔آپ اپنے مقام اور کام کے اعتبار سے صف اول کے مشائخ میں

کھڑے ہونے کے قابل ہیں:

حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا منصب علی صدر مدرس کی موجودگی میں صاحبزادہ میاں سعید احمد صاحب سے فرمایا کہ نقشبندیت اور مجددیت کو متعارف کرانے میں جتنا کام حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے اتنا کسی بھی سجادہ نشین کے حصے میں نہیں آیا۔ اس اعتبار سے آپ بجا طور پر قابل فخر ہستی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ایک طرف آپ ''فخر ملت'' ہیں تو دوسری طرف ''فخر المشائخ'' بھی ہیں۔ ان کے ''فخر المشائخ'' ہونے میں ان کے دینی اور تبلیغی کاموں کی فہرست بڑی طویل ہے اور جب ان کے کاموں میں ان کی دن رات کی مصروفیات دیکھتے ہیں تو حیرانی ہوتی ہے کہ آپ دوسرے مشائخ کی طرح حجروں میں بالکل نہیں بیٹھے۔ بلکہ اپنی زندگی کو سفر سے جوڑے رکھا ہے۔ صبح کو آپ شرقپور شریف میں ہیں۔ دوپہر کو فیصل آباد میں ہیں۔ رات کراچی میں گزار رہے ہیں اور رات بھی سو کر نہیں گزاری بلکہ کسی جلسے کی صدارت میں بسر کی ہے۔ جلسہ ختم ہوتا ہے تو منتظمین عمدہ قسم کے کھانے پیش کرتے ہیں مگر آپ چند لقمے کھانے پر اکتفا کرتے ہیں۔ رات بسر کرنے کا کمرہ اور بستر آپ کو دکھایا جاتا ہے مگر آپ بستر کی بجائے جائے نماز پر سجود وقیام میں لگ جاتے ہیں۔ کراچی کے لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ اب آپ کے آرام کرنے کا وقت ہے، صبح سویرے آپ سے ملاقات کریں گے یا ناشتہ پر بلائیں گے۔ مگر صبح پتہ چلتا ہے کہ آپ پشاور کے لیے تشریف لے جا چکے ہیں۔ بستر ترستا رہ جاتا ہے۔ نیند کی دیوی آپ کو آغوش میں لینے کے لیے منتظر رہتی ہے مگر اس کا انتظار بس انتظار ہی رہتا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ سوتے کب ہیں؟ نہ سونے میں صحت کے خراب ہونے کا احتمال ہے۔ اس کے جواب میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ آپ سوتے ہیں مگر ہماری

طرح گھوڑے بیچ کرنہیں سوتے۔بس ٹرین اور جہاز منزل کی طرف بڑھ رہا ہے اور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیٹ کا سہارا لے کر نیند کے خمار کو دور کر لیتے ہیں۔3

حواشی

1۔محمد سعید احمد مجددی (قدس العزیز)، حضرت علامہ ابوالبیان، ماہنامہ دعوت تنظیم الاسلام، (درگا حضرت ابوالبیان رحمۃ اللہ علیہ 121۔بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ پاکستان)، جلد نمبر 34، شمارہ نمبر 2، (فروری 2022ء/رجب المرجب 1443ھ)، ص۔53 تا 58

2۔نذیر احمد شرقپوری، ڈاکٹر، فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ اوران کے منتخب معاصرین، ناشر: بزم جمیل سمن آباد، لاہور، (جون۔2021ء/شوال المکرّم 1442ھ)، ص۔162۔163

3۔محمد انور قمر شرقپوری (رحمۃ اللہ علیہ)، مطالعہ نقوشِ شرقپور، طابع: سورج پرنٹنگ پریس، لاہور، (جنوری۔2002ء)، 908۔909

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور علامہ احمد علی قصوری رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: شاہد ندیم احمد

علامہ احمد علی قصوری رحمۃ اللہ علیہ مسلک اہلسنت (بریلوی) کے نامور عالم دین تھے۔ وہ نہایت جرأت مند، حق گو، نہ بکنے والے، نہ جھکنے والے تھے۔ گزشتہ کم وبیش نصف صدی سے لاہور کی دینی اور سیاسی سرگرمیوں میں شریک رہے۔ انہوں نے بھٹو کے ابتدائی دور میں ''بنگلہ دیش نامنظور تحریک'' میں حصہ لیا۔ بھٹو سرکار کے ڈنڈے بھی کھائے اور جیل بھی کاٹی۔ ان کی دینی اور سیاسی سرگرمیوں کا آغاز 1962ء سے ہوا جب علامہ قاضی عبدالنبی کوکب کی زیر قیادت برکت علی اسلامیہ ہال بیرون موچی دروازہ لاہور میں پہلے یوم رضا کا جلسہ منعقد ہوا۔ علامہ قاضی عبدالنبی کوکب اور علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی کے ساتھ وہ ضلع لاہور کی جمعیت علماء پاکستان کے لیے کام کرتے رہے۔ ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں جب خواجہ محمد رفیق شہید ہوئے تو ان کے جنازے کے جلوس میں علامہ عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر زعما کے شانہ بشانہ علامہ احمد علی قصوری نے شرکت کی۔ اس جلوس میں لگنے والا سب سے مقبول نعرہ یہ تھا ''ایک کے بدلے تین سر، بھٹو، تاری اور کھر''۔ تدفین سے اگلے روز چوک نیلا گنبد میں احتجاجی اجتماع سے بھی علامہ احمد قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے خطاب کیا۔ فضا میں سوگواری اور خوف کی لہر طاری تھی۔ چوک کو چاروں طرف سے پولیس نے گھیرے میں لے رکھا تھا۔ علامہ قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ

علیہ اور علامہ عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر قیادت ''تحریک نفاذ نظام مصطفیٰ'' اور ''تحریک تحفظ ختم نبوت'' میں حصہ لیا۔ 1977ء کے جنرل الیکشن میں ہونے والی دھاندلی کے خلاف 9 ستاروں (9 جماعتوں کے اتحاد) کی احتجاجی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

30 مارچ کو لاہور میں لوہاری گیٹ کے باہر مسلم مسجد کے سامنے ''جمعیت علماء پاکستان'' کے زیر اہتمام ایک احتجاجی ریلی کا انتظام کیا گیا۔ اس کی قیادت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی اور علامہ احمد علی قصوری رحمۃ اللہ علیہما نے کی۔ شروع میں ہی کچھ لوگوں کی گرفتاریاں کر کے جلوس کے شرکاء پر تشدد کیا گیا۔ پولیس فورس جوتوں سمیت مسلم مسجد میں داخل ہوگئی۔ مسجد میں وضو کے حوض اور سیڑھیوں میں نوچی گئی داڑھیوں کے بال اور خون کے چھینٹے پھیلے ہوئے تھے۔ اس روز گولی بھی چلی تھی اور خبر یہ تھی کہ کم از کم دس لوگ شہید ہوئے۔ اس سے قبل ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں شاد باغ، وسن پورہ، مصری شاہ، فیض باغ وغیرہ کے قومی حلقہ میں ہونے والے ضمنی الیکشن میں جمعیت علماء پاکستان کی مرکزی قیادت علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ احمد علی قصوری رحمۃ اللہ علیہ کو جمعیت کی طرف سے امیدوار نامزد کیا اور شاد باغ کی گول گراؤنڈ میں انتخابی جلسہ میں علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ نے خطاب کیا۔ علامہ قاضی عبدالنبی کوکب اور راقم الحروف (شاہد ندیم احمد) کی تجویز پر اس جلسہ میں خواجہ محمد رفیق شہید کے صاحبزادے خواجہ سعد رفیق (جو بمشکل آٹھ نو برس کے ہوں گے) سے بھی تقریر کروائی گئی۔ یہ خواجہ سعد رفیق کی کسی جلسے میں پہلی رونمائی تھی۔ اس حلقہ کے ضمنی الیکشن کی ایک تاریخی اہمیت یہ تھی کہ غلام مصطفیٰ کھر نے بھٹو سے بغاوت کا علم بلند کر دیا تھا اور وہ اس حلقہ میں پیپلز پارٹی کے مقابل آزاد امیدوار کی حیثیت سے حصہ لے

رہے تھے۔پیپلز پارٹی کی طرف سے شیر محمد بھٹی امیدوار تھے اور انہیں کامیاب قرار دیا گیا۔ جبکہ خفیہ ایجنسیوں کی رپورٹ یہ تھی کہ سب سے زیادہ ووٹ علامہ احمد علی قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے حاصل کیے تھے۔مسٹر کھر دوسرے نمبر پر تھے۔ابھی چند برس پہلے کی بات ہے جب یورپ کے بعض بد بخت اخبار مالکان نے متنازع خاکے شائع کیے تو پاکستان بھر میں اس کے خلاف احتجاجی جلسے اور ریلیاں نکالی گئیں۔لاہور میں مزار حضرت گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے ایک تاریخی احتجاجی ریلی نکالی گئی ۔ علامہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ احمد علی قصوری رحمۃ اللہ علیہ، حزب الاحناف سے صاحبزادہ غلام مصطفیٰ اور انجینئر سلیم اللہ نے قیادت کی یہ لاہور کی تاریخ میں سب سے بڑی ریلی تھی جو ڈکٹیٹر پرویز مشرف کے دور حکومت میں نکالی گئی۔اس ریلی میں سارا لاہور امڈ کر سڑکوں پر آ گیا تھا۔قائدین کا ٹرک ابھی مزار داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے گول باغ (ناصر باغ) تک بھی نہیں پہنچ سکا تھا کہ لوگوں کا جم غفیر چوک جی۔پی۔او سے چوک اسمبلی ہال تک پہنچ چکا تھا۔اس دوران روایتی انداز میں ہونے والی شر پسند عناصر کی کارروائی بھی شروع ہو چکی تھی۔چوک ریگل کے پاس کئی عمارتوں کو آگ لگا دی گئی، لاتعداد موٹر سائیکلیں اور کاریں بھی تباہ ہو گئیں۔اس ریلی پر اسلام آباد میں بیٹھا ہوا ڈکٹیٹر جنرل پرویز مشرف سخت سیخ پا ہوا۔وہ یقین ہی نہیں کر رہا تھا کہ اس کے آہنی پنجہ کی حکومت کے ہوتے ہوئے عوام کی اتنی بڑی تعداد سڑکوں پر کیسے نکل آئی۔ اس نے صوبائی حکومت کو سب ذمہ داران کے خلاف سخت ایکشن لینے کا حکم دیا۔احتمال تھا کہ حکومت قائدین کو غیر قانونی طریقے سے نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گی۔اس لیے ریلی کے تمام قائدین کچھ روز کے لیے روپوش ہو گئے۔ ان میں علامہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی ، علامہ احمد علی قصوری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ رضائے مصطفیٰ ، صاحبزادہ غلام مصطفیٰ (حزب

الاحناف) اور انجینئر سلیم اللہ بھی شامل تھے۔ اس دوران علامہ احمد علی قصوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسجد جامع غوثیہ نیو مسلم ٹاؤن میں جمعہ کا خطبہ اور نماز پڑھانے کے لیے پہنچ جاتے تو پولیس باہر موجود ہوتی لیکن غصہ سے بپھرے ہوئے نمازیوں کی موجودگی میں پولیس ان کو گرفتار نہ کرسکی۔ چند ہفتوں کے بعد تمام قائدین گرفتار کر لیے گئے۔ تاہم علامہ احمد علی قصوری رحمۃ اللہ علیہ کو مسجد میں داخل ہو کر گرفتار کرنے کا حوصلہ پولیس نے نہ کیا۔ علامہ احمد علی قصوری رحمۃ اللہ علیہ سمیت سب رہنماؤں پر مختلف تھانوں میں مقدمات درج کرائے گئے۔ جن میں فساد کرنے، املاک کو نقصان پہنچانے اور آگ لگانے کے الزامات لگائے گئے۔ علامہ احمد علی قصوری رحمۃ اللہ علیہ 2015ء تک ان مقدمات میں پیش ہوتے رہے۔ اس احتجاجی ریلی کے ضمن میں خواجہ سعد رفیق اور سید زعیم حسین قادری کو بھی سہولت کار قرار دے کر گرفتار کرلیا گیا تھا۔ علامہ احمد علی قصوری رحمۃ اللہ علیہ کا ''دوقومی نظریہ'' اور پاکستان کے ساتھ عشق ان کو ایڈیٹر نوائے وقت محترم مجید نظامی رحمۃ اللہ علیہ کے قریب لے آیا اور مجید نظامی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کا پیار محترم مجید نظامی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے آخری سانس تک قائم رہا۔ 1

(اس وقت دنیا میں کُفر والحاد کا دَور دَورہ ہے۔ شیطنت اور ابلیسیت کی حکُومت ہے۔ مادہ پرستی نے روحانیت سے کنارہ کشی کر لی ہے۔ ہر قِسم کے عِلمی و عملی مفاسد اپنے کمال بلوغ کو پہنچ گئے ہیں۔ صحیح علمی درسگاہیں ٹُوٹ گئی ہیں۔ قرآنِ حکیم کی تعلیمات کے حقیقی معارف تھے اور جن مقاصدِ عظمٰی کے لیے اس کا نزول ہوا تھا وہ بھلا دیے گئے ہیں۔ باہمی تعصب و تفرقہ کی آگ یہاں تک بھڑکنی شروع ہو گئی ہے کہ جن چھوٹے چھوٹے اختلافات کو پہلے عوام نے کبھی جگہ نہ دی تھی۔ اب خواص و فقہاء انہی کو معیارِ اسلام قرار دے

کر ایک دوسرے کی تذلیل وتکفیر کے دَر پے ہو گئے ہیں۔ بدعات ورسوم کا فتنہ اپنی پوری قوت و احاطہ تک پہنچ گیا ہے۔ صحیح تصوف و سلوک کے جوہر پاک کا جہل، فسق کی کثافتوں سے ممتزج ہو گیا ہے۔

اس قسم کے زمانہ کی ہدایت کے لیے اگر کوئی چیز مشعلِ راہ ہوسکتی ہے تو وہ قرآن و حدیث ہے اور قرآن وحدیث کے بعد اربابِ دل سب سے زیادہ جس چیز سے محظوظ و متکیف ہوتے ہیں وہ خُدا کے نیک بندوں کا تذکرہ ہے۔ جس سے دِل کشا فضاؤں کی لطیف ہوائیں دماغ کو تروتازہ کرتی ہیں۔ جس طرح مرغزاروں اور گلزاروں کی عنبریں نِکہتیں قُوّتِ شامہ کو سرمست و وارفتہ بناتی ہیں۔ جس طرح اربابِ عمل کی داستان سُن کر دست و بازو میں جُنبش ہونے لگتی ہے اور جس طرح بہادروں کے کارنامے پڑھ کر رگوں میں خُون کھولنے لگتا ہے۔ اسی طرح اولیاء اللہ کے حالات پڑھنے اور سننے سے انسان کی روحانی دنیا میں انقلاب وتلاطم برپا ہو جاتا ہے۔ جب اُن کے زُہد وورع اور طہارت و تقویٰ کا حال معلوم کرتے ہیں تو اُن کی صداقت ہماری روح پر اثر ڈالتی ہے۔ دنیا کی لذتیں ہم کو بے ثبات اور راحتیں رُوبفنا نظر آتی ہیں اور ایمان کا نُور مشتعل ہونے لگتا ہے۔

وہ عنایتِ الٰہی جس نے حفظِ دینِ محمدی کا بیڑہ اٹھایا ہے بموجبِ ارشادِ نبوی علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام، امتِ مرحُومہ کی اصلاح اور ہدایتِ خلق اللہ کے لیے وقتاً فوقتاً ''مُصلحین اُمّت'' پیدا کرتی رہتی ہے تاکہ وُہ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ہدایات خلقت تک پہنچا کر، اس کی حجت کو خلقت پر قائم کر دیں۔ (گو نبوت ہمارے حضرت محمد ﷺ پر ختم ہوچکی ہے۔ لیکن مطابق اس فرمان آنحضرت ﷺ کے علماء امتی کانبیاءِ بنی اسرائیل ط سلسلۂ ہدایت حسبِ قاعدۂ قدیم بذریعہ نائبانِ ختم المرسلین ﷺ قیامت تک جاری رہے گا۔) (ملک حسن علی جامعی، حیات جاوید)

علامہ احمد علی قصوری صاحب نے تعزیتی ریفرنس میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

قابل احترام جملہ شرکاء تقریب تعزیت اور تقریب عقیدت ومحبت میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور حبیب پاک ﷺ کی بارگاہ میں صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کے بعد، آج ہم جس شخصیت کے حضور خراج تحسین پیش کرنے کے لیے اور اُن کے ایصال ثواب کے لیے حاضر ہوئے ہیں، اُن کی بلندی درجات کی دعاؤں کے لیے اور خانوادہ شرقپور شریف سے اظہار تعزیت کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ قحط الرجال کے اس دور کے اندر اُن کا دم غنیمت کہنا تو بڑا ہلکا لفظ ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ نعمتِ غیر مترقبہ ایسا انعام اللہ تعالیٰ کا جس کی مثالیں کم کم ملتی ہیں۔ چہلم کی ایک تقریب شرقپور شریف میں ہو چکی، میں وہاں حاضر ہوا تھا۔ آیات کریمہ قرآن کریم کی جو دعوت غور وفکر اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک کے اندر مختلف پیرایوں کے اندر بیان فرماتا ہے: اُس کے اندر یہ دعوت ہوتی ہے اے انسان تُو اپنی خود شناسی کے ذریعے اور خدا شناسی تک کی منزل حاصل کرنے کے لیے اپنے اندر بھی غور کر اور اپنے خارج میں غور کر اور جب دعوت دی جاتی ہے۔ اور کئی پیرائے اللہ پاک نے ہم نادانوں کو سمجھانے کے لیے اختیار فرمائے۔ اُن میں ایک یہ بھی ہے ذرا آسمانوں کی طرف دیکھ (وَ اِلَى السَّمَآءِ كَيۡفَ رُفِعَتۡ) آسمانوں کو اللہ تعالیٰ نے کیسا بلند کیا۔ کیسی وہ چھت بنائی بغیر ستونوں کے بغیر روشن دان کے ہمیں نظر آتی ہے (وَاِلَى الۡاَرۡضِ كَيۡفَ سُطِحَتۡ) اور زمین کو دیکھو وہ کیسے تمہارے لیے پُرسکون بچھونا بنا دیا ہے۔ آگے ایک جملہ ہے (وَ اِلَى الۡجِبَالِ كَيۡفَ نُصِبَتۡ) پہاڑوں کی طرف دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو کیسے نصب کیا ہے۔ جغرافیائی جو کیفیت ہے زمین کی اُس کے اندر پہاڑوں کی حیثیت اُن میخوں کی ہے۔ جوڑاواں ڈول زمین کو متوازن رکھتے ہیں۔ یہ ہم سب کو معلوم ہونا چاہیے کہ تین حصے

پانی ہی پانی ہے۔ یہ ارض کائنات اور چوتھا حصہ خشکی ہے جس کے اوپر یہ زمین آباد ہے اور یہ سارے ممالک اور یہ سارے جنگل یہ سارے صحرا اُن کے اوپر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے ساتھ پہاڑوں کو نصب کیا تاکہ یہ زمین ڈاواں ڈول نہ ہو زلزلے سے بچے۔ البتہ کبھی کبھی مالک یہ کرتا ہے کہ یہ اپنی سنت جاریہ کو معطل کر کے ان زلزلوں سے زمین کو ہلا دیتا ہے۔

تو جیسے یہ ارضیات کے اندر اور مادیات کے اندر پہاڑوں کی حیثیت ایسی میخوں کی ہے جو زمین کے استحکام کا ذریعہ بنتے ہیں اسی طرح روحانیات اور ایمانیات کے اندر یہ ہستیاں اُن میخوں کی حیثیت رکھتی ہیں جو روحانی عالم کے لیے استحکام اور اُس کے فروغِ روشنی کا ذریعہ بنتے ہیں۔ یہ خال خال وہ ہستیاں ہیں جب ہم مجددیت کا ذکر کرتے ہیں اور خانوادہ شیر ربّانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ وہ سلسلہ جڑتا ہوا جب آگے بڑھتا ہے۔ ہم سب یہ دیکھتے ہیں کہ اکبر کے مشیر ایسے تھے کہ اُس کو کہا گیا، نادان مشیروں نے کہا کہ زیادہ سے زیادہ کسی مذہب کی عمر ایک ہزار سال ہوتی ہے۔ اسلام ایک ہزار سال مذہب کی حیثیت سے اپنی زندگی پوری کر چکا ہے۔ لہٰذا اب نئے دین کی ضرورت ہے اور جب نادان مشیروں کے گھیرے کے اندر جب کوئی شخصیت آتی ہے تو اس کا کیسے بیڑا غرق ہوتا ہے۔ آپ اکبر کی زندگی کا اگر مطالعہ کریں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ اُس وقت جب ''دین الٰہی'' کے نام سے گمراہی کا ایک فتنہ اُٹھایا گیا تو اُس وقت سب سے زیادہ اس بت کے اوپر ضرب لگانے کے لیے حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے جو کردار ادا کیا وہ کردار آگے برصغیر میں بڑھتا چلا گیا۔ جب ہم یہاں پر آتے ہیں اپنے ماحول کے اندر موجودہ جو جاری حالات ہیں اُن کے اندر ہم دیکھتے ہیں کہ فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری

نقشبندی مجددی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس نقطہ نظر سے دیکھتا ہوں۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا کہ:

اقبال بڑا اپدیشک ہے من باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا یہ غازی تو بنا کردار کا غازی بن نہ سکا

کردار کے غازی کم کم نظر آتے ہیں لیکن حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی ہستی کو جب ہم دیکھیں تو ایک پہلو سے نہیں ہمہ پہلو وہ کردار کے غازی تھے۔ اُن کے قول اور عمل کے اندر تضاد نہیں مطابقت تھی۔ وہ شریعت کے پاسبان اور طریقت کو فروغ دینے والے، اُن ہستیوں میں شامل ہیں سیّد الاولیاء ابھی آپ نے نعت میں ایک مقطع کے اندر یہ شعر سُنا امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اُس کو شفیع
جو میرا غوثؒ ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

سیدّ نا حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ سیدّ اولیاء اُن کا ایک ارشاد یہاں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (الدین کلُ ہوُفی امرَین) سارے کا سارا دین دو امور کے اندر ہے۔ (الطاعۃُ لاَ مراللّٰہ وَ الشفقۃُ علیٰ خلقَ اللّٰہ) سارا دین اس میں ہے کہ خالق کی اطاعت کی جائے اور مخلوقات کے ساتھ شفقت کی جائے۔ جب ہم حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی دیکھتے ہیں تو اُن دونوں پہلوؤں سے ہمیں وہ کامل ترین ہستی کے طور پر ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں۔ یہاں اتفاق سے برادر عزیز جناب جسٹس (ر) نذیر احمد غازی صاحب موجود ہیں تو میں جب عمر رفتہ کو آواز دیتا ہوں۔ جمعیت علماء پاکستان

کا وہ پلیٹ فارم جس میں بہت کم لوگوں کو اب یہ یاد رہ گیا ہے۔ بہت سارے حقائق جو ہیں اُس پر اب پردے ڈالے جا رہے ہیں اور پردے پڑ چکے ہیں۔ مجاہد ملتّ مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ جب جمعیت علمائے پاکستان میں اُن کی شمولیت ہوئی تھی۔ تو سب سے پہلے اُن کو صوبہ پنجاب کا صدر بنایا گیا تھا اور یہ 1971ء کی بات میں کر رہا ہوں۔ عمر رفتہ کو آواز دیتے ہوئے صوبہ پنجاب کا صدر اُن کو بنایا گیا اور انہوں نے یہ فرماتے ہوئے کہ میں یہ صدارت اُس وقت قبول کروں گا۔ جب میرے ساتھ میرے معاون کے طور پر اور میرے سرپرست کے طور پر حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ نائب صدر بنایا جائے۔ تو اُس کابینہ کے اندر جمعیت علمائے پاکستان صوبہ پنجاب کا، اس خادم کو ناظم بنایا گیا تھا تو میں نے معذرت کر لی تھی۔ میں اُس وقت غازی صاحب کے ساتھ یا نبی یا نبی ﷺ کے نعرے لگا رہے تھے اور عشق رسُول ﷺ میں غلامی رسُول ﷺ میں موت بھی قبول ہے۔ نعرے بنانے والے آپ کے سامنے بیٹھے ہیں۔ جو آج بچّے بچّے کی زبان پر اور ہر پاکستانی کی زبان پر فضاؤں کے اندر گونج رہا ہے۔ غازی صاحب کے ساتھ ایک ٹیم تھی۔ اُس وقت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جمعیت علمائے پاکستان کی سرپرستی اس انداز سے کی کہ نبی کریم ﷺ کی وہ دعا ذرا یاد کریں، جب حضور ﷺ مکہ کی سرزمین کے اندر ابتدائی مشکل ادوار میں یہ دُعائیں کر رہے تھے۔ یا اللہ! آپ عمر ابن ہشام کو مسلمان کر دے یا عمر ابن خطاب کو مسلمان کر دے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام قبول کرنا، یہ میں اشارہ اس سیاق وسباق میں دے رہا ہوں کہ بعض اوقات کسی ایک فرد کی حیثیت جو ہے وہ ایک فرد کی نہیں ہوتی بلکہ وہ پوری کی پوری ایک نمائندہ حیثیت جیسی ہوتی ہے کہ جس کے سارے اثرات ساری سوسائٹی کے اندر مرتب ہوتے ہیں۔ فخر المشائخ حضرت میاں جمیل

احمد شر قپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے علمائے پاکستان کے نائب صدر ہونے کی حیثیت سے ایسی سر پرستی فرمائی کہ اُس وقت ذوالفقار علی بھٹو کا دَور تھا۔اُس دور میں اپوزیشن کا کام کرنا، خاص طور پر اسلام اور دین کے حوالے سے کام کرنا یہ اتنا مشکل بنا دیا تھا کہ وہ ایک لمبا باب ہے میں عرض نہیں کرسکتا۔

میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ولی کامل ہونے کی حیثیت سے دیکھتا ہوں تو حضرت میاں جمیل احمد شر قپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ ولی کسے کہتے ہیں ولی کے لفظی معانی زیادہ تفصیل میں جائے بغیر ایک اُس کا معنٰی ہے (دوست) ایک اُس کا معنٰی ہے (مدد گار) اللہ کا ولی جو ہوتا ہے وہ خالق کا دوست ہوتا ہے اور مخلوق کا مددگار ہوتا ہے (یبیتون لربھم سُجَّدًا وَّ قِیامًا) اُن کی راتیں بھی سجدوں میں گزرتی ہیں اور کبھی قیام میں گزر جاتی ہیں۔تو وہ ایسی ہستی تھے کہ اُن کے علم میں، اُن کے عمل میں وہ پورے کے پورے ''نقشبندی مجددی'' تھے، پھر مجددی غیرت ایک لفظ میں استعمال کررہا ہوں مجددی غیرت کیا ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لا دینیت کو، منافقت کو، بے ادبی کو، انکار کو، کوتاہی کو، دین سے انحراف کو کسی صورت کے اندر لوگ کہتے ہیں(Compromising Attitude) اختیار کیا جانا چاہیے، (give and take) ہونا چاہیے لیکن ہمیں اور ہمارے اکابر اور اسلاف یہ بتاتے ہیں کہ اپنے بنیادی عقائد اُن کے اوپر (نو کمپرومائز) اُن کے اوپر کوئی (کمپرومائز) نہیں ہوسکتا۔سیّدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کے ساتھ یہ سلسلہ نقشبندیہ جا کر ملتا ہے۔سیّدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کا وہ عمل ذرا ذہن میں لائیں جب غار ثور کے اندر آپ ﷺ جانے لگے تو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کی یا رسُول اللہ ﷺ آپ تھوڑی دیر رُک جائیں۔اندر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے۔

حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہُ غارِ ثور کے اندر جتنے سوراخ نظر آ رہے تھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی چادر مبارک کو پھاڑ پھاڑ کر اُن تمام سوراخوں کو بند کر دیا۔ جس سے کوئی بچھوّ کوئی سانپ یا کوئی زہریلا جانور نکل سکتا تھا۔ سارے سوراخ بند کرنے کے بعد وہ آقا ﷺ سے عرض کرتے ہیں کہ یارسُول اللہ آپ اندر تشریف لائیں۔

یہ جو سلسلہ تھا، یہ میں سمجھتا ہوں اُن کا یہ صدیقی فیض ہے۔ اس سلسلے کے جو وابستگان ہیں جو جہاں جہاں بھی دیکھیں گے جس جس لادینیت کے گستاخی کے سوراخ سے کوئی بچھو کوئی سنپولیا نکل سکتا ہے اُن کو وہ بند کرتے ہیں اور اللہ کے دین کو معاشرے اور سوسائٹی کے اندر پھیلانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ درخت پہچانا جاتا ہے اپنے پھل سے، استاد پہچانا جاتا ہے اپنے شاگردوں سے، شیخ اور پیر اور مرشد پہچانا جاتا ہے اپنے مریدوں اور وابستگان سے۔ جب آپ اس نقطہ نظر سے دیکھیں گے تو آپ کو شرقپور شریف کے وہ نظارے جہاں جہاں بھی نظر آئیں گے اُن کے اندر ادب واحترام سادگی اور پھر ساتھ ساتھ تعلیمات کا جو سلسلہ ہے وہ اس طریقے سے نظر آیا۔ اُس دن کم از کم حدِ نگاہ تک اجتماع کے اندر بالکل یہی رنگ نظر آیا۔ سارے سر جو ہیں وہ ڈھانپے ہوئے ہیں سفید لباس ہے ادب اور احترام اور نیازمندی کا وہ ایک عملی درس چل رہا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سخاوت، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت، جتنے پہلو بھی دیکھے جائیں اس قحط الرجال کے دور میں سمجھتا ہوں وہ ایسے مینارہ نور ہیں کہ نہ صرف اُن کی حیات میں بلکہ اُنہوں نے یہ سلسلہ مجددیت آگے بڑھانے کے لیے جگہ جگہ یوم مجدد رحمۃ اللہ علیہ منانے کا جو سلسلہ بنایا ہے یہ ان کے کردار کا اہم ترین حصہ ہے۔ اللہ کریم اُن کے درجات کو بلند فرمائے اور اُن کے ورثا کو اُن کے فیض کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔[2]

وصال:

رب کریم عزوجل کا اٹل قانون ہے کہ ہر ذی روح نے ذائقہ موت چکھنا اور اس دروازے سے بہر حال گزرنا ہے مگر کچھ لوگوں کے دنیا سے چلے جانے کے باعث چند افراد، ایک گھرانہ، ایک قبیلہ و خاندان، ایک قوم و جماعت یا ایک شہر و ملک متاثر ہوتا ہے جبکہ کچھ ایسے بھی جلیل القدر محبوبانِ خدا ہوتے ہیں جن کے دنیا سے رحلت فرمانے سے ایک جہاں متاثر ہوتا ہے۔ حضرت گرامی مرتبت علامہ احمد علی قصوری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی انہی مؤخر الذکر شخصیات کاملہ میں ہوتا ہے۔

موت ایک اٹل حقیقت ہے، اس عالم آب و خاک میں جو آیا ہے اسے بہر حال لوٹ کر جانا ہے، مگر گزشتہ کچھ عرصہ سے اہل اللہ کے قافلے اس تیزی سے منزل آخرت کی طرف رواں دواں ہیں کہ اہل علم و فضل کی محفل سنسان ہو کر رہ گئی ہے--- اور اب علامہ احمد علی قصوری بھی ۲۵ ذوالقعدہ ۱۴۳۷ ہجری کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ہیں۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

حواشی

1۔ یہ مضمون انٹرنیٹ سے لیا گیا ہے۔

2۔ ماہنامہ نور اسلام۔ فخر المشائخ نمبر 2015ء، جلد دوم (ماہنامہ نور اسلام شرقپور شریف)

جلد دوم، رجسٹرڈ نمبر 35۔L۔CP جلد نمبر 61 (شمارہ نمبر 12 دسمبر 2015ء، بمطابق ربیع الاول 1437ھ)، ص۔ 243 تا 249

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور محمد اقبال مجددی رحمۃ اللہ علیہ

مطالعہ کنندگان کے ذوق کے پیش نظر محمد اقبال مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کو دوبارہ پیش کیا جارہا ہے کیوں کہ جب وہ زندہ تھے تو ان کا نام کتاب ''فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ اوران کے منتخب موجود (زندہ) معاصرین (جلد اول) میں شامل کیا گیا تھا۔اب چونکہ ان کا انتقال 7۔جون، بروز منگل 2022ء کو ہو چکا ہے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔اس لیے ان کے حالات کو دوبارہ کتاب ''فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ اوران کے منتخب رفتگان معاصرین'' ''جلد دوم'' (حصہ اول) میں شامل کیا جارہا ہے۔خیال ہے کہ لوگ اس کو پسند کریں گے۔

محمد اقبال مجددی کا عہد وحیات:

مجددشناسی میں عصر حاضر کا نمایاں نام جناب محمد اقبال مجددی کا ہے جن کی خدمات سے پہلے ان کی حیات پر ضروری معلومات کا ہونا مناسب ہے۔

ولادت:

محمد اقبال مجددی بن میاں نور محمد بن میاں محمد 15/ستمبر 1950ء کو پاکستان کے صوبہ پنجاب کے مشہور شہر قصور میں پیدا ہوئے۔

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے تین سال بعد آپ کی ولادت ہوئی۔محمد اقبال مجددی کے ابتدائی دور کا سرسری جائزہ لیا جائے تو یہ دور اہل پاکستان کے لیے مصائب اور مشکلات کا دور تھا۔عمومی طور پر لوگ غربت اور مسائل کا شکار تھے جس کی بنا پر والدین اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت پر بھرپور توجہ دینے سے قاصر تھے۔اگرچہ حصول پاکستان کے بعد حب الوطنی کے جذبات عروج پر تھے لیکن قائداعظم کی وفات اور لیاقت علی خان کی شہادت

کے بعد پاکستان کے سیاسی حالات غیر مستحکم ہو گئے تھے اور پاکستان مسائلستان بن گیا تھا۔

مذکورہ صورت حال کے پیش نظر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ محمد اقبال مجددی کا ابتدائی دور ملکی سطح پر سیاسی اور معاشی بد حالی کا دور تھا لیکن اس کا ایک دوسرا پہلو جس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا وہ یہ ہے کہ یہ دور اگرچہ مصائب و مسائل کا دور تھا مگر حب الوطنی اور سادگی کا دور تھا۔ علم اور اہل علم کی عزت افزائی کا دور تھا، اسلامی اور اخلاقی روایات سے معاشرہ مزین تھا، مادی حرص وہوا کا بھوت ہر دہلیز پر ابھی نہ پہنچا تھا۔ اسلامی تہذیب واقدار کا تصور بھی قلوب واذہان میں موجود تھا، علم دوستی، با مقصد تعلیم اور اہل علم کی قدر تھی۔ یہ اس دور کا مختصر خاکہ ہے جس میں محمد اقبال مجددی نے پرورش پائی۔

والدین:

محمد اقبال مجددی کے والدین غریب اور سادہ لوگ تھے، والد میاں نور محمد بہت سادہ اور کریم النفس انسان تھے، قصور کی شیخ برادری سے تعلق تھا، موصوف نو بہن بھائی تھے۔ والد گرامی معمولی تنخواہ پر اکبری منڈی لاہور میں ملازم تھے، گزر اوقات کافی مشکل تھی۔

جب ان کے بڑے بھائی بڑے ہوئے تو انہوں نے محنت شروع کی تو اسی اکبری منڈی میں دیسی گھی کا اپنا کاروبار شروع کر دیا، رفتہ رفتہ کاروبار ترقی کرتا چلا گیا اور مالی حالات بہتر سے بہترین ہو گئے۔

پروفیسر محمد اقبال مجددی کے والد علامہ محمد اقبال کے بہت ہی مداح تھے، بانگِ درا اپنے پاس رکھتے اور اس کا مطالعہ کرتے رہتے اور انہوں نے اپنے بیٹے محمد اقبال کی ولادت سے پہلے ایک شب خواب میں علامہ اقبال کو دیکھا جو فرما رہے ہیں کہ میاں صاحب میرے والد کا نام بھی نور محمد تھا۔ آپ کے ہاں جو بیٹا متولد ہو اس کا نام میرے نام پر محمد اقبال رکھنا، چنانچہ والد محترم نے یہی کیا کہ اپنے اس نومولود بیٹے کا نام علامہ اقبال کے نام پر رکھ دیا،

محمد اقبال مجددی کو لڑکپن سے ہی علامہ محمد اقبال کے ساتھ ہم نام ہونے کے باعث ان سے بڑی محبت تھی اور موصوف جاننا چاہتے تھے کہ یہ بزرگ کون ہیں جن کے نام پر ان کا نام رکھا گیا۔

پروفیسر مجددی اپنے ابتدائی حالات کے متعلق لکھتے ہیں:

''والد گرامی ہم بچوں کو سیر کروانے کے لیے اپنی سائیکل پر بادشاہی مسجد لے جایا کرتے تھے، ان کا معمول تھا کہ جب بھی وہاں جاتے سب سے پہلے بچوں کو مسجد کے پہلو میں سیڑھیوں کے بائیں جانب علامہ محمد اقبال کے مزار پر لے جاتے، وہاں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے۔ ایک روز میں نے گھر میں پوچھا کہ ابو آپ علامہ کی قبر پر جا کر روتے کیوں ہیں؟ فرمایا: بیٹا تیرا نام ان کے نام پر رکھا گیا ہے، تم علامہ اقبال جیسے بننا۔ یہ گویا میرے والد مرحوم کی دعا تھی۔ ایک دن والد صاحب مجھے کتابوں کی مشہور دکان فیروز سنز پر لے گئے تا کہ وہاں مجھے علامہ محمد اقبال کی لکھی ہوئی کتابیں دکھائیں، میں ان کتابوں کے حسن خط سے بہت خوش ہوا اور سوچا کہ علامہ کا خط بہت اچھا تھا کیونکہ میں اس کم عمری میں یہی سمجھتا تھا کہ یہ کتابیں خود علامہ نے اپنے ہاتھ سے لکھی ہیں۔ فیروز سنز سے ہی ایک روز ایک بڑے سائز کی کتاب ''ادیبوں کا البم'' خرید کر لا کر پڑھی تو خوش ہوا۔ ان میں ادباء کی تصاویر بھی تھیں، اسی میں پہلی مرتبہ علامہ محمد اقبال کی تصویر دیکھی جو کسی نومشق مصور کی بنائی ہوئی لگتی تھی، تصویر دیکھ کر جی ہی جی میں بہت خوش ہوا، علامہ کے حالات میں لکھا ہوا تھا کہ موصوف ''ہر وقت سرگرم عمل رہتے تھے'' میں بالکل بچہ تھا۔ اس جملے کا مطلب یہ سمجھا کہ علامہ کا سر ہر وقت گرم رہتا تھا، میں نے اپنے سر کو ہاتھ لگا کر دیکھا وہ تو ٹھنڈا تھا، میں نے سوچا کہ میں تو علامہ اقبال جیسا نہیں بن سکتا کیوں کہ میرا سر تو گرم ہوتا ہی نہیں ہے۔ جب کہ مجھے برابر یہی سمجھایا جا رہا تھا کہ تم بھی بڑے ہو کر علامہ

اقبال جیسے بننا۔ میں نے جب اپنے بڑے بھائی محمد سلیم کو اپنی اس کج فہمی کا لطیفہ سنایا تو وہ بہت ہنسے اور پھر ''سرگرم عمل'' کا مطلب سمجھایا تو مجھے کافی شرمندگی محسوس ہوئی''۔

تعلیم: آغاز وارتقاء:

محمد اقبال مجددی ابھی چار پانچ سال کے تھے کہ ان کے والد انہیں ایم۔سی پرائمری سکول جہانگیر آباد، چوک نامدار، وسن پورہ، لاہور میں جا کر پہلی جماعت میں داخل کروا آئے۔سکول کی عمارت چھوٹی سی تھی اور طلباء کی تعداد بہت زیادہ، جماعتیں برآمدوں اور سکول کی گراؤنڈ میں ہوا کرتی تھیں۔ یہ لاہور کارپوریشن کا سکول تھا، نہایت غریب گھرانوں کے لڑکے جہاں پڑھتے تھے جن کی اکثریت بہت شرارتی تھی۔

سکول کے ہیڈ ماسٹر عاشق حسین ایک شریف النفس انسان تھے، موصوف کے پہلی جماعت کے استاد غلام نبی صاحب تھے، پانچویں جماعت کے استاد سید احمد تھے جو ریاضی پڑھاتے تھے اور اپنے مضمون کے قابل استاد تھے، اکثر کہا کرتے تھے کہ میں اس کلاس میں صرف محمد اقبال کو پڑھانے آتا ہوں کہ وہ استاد کی بات اور سبق بڑی توجہ سے سنتا ہے۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد موصوف محمد اقبال مجددی اپنی تعلیم جاری رکھنے کے لیے اسلامیہ ہائی سکول مصری شاہ لاہور میں داخل ہو گئے۔ یہ انجمن حمایت اسلام کا سکول تھا، کمروں کی چھتیں چھپروں کی مانند تھیں جو گرمیوں میں آگ برساتی تھیں، سکول میں بجلی ہی نہیں تھی، چھت کے ساتھ ہاتھ سے چلانے والا پنکھا لگا ہوا تھا جس کو طالب علم باری باری ڈوری کھینچ کر چلاتے اور ہوا لیتے تھے، یہاں بعض اساتذہ نہایت محنتی تھے۔ جن میں انگریزی کے استاد ممتاز حسین بسمل خوب پڑھاتے تھے۔ مشہور محقق حافظ محمود شیرانی مرحوم سے کئی بار ملے تھے، اردو زبان میں اشعار بھی کہتے تھے اور بسمل تخلص کرتے تھے۔

میٹرک کے بعد پروفیسر موصوف نے انجمن حمایت اسلام ہی کے مشہور تاریخی کالج

(اسلامیہ کالج ریلوے روڈ) لاہور میں انٹر میں داخلہ لے لیا، جب کلاسیں شروع ہوئیں تو انجمن نے فیس کے لالچ میں اتنا داخلہ کر لیا کہ کالج میں پاؤں رکھنے کو جگہ نہ رہی، کلاسیں شامیانوں کے نیچے ہوتی تھیں، کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی، لیکچر کی کچھ سمجھ نہ آتی تھی۔

موصوف پروفیسر کو چونکہ بچپن ہی سے مطالعہ کا ذوق تھا، اس لیے فارغ وقت لائبریری میں گزارنے لگے۔ وہاں بھی کتابیں پڑھتے رہتے اور گھر بھی کتابیں ساتھ لے آتے۔ اپنے والد اور بھائی محمد سلیم کو ان کتابوں میں سے کچھ اقتباسات پڑھ کر سناتے تو وہ ان کی مطالعہ میں دلچسپی سے متاثر ہوتے۔ موصوف پروفیسر یہ سمجھتے تھے کہ کالج میں پڑھائی بس یونہی برائے نام ہے، اس لیے اس دور میں اگر کہیں سے رہنمائی مل سکتی ہے تو وہ صرف کتابیں ہیں، موصوف نے اپنا جیب خرچ بچا کر کچھ کتابیں خریدنا شروع کیں تو کتابوں کی تلاش میں مولوی شمس الدین مرحوم (متوفی۔1968ء) کی دکان پر پہنچ گئے جو صرف کتابوں کی دکان نہ تھی بلکہ ایک علمی ادارہ تھا، جہاں پر پاکستان بھر کے پروفیسر اپنی مطلوبہ کتب کی تلاش میں آتے تھے۔ مولوی صاحب کو کتابوں سے عشق تھا اور یہی لگن پروفیسر مجددی کی طبیعت میں بھی سمانے لگی اور وہ کالج کے اسباق بھول کر کتابوں کے مطالعہ میں محو رہنے لگے۔

انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کر کے انجمن ہی کے ایک دوسرے کالج اسلامیہ کالج سول لائنز، لاہور میں داخلہ صرف اس لیے لیا کہ اس کی لائبریری بہت بڑی تھی۔

کالج سیشن شروع ہوتے ہی پروفیسر موصوف نے سب سے پہلے لائبریری کارڈ بنوایا اور وہاں سے جو سب سے پہلی کتاب نکلوا کر پڑھی وہ حیاتِ شبلی (مؤلفہ علامہ سید سلیمان ندوی) تھی۔ موصوف نے مطالعہ میں دلچسپی کا تقاضا پورا کرتے ہوئے رات بھر میں مکمل کتاب پڑھ ڈالی اور موصوف علامہ شبلی اور ان کی تصانیف خصوصاً (سیرت النبی ﷺ)

سے نہ صرف پہلے واقف تھے بلکہ اس کی ابتدائی جلدیں شیخ مبارک علی اینڈ سنز کی دکان سے خرید کر پڑھ چکے تھے اور جاننا چاہتے تھے کہ علمی دنیا میں شبلی کی اتنی تعریف کس وجہ سے ہے، اس کتاب (حیاتِ شبلی) کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اور کونسی کتابیں لکھی تھیں۔

اس کتاب میں مؤلف (سید سلیمان ندوی) نے اپنا ایک واقعہ بھی لکھا تھا کہ سید سلیمان ندوی ندوۃ العلماء (لکھنؤ) میں طالب علم تھے اور علامہ شبلی نعمانی ان کے استاد تھے۔ ندوہ کے سالانہ جلسے ہندوستان کے مختلف شہروں میں ہوتے تھے جن میں سید صاحب شریک ہوتے اور عربی زبان میں تقریر کرتے تھے۔ پھر یہ وقت آیا کہ علامہ شبلی جلسہ کے شرکاء سے پوچھتے کہ ہمارا یہ طالب علم آپ کے بتائے ہوئے موضوع پر فی البدیہہ تقریر کرے گا۔ سامعین موضوع بتاتے اور سید صاحب اس موضوع پر فی البدیہہ تقریر کرتے تھے۔

پروفیسر موصوف واقعہ پڑھ کر بہت متاثر ہوئے اور کالج کی تعلیم سے فارغ ہو کر ندوہ میں داخلہ لینے کا فیصلہ کر لیا مگر موصوف کو یہ نہ معلوم تھا کہ ندوۃ العلماء تو ہندوستان میں ہے۔ یہ معلوم ہونے پر پروفیسر مجددی بے اختیار رو پڑے۔ ان کے استاد ڈاکٹر سعید اقبال صاحب بھی موجود تھے۔ انہوں نے موصوف کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ میں تم پر زیادہ توجہ دوں گا۔ ان شاء اللہ! تمہاری عربی زبان استعداد بہتر ہو جائے گی۔

پنجاب یونیورسٹی لاہور کے شعبہ تاریخ میں بحیثیت متعلم:

اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور سے بی۔ اے کرنے کے بعد پروفیسر مجددی نے 1971ء کو پنجاب یونیورسٹی لاہور کے شعبہ تاریخ میں ایم۔ اے تاریخ کرنے کے لیے داخلہ لیا۔ اس شعبہ کے استاد پروفیسر محمد اسلم، حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے مطب میں آتے جاتے رہتے تھے، انہوں نے حکیم صاحب کو مشورہ دیا کہ اقبال سے کہیں کہ شعبہ تاریخ میں (بی۔ اے آنرز) میں داخلہ لے لے۔ موصوف نے کوشش کی لیکن کوئی بھی اور طالب علم نہ

ہونے کی وجہ سے کلاس شروع نہ ہوسکی۔

یہ یونیورسٹی پاکستان کی سب سے قدیم درس گاہ ہے اور اس کا شعبہ تاریخ اپنے نامور اساتذہ کے باعث دنیا بھر میں مشہور تھا۔لیکن تحصیل علم کے لیے یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ میں داخلہ لینے کے بعد پروفیسر مجددی وہاں کے ماحول سے مطمئن نہ ہوئے۔ ڈاکٹر یار محمد خان عارضی صدر شعبہ تھے۔ان کے علاوہ دیگر اساتذہ میں سید علی حسینی ،محمد اسلم سید، ڈاکٹر رضاء الحق شاہ اور کرم علی ملک شامل تھے۔ڈاکٹر یار محمد اور محمد اسلم کی آپس میں چپقلش تھی،مؤخر الذکر نے نو سال تک انگلینڈ میں رہ کر پی۔ایچ۔ڈی کے دو مقالے پیش کیے لیکن دونوں مسترد کر دیے گئے اور ان پر انہیں ایم فل کی ڈگری دی گئی۔ڈاکٹر رضاء الحق شاہ ترکی سے پی۔ایچ۔ڈی کر کے آئے تھے جبکہ مشہور تھا کہ ان کی یہ ڈگری جعلی ہے۔

شعبہ کا ماحول ایسا تھا کہ آئے دن یہ خبریں آتی تھیں کہ آج یار محمد خان اور محمد اسلم کے درمیان فلاں بات پر جھگڑا ہوا ہے اور کل یہ بات تھی......وغیرہ۔

یار محمد خان طبیعت کے بہت سخت تھے لیکن دل کے اچھے تھے اور ان کی اخلاقیات بہتر تھیں لیکن ان کا مطالعہ کچھ نہیں تھا، تدریس کا طریقہ بھی نہیں جانتے تھے۔سید علی عباس کا متاخر سلاطین مغلیہ پر اچھا مطالعہ تھا لیکن شعبہ تاریخ کے سابق صدر نے بوجوہ ان کا پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ ''سلاطین مغلیہ کے زوال کے اسباب'' رد کروادیا۔مذکورہ اساتذہ میں پروفیسر محمد اسلم کا مطالعہ وسیع تھا۔ان کی ایک کتاب ''دینِ الٰہی اور اس کا پس منظر'' شائع ہوئی تھی جو متنازع موضوع کے اعتبار سے خوب زیر بحث رہتی تھی۔

بطورِ لیکچرار:

بہر حال پروفیسر مجددی نے ان نامساعد حالات میں جیسے تیسے بھی 1973ء میں ایم۔اے تاریخ کا امتحان درجہ اول میں پاس کر لیا اور 1974ء میں لیکچرار منتخب ہوگئے اور

ان کا پہلا تقرر گورنمنٹ شاہ حسین کالج لاہور میں ہوا اور وہاں اپنے فرضِ منصبی میں مشغول ہو گئے۔

تصنیف وتالیف:

محمد اقبال مجددی کا تصنیفی ذوق مولوی شمس الدین کی صحبت میں پروان چڑھا کیونکہ وہاں آنے والے اکثر محققین مصنف تھے۔ان کی صحبت میں اکثر اوقات کتب کے محاسن اوران پر نقد وتبصرہ ہوتا رہتا تھا۔اسی کے زیرِ اثر موصوف میں ذوقِ تصنیف بڑھتا رہا۔ میٹرک کے امتحان سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے تاریخِ لاہور کے موضوع پر جتنی کتابیں ملیں سب پڑھ لیں۔ ان کتابوں میں لاہور کے صوفیہ کے ایک تذکرہ ''تحفۃ الواصلین'' کا بار بار ذکر آیا تو موصوف اس کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے لیکن کسی سے کچھ بھی معلوم نہ ہوسکا۔مولوی شمس الدین صاحب سے معلوم ہوا کہ یہ کتاب تو کبھی شائع ہی نہیں ہوئی، غالباً سکھ گردی کے دوران اس کا مخطوطہ ضائع ہو گیا ہوگا۔

بہرحال پروفیسر مجددی نے لاہور کی کتب کی تاریخ سے اس کے اقتباسات جمع کیے تو مختصر مقالہ تیار ہو گیا جو انہوں نے چھپوانے کے لیے دارالمصنفین اعظم گڑھ کے رسالہ ''معارف'' میں بھیج دیا جو وہاں سے معارف (نومبر۔ 1967ء) میں شائع ہو گیا جو موصوف کے لیے بہت بڑا اعزاز تھا۔اسی دوران لاہور کے تاجر مخطوطات مولوی عبدالرشید قاسمی کے پاس (ساہووالا، سیالکوٹ) علماء کے تذکرے کی خبر پروفیسر موصوف کو ملی تو انہوں نے مولوی عبدالرشید قاسمی سے وہ مخطوطہ حاصل کرلیا اوراس پر ایک مختصر مقدمہ اور حواشی لکھے اور مجلسِ ترقی ادب کے رسالہ ''صحیفہ'' کے مدیر ڈاکٹر وحید قریشی سے اس مخطوطہ کے چھاپنے کی بات کی تو انہوں نے اس مخطوطہ کو ایک قسط میں شائع کر دیا۔1972ء میں پروفیسر مجددی نے اپنے ہم وطن تذکرہ نویس عبداللہ خویشگی قصوری کے احوال وآثار پر ایک

کتاب تین سو صفحات کی مرتب کی۔ جسے مولوی شمس الدین مرحوم کے مُتبنّٰی ڈاکٹر محمد شفیق نے شائع کروایا۔اس سے پہلے پروفیسر مجددی سید شریف احمد شرافت نوشاہی کے احوال و آثار پر بھی ایک کتابچہ مرتب کر چکے تھے جو اسی سال دارالمورخین کی طرف سے شائع ہوا۔ جب یہ دونوں کتابیں شائع ہوئیں تو موصوف کو ان کی تقریب رونمائی کا خیال پیدا ہوا جس کی ذمہ داری رائٹرز گلڈ لاہور کے منتظمین نے اپنے ذمہ لے لی اور تاریخ مقرر کردی۔اظہارِ خیال کے لیے شعبہ تاریخ کے اساتذہ کو دعوتِ فکر دی گئی۔ وہ تشریف لائے اور تنقیدی انداز میں مصنف موصوف کی خوب پذیرائی کی، کراچی سے تشریف لائے ہوئے ڈاکٹر محمد ایوب قادری نے بہر حال مصنف کی حوصلہ افزائی کی اور ان کی کاوش کو خوب سراہا۔

مذکورہ سطور میں پروفیسر مجددی کی ابتدائی تالیفی کاوشوں کا ذکر کیا گیا ہے جبکہ وہ ابھی تک کہنہ مشق محقق کے طور پر معروف نہیں تھے بلکہ میدان تصنیف و تحقیق کی دہلیز پر کھڑے تھے اور وہ بھی نوعمری میں جس عمر میں محمد اقبال مجددی نے تصنیف و تالیف کے میدان میں قدم رکھا،عصرِ حاضر میں عمومی اعتبار سے اس کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں۔ بہر حال یہ موصوف کا امتیاز بھی ہے اور انفرادیت بھی۔

میدانِ تحقیق میں اترنے کے بعد وہ مسلسل قدم آگے بڑھاتے رہے۔ بالآخر وہ نامور محقق اور متخصص کے طور پر علمی دنیا میں جانے پہچانے گئے۔جس کا اہل علم نے اعتراف کیا ہے۔

ڈاکٹر عارف نوشاہی لکھتے ہیں:

''پروفیسر محمد اقبال مجددی (ولادت 15۔ستمبر 1950ء مضافات قصور) پاکستان کے نامور اور ثقہ محقق میں سے ہیں، جن کی شہرت ان کے تخصص اور تحقیقات کے حوالے سے دوسرے ممالک میں بھی ہے۔انھوں نے اپنے طالب علمی کے دور سے تحقیقی کاموں کا آغاز

کردیا تھا اوراپنی کتاب ''احوال وآثار عبداللہ خویشگی قصوری'' (لاہور 1972ء) شائع کر کے برصغیر میں محققین کی توجہ حاصل کرلی۔ بعد میں انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی، ان کے افکار، خلفاء اور سلسلہ مجددیہ کو اپنا موضوع تحقیق بنایا اوراسی میں تخصص پیدا کیا۔ چنانچہ آج دنیا بھر میں اگران موضوعات پرکسی اطلاع، مآخذ اور حوالے کی ضرورت ہوتو ان کی ذات گرامی سے مکمل رہنمائی مل سکتی ہے۔ مذکورہ موضوعات کے ساتھ مجددی صاحب کو فنِ رجال، تراجم اور برصغیر، ایران اوروسطی ایشیا کی تاریخ تصوف سے بھی دلچسپی رہی ہے۔

محمد اقبال مجددی کی دوکتب جواب تک شائع ہوچکی ہیں اور جوزیرطبع ہیں، تصنیف، ترتیب، تحقیق وتعلیق اور ترجمے کے زمرے میں آتی ہیں:

☆ احوال وآثار سید شرافت نوشاہی (1971ء)، لاہور۔

☆ تذکرہ علماء ساہیوال (سیالکوٹ) (1971ء)، تصنیف محمد شاہنواز الدین، تحقیق و حواشی محمد اقبال مجددی، لاہور۔

☆ احوال وآثار عبداللہ خویشگی قصور (1972)، لاہور

☆ معمولات شریفہ (ملفوظات شاہ غلام علی دہلوی) جامع غلام محی الدین قصوری (1978ء)، تعلیق وتحقیق محمد اقبال مجددی، لاہور

☆ رشحات عنبریہ (1978ء) (احوال شاہ احمد سعید مجددی) تحقیق وتقدیم محمد اقبال مجددی) استنبول، ترکی

☆ حسنات الحرمین (1981ء) (ملفوظات خواجہ محمد معصوم سرہندی) تصنیف عبیداللہ مروج الشریعۃ، تحقیق وتعلیق وترجمہ محمد اقبال مجددی، موسیٰ زئی

☆ مقالاتِ مظہری (1983ء)، تالیف شاہ غلام علی دہلوی، تحقیق وتعلیق وترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور

☆ احوال مشائخ کبار (2000ء) تصنیف سلیمان بن سعد اللہ، تحقیق و تعلیق، محمد اقبال مجددی، لاہور

☆ حدیقۃ الاولیاء (2000ء)، تصنیف مفتی غلام سرور لاہوری، ترتیب وحواشی محمد اقبال مجددی، لاہور

☆ لطائف المدینہ (2004ء)، تصنیف شیخ عبدالاحد وحدت، اردو تحقیق و تعلیق ترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور

☆ تذکرہ شرافت نوشاہی (2008ء) (باشتراک عارف نوشاہی)، اسلام آباد

☆ رسائل دردفاع حضرت مجدد الف ثانی (2012ء)، ترتیب ومقدمہ محمد اقبال مجددی، لاہور

☆ زادالمعاد (2013ء)، تالیف عبیداللہ ملقب بہ خواجہ کلاں بن خواجہ باقی باللہ، تحقیق و تعلیق وترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور

☆ تذکرہ علماء ومشائخ پاکستان وہند، لاہور (2015ء) (مجموعہ مقالات)

☆ ذکرالسعیدین (2017ء) (احوال شاہ احمد سعید دہلوی وشاہ عبدالرشید مجددی)، تحقیق وتعلیق (مطبوعہ گوجرانوالہ)

☆ مقالات طریقت (2017ء) (احوال شاہ عبدالعزیز دہلوی) تحقیق وتعلیق (مطبوعہ لاہور)

☆ معمولات مظہریہ (2017ء) (احوال وملفوظات حضرت مظہر جان جاناں شہید) تالیف شیخ نعیم اللہ بہرائچی، تحقیق وتعلیق وترجمہ، محمد اقبال مجددی)، (زیرِ طبع)

☆ کمالاتِ مظہریہ (2017ء) (احوال حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید)، تالیف شاہ غلام علی دہلوی، مقدمہ، محمد اقبال مجددی)، (مشمولہ ارمغان امام ربانی جلد ہشتم)

مقالات:

موصوف کے اب تک تقریباً ایک ہزار تحقیقی مقالات دنیا کے موقر جرائد میں طبع ہو چکے ہیں یعنی معارف (دارالمصنفین ،اعظم گڑھ)، برہان (ندوۃ المصنفین ، دہلی)،مجلّہ علوم اسلامیہ (علی گڑھ) اورینٹل کالج میگزین (لاہور)،مجلّہ تحقیق (لاہور) صحیفہ (لاہور)، المعارف (لاہور)، بصائر (کراچی) اردو دائرہ معارف اسلامیہ (پنجاب)، یونیورسٹی (لاہور)، دانشنامہ جہان اسلام (تہران ،ایران)، دانشنامہ زبان وادب فارسی در شبہ قارہ (تہران،ایران)

محمد اقبال مجددی کے اسفار برائے تحقیقات علمیہ:

☆سفر بطرف ایران وافغانستان برائے تحقیقات علمیہ(1976ء)

☆سفر بطرف انگلستان برائے تحقیقات علمیہ(1986ء)

☆سفر بطرف ہندوستان برائے تحقیقات علمیہ ولیکچر مسلم یونیورسٹی (1989ء) علی گڑھ، مجددی تحریک

☆سفر بطرف ایران برائے تحقیقات علمیہ(1992ء)

☆سفر بطرف استنبول (2011ء) (ترکی) شرکت سیمپوزیم سلسلہ نقشبندیہ

☆سفر بطرف استنبول (2013ء) (ترکی) شرکت ومقالہ خوانی ''امام ربانی سیمپوزیم''

☆سفر بطرف استنبول (2017ء) (ترکی) شرکت ومقالہ خوانی ''بین الاقوامی سیمپوزیم'' خواجہ بہاؤالدین نقشبند بخاری ونقشبندیت''

فہرست کتب ذخیرہ پروفیسر محمد اقبال:

محمد اقبال مجددی کا زمانہ طالب علمی سے ہی کتابیں پڑھنے ،خریدنے اور جمع

کرنے کا شوق جنون کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ یہی وہ شوق وذوق تھا جس نے بالآخر انہیں ایک محقق بنا دیا، سائیکل پر سوار ہو کر لاہور کے کتب فروشوں سے دارالمصنفین اعظم گڑھ کی مطبوعات خریدنے والا یہ شخص بعد میں ہوائی جہازوں پر غیر ممالک کا سفر کر کے اپنے مطلب کی بہترین کتب حوالہ خرید کر اپنے وطن لے آیا اور انہیں اپنے کتب خانہ کی زینت بنایا، مجددی صاحب کی کتابیں خریدنے میں حریص ہونے کا ایک واقعہ ڈاکٹر عارف نوشاہی نے نقل کیا ہے جو محققین کے لیے دلچسپی کا باعث بلکہ مہمیز انگیز ہے وہ لکھتے ہیں:

''ایک بار 2013ء میں، میں اور مجددی صاحب ایک ساتھ استنبول گئے۔ وہاں چند روزہ قیام میں مجددی صاحب نے حسب عادت کئی کتابیں جمع کر لیں، وطن واپسی کے لیے جب استنبول کے ہوائی اڈے پر پہنچے اور سامان تلوایا تو وہ مفت وزن کی مقررہ مقدار سے بیس کلو زیادہ تھا۔ بورڈنگ کارڈ دینے والی ترک خاتون اڑ گئی اور کہنے لگی کہ اس زائد سامان کے اتنے پیسے ہوں گے (جو ہزاروں روپے بنتے تھے) مجددی صاحب نے بہت واسطہ دیا کہ وہ پروفیسر ہیں اور یہاں ایک علمی سیمینار میں آئے تھے اور یہ کتابیں تحقیق کی غرض سے ہیں، لیکن اس خاتون نے ایک نہ سنی اور جہاز کے اندر اتنی ہی کتابیں جانے دیں جتنے وزن کی اجازت تھی، باقی کتابوں کے مزید چار بیگ تھے۔ ایک ایک ہم نے کندھے پر لٹکایا اور دوسروں کو گھسیٹ کر ہوائی جہاز کے اندر تک پہنچایا، جب تک ہمارے ہاتھ اور کندھے شل ہو چکے تھے۔ یہ واقعہ سنانے کا مقصد یہ ہے کہ مجددی صاحب نے اپنے ہاں کتابیں کس ہمت اور مشکل سے جمع کی ہیں۔

پچاس سالہ علمی زندگی میں محنت ومشقت کے ساتھ جمع کیے ہوئے ذخیرۂ کتب کو پروفیسر مجددی نے ''سرمایہ عمر'' کہا ہے اور انہوں نے اپنا یہ سرمایہ عمر (2014ء) میں علوم شرقیہ کی قدیم درسگاہ اور تحقیقی مرکز، پنجاب یونیورسٹی، لاہور کے مرکزی کتب خانہ کو

عطیہ کردیا۔ جواب وہاں ''ذخیرۂ کتب پروفیسر محمد اقبال مجددی'' کے نام سے محفوظ ہے۔ اس ذخیرے کا باقاعدہ افتتاح 26۔مارچ 2015ء کو ہوا۔ اس ذخیرے کے محتویات حسبِ ذیل ہیں:

- ☆ مطبوعات: 10251
- ☆ رسائل: 250
- ☆ مخطوطات: 226
- ☆ روٹوگرافز: 425
- ☆ مائیکروفلمز: 80
- ☆ سی ڈیز: 48

اس ذخیرے میں محض کتب تاریخ نہیں بلکہ اس میں تصوف، تذکرے، فن تراجم و رجال اور فہارس کتب پر بھی سیکڑوں کتابیں ہیں۔ اس ذخیرے میں ایک قابل ذکر تعداد ایسی فارسی کتب کی ہے جو ایران سے شائع ہوئی ہیں۔ اس اعتبار سے یہ ذخیرۂ کتب بہت وقیع ثابت ہوا ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ پاکستان کے اندر کتابوں کا ایک گوشہ ایسا ہے جہاں ایران میں شائع ہونے والی اہم کتب تاریخ، تذکرہ، تصوف یکجا مل جاتی ہیں اور محققین کو ان خاص موضوعات پر ایران کا سفر کرنے کی ضرورت نہیں اور وہ گوشہ کتب پنجاب یونیورسٹی کے مرکزی کتب خانہ میں ''ذخیرہ کتب محمد اقبال مجددی'' کے نام سے موجود ہے۔

محمد اقبال مجددی نے اپنے ایک مکتوب میں ان محققین کے نام تحریر کیے ہیں جن سے وہ متاثر ہیں اور جن کا انھوں نے اپنی تحقیقات میں اتباع کیا، وہ لکھتے ہیں کہ میں نے مندرجہ ذیل اصحاب و محققین کی نگارشات کا اتباع کیا اور اپنی تحقیقات میں ان کی تالیفات کو نمونہ کے طور پر استعمال کیا:

1۔ پروفیسر حافظ محمود خان شیرانی (سابقہ استاد اورینٹل کالج، لاہور)
2۔ پروفیسر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع (سابقہ پرنسپل اورینٹل کالج، لاہور)
3۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ (پیرس)
4۔ علامہ محمد بن عبدالوہاب قزوینی (ایران)
5۔ پروفیسر عبدالحئ حبیبی (کابل یونیورسٹی)
6۔ ڈاکٹر پروفیسر نذیر احمد (مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔انڈیا)
7۔ وی بارٹولڈ (مستشرق، روس)
8۔ وی مینورسکی (مستشرق، روس)
9۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔انڈیا)
10۔ امتیاز علی خاں عرشی (رضا لائبریری رام پور)

مذکورہ شخصیات میں سے چار حضرات سے مجددی صاحب کی ملاقات ہوئی جس کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے کہ 1975ء میں اسلام آباد میں ڈاکٹر حمید اللہ سے ملاقات ہوئی۔ 1976ء میں پروفیسر عبدالحئ حبیبی سے کابل یونیورسٹی میں ملاقات ہوئی۔ 1986ء میں انگلینڈ میں پروفیسر خلیق احمد نظامی سے ملاقات ہوئی اور 1989ء میں ڈاکٹر پروفیسر نذیر احمد سے علی گڑھ یونیورسٹی میں ملاقات ہوئی۔

پروفیسر مجددی نے جس ماحول میں آنکھ کھولی وہ نہ تو علمی تھا نہ ہی زیادہ آسودہ لیکن سادگی اور شرافت سے بھرپور ماحول میں پیدا ہونے والے محمد اقبال مجددی قدرت کی طرف سے علمی اور ادبی ذوق لے کر پیدا ہوئے۔ ان کے والد کی یہ خواہش تھی کہ میرا بیٹا بڑا ہو کر اقبال (علامہ محمد اقبال) جیسا بنے ۔ اسی وجہ سے انہوں نے موصوف کا نام ''محمد اقبال'' رکھا۔

محنت مزدوری کرنے والا باپ اپنے پروردِگار کی بارگاہ میں اکثر دعاؤں کا عریضہ پیش کرتا رہتا کہ میرا بیٹا ایک بڑی علمی شخصیت بن جائے جو نتیجہ خیز ثابت ہوئیں۔ عام درجے کے سکولوں اور کالجوں میں تعلیم حاصل کرنے والے اس ہونہار طالب علم کی طبیعت کبھی مادہ پرستی یا مال وزر اکٹھا کرنے کی طرف مائل نہ ہوئی بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ کتابیں پڑھنے اور جمع کرنے کا شوق بڑھتا گیا اور مولوی شمس الدین کتب فروش کی دکان ان کی پہلی تربیت گاہ ثابت ہوئی، جہاں پر انہوں نے مختلف علمی شخصیات سے نہ صرف ملاقاتیں کیں بلکہ ان سے اکتساب فیض بھی کیا۔ جس کا فائدہ یہ ہوا کہ پروفیسر موصوف نے میٹرک کے بعد اپنا پہلا مضمون ''تحفۃ الواصلین'' (ایک نایاب کتاب) کے بارے میں لکھا جو لاہور کے علماء وصوفیہ کا ایک تذکرہ تھا، وہ دارالمصنفین اعظم گڑھ کے رسالہ ''معارف'' میں چھپ گیا جس پر موصوف بے انتہا خوش ہوئے۔ ہر شخص اپنی مراد پا لینے پر خوش ہوتا ہے۔ اہل دنیا مال ومتاع پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں، اہل تقویٰ رضائے الٰہی میں خوشی کا راز پاتے ہیں اور اہل علم حصول علم میں لذت وراحت پاتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے:

رضینا قسمۃ الجبار فینا لنا علم وللجھال مال

فان المال یفنیٰ عن قریب ان العلم باقٍ لایزال

(ہم اللہ کی تقسیم پر راضی ہیں جو اس نے ہمارے درمیان کی، پس ہمیں علم عطا فرمایا اور جاہلوں کو مال بے شک مال جلد ہی فنا ہو جائے گا اور علم ہمیشہ باقی رہے گا۔)

یہ پہلی علمی کامیابی ان کے لیے ایک نعمت تھی اور مہمیز بھی۔ اس کے بعد ان کا قلم ایسا رواں ہوا کہ اب تک نہیں رکا بلکہ صفحہ قرطاس پر علم کے موتی بکھیر رہا ہے۔

ہر محقق تحقیق کے لیے اپنے مزاج کے مطابق کوئی ایک میدان منتخب کرتا ہے۔ اس

طرح پروفیسر موصوف نے اپنے لیے برعظیم پاک وہند کے علماء وصوفیہ کوموضوع تحقیق کے طور پر منتخب کیا۔

پروفیسر مجددی صاحب کی روحانی نسبت چونکہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے ہے، اس لیے بعد میں ان کی توجہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اوران کے اخلاف وخلفاء پر مرکوز ہوگئی۔ کم وبیش پانچ دہائیوں سے ان کا قلم اس بحر علم ونور سے موتی نکال کر اہل علم کے سامنے پیش کررہا ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ پران کی تحقیقی کاوشوں کودیکھ کر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ موصوف کواس موضوع پر تخصص کا درجہ حاصل ہے اوراس میدان تحقیق میں ان کی حیثیت نہ صرف اندرونِ ملک بلکہ بیرونِ ملک بھی مسلمہ ہے۔

پروفیسر مجددی نے مشائخ مجددیہ کی تحریر کردہ کتابوں کے قدیم خطی نسخوں (مخطوطات) کی تلاش اور جستجو میں ملک اور بیرونِ ملک کئی طویل سفر اختیار کیے اور بہت ساری کتابوں کے مختلف خطی نسخے حاصل کرنے میں کامیاب رہے اورانہی نسخوں کوانہوں نے اپنی تحقیق میں بنیاد بنایا۔1ے

موصوف کے احوال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی تنخواہ کا بیشتر حصہ تحقیقی اسفاراور کتب کی خریداری پرخرچ کردیتے تھے جبکہ زندگی نہایت سادگی سے گزارتے رہے۔

پروفیسر مجددی بنیادی طور پرتاریخ کے طالب ہیں اوراس کے ساتھ فارسی زبان میں مہارت رکھتے ہیں جبکہ عربی زبان سے بھی ان کوقدرے شغف ہے۔ بہرحال انہوں نے مشائخ مجددیہ کی کثیر کتب کے تراجم اردوزبان میں کیےاورکئی کتابوں کےمفصل مقدمات لکھے جن میں مؤرخانہ اسلوب تحقیق اختیار کیا گیاہے یعنی مؤلف کتاب کے عہد کے سیاسی، معاشرتی اورمذہبی حالات زیرِ بحث لائے گئے ہیں۔

پروفیسر مجددی عمر بھرکتابیں خریدتے اورجمع کرتے رہے۔اس طرح بہت ساری

کتب، مخطوطات اور رسائل ان کی لائبریری کی زینت بن گئے۔

پروفیسر مجددی اپنے اس ذخیرہ کتب کو''سرمایۂ عمر'' کا نام دیتے ہیں۔ موصوف نے ان کتابوں کو اکٹھا کرنے میں ایک طرف بہت محنت اور مشقت برداشت کی تو دوسری طرف کثیر سرمایہ بھی خرچ کیا۔اس بارے میں خود لکھتے ہیں:

''ان کتابوں کی جمع آوری کے پس پردہ بہت سی دکھ بھری کہانیاں ہیں جنہیں لکھوں تو داستانِ حیات بن جائے،بس اہل علم حضرات ان سے استفادہ کریں اور مجھ مسکین کو دعائے خیر سے یاد کریں''۔

پروفیسر مجددی نے اپنا یہ''سرمایۂ عمر''(ذخیرۂ کتب)2014ء میں پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور کے مرکزی کتب خانے کو عطیہ کر دیا جو موصوف کے ایثار و اخلاص کی بہترین مثال ہے۔ یہ ذخیرۂ مخطوطات و رسائل کے علاوہ ہزاروں کتب پر مشتمل ہے۔

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ اور مجددی صاحب:

فخر المشائخ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ عشق و محبت تھا،اس لیے آپ ہر اس شخص سے محبت کرتے تھے جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار و عقائد پر کام کرتا ہے۔آپ اہل قلم ،اہل علم، محققین اور دانشوروں کی بہت قدر کرتے تھے۔ان کے ساتھ مجالس کرتے تھے اور ان سے علمی اور نشر و اشاعت کے بارے میں گفتگو فرماتے تھے۔ان سے مشاورت کر کے علمی کاموں کو آگے بڑھاتے تھے۔ چونکہ مجددی صاحب ایک محقق بھی ہیں۔آپ کے علمی کاموں میں مشاورت کر کے آپ کو مفید مشورے بھی دیتے تھے۔

حوزہ نقشبندیہ کا قیام:

حوزہ نقشبندیہ کی کہانی محمد اقبال مجددی کی زبانی:

پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب نے حضور فخر المشائخ کو مشورہ دیا کہ ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے جو کہ ''سلسلۂ نقشبندیہ'' پر تحقیقی کام کرے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضور فخر المشائخ نے ''حوزہ نقشبندیہ'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ ''حوزہ نقشبندیہ'' کے بارے پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب نے ایک آرٹیکل ماہنامہ نور اسلام کے ''فخر المشائخ نمبر'' کے لیے تحریر کیا، جو کہ ''فخر المشائخ نمبر'' کے صفحہ ۲۸۸۔۲۹۲ پر شائع ہوا درج ذیل ہے:

ایک نہایت خوشگوار صبح تھی جب حضرت میاں صاحب مجھ مسکین کے غریب خانہ (سبزہ زار لاہور) تشریف لائے (ا) یوں تو آپ سیکڑوں مرتبہ یہاں آئے تھے لیکن آج طبع مبارک کچھ زیادہ ہی مسرور تھی۔ اس سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے میں نے عرض کیا کہ حضرت سلسلہ نقشبندیہ کی علمی تحقیقات کے لیے ایسے ٹھوس اقدام اُٹھایے جو دنیا کی رہنمائی کا سبب بنیں۔ فرمایا: بتا کیا کریں؟ میں نے عرض کیا ایک ایسے ادارے کی بنیا درکھیں جو خالصتاً علمی تحقیقات کروائے اور یہ سب کچھ کتابی صورت میں شائع ہوتا رہے۔ جواب دیا کہ ہماری طرف سے تو کتابیں کچھ نہ کچھ شائع ہوتی رہتی ہیں۔ میں عرض پرداز ہوا کہ حضرت صاحب وہ تو ٹھیک ہے آپ کی یہ کتابیں تبلیغی نوعیت کی ہیں جن کی اہمیت اپنی جگہ مسلمہ ہے میرا مطلب ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ کے اصل (عربی، فارسی، ترکی) مآخذ تحقیق وحواشی کے ساتھ جدید تقاضوں کے مطابق شائع کیے جائیں۔ فرمایا: پھر تم ہی تجویز کرو ہم کیا کریں؟

احقر نے جواب دیا کہ پاکستان و بیرون ملک سے اس سلسلہ پر تحقیقی کام کے لیے افرادی قوت جمع کی جائے۔ انہیں اپنے ساتھ ملا کر یہ اہم فریضہ انجام دیا جائے۔ مَیں نے حیدر آباد دکن میں قائم ہونے والی ایک انجمن (لجنتہ لاحیاء معارف النعمانیہ) کا ذکر کیا

جو فقہ حنفی کے علمی احیاء کے لیے وجود میں آئی تھی اور اس کے ساری دنیا کے مستشرقین سے روابط تھے۔ انہوں نے فقہ حنفی کے بہت سے ایسے نادر الوجود خطی نسخے مرتب کر کے شائع کیے کہ اس سے فقہ حنفی کو نہ صرف تقویتِ علمی ملی بلکہ کئی مسالک کے علماء نے ان کی کتابیں پڑھ کر کہا کہ ہم فقہ حنفی کو محض قیاس و آراء کا مجموعہ سمجھتے تھے لیکن یہ تو سارے کا سارا حدیث پاک سے مستنبط نکلا۔ اس لجنتہ کے بانی مشہور عالم دین مولانا ابوالوفا افغانی مرحوم تھے جنہوں نے چند جید علماء کی ایک مختصر سی جماعت کے ساتھ اس کار خیر کا آغاز کیا اور فقہ حنفی کی بیسیوں نادر الوجود کتابوں کو ایڈٹ کر کے شائع کیا۔ نہ کوئی وسائل تھے نہ ان کی اشاعت کا کوئی بندوبست۔ بس اللہ کریم کے نام سے بیٹھ گئے اور کام کا آغاز کر دیا۔ ان کے شائع کردہ ایڈیشن آج مصر اور بیروت میں عکسی صورت میں طبع ہو کر عام ہو چکے ہیں۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم اس کا لائحہ عمل مرتب کرو کہ کن اصحاب کو اس ادارہ کا ممبر بنایا جائے اور یہ کیسے کام کا آغاز کرے۔ راقم نے حکم کے مطابق مندرجہ ذیل خاکہ مرتب کیا۔

۱۔ نقشبندی سلسلہ کی تاریخ و تعلیمات سے متعلق درجہ اول کے تمام مآخذ و مراجع جمع کیے جائیں۔

۲۔ صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری کے ذخیرۂ کتب مخزونہ کتاب خانہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور کو سلسلۂ نقشبندیہ کی کتب کے لیے مخصوص ذخیرہ بنا دیا جائے۔

۳۔ اس امر کے لیے ساری دنیا کے علمی مراکز سے رابطہ قائم کیا جائے اور ان سے ذخیرہ کے لیے کتابیں بھیجنے کے لیے درخواست کی جائے۔

۴۔ مطبوعہ کتب جو دنیا میں طبع ہوئی ہیں (سلسلۂ نقشبندیہ سے متعلق) خرید کر جمع کی جائیں۔

۵۔ غیر مطبوعہ کتب یعنی مخطوطات دنیا میں جہاں جہاں اس سلسلہ سے متعلق محفوظ

ہیں ان کے عکس کتب خانے کے لیے منگوائے جائیں۔

۶۔ اس کارِ خیر کے لیے باقاعدہ علماء و محققین کا ایک بورڈ تشکیل دیا جائے جو اُن مراجع کی فہارس تیار کرنے پر ان کے عکس لینے کی کوشش کرے۔

۷۔ پاکستان اور دنیا بھر میں نقشبندی سلسلہ کے مراکز اور خانقاہوں سے علمی رابطہ قائم کیا جائے اور ان مقامات میں اگر کتب خانے موجود ہیں تو وہاں نادر کتب و مخطوطات کے عکس بنوائے جائیں۔

۸۔ سلسلہ ءنقشبندیہ کے مخطوطات خریدنے کے لیے پنجاب یونیورسٹی لائبریری (ذخیرۂ میاں صاحب) کو خطیر رقم دی جائے جو میاں صاحب کے نام سے بنک میں جمع رہے اور مخطوطات خریدتے وقت بنک سے ادا کی جائے۔

۹۔ روس سے آزاد ہونے والے مسلم علاقوں خصوصاً بخارا، سمرقند، تاشقند اور قزان وغیرہ میں جا کر وہاں سے نقشبندی سلسلہ کی قدیم مطبوعات اور مخطوطات حاصل کیے جائیں کیوں کہ یہ علاقے اس سلسلہ کے اولین مراکز تھے۔

اغراض و مقاصد

۱۔ سلسلہ ءنقشبندیہ کی ترویج واشاعت کے لیے کوشش کرنا۔

۲۔ اس سلسلے پر علمی و تحقیقی کام کرنے والوں کو ترغیب دینا۔

۳۔ اس سلسلے پر تحقیقی کام کرنے والوں کی ہر طرح سے معاونت کرنا۔

۴۔ اس سلسلہ کی تاریخ، افکار و تعلیمات سے متعلق ایک جامع فہرست مرتب کر کے شائع کرنا جو اردو اور انگریزی زبانوں میں ہونی چاہیے۔

۵۔ نقشبندی سلسلہ کے اہم مآخذ جدید تقاضوں کے مطابق ایڈٹ کر کے شائع کرنا۔

۶۔ یورپین زبانوں میں اس سلسلہ کے قدیم و اصل مآخذ کے تراجم تحقیق و حواشی کے

ساتھ شائع کرنا۔

یہ ادارہ با قاعدہ وجود میں آ گیا۔اس کے اجلاس بھی ہونے لگے۔

۳۔اپریل ۲۰۰۳ءکواس کا با قاعدہ پہلا اجلاس لاہور میں منعقد ہوا۔خود میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پنجاب یونیورسٹی لاہور کے پروفیسر اور علماء کے سامنے اس کا لائحہ عمل پڑھ کر سنایا۔ایک اشتہار کے ذریعہ پاکستان کے اہل علم کواس کے قیام اور اغراض و مقاصد سے آگاہ کیا گیا۔اکثر حضرات نے اس پر خوشی کا اظہار کیا جن کی آراء حوزہ نقشبندیہ کی پہلی رو داد ۲۰۰۳ء میں درج کی گئی ہیں۔

خود حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے صدر قرار پائے۔محمد اقبال مجددی نائب صدر اور میاں محمد عالم مختار حق رحمۃ اللہ علیہ اس کے سیکرٹری مقرر ہوئے۔دیگر حضرات کے نام بھی تجویز کر دیے گئے۔ادارہ کے سیکرٹری نے اس کی مختلف نشستوں اور اس میں ہونے والے فیصلوں سے متعلق ایک رو داد مرتب کی جو حوزہ سے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۰۰۴ءکو شائع کی۔

راقم مسکین کو ہی حوزہ نقشبندیہ سے پہلا مخطوطہ مرتب کرنے اور شائع کرنے کی سعادت نصیب ہوئی یعنی (لطائف المدینہ) کے نام سے حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی (۱۰۰۵۔۱۰۷۱ھ/۱۵۹۶۔۱۶۶۱ء) کی سوانح آپ کے فرزند گرامی شیخ عبدالاحد وحدت سرہندی (۱۱۲۶ھ/۱۷۱۴ء) نے عربی میں آپ کے قیام حرمین الشریفین (۱۰۶۸ھ) کو تالیف کی تھی۔اس کا خطی نسخہ منحصر بفرد حاصل کر کے اس کا عکس مع ملخص ترجمہ اور مفصل مقدمہ کے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زرکثیر سے طبع کروایا (۲۰۰۴ء) اس کے بعد اس ادارہ کے با قاعدہ اجلاس اور نشستیں ہوتی رہیں۔لاہور میں یوم حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی مختصر تقریب (منعقدہ ۲۳ ستمبر ۲۰۰۳ء) میں محمد اقبال مجددی نے حضرت مجدد

الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک احیاء دین پر ایک مفصل لیکچر دیا جس میں ملک کے نامی گرامی پروفیسروں نے شرکت کی اوراس تقریر کو بہت سراہا۔

ہمارے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں علمی ذوق بدرجہ اتم موجود تھا، کئی کتب شائع کیں اورساری عمر مفت تقسیم بھی کیں، کبھی کسی سے کوئی قیمت نہیں لی۔ یہاں تک کہ اپنا قیمتی کتب خانہ بھی پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور کو ہدیہ کر دیا۔جس کی فہرست پانچ جلدوں میں طبع ہو چکی ہیں۔ 2ے

وصال:

آپ کا وصال 7 جون۔ بروز منگل 2022ء کو ہوااور 8 جون کو سبزہ زار اے بلاک کی گراؤنڈ میں نماز جنازہ ادا کی گئی جس کے بعد آپ کے جسد خاکی کو پنجاب یونیورسٹی لاہور کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ **اناللہِ وانا الیہ راجعون۔**

حواشی

1۔ (تالیف) محمد طاہر شرف: مجددشناسی میں محمد اقبال مجددی کی خدمات: (ناشر) چودھری غلام رسول، میاں جوادرسول، میاں شہزادرسول (2019ء)، ص۔45 تا 593

2۔ نذیر احمد شرقپوری، ڈاکٹر: فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے اوصافِ حمیدہ، ناشر: بزم جمیل سمن آباد، لاہور (ستمبر۔2019ء)، ص۔372 تا 376

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور الحاج نواب الدین نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: محمد عبد الحمید نقشبندی مجددی غالبؔ

ابتدائی حالات:

الحاج نواب الدین نقشبندی مجددی 1895ء میں نبی بخش صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم بہت نیک، متقی، پرہیزگار، نمازی اور بڑی محبت کرنے والے تھے۔ نواب الدین نے پرائمری تک تعلیم لولنگوال، ضلع شیخوپورہ میں حاصل کی۔ قرآن پاک چھوٹی ہی عمر میں پڑھ لیا تھا۔ آپ شروع ہی سے نمازی بن گئے تھے کیونکہ والد محترم نمازی تھے۔ اس لیے ان کی تربیت کا اثر ان پر تھا۔ تہجد گزار تھے۔ اور ماہ رمضان کے روزے بچپن ہی سے رکھنے شروع کر دیے تھے۔ حاجی نواب الدین نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ اس علاقہ کی بڑی روحانی شخصیت تھے۔ آپ کا شمار اس علاقے کے بڑے بڑے معززین میں ہوتا تھا۔

مرید خاص:

آپ اعلیٰ حضرت شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص تھے۔ آپ پر آپ کے پیرومرشد کی نظر کرم تھی۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ آپ سے بہت محبت فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے بھی اپنے مرشد کریم کی خدمت میں اپنا تن من دھن وار دیا تھا۔ بہاولپور میں زمین کی الاٹمنٹ شروع ہوئی تو آپ اپنے پیرومرشد کی بارگاہ

میں ایک دن حاضر ہوئے۔ اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا نواب دین بہاولپور چلے جاؤ، وہاں زمین مل رہی ہے۔ جاؤ اور زمین لے لو۔ اللہ تعالیٰ کرم فرمائے گا۔ اور برکتیں بھی دے گا۔

حاجی نواب الدین کا بہاولپور میں قیام:

حاجی صاحب نے اپنے پیرومرشد کے حکم پر عمل کیا اور بہاولپور چلے گئے۔ اور چک نمبر 107/DB میں آپ کو زمین الاٹ ہوگئی۔ اس وقت یہاں صورت بڑی سنگین تھی۔ پانی کی شدید قلت تھی۔ پینے کے لیے بھی پانی مشکل سے ملتا تھا۔ مگر چونکہ مرشد کریم کا حکم تھا۔ اس لیے استقامت اور صبر سے بیٹھے رہے۔ آہستہ آہستہ حالات بدلتے گئے اور صورت حال بہتر ہوتی رہی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا من وعن پوری ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں کی طفیل حاجی صاحب کو یہاں بہاولپور یزمان منڈی میں کافی زمین الاٹ ہوئی۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنے رشتہ داروں کو بھی خوب نوازا۔

عزیز و اقارب سے حسن سلوک:

جیسے جیسے صورت حال بدلی تو آپ نے اپنے عزیز و اقارب کو بھی ادھر بلانا شروع کر دیا۔ اس طرح آپ کے کافی عزیز بھی ادھر آ گئے۔ اور اس طرح آپ نے چک نمبر 100/DB اور چک نمبر 60/DB میں بھی زمین حاصل کر لی۔ بڑے سخی دل انسان تھے۔ بڑی محبت کرنے والے تھے۔ عزیز و اقارب کے بڑے خیر خواہ تھے۔ ہمدرد اور وفا کرنے والے تھے۔ آپ نے اپنے بہن بھائیوں اور دوسرے عزیزوں کو بھی زمین میں حصہ دار بنا لیا۔ جب زمین خریدتے تو ان کا حصہ بھی زمین میں رکھتے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے

فضل و کرم سے آپ ترقی کی منازل طے کرتے چلے گئے۔

حج بیت اللہ:

جب سرخروئی ہوئی تو پھر آپ حج بیت اللہ اور روضہ رسول ﷺ کی زیارت کے لیے بھی جانے لگے۔ آپ ہر سال حج پر جاتے۔ ہمت کے مطابق اپنے تین بھائیوں کو بھی اپنے ساتھ لے جاتے۔ آپ نے اپنے بہن بھائیوں، بیٹوں اور دوسرے کئی عزیزوں کو حج کروایا۔

مساجد کی تعمیر:

چک نمبر 107/DB کی مسجد کی تعمیر پر آپ نے کثیر رقم خرچ کی اور عالی شان مسجد تعمیر کروائی۔ چک نمبر 100/DB کی مسجد کی تعمیر میں بھی آپ نے بڑی رقم خرچ کی اور اپنی نگرانی میں مسجد تعمیر کروائی۔

مسجد کے لیے 35000 روپے ادا کرنا:

چک نمبر 100/DB میں دو بڑی برادریاں ہیں، جٹ اور ارائیں۔ دونوں برادریوں میں کسی وجہ سے اختلافات پیدا ہو گئے۔ اختلافات اس حد تک بڑھے کہ مسجد کو تالا لگ گیا۔ اور جٹ برادری نے اعلان کر دیا کہ مسجد یا تم لے لو یا ہمیں دے دو۔ کیونکہ حاجی نواب الدین رحمۃ اللہ علیہ بھی چک کے حصے دار تھے۔ وہاں آپ کے عزیز و اقارب بھی رہتے تھے۔ اور زمین بھی تھی۔ اس لیے مسجد کا فیصلہ آپ کے پاس آ گیا۔ آپ چک نمبر 100/DB میں تشریف لے گئے۔ اور دونوں پارٹیوں کو اکٹھا کیا۔ حاجی نواب الدین نے فرمایا مسجد کی قیمت کا حساب لگاؤ۔ مسجد کی قیمت 35000 روپے لگی۔ آپ نے اپنی جیب سے 35000 روپے ادا کر دیے۔ اور مسجد ارائیں برادری کے پاس رہ گئی۔ آپ نے

اعلان فرمایا کہ مسجد سب کی ہے۔ ہر کوئی اس مسجد میں نماز ادا کر سکتا ہے۔

''مدرسہ عربیہ شیر ربانی'':

جب چک نمبر 8/DNB یزمان میں ''مدرسہ عربیہ شیر ربانی'' کا قیام عمل میں آیا تو اس کی تعمیر میں آپ نے کثیر رقم خرچ کی۔ وہاں خود تشریف لے جاتے اور مسجد کی تعمیر کی نگرانی کرتے۔ اور بڑے خوش ہوتے کہ ہمارے پیرومرشد اس علاقے میں ایک عظیم پودا لگا رہے ہیں۔ جب مدرسہ کا سالانہ جلسہ ہوتا تو لنگر شریف کا بڑا اچھا اہتمام کرواتے اور صوفی جمیل احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے گھبرانا نہیں۔ اچھے سے اچھا انتظام کرو۔

سالانہ اجلاس کی صدارت:

سالانہ جلسہ کی صدارت ہمیشہ آستانہ عالیہ شرقپور شریف کے سجادہ نشین و بانی تحریک یوم مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ اس سالانہ جلسہ کی صدارت صاحبزادہ حضرت میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے رہے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت میاں ولید احمد جواد شرقپوری جلسوں کی صدارت فرماتے ہیں۔

اجلاس کے لیے لوگوں کو اکٹھا کرنا:

اس وقت عام سواری نہیں تھی۔ اس لیے ٹریکٹر، ٹرالی کا زیادہ استعمال ہوتا تھا۔ چک نمبر 107/DB سے لوگوں کو ٹرالی میں بٹھا کر جلسہ گاہ میں پہنچایا جاتا تھا۔ تین چار چکر لگانے پڑتے تھے۔ اس کا اہتمام حاجی نواب الدین رحمۃ اللہ علیہ کیا کرتے تھے۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کو اپنے ٹریکٹر کی ٹرالی میں جلسہ گاہ میں لایا کرتے اور جلسہ ختم

ہونے پر ان کو دوبارہ ان کے گھروں تک پہنچایا کرتے تھے خواہ ان کو کتنے چکر ہی کیوں نہ لگانے پڑتے تھے۔ بڑی دیر تک حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کوٹرالی میں چارپائی رکھ کر اس پر بستر بچھا کر بٹھاتے اور پورے علاقے کا دورہ کراتے۔ جب تک حاجی صاحب زندہ رہے یہ سلسلہ چلتا رہا۔

ضرورت مندوں کی حاجت روائی:

چک کے ضرورت مند لوگ آپ کے پاس آتے تو آپ ان کی ضرورت پوری کرتے۔ آپ نے لکڑی کا ایک صندوق بنوایا تھا۔ اس میں اپنے پیسے رکھتے تھے۔ جب کوئی ضرورت مند آتا یا کوئی ادھار پیسے لینے آتا تو آپ فرماتے: ''بیلیا! اوہ صندوق اے، اس میں سے جتنے پیسے لینے ہیں لے جا، پھر ایسے طرح ہی اتھے لیا کے رکھ جائیں۔'' نہ اپنے ہاتھ سے کسی کو پیسے دیتے اور نہ ہی واپسی پر کسی سے اپنے ہاتھ سے پیسے لیتے۔ بلکہ لانے والے کو ہی کہتے جہاں سے پیسے لیے تھے وہیں رکھ دو۔ حساب بالکل نہیں رکھتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ بے حساب دیتا ہے تو ہمیں بھی اس طرح اللہ تعالیٰ کی راہ میں بے حساب خرچ کرنا چاہیے۔

حضرت ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کا دور:

حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال (3/ربیع الاول 1347ھ بمطابق 20/اگست 1928ء بعمر 65 سال شرقپور شریف میں ہوا) کے بعد آپ کے برادر حقیقی حضرت میاں غلام اللہ شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے حاجی نواب الدین کی خوب سرپرستی کی۔ اور حاجی صاحب بھی اپنے پیرومرشد حضرت شیر ربانی جیسی خدمت بجالاتے۔ آپ کی تابعداری مثالی تھی۔ حالانکہ اس زمانہ میں آمدورفت میں کافی دشواری

تھی۔لیکن پھر بھی حاجی صاحب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں وقتاً فوقتاً حاضری دیا کرتے تھے۔ یہ آپ کی محبت وخدمت کا صلہ ہے کہ حضرت میاں غلام اللہ شرقپوری نقشبندی مجددی المعروف بہ ''ثانی لاثانی'' رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ بہاولپور یزمان منڈی چک نمبر 107/D.B. میں تشریف لائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑا کرم فرمایا اور چک نمبر DB/107 یزمان کی سرزمین کو بھی اپنے کرم سے رنگ دیا۔

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کا دور:

حضرت ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال (7/ربیع الاول 1377ھ بمطابق 13/اکتوبر 1957ء) کے بعد آپ کے لخت جگر نورنظر حضرت فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ آستانہ عالیہ شیر ربانی وثانی لاثانی رحمہما اللہ تعالیٰ کے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے بعد فخر شیر ربانی میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ اجلاس کی صدارت کیا کریں گے۔مگر ہوتا وہی ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔ میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے 5۔جنوری 2012ء کو بروز جمعرات ہوگیا۔اس طرح میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کو اجلاسوں کی صدارت کا بہت کم وقت ملا۔

موجودہ دور:

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال (11۔ستمبر 2013ء بروز بدھ) کے بعد سالانہ اجلاسوں کی صدارت صاحبزادہ میاں ولید احمد جواد شرقپوری اور صاحبزادہ میاں محمد صالح شرقپوری فرماتے ہیں۔ یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔ یہ دونوں حضرات بہاولپور کے علاقوں کا وقتاً فوقتاً دورہ بھی کرتے رہتے ہیں۔

حاجی نواب الدین مرحوم کے بعدان کے پوتے حاجی اصغر علی نقشبندی مجددی مہتمم مدرسۃ البنات عربیہ نقشبندیہ شیر ربانی 107/DB یزمان اس سلسلے کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

عرس حضرت ثانی لاثانی کا اہتمام:

حاجی نواب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میاں غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ عرس منانے کی منظوری لی اور سالانہ عرس اپنے چک نمبر 107/DB میں مناتے رہے۔ 61واں سالانہ عرس منایا جارہا ہے۔

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ اور فخر شیر ربانی کا عرس:

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ اور فخر شیر ربانی میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے عرس بھی منائے جاتے ہیں۔

حاجی نواب الدین کا وصال:

حاجی نواب الدین بیمار ہو گئے اور بیماری آہستہ آہستہ زور پکڑتی گئی۔ جب زیادہ بیمار ہوئے تو آپ کو بہاولپور وکٹوریہ ہسپتال میں داخل کرادیا گیا۔ تقریباً 15 دن آپ وہاں زیر علاج رہے۔ اس دوران حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ 2 دفعہ آپ کی تیمارداری کے لیے تشریف لائے۔ جب یہاں کے ڈاکٹروں نے جواب دے دیا تو پھر آپ کو نشتر ہسپتال ملتان میں داخل کرادیا گیا۔ وہاں تقریباً ایک ہفتہ رہے۔ لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا اور ڈاکٹروں نے کہا ان کو گھر لے جاؤ اور ان کی خدمت کرو۔ اللہ تعالیٰ شفاء عطا کرنے والا ہے۔ آخر آپ کو ملتان سے گھر واپس لے آئے۔ اس طرح دو تین دن گھر رہنے کے بعد آپ 15 فروری 1988ء کو بروز پیر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّااِلیہ رَاجِعُوْن ط

ایسی ہستیاں روز روز پیدا نہیں ہوتیں
ایسے درویشوں کا تاریخ میں نام آتا ہے
وہ جو لوگ اہل کمال تھے وہ کہاں گئے
وہ جو آپ اپنی مثال تھے وہ کہاں گئے
تیری محفل بھی گئی تیرے چاہنے والے بھی گئے
شب کی آہیں بھی گئیں صبح کے نالے بھی گئے
دل تجھے دے بھی گئے اپنا صلہ لے بھی گئے
آ کے بیٹھے بھی نہ تھے اور نکالے بھی گئے
آئے عشاق گئے وعدہ فردا لے کر
اب انہیں ڈھونڈ چراغ رُخ زیبا لے کر

مشن جاری:

حاجی نواب الدین کے وصال کے بعد ان کے پوتے حاجی اصغر علی نقشبندی مجددی ان کے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جاری ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ حاجی نواب الدین رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ ختم بھی جاری ہے۔ بہت اچھے انتظامات ہوتے ہیں۔ دونوں عرسوں کی صدارت حضرت صاحبزادہ میاں ولید احمد جواد شرقپوری صاحب فرماتے ہیں۔ حاضری کے لحاظ سے یہ اس علاقے میں پہلے نمبر پر ہیں۔ لنگر شیر ربانی کا بہت اچھا اہتمام ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ محرم الحرام میں 7 محرم الحرام کو جو قافلہ میاں صاحب مختلف درباروں پر لے کر جاتے ہیں وہ اب بابا جی چنن پیر رحمۃ اللہ علیہ بھی لے کر آتے ہیں۔ وہ قافلہ محرم الحرام کی 7 تاریخ کی شام کو چنن پیر سے واپس چک نمبر 107/DB حاجی اصغر علی کے ہاں ہی ٹھہرتا ہے۔ اور رات یہاں

رہتا ہے۔ صبح ناشتہ کر کے یہ قافلہ اوچ شریف روانہ ہو جاتا ہے۔ یہ قافلہ تقریباً 200 افراد پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کا انتظام بھی حاجی اصغر علی صاحب کرتے ہیں۔ اس طرح اپنے بزرگوں کے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ یہ سب فیضان حاجی نواب الدین رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے پیرو مرشد اعلیٰ حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ، فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ، فخر شیر ربانی میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا اور ان کے بڑوں کا شروع کیا ہوا ہے۔ اور جاری و ساری ہے اور جاری و ساری رہے گا ان شاء اللہ۔

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور پروفیسر ڈاکٹر خالق داد ملک رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش:

ڈاکٹر خالق داد ملک سیالوی رحمۃ اللہ علیہ ولد اللہ دتا ملک کا تعلق قریہ عظیمہ سیال شریف سے ہے۔ آپ 1963ء کو پیدا ہوئے۔

تعلیمی مدارج:

دار العلوم ضیاء شمس الاسلام میں چھٹی کلاس سے گریجویشن تک اور عامہ سال اول سے دورہ حدیث شریف تک تعلیم حاصل کی۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری علوم میں بھی شاندار کامیابیاں سمیٹیں۔ میٹرک میں فرسٹ ڈویژن لی اور سرگودھا بورڈ سے میرٹ پر سکالرشپ کے مستحق قرار پائے۔ ایف۔ اے میں سرگودھا بورڈ سے قائداعظم گولڈ میڈل حاصل کیا اور منسٹری آف ایجوکیشن اسلام آباد سے ''نشان حیدر سکالرشپ'' حاصل کیا۔ 1981ء میں دار العلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف کی طرف سے ''شہادت العالمیہ'' مکمل کیا۔ 1983ء میں ایم اے عربی فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ 1985ء میں ایم۔ اے اردو لینگوئج اینڈ لٹریچر پاس کیا۔ 1991ء میں پی ایچ ڈی ان عربیک پنجاب یونیورسٹی سے مکمل کی۔ 1999ء میں کنگ سعودیہ یونیورسٹی ریاض سعودی عرب سے ''ڈپلومہ ان ٹیچنگ عربیک ٹو نان سپیکرز'' میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔

کیرئیر کا آغاز:

اپنے کیرئیر کا آغاز پنجاب یونیورسٹی میں بطور لیکچرار کیا (1987ء۔1995ء) پھر اسسٹنٹ پروفیسر (1995ء۔ 2000ء) پھر ایسوسی ایٹ پروفیسر ان عربیک (2000ء۔ 2021ء) پروفیسر آف عربیک پنجاب یونیورسٹی، وزیٹنگ پروفیسر علماء اکیڈمی اوقاف لاہور، ورکشاپ ٹیوٹر عربی ٹیچر ٹریننگ پروگرام علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد (1992ء۔ 1997ء) اور پارٹ لیکچرار (عربی)، ورکشاب آف ماسٹر ٹریز آف مڈل سکول، ڈیپارٹمنٹ آف سٹاف ڈویلپمنٹ حکومت پنجاب ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ (1994ء) میں وزیٹنگ پروفیسر منہاج یونیورٹی لاہور، ڈین فیکلٹی آف سٹاف اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

ڈاکٹر صاحب کی ریسرچ سکالرز کے لیے خدمات:

ڈاکٹر صاحب کی عظیم خدمات کی ایک جھلک پیش خدمت ہے:

پی ایچ ڈی کے 26 طلباء، ایم فل کے 30 طلباء، ایم۔اے 101 طلباء نے اپنا ریسرچ ورک آپ کی زیر نگرانی مکمل کیا۔ پی ایچ ڈی کے 4 طلباء، ایم فل کے 2 طلباء جبکہ ایم۔اے کے 2 طلباء اس وقت آپ کے زیر نگرانی اپنا ریسرچ ورک جاری رکھے ہوئے تھے۔1

پروفیسر ڈاکٹر خالق داد ملک رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مضمون (سچے عاشق رسول ﷺ ''فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ'') میں رقمطراز ہیں:

فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔ اللہ رب العزت نے انسان کو تخلیق فرمایا اور نیابت کا تاج اس کے سر پر سجایا۔ اس کو راہ ہدایت پر گامزن رکھنے کے لیے انبیا و مرسلین علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور کم و بیش ایک لاکھ

چوبیس ہزار انبیاء و مرسلین علیہم السلام یکے بعد دیگرے اس جہان فانی میں فلاح انسانی کے لیے تشریف لائے اور سب سے آخر میں ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ختم نبوت کا تاج پہن کر تشریف لائے تو سلسلہ نبوت و رسالت آپ ﷺ پر ختم ہو گیا۔

اس کے بعد امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ذمہ داری علماء و اولیائے اُمت کے ذمہ آئی جس کو اللہ رب العزت کے ان برگزیدہ بندوں نے احسن طریقے سے نبھایا اور دین متین کی حفاظت اور اس کی ترویج و اشاعت میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اولیاء اللہ نے بالخصوص اپنے حکیمانہ طرز تبلیغ اور اپنے قول و عمل کی یگانگت کے زور سے ہر دور میں دین محمدی ﷺ کا پرچم بلند رکھا اور کسی بھی موقع پر اس کو سرنگوں نہیں ہونے دیا۔

زمانہ کروٹ بدلتا رہا۔ لیل و نہار کی گردش جاری رہی، ظلم و ستم کی تند و تیز ہوائیں چلتی رہیں، کفر کے ریلے حملہ کرتے رہے، جبر و تشدد بھی اپنے حربے آزماتا رہا' ضلالت و گمراہی بھی ایڑھی چوٹی کا زور لگاتی رہی' مختلف فتنے اور فسادات اپنے مکروہ اور مذموم ارادوں کے ساتھ دین متین پر حملہ آور ہوتے رہے اور کسی نہ کسی ذریعے سے اس کو مٹانے اور مسخ کرنے کی کوشش کرتے رہے لیکن یہ سب فتنے رب العزت کے ان برگزیدہ بندوں کی قوت و ہمت اور استقامت کے سامنے ناکام ٹھہرے۔ یہ نفوسِ قدسیہ ہر دور میں ظلم و جبر کا ڈٹ کر مقابلے کرتے رہے اور کمال صبر و ہمت کے ساتھ ہر ستم گر کو للکارتے رہے کہ

ادھر آ ستم گر ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

اور یہ سلسلہ سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر آج تک قائم ہے۔ کسی دور اور زمانہ میں بھی اولیاء اللہ نے دین متین کو تنہا اور بے سہارا نہیں چھوڑا۔ وہ عظیم

ہستیاں کہ جنہوں نے اشاعت وتحفظ دین میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں چھوڑا وہ دامے، درمے، سخنے، قدمے، دین متین کی خدمت کرتے رہے اور اپنے روشن عمل اور خوبصورت اندازِ تبلیغ کے ذریعے اسلام کو گھر گھر پہنچایا۔ اُن میں ایک عظیم نام فخر المشائخ پیر طریقت رہبر شریعت حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمتہ اللہ علیہ کا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ دورِ حاضر کے وہ عظیم اور بے مثال صوفی ہیں جنہوں نے اپنی ساری زندگی دین اسلام کی خدمت اور اس کے تحفظ وترویج واشاعت کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ چشمہ علم وحکمت پیکر خلوص ومحبت منبع رشد وھدایت اور جبل صبر واستقامت تھے۔ خوف خدا آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شعار تھا۔ عشق مصطفیٰ ﷺ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اثاثہ تھا۔ حق گوئی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وطیرہ تھا۔ مہمان نوازی آپ کا ورثہ تھا اور دین حق کی سر بلندی اور ترویج آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مشن تھا۔

فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ساری حیاتِ مستعار سنت سے عبارت تھی، تحمل و بردباری، عجز وانکساری، شرم وحیاء، مہمان نوازی، غریبوں اور ناداروں کی مدد، علماء کی قدردانی، ہم نشینوں سے برابری کا برتاؤ، احباب کی خوشی غمی میں شرکت، خوش خلقی، سادگی، میانہ روی، حق گوئی، توکل، اتباع سنت، علم سے محبت، انگریزی تہذیب سے نفرت اور بدعات سے نفرت جیسی خصوصیات نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کو مشعل ہدایت بنادیا تھا۔

حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ ایک درد دل رکھنے والے انسان تھے امتِ مسلمہ کے بالعموم اور پاکستان کے حالات کے حوالے سے بالخصوص مغموم وپریشان رہتے تھے۔ اس حوالے سے مختلف تحریکوں میں شمولیت اختیار کی اور کئی ایک تحریکوں کی

قیادت بھی سنبھالی، نظام مصطفیٰ ﷺ کی تحریک ہو یا فتنہ قادیانیت کو کچلنے کی تحریک آپؒ کا کردار بے مثال نظر آتا ہے۔ قانون قدرت ہے۔

(کلُ نفسٍ ذائقة الموت) حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ ۵ ذیعقد ۱۴۳۴ھ / بمطابق 11 ستمبر 2013ء بروز بدھ شام پانچ بجے ہمیں داغ مفارقت دے کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

بقول اقبال رحمۃ اللہ علیہ:

تیری محفل بھی گئی، چاہنے والے بھی گئے
شب کی آہیں بھی گئیں، صبح کے نالے بھی گئے
دل تجھے دے بھی گئے ،اپنا صلہ لے بھی گئے
آکے بیٹھے بھی نہ تھے اور نکالے بھی گئے
آئے عشاق، گئے وعدہ فردا لے کر
اب انہیں ڈھونڈ چراغ رُخ زیبا لے کر!

لکھنا تو بہت کچھ چاہتا تھا لیکن علالت طبع کے باعث یہ چند سطریں لکھ سکا۔ اللہ تعالیٰ ان کے طفیل مجھے صحت کاملہ عطا فرمائے (آمین) گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ 2

وفات:

پروفیسر ڈاکٹر خالق داد ملک سیالوی رحمۃ اللہ علیہ 9/اکتوبر 2021ء بروز ہفتہ خالق حقیقی سے ملے۔ **اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن**۔ ان کی نمازِ جنازہ قاری حبیب اللہ امام مسجد نے پڑھائی اور ان کو آبائی قبرستان دادا باغ سیال شریف میں سپرد خاک کیا گیا۔ جہاں وہ جنت کی بہاریں لوٹ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ امین!

حواشی

1۔ پروفیسر ڈاکٹر خالق داد ملک رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات جو کہ ان کے بیٹے (صاحبزادہ محمد قاسم سیالوی، ناظم اعلیٰ و پرنسپل دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام، آستانہ عالیہ سیال شریف ساہیوال، ضلع سرگودھا) نے مہیا کیے۔

2۔ ماہنامہ نور اسلام......فخر المشائخ نمبر 2015ء، جلد دوم (دسمبر۔2015ء)، ص۔117 تا 119

[راقم السطو (ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری) جب نور اسلام کے فخر المشائخ نمبر 2015ء کی تیاری ہو رہی تھی تو مختلف ذرائع سے مضامین اکٹھے کیے جا رہے تھے۔ اس وقت پروفیسر ڈاکٹر خالق داد ملک صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر فالج کا حملہ ہوا تھا۔ جب راقم الحروف (ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری) ذاتی طور پر ان کے پاس مضمون لینے کے لیے گیا تو فرمانے لگے کہ ابھی چند دن ٹھہر جاؤ۔ صحت بحال ہوتے ہی مَیں کسی طالب علم کو مضمون لکھا دوں گا۔ تم آ کر لے جانا۔ چند دنوں کے بعد جب راقم مضمون لینے کے لیے گیا تو انہوں نے مجھے مضمون دے دیا۔ یہاں یہ بات واضح کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب سے میرے دیرینہ تعلقات تھے۔ راقم بلا جھجک ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے آفس میں ملاقات کر لیتا تھا۔ راقم جب کوئی نئی کتاب شائع کرتا تو ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک کتاب ضرور پیش کرتا اور وہ بڑے خوش ہوتے کیونکہ وہ خود بھی بہت سی کتابوں کے رائٹر تھے۔ راقم نے 2012ء۔ 2013 کے سیشن میں رول نمبر 012064 کے تحت Diploma In Arabic میں داخلہ لیا تو ڈاکٹر موصوف ہمیں پڑھاتے تھے۔ اس طرح وہ میرے استاد بھی ہیں۔ ان کا احترام کرنا مجھ پر لازم ہے]

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور ڈاکٹر محمد اجمل خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ

ڈاکٹر محمد اجمل خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ 1946ء کو موسیٰ خیل میانوالی میں پیدا ہوئے۔ زمانہ طالب علمی کے دوران ہی ان کی ادبی صلاحیتیں کھل کر سامنے آنے لگیں۔ وہ گورنمنٹ کالج لاہور کے میگزین راوی اور پنجاب یونیورسٹی کے محور کے مدیر رہے۔ مختلف علمی ادبی مجالس سے بھی وابستگی رہی۔ گارڈن کالج راولپنڈی، گورنمنٹ کالج میانوالی میں لیکچرار رہے۔ بعدازاں گورنمنٹ کالج اور ایف سی کالج لاہور سے بھی وابستہ رہے۔ قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور نظریہ پاکستان سے محبت ان کو جناب مجید نظامی رحمۃ اللہ علیہ کے قریب لائی اور وہ روزنامہ ''نوائے وقت'' میں تادم مرگ کالم ''بے نیازیاں'' لکھتے رہے۔ اجمل نیازی میں انکساری، سنجیدگی کے باوجود ان کے چہرے پر مسکراہٹ رہتی تھی۔ ان کی مخصوص پگڑی اور سفید شلوار قمیض ان کی اپنے کلچر سے محبت کا ثبوت تھی۔ وہ تاحیات اپنے قلم سے محسنین پاکستان اور نظری پاکستان کی آبیاری کرتے رہے اور ان کے مخالفین کے لیے شمشیر برہنہ رہے۔ ان کی متعدد تصانیف کو ارباب فکر ونظر اور عوام سے بھرپور پذیرائی حاصل ہوئی۔ حکومت پاکستان نے انہیں ان کی علمی وادبی خدمات پر ''ستارہ امتیاز'' سے نوازا۔ ڈاکٹر اجمل نیازی 18 اکتوبر 2021ء / 11 ربیع الاول 1443ھ اتوار اور پیر کی درمیانی شب کو 74 برس کی عمر میں لاہور میں انتقال کر گئے۔ **اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ** ط ادارہ ''نوائے وقت'' نے ان کی وفات پر ان کے اہلخانہ کے لیے صبر جمیل اور ان کی مغفرت کے لیے دعا کی ہے۔ 1

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے کسی عاشق نے آپ کے عشق میں کیا خوب کہا ہے:

میں نے اخلاق فخر المشائخؒ کی محبت کے بڑے دل نشین انداز دیکھے ہیں
آپؒ کی یاد میں عاشقوں کی آنکھوں میں آنسوؤں کے جھلکتے انبار دیکھے ہیں

روزنامہ ''نوائے وقت گروپ'' کے چیف ایڈیٹراور''نظریۂ پاکستان ٹرسٹ'' کے چیئر مین جناب ڈاکٹر مجید نظامی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے آستانہ عالیہ شرقپور شریف سے عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے نہ صرف فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ اوران کے صاحبزادے میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر پھولوں کی چادریں چڑھائی گئیں بلکہ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ طیبہ پر مضامین بھی شائع کیے۔ اوراسی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے''ایوان کارکنان تحریک پاکستان''میں جناب ڈاکٹر مجید نظامی کی زیر صدارت ایک ''تعزیتی ریفرنس'' کا اہتمام کیا گیا جو مورخہ 8/اکتوبر 2013ء بروز منگل''ایوان کارکنان تحریک پاکستان'' کے مرکزی ہال میں انعقاد پذیر ہوا۔ اس ''تعزیتی ریفرنس'' میں شرکت کے لیے جناب ڈاکٹر مجید نظامی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ پاکستان کے نامور علماء ومشائخ، دانشور، جج صاحبان، پروفیسر حضرات نے خصوصی طور پر شرکت کی اور فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تعزیتی تقریب میں آپ کی حیات وخدمات کو دل کی گہرائیوں سے خراج تحسین پیش کیا گیا۔

عقیدت ومحبت:

ڈاکٹر محمد اجمل خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ نے فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے تعزیتی ریفرنس میں اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کچھ اس طرح سے کیا:

اب میں تو صرف عقیدت کے چند پھول فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد

شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے لایا ہوں۔ مجھے ایک دوبار شرقپور شریف جانے کا اتفاق ہوا۔ اور جب میں لاہور سے نکلا تو تنہائیوں نے مجھے گھیر لیا۔ خاموشیوں کی پناہ گاہ میں شرقپور شریف پہنچا۔ وہ اللہ والے کیسے آدمی تھے جنہوں نے دور دراز کی بستیوں میں اپنا ٹھکانا بنایا۔ ہم لوگ تو شہروں کی طرف آتے ہیں مگر اللہ والے جو ہیں اکیلی جگہوں کی طرف جاتے ہیں۔ یہ چھوٹی چھوٹی بستیوں کی طرف جاتے ہیں۔ جہاں پر ولی اللہ قیام کرتا ہے تو وہ بستی پوری دنیا میں مشہور ہو جاتی ہے۔ آپ نظر دوڑائیں، آپ دیکھیں جتنی بھی خانقاہیں، میں انہیں خانقاہیں نہیں کہتا، میں انہیں بارگاہیں کہتا ہوں کہ خانقاہ کے ساتھ (نگیٹیو) قسم کا تاثر پیدا ہو گیا ہے تو خانقاہیں نہیں ہیں بلکہ بارگاہیں ہیں۔ اور میں ان لوگوں سے اپیل کرتا ہوں کہ اگر وارث ہیں ان خانقاہوں کے کہ وہ ان کو بارگاہوں میں تبدیل کر دیں، پھر بات بنے گی تو یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے تنہائیوں کو آباد کیا، یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے خاموشیوں کو زبان دی۔ یہ اسرار والے لوگ تھے، انوار والے لوگ تھے۔ یہ ایسے لوگ تھے کہ جن کا قلب بھی زندہ تھا، جن کی قبر بھی زندہ ہے۔

میں قربان اوہناں تو باہو
قبر جنہاں دی جیوے ھُو

تو یہ ٹیسٹ بھی ہے کہ وہ آدمی جس کی قبر بھی زندہ ہے، وہ ولی ہے، اس کا تعلق اللہ کے ساتھ ہے۔ آپ داتا دربار چلے جائیں تو آپ کو معلوم ہوگا دربار تو ہے۔ کسی حکمران کی بارگاہ دربار نہیں ہو سکتی۔ اور کبھی نہ ہوا کہ ولی جو ہے کسی حکمران کے دربار میں پہنچا ہو، ہمیشہ حکمران جو تھے، وہی ولیوں کے درباروں میں پہنچتے ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے، جن کی محفل بھی آباد ہے، جن کا مرقد بھی آباد ہے۔ جن کی محفل میں ہر طرح کے لوگ بیٹھے ہوتے ہیں جو مسلمان نہیں ہوتے تھے۔ لیکن ان کا دل مسلمان ہوتا تھا۔ جب وہ اس محفل میں موجود ہوتے تھے،

وہ دل سے مسلمان ہوتے تھے تو حکمران کیا جانیں دلوں کی حکومت کیا ہوتی ہے۔ دلوں پر حکمرانی کیا ہوتی ہے۔ یہ جو لوگ ویرانی کو حیرانی میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ کیونکہ آج کل جو ہیں پریشان زیادہ ہیں۔ آج کل لوگوں کو حیران کرنا بھی نیکی ہے۔

میرے خیال میں میری ملاقات حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے تو زیادہ نہیں ہوئی۔ میری ملاقات حضرت میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ ہوئی ہے۔ میں حیران تھا۔ آپ میرے ساتھ محبت کرتے تھے۔ جب میں ان کو نظر آتا تھا ''نظریہ پاکستان ٹرسٹ'' میں، ایک تو وہ ''نظریہ پاکستان ٹرسٹ'' کی ہر محفل میں موجود ہوتے تھے۔ یہ کبھی ہوا نہیں تھا کہ ''نظریہ پاکستان ٹرسٹ'' میں کوئی اجتماع ہو اور وہاں پر حضرت میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نہ ہوں۔ اور وہ بیٹھے ہوتے تھے۔ اور ان کے دوست عزیز مرید بھی ہوتے تھے۔ میں جب ان کے سامنے سے گزرتا تھا تو مجھے بُلا لیتے تھے۔ اور میرے ساتھ باتیں کرتے تھے۔ میں سمجھتا ہوں یہ میری عقیدت ہے۔ یہ میری محبت ہے۔ اُس خاندان کے ساتھ ہے، اسی وجہ سے ایک کشش جو تھی وہ ان کے دل میں پیدا ہوتی تھی۔ لوگ میری باتوں کا عجیب وغریب مطلب بھی نکالتے ہیں ورنہ میں تو اس حصول کی کیفیتوں میں پڑا ہوا ہوں اور میں پاکستان کو قریہ عشق محمد ﷺ کہتا ہوں۔ مجھے یہ بھی خوشی ہے کہ غازی صاحب نے ایک دفعہ کوٹ کیا تھا۔ یہ وہ شخص ہے جو پاکستان کو قریہ عشق محمد ﷺ کہتا ہے۔ اسلام کے نام پر یہ خطہ بنایا گیا۔ یہ خطہ عشق مصطفٰی ﷺ کی عطا ہے۔ اور جب تک عشق رسُول ﷺ کا چراغ لوگوں کے دلوں میں جلتا رہے گا۔ یہ ملک قائم رہے گا۔ یہ ملک قائم رہنے کے لیے بنا ہے کیونکہ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ یہ جو علاقہ جسے ہم پاکستان کہتے ہیں یہاں کے رہنے والوں کے دلوں میں جو عشق رسُول ﷺ ہے اس کی مثال ہی نہیں ملتی۔ پورے عالم اسلام میں یہ وہ خطہ ہے جس طرف میرے آقا مولا ﷺ نے

انگشت شہادت سے اشارہ کر کے فرمایا تھا ''مجھے ادھر سے ٹھنڈی ہوا آتی ہے''۔ٹھنڈی ہوا کبھی تو چلے گی۔ اور ٹھنڈی ہوا میرا جو خیال ہے تمام کفار کو اور تمام باطل قوتوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائے گی۔ ایک اور بات جو میرے ذہن میں آئی ہے۔ غزوہ بدر اور غزوہ احد وہ لڑائی ہے جس میں رسُول کریم ﷺ بنفس نفیس شرکت کرتے ہیں اور شرکت کی قسمیں بھی ہیں جو ہم نہیں جانتے۔ جس طرح شہید کی کئی قسمیں ہیں جو کہا جاتا ہے کہ شہید زندہ ہیں تو ہم بعض لوگ سوچتے ہیں کیسے زندہ ہیں۔ وہ اتنے زندہ ہیں اُن کی زندگی کے بارے میں صرف اللہ کی ذات جانتی ہے کوئی اور شخص نہیں جان سکتا اور ہم سے زیادہ زندہ ہیں۔ جس کی ایک مثال صرف یہ ہے کیاری سیکٹر کے برف زاروں سے دب جانے والے شہیدوں کے جسد خاکی کو جنرل کیانی نکال کر لائے وہاں سے اور گھروں کے قبرستانوں کے اندر لا کر دفن کیا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک شہید کی ماں روتی تھی اور کہتی تھی شہید زندہ ہوتا ہے۔ برف میں میرے بیٹے کو سردی لگتی ہوگی۔ اُس کو نکال کر لاؤ اور اُس کو قبر میں ڈالو۔ اگر لوگ قبر میں کسی کو ڈالتے ہیں وہ سمجھتے ہیں ہم نے اس کو اللہ کے حوالے کر دیا ہے۔ قبر صرف مٹی کی ہوتی ہے۔ برف کی قبر نہیں ہوتی۔ اسے کچھ لوگ جلاتے ہیں۔ کچھ لوگ اور طریقے اختیار کرتے ہیں۔ لیکن قبر جو ہے میں سمجھتا ہوں، یہ ایسی جگہ ہے کہ جس کے لیے کہنا چاہیے وہ آخری آرام گاہ ہے۔ دنیا میں آدمی مرتا ہے اور قبر میں جا کے آدمی زندہ ہوتا ہے۔

قبریں زندہ ہیں۔ کہا جاتا ہے اور اُس کی قبر ہے۔ جب شہر میں آتے ہیں، یہ کہتے ہیں یہ اس کا مال تھا۔ یہ حکومت والے تھے۔ اور کافر کب سمجھ سکتے ہیں۔ یہ اُس کی قبر ہے یعنی قبر زندہ ہے۔ مال زندہ نہیں ہے۔ مال تھا میں تبدیل ہوتا ہے۔ اور قبر ہمیشہ رہتی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

حضرات گرامی میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو لوگ تھے، جنہیں ہم ولی اللہ کہتے ہیں، جس طرح قصوری صاحب نے فرمایا کہ غنیمت نہیں بلکہ نعمت غیر مترقبہ ہیں اور جب تک یہ ہیں۔ یہ کائنات جنت بن سکتی ہے۔ میرے آقا مولا رسُول کریم ﷺ آخرت کے لیے جنت کا وعدہ لے کر نہیں آئے تھے۔ وہ اس دنیا کو بھی جنت بنانے آئے تھے۔ اور انہوں نے جنت بنا کر دکھا دی۔ اور جس طرح یہاں کہا گیا اگر رسُول کریم ﷺ کے نقش قدم پر چلا جائے تو پھر یہ دنیا جنت بن سکتی ہے۔ ہمیں چاہیے ہم اولیاء اللہ کو اپنا ''رول ماڈل'' بنائیں۔ اُن کی عقیدت کو تیز کریں۔ اپنے دلوں میں، کیونکہ میں یہ بھی کہتا ہوں عقیدت جو ہے وہ عقیدے سے بڑی ہوتی ہے۔ عقیدت ہے تو پھر عقیدے کی حفاظت ہو سکتی ہے۔ عقیدت اپنے دل میں رکھو، عقیدہ خود بخود آپ کے دلوں میں راسخ ہوتا چلا جائے گا۔

یہاں غازی صاحب نے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا جو واقعہ بیان کیا ہے جو علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے تو انہوں نے اُس واقعہ کی تفصیل بتائی تو وہ یہ شعر سنانا بھول گئے۔ مجھے غازی صاحب کے گھر میں میلاد کی محفلیں اور اولیاء اللہ کے ذکر کی کئی محفلیں (Attend) کرنے کا موقع ملا ہے اور اُس سے مجھے بڑا فائدہ ہوا ہے۔ میں اب تک اُس فائدے کو یاد کرتا ہوں۔ اور اپنے دل میں محسوس کرتا ہوں تو علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے شرقپور شریف سے واپس آتے ہوئے یہ شعر کہا تھا۔

نہ پوچھ اِن خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

اور یہ یدِ بیضا اُن کے ہاتھ میں تھا اور چمکتا تھا۔ اُس کی چمک چاروں طرف پھیلتی تھی۔ دنیا اس سے پُرنُور تھی۔ حضرات گرامی میں کہوں، حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

وہ اُس بارگاہ کے بانی تھے۔ ولی جب بھی سجادہ نشین ہوتا ہے ۔ وہ اپنے آپ کو اللہ کا شیر سمجھتا ہے اور وہ لوگ جو اس ملک میں سیاسی شیر ہیں ۔اس پر غور کرنا چاہیے کہ روحانیت دنیا کی کسی بڑی حقیقت سے بڑی حقیقت ہے۔شیر محمد ﷺ کا ہوتا ہے،سیاست کا نہیں۔2

حواشی

1۔ روزنوائے وقت،لاہور۔جلد 81،منگل 12 ربیع الاول 1443ھ/19۔اکتوبر 2021ء،شمارہ 205

2۔ ماہنامہ نوراسلام۔فخر المشائخ نمبر 2015ء،جلد دوم (ماہنامہ نوراسلام شرقپورشریف ،جلد نمبر 61، شمارہ نمبر 12 دسمبر 2015ء، بمطابق ربیع الاول 1437ھ)،ص۔261 تا 265

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور ڈاکٹر مجید نظامی رحمۃ اللہ علیہ

ڈاکٹر مجید نظامی 13 اپریل 1928ء کو سانگلہ ہل، پنجاب، برٹش انڈیا (موجودہ پاکستان) میں پیدا ہوئے۔ 26 جولائی 2014ء کو 86 سال کی عمر میں رحلت فرما گئے۔ اسلامیہ کالج سے تعلیم حاصل کی۔ 1954ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔اے (سیاسیات) کی ڈگری حاصل کی۔ عملی صحافت میں قدم رکھا اور اپنے بھائی حمید نظامی کے اخبار ''نوائے وقت'' کے عملہ ادارت میں شامل ہو کر لندن چلے گئے۔ وہاں صحافت کی اعلیٰ تعلیم اور عملی تربیت حاصل کی۔ حمید نظامی کی وفات کے بعد ''نوائے وقت'' کی ادارت سنبھالی۔ اپنا ذاتی اخبار روزنامہ ''ندائے ملت'' جاری کیا۔ تقریباً ایک سال بعد روزنامہ ''ندائے ملت'' کو ''نوائے وات'' میں ضم کر دیا۔ اس انضمام کے بعد ''نوائے وقت'' کو طباعت و اشاعت کے نئے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی از سر نو تنظیم کی۔ جس کے تحت ''نوائے وقت'' لاہور کے علاوہ راولپنڈی، ملتان اور کراچی سے بھی شائع ہونے لگا۔ آپ کی رہنمائی، انتظامی قابلیت اور تجربے کی بنیاد پر اب یہ ادارہ ملک کے صف اول صحافتی اشاعتی اداروں میں شمار ہوتا ہے۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' کے علاوہ انگریزی کا روزنامہ ''نیشن'' ہفت روزہ ''فیملی'' اور بچوں کا رنگین رسالہ ''پھول'' بھی اس ادارے کی جانب سے شائع ہوتے ہیں۔ آپ بہت قلم کار تھے۔ سنجیدہ اداریہ نویسی کے علاوہ روزنامہ ''نوائے وقت'' کا مشہور فکاہی کالم ''سرراہ'' بھی لکھتے رہے۔ آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی اور کونسل آف

پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹرز کے صدر یا سیکرٹری منتخب ہوتے رہے ہیں۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' کے ایڈیٹر رہے۔ کالم نگار اور جرنلسٹ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک بیٹی رمیزہ مجید نظامی سے نوازا۔

اعزازات:

1۔ نشان امتیاز

2۔ ستارہ پاکستان

3۔ ستارہ امتیاز۔ 1

اثر چوہان نے اپنے کالم ''زندہ رہیں گے مجید نظامی'' کی ابتداء حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نظم ''فلسفہ غم'' کے ذیل کے شعر سے کی ہے جو انہوں نے مجید نظامی کی وفات پر لکھا تھا۔

ایک بھی پتی اگر کم ہو تو وہ گل ہی نہیں
جو خزاں نادیدہ ہو بُلبُل وہ بُلبُل ہی نہیں

دوسرے انسانوں کی طرح میں بھی کئی خزاں دیدہ بُلبُل ہوا۔ خاص طور پر جب تحریک پاکستان کے دوران 1947ء میرے خاندان کے 26 افراد شہید ہوئے۔ پھر پاکستان میں میرے دادا جی، میری دادی اماں، والد صاحب، والدہ صاحبہ اور باری باری میری دونوں بیگمات خالق حقیقی کو جا ملیں۔ نامور شاعر، ادیب، صحافی جناب احمد ندیم قاسمی (مرحوم) نے ہندوؤں کے اوتار شری کرشن جی مہاراج کے اپدیش ''گیتا'' کے ایک شلوک کو اپنے ایک شعر میں ڈھالتے ہوئے کہا تھا کہ

کون کہتا ہے کہ موت آئی تو مر جاؤں گا
میں تو دریا ہوں سمندر میں اتر جاؤں گا

26 جولائی 2014ء کی صبح صحافت کا مہر عالم تاب ''ڈوب'' گیا۔علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ، قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ اور مادرِ ملت کے افکار ونظریات کے ظفر اور نظریۂ پاکستان کے علمبردار جناب مجید نظامی رحمۃ اللہ علیہ اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف رخصت ہوئے تو نہ صرف ہمیں بلکہ محترم مجید نظامی رحمۃ اللہ علیہ کے لاکھوں ساتھی دوست اور عقیدت مند بھی اپنے گلشن میں ''خزاں دیدہ بُلبُل'' ہوگئے۔سراپا شفقت محترم مجید نظامی رحمۃ اللہ علیہ (جنہیں مرحوم لکھتے ہوئے دل پارہ پارہ ہوتا ہے) کے بارے میں ان کے ہر دوست اور عقیدت مند کا یہی خیال (بلکہ عقیدہ) تھا رہے کہ جناب مجید نظامی رحمۃ اللہ علیہ اس سے سب سے زیادہ شفقت اور محبت کرتے تھے۔میرا بھی یہی پختہ عقیدہ ہے۔ ....میں ''نوائے وقت'' میں اپنی خبروں، رپورٹس اور تبصروں میں پرانی اور نئی نسل کو قیام پاکستان کے مخالفین کے اصل چہرے دکھاتا تھا تو میرا سر فخر سے بلند ہو جاتا۔

مئی 1991ء میں مَیں نے اپنا کالم ''سیاست نامہ'' روزنامہ ''پاکستان'' سے ''نوائے وقت'' میں منتقل کیا جو ڈیڑھ سال تک شائع ہوا۔''نوائے قوت'' میں ''سیاست نامہ'' کا دوسرا دور جولائی 1998ء سے جون 1999ء تک رہا اور تیسرا دور اگست 2012 سے شروع ہوا جو اب تک جاری ہے۔مَیں جہاں بھی رہا جناب مجید نظامی رحمۃ اللہ علیہ سے میری عقیدت اور محبت کا سلسلہ نہیں ٹوٹا۔اس کا کریڈٹ جناب مجید نظامی رحمۃ اللہ علیہ کے انگریزی روزنامہ ''The Nation'' کے ایڈیٹر برادر عزیز سید سلیم بخاری اور ''نظریہ پاکستان ٹرسٹ'' کے سیکرٹری جنرل اور جناب مجید نظامی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص سید شاہد رشید کو جاتا ہے۔اس دوران (جب مَیں ''نوائے وقت'' میں کالم نہیں لکھتا تھا)۔

''کر کے قبول نظامی ہوراں ڈگری دا مان ودھایا اے
بابا مجید نظامی ہوراں تے رب رسول دا سایہ اے''

میرے کالم کو جناب مجید نظامی رحمۃ اللہ علیہ دیکھتے تھے اور اُن کی دفتر سے غیر موجودگی میں ڈپٹی ایڈیٹر برادرم سعید آسی اور جب یہ کالم چھپ جاتا تھا تو جناب مجید نظامی رحمۃ اللہ علیہ اُس کے خلاف بڑے سے بڑے سرکاری/درباری کی شکایت نہیں سنتے تھے۔ یہ رواج دوسرے اخبارات میں نہیں ہے۔ جناب مجید نظامی مجاہد تحریک پاکستان تھے۔ 1962ء میں ''نوائے وقت'' کے بانی جناب حمید نظامی کی وفات کے بعد جب محترم مجید نظامی نے بڑے بھائی کا قلم سنبھالا تو اسی قلم کو ''نظریہ پاکستان کا علم'' بنا دیا۔ ہر دور میں فوجی آمریت اور جمہوری آمریت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ کو ''مادرِ ملت'' کا خطاب دے کر فیلڈ مارشل صدر ایوب خان کے مقابلے میں جنوری 1965ء کے صدارتی انتخابات میں اتارا۔ وزیر اعظم نواز شریف سے 1998ء میں دھماکہ کروایا، یہ کہہ کر کہ ''وزیر اعظم صاحب! آپ فوراً ایٹمی دھماکہ کر دیں ورنہ قوم آپ کا دھماکہ کر دے گی اور مَیں بھی''

جناب مجید نظامی رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور انہیں ''میانی صاحب'' کے قبرستان میں سپرد خاک کیے جانے کے وقت قومی اسمبلی سپیکر جناب ایاز صادق، گورنر پنجاب چوہدری محمد سرور اور وزیر اعلیٰ جناب میاں شہباز شریف اور وزیر ریلوے خواجہ سعد رفیق سمیت مرحوم کے ہزاروں نظریاتی دوست اور عقیدت منداور مختلف شعبوں کے احباب سوگوار تھے۔ گورنر پنجاب نے کہا کہ محترم ''مجید نظامی قوم کے لیے مشعل راہ تھے''۔ میاں شہباز شریف نے کہا کہ ''جناب مجید نظامی صاحب کی رحلت کے بعد پاکستان کی قومی تاریخ کا ایک روشن باب ختم ہو گیا ہے'' ان میں میرے والد رانا فضل محمد چوہان بھی شامل تھے۔ 20 فروری 2014ء کو ''ایوان کارکنان پاکستان'' لاہور میں چھٹی سہ روزہ ''نظریہ پاکستان کانفرنس'' کا پہلا دن تھا۔ مَیں نے سید شاہد رشید کی فرمائش پر کانفرنس کے لیے

''ملی ترانہ لکھا'' جناب مجید نظامی نے مجھے ''شاعر نظریہ پاکستان'' کے خطاب اور ایک شیلڈ سے نوازا۔

جناب مجید نظامی کی نہ صرف روزنامہ ''نوائے وقت'' ''The Nation'' اور دوسری مطبوعات ''وقت نیوز'' ''تحریک پاکستان ورکرز ٹرسٹ'' اور ''نظریہ پاکستان ٹرسٹ'' سے وابستہ سینئر اور جونیئر ارکان کے لیے بھی شیلڈ ''ڈھال'' کی حیثیت رکھتے تھے۔ جناب مجید نظامی کی جاری کردہ مطبوعات کی ساری ذمہ داری محترمہ ''رمیزہ'' مجید نظامی اور تحریک پاکستان ورکرز ٹرسٹ اور ''نظریہ پاکستان'' کی ذمہ داری کرنل (ر) جمشید احمد خان ترین اور جناب مجید نظامی کے دوسرے ساتھیوں پر آن پڑی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جناب نظامی کے افکار و نظریات کی روشنی میں یہ اکابرین اپنا اپنا مشن جاری رکھیں گے۔ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا۔

''مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
یہ حقیقت میں کبھی ہم سے جدا ہوتے نہیں''

اس لحاظ سے کہا جاسکتا ہے کہ ''جب تک پاکستان ہے زندہ، زندہ رہیں گے مجید نظامی''۔2

مجید نظامی رحمۃ اللہ علیہ کا کردار:

خالد بہزاد ہاشمی نے ڈاکٹر مجید نظامی رحمۃ اللہ علیہ کا کردار کچھ یوں بیان کیا ہے:

''پاکستانی صحافت کا ماہِ تاباں، نظریہ پاکستان کے محافظ، آبروئے حریت، ایڈیٹر انچیف نوائے وقت گروپ ڈاکٹر مجید نظامی رحمۃ اللہ علیہ اپنے لاکھوں کارکنوں، مداحوں اور قارئین کو روتا چھوڑ کر رحلت فرما گئے اور ان کی وفات کے ساتھ ہی صحافت کا ایک درخشندہ عہد تمام

ہو گیا۔ پاکستان میں نظریاتی صحافت کے علمبردار جناب ڈاکٹر مجید نظامی رحمۃ اللہ علیہ صحافت کے میدان خاردار میں بہتر (72) سال تک آبلہ پائی کرتے رہے جبکہ باون (52) سال تک انہوں نے روزنامہ (نوائے وقت) کی ادارت کا فریضہ حسن وخوبی سے سرانجام دیا۔ ان کے زیر ادارت نوائے وقت نے ترقی وکامیابی کا سفر بہت برق رفتاری سے طے کیا جس میں ان کی پیشہ ورانہ مہارت، خود اعتمادی، معاملہ فہمی اور قوت فیصلہ کا بہت دخل تھا اور نوائے وقت ان کے زیر ادارت جلد ایک تن آور برگد کی شکل میں قومی صحافت کا سب سے معتبر ذریعہ اور وسیلہ بن گیا۔ بعد میں ان کے زیر سایہ (دی نیشن فیملی میگزین پھول و (ندائے ملت) اور وقت نیوز چینل جیسے اداروں کی بھی یکے بعد دیگرے بنیاد رکھی گئی جو بتدریج ترقی کر کے کامیابی سے ہمکنار رہوا۔

خام مال کو کندن بنا دیا:

کالم نگاروں کی بڑی کھیپ متعارف کرائی۔ پاکستان نوائے وقت کو اس بات کا ہمیشہ اعزاز ہے کہ مختلف اخبارات اور چینل میں جگہ بنانے اور چمکنے چھکنے والے آج کے معتبر کالم نگاروں کو صحافت میں ڈاکٹر مجید نظامی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں ہی متعارف کروایا گیا۔ ان میں سے اکثریت کو نوائے وقت سے ہی پہچان اور بریک تھرو ملا۔ یہاں ہم ڈاکٹر مجید نظامی رحمۃ اللہ علیہ کی مثال نصابی کہانیوں کے اس پارس پتھر سے دے سکتے ہیں۔ جس سے چھونے والی ہر شے سونا بن جاتی ہے۔ وہ خام مال کو کندن بنانے کا ہنر جانتے تھے۔ انہوں نے زندگی کی بھر نوخیزی سے لے کر کہنہ مشق کالم نگاروں کی تحریروں کی نوک پلک سنواری اور ان کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ ان ناموں کی تفصیل تو بہت طویل ہے۔ تاہم ان میں سے وارث میر، نذیر ناجی، ڈاکٹر صفدر محمود، عطاالحق قاسمی،

سید انور قدوائی عبدلقادر حسن، اے۔ آر خالد، رشید احمد خان، مجاہد منصوری، ارشاد احمد عارف، عرفان صدیقی، جواد نذیر، رحمت علی رازی، عبداللہ طارق سہیل، سکندر حمید لودھی، سلماج غنی، طاہر ملک اور دیگر کئی کالم نگار قابل ذکر ہیں۔

کالموں میں پھلجھڑیوں اور نشتر زنی کے اضافے:

انہیں فکاہی کالم نگاری پر بے مثال ملکہ حاصل تھا۔ راقم الحروف (خالد بہزاد ہاشمی) کو ڈسٹرکٹ ڈیسک اور سٹی ڈیسک پر درجنوں نامور کالم نگاروں کے سینکڑوں کالم سالہا سال اندرونی صفحات شائع کرنے کا موقع میسر آیا۔ نظامی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جہاں حکمرانوں کی خوشامد اور مدح سرائی کو ناپسند کرتے ہوئے ان جملوں کو مناسب ایڈیٹنگ کے ساتھ حذف کرتے رہے۔

وہ ان کالموں میں مختلف مقامات پر پھلجھڑیاں، نشتر زنی اور کاٹ دار جملے بھی تحریر کرتے، بعض اوقات سیاسی جملے کے ساتھ تحریک اور ایسا لفظ فٹ (Fit) کرتے کہ وہ تعریف کی بجائے تنقید بن جاتا اور مذکورہ کالم نگار اس چٹکی کو پی کر آیندہ کے لیے محتاط ہو جاتا جبکہ اختتامی جملے میں ان کا اضافی حصہ پورے کالم کی جان ہوتا اور قاری اسے مذکورہ کالم نگار کا شہ پارہ سمجھ کر اسے داد دیے بغیر نہ رہتا۔ اس طرح ان سب کے ساتھ اضافی جملے بخوبی جذب ہو کر ان کالموں کا لازمی جزو بن جاتے۔

مغویہ اور مقتولہ کا نام شائع ہونے کی ممانعت:

وہ خواتین اور لڑکیوں کا بے حد احترام اور خیال رکھتے تھے اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس سلسلہ میں کوئی بھی دوسرا اخباری مالک اخلاق کی اس معراج پر نہ پہنچ سکا جس پر وہ ہمیشہ متمکن رہے۔ انہوں نے سابق نیوز ایڈیٹرز وحید قیصر صاحب اور حمید اصغر مجید

صاحب کوسختی سے ہدایت کی ہوئی تھی کہ کسی اغوا یا قتل ہونے والی خاتون یا لڑکی کا نام شائع نہ ہو۔ بلکہ اس کی بجائے نام کا پہلا لفظ جیسے مسماۃ س یا ف ہی شائع کیا جائے۔اس سلسلے میں انہوں نے نیوز ڈیسک اور ڈسٹرکٹ ڈیسک پر سب کوسختی سے ہدایات جاری کی ہوئی تھیں۔ ان کا کہنا تھا اغوا یا قتل ہونے والی خاتون کا نام اخبار میں شائع ہونے سے خاندان کے دیگر ارکان بلاشبہ متاثر ہوتے ہیں اور ایسی رپورٹنگ بچیوں کے رشتے ناطے کی کوششوں میں حائل ہوتی ہیں۔اسی طرح انہوں نے رپورٹنگ نیوز روم اور میگزین میں کام کرنے والی خواتین کو بھی ٹائم کی چھوٹ دے رکھی تھی اور انہیں شام ڈھلنے سے قبل گھر جانے کی اجازت تھی اور اس ضمن میں ملازم خواتین کے ساتھ وہ ہمیشہ درگزر ہی سے کام لیتے۔

کارکنوں کی عزت نفس کا خیال:

کارکنوں کی عزت نفس کا بھی انہیں بے حد پاس تھا۔اسّی کی دہائی کے آخر میں جب مَیں بھی سٹی انچارج تھا۔انہوں نے گمنام خط میں لگائے گئے ایک الزام پر مجھے آفس طلب کیا، حسنِ اتفاق سے اس وقت جسٹس (ر) جاوید اقبال وہاں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے کاغذ پر لکھ کر مجھے مذکورہ الزام کی نوعیت سے آگاہ کیا اور ساتھ یہ بھی تحریر کیا کہ چونکہ جسٹس صاحب تشریف رکھتے ہیں۔اس لیے آپ سے تحریری طور پر بات کر رہا ہوں۔ آپ اس کی تحریری وضاحت فرمائیں۔ چنانچہ مَیں نے اس سلسلہ میں تحریری وضاحت کی جس پر وہ مطمئن ہو گئے۔

ٹھہرے لہجے میں بلا کا اعتماد اور سبق آموز بیانیہ:

وہ جب بھی اور جس بھی محفل یا پلیٹ فارم سے نصف صدی کی صحافتی اور سیاسی نشیب وفراز کی داستان سناتے تو ان کے ٹھہرے ہوئے لہجے میں بلا کا اعتماد ہوتا اور اس کے

ساتھ ہی بیانیہ بھی دلچسپ اور سبق آموزی کے رنگ سے مزین ہوتا۔

کسی بھی تقریب میں مرکز نگاہ:

اخباری مالکان کی میٹنگ ہوتی یا حکمرانوں کی پریس کانفرنس وہ درجنوں اخباری مالکان کی موجودگی میں سب کی نظروں کا محور و مرکز ہوتے۔ان کی شخصیت کے سحر اور صحافتی مقام کے سامنے کسی کا جادو نہ چلتا اور تمام محافل میں ان کی رائے اور مقام کو ہمیشہ اولیت دی جاتی ۔۔۔ادارے کے وفات پانے والے درجنوں ملازمین کے بچوں کو کم تعلیم اور دفتری تجربہ نہ ہونے کے باوجود بھی ملازمتیں دینے اور وظائف کا اجراء ان کا معمول رہا اور ان کی بیواؤں اور یتیموں کے مناسب تعلیمی وظائف بھی مقرر کیے اور انہیں ہمیشہ باقاعدگی سے ملتے رہے۔

حب الوطنی پاکستان سے عشق اور جنون:

انہیں سب سے بڑا محبّ وطن اور سب سے بڑا پاکستانی کہنا بے جا نہ ہوگا۔انہیں پاکستان سے عشق نہیں بلکہ جنون تھا۔جس کی محبت میں وہ کسی مفاد اور مصلحت کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔

بھارت کے خلاف شمشیر برہنہ:

ڈاکٹر مجید نظامی بھارت کے خلاف شمشیر برہنہ تھے اور تا زیست اسے للکارتے رہے۔وہ کشمیری بھائیوں اور بھارتی مسلمانوں پر توڑے جانے والے بہیمانہ مظالم اور ان کے قتل عام پر کبھی خاموش نہ رہے بلکہ ہمیشہ بھرپور احتجاج کرتے رہے۔

کشمیریوں کے حق میں سب سے مؤثر آواز:

مظلوم کشمیریوں کی حمایت میں بلاشبہ سب سے مؤثر آواز تھے۔ملک میں ان کی

سر کردگی میں ’’نوائے وقت‘‘ نے مسلہ کشمیر کو سب سے زیادہ اجاگر کیا۔ جس نے حکمرانوں کو بین الاقوامی پلیٹ فارم پر اس سلسلہ کو اٹھانے پر مجبور کیا۔ مقبوضہ کشمیر کے حریت رہنما انہیں اپنا سب سے بڑا ہمدرد و غمخوار اور حمایتی گردانتے اور انہیں لائق صد تکریم سمجھتے ہوئے پیر و مرشد کا درجہ دیتے تھے۔

محصورین بنگلہ دیش اور کشمیری بھائیوں کے لیے فنڈ:

بھارتی جارحیت کے نتیجہ میں مشرقی پاکستان سے بنگلہ دیش بننے کے بعد انہوں نے وہاں رہ جانے محبّ وطن پاکستانیوں ’’محصورین بنگلہ دیش‘‘ کے لیے نہ صرف فنڈ قائم کیا بلکہ ان لاکھوں بے گھر محصورین کی بحالی اور مدد کے لیے تاحیات اقدامات کرتے رہے۔ ڈاکٹر مجید نظامی رحمۃ اللہ علیہ نے مظلوم کشمیری بھائیوں کے لیے ’’نوائے وقت‘‘ کے پلیٹ فارم سے کروڑوں کے فنڈ قائم کیے اور پاکستانیوں سے عطیات حاصل کر کے اپنے محصور بھائیوں کی مدد کرتے رہے۔

ڈی۔ ایم۔ ڈی نوائے وقت گروپ محترمہ رمیزہ مجید نظامی صاحبہ ڈاکٹر مجید نظامی صاحب کی اکلوتی صاحبزادی ہیں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ اور پیشہ ورانہ صحافتی تجربے سے مزین ہیں۔ وہ اس لحاظ سے خوش قسمت ہیں کہ انہیں ڈاکٹر مجید نظامی صاحب نے صحافت کے تمام موڑوں سے آگاہ کیا اور ان کی تربیت اور رہنمائی فرمائی اور اپنی زندگی ہی میں ان کے نوجوانون کاندھوں پر ڈی۔ ایم۔ ڈی کی بھاری ذمہ داری بھی رکھی اور محترمہ نے اس کو چیلنج سمجھ کر قبول کیا۔ یوں ناقدین کی زبانیں بھی بند ہو گئیں۔ اس نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے والد محترم مجید نظامی کی سرپرستی میں خود کو اس منصب کے لیے اہل ثابت کر دکھایا۔ اب محترمہ رمیزہ مجید صاحبہ اس بھاری ذمہ داری کو ادا کر رہی ہیں۔ وہ اب خود کو اس کا اہل ثابت کر رہی

ہیں۔خدا تعالیٰ ’’نوائے وقت گروپ‘‘ پراسی طرح ان کا روحانی فیض سایہ فگن رکھے اور یہ ادارہ دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرے۔اللہ تعالیٰ ڈاکٹر مجید نظامی رحمۃ اللہ علیہ کے کروٹ کروٹ درجات بلند کرے۔اللہ تعالیٰ کارکنوں اور عملہ ادارت کو صبر جمیل عطا کرے۔ امین!۔3

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت ومحبت:

’’نظریہ پاکستان ٹرسٹ‘‘ کے چیئرمین اور ایڈیٹرانچیف ’’نوائے وقت گروپ‘‘ ڈاکٹر مجید نظامی شرقپوری کی جانب سے ٹرسٹ کے سیکرٹری شاہد رشید نے فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر پھولوں کی چادر چڑھائی، فاتحہ خوانی کی اور پسماندگان سے اظہارِ تعزیت کیا۔ان کے ہمراہ ٹرسٹ کے کارکنوں کے ایک وفد نے بھی نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔4

جناب ڈاکٹر مجید نظامی صاحب نے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تعزیتی ریفرنس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ پیر صاحبان اور شیرانِ شرقپور شریف میں حضرت کی تصویر دیکھ کر پریشان تھا کہ میں نے انہیں دیکھا ہوا ہے کہ نہیں، کیونکہ شرقپور شریف سے اس ادارے کا خاص تعلق ہے یہاں تک پیر صاحب ویل چیئر پر تشریف لایا کرتے تھے۔ اُس زمانے میں ابھی لفٹ نہیں لگی تھی اور ہم حیران ہوتے تھے کہ وہ کس طرح اُس ویل چیئر میں سیڑھیوں کے ذریعے یہاں تشریف لاتے۔ بہرحال ابھی میں تذبذب میں تھا کہ مجھے شاہد رشید نے یہ رقعہ بھیجا کہ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ جن کا آج تعزیتی ریفرنس منعقد ہو رہا ہے۔گزشتہ سال آپ کے دفتر نوائے وقت ہم سے ملنے آئے تھے اور جاتے وقت آپ کی میز پر لفافے میں ایک لاکھ روپے چھوڑ گئے تھے۔آپ کے پوچھنے پر اُنھوں نے فرمایا یہ نذرانہ ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ رقم نوائے

وقت ریلیف فنڈ برائے معذوران پاکستان ڈھاکہ میں دے دی۔ تو میں حیران تھا کہ پیر صاحب میں معافی چاہتا ہوں جو نذرانہ لینے والے ہیں وہ ایک لاکھ روپے اس حقیر فقیر کو بطور نذرانہ دے گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکرادا کروں کم ہے اوراس کے ساتھ ساتھ میں شکرگزار ہوں شاہد رشید صاحب کا بھی اُنھوں نے مجھے یہ رقعہ بھیج کر چند باتیں کرنے کی گنجائش پیدا کر دی ورنہ میں حیران تھا میں کیا عرض کروں۔ بہر حال شرقپور شریف اور پاکستان اور قیام پاکستان کا ایک خاص تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ اس تعلق کو قیامت تک قائم رکھے اور پاکستان کو بھی اور شرقپور شریف کو بھی۔ (آمین)۔5

صاحبزادہ میاں ولید احمد جوادؔ شرقپوری نے دعائیہ کلمات ادا کرتے ہوئے مجید نظامی رحمۃ اللہ علیہ کے نام کے ساتھ ''شرقپوری'' کے لفظ کا اضافہ کیا۔ اس طرح ان کا نام ''مجید نظامی شرقپوری'' ہے۔6

حواشی

1۔ یہ معلومات انٹرنیٹ سے حاصل کی گئی ہیں۔

2۔ اثر چوہان کا کالم روزنامہ ''نوائے وقت'' میں شائع ہوا۔

3۔ خالد بہزاد ہاشمی: اداریہ روزنامہ نوائے وقت، لاہور (27۔ جولائی 2014ء)۔

4۔ نذیر احمد شرقپوری، ڈاکٹر، فیضان فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ، لاہور (صفر المظفر ۔1434ھ/دسمبر۔2013ء)، ص۔226۔

5۔ ماہنامہ نور اسلام کا فخر المشائخ نمبر، جلد دوم (2015ء)، ص۔278 تا 279۔

6۔ ماہنامہ نور اسلام کا فخر المشائخ نمبر، جلد دوم (2015ء)، ص۔281۔

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور پروفیسر ڈاکٹر رفیق احمد رحمۃ اللہ علیہ

مجاہد پاکستان پروفیسر ڈاکٹر رفیق احمد رحمۃ اللہ علیہ رفیق اعلیٰ کے پاس چلے گئے۔ **اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن**۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ وہ ان محدود کے چند بزرگوں میں سے ایک تھے جنہیں 23 مارچ 1940ء کو لاہور کے منٹو پارک (گریٹر اقبال پارک) میں منعقدہ آل انڈیا مسلم لیگ کے اس جلسے میں بطور طالبعلم شرکت کا اعزاز حاصل تھا جس میں ''قراردادِ پاکستان'' منظور ہوئی تھی۔ اس وقت ان کی عمر محض 13 سال تھی۔ بعدازاں انہوں نے مسلم سٹوڈنس کے پلیٹ فارم سے قیام پاکستان کے لیے شب وروز جدوجہد کی جس کے اعتراف میں قائد ملت نواب زادہ لیاقت علی خان نے انہیں ''مجاہد پاکستان'' کی سند عطا کی۔

پروفیسر ڈاکٹر رفیق احمد رحمۃ اللہ علیہ سرتاپا پاکستان کی محبت میں سرشار تھے۔ بظاہر تو ماہر معاشیات تھے مگر اصلاً ماہر پاکستان تھے۔ انہوں نے خود کو نسل نو میں جذبہ پاکستان پروان چڑھانے کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ قیام پاکستان کی حقیقت کو عملی جامہ پہنانے کے لیے وہ ساری زندگی کوشاں رہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے اپنی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ مفکر پاکستان علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ، بانئ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ اور مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح علیہا الرحمۃ کے فکروعمل کی ترویج واشاعت میں بسر کیا تو مبالغہ نہ ہوگا۔ ان رہنماؤں سے ان کی وابستگی نہایت مضبوط، نہایت گہری تھی۔ وہ صدقِ دل سے سمجھتے تھے کہ وطن عزیز کو درپیش گوناں گوں چیلنجز سے بخوبی عہدہ

برآء ہونے کے لیے ان رہنماؤں کے افکار سے از سر نو رجوع ناگزیر ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر رفیق احمد رحمۃ اللہ علیہ تحریک پاکستان کے سرگرم رکن، امام صحافت اور نظریہ پاکستان ٹرسٹ کے سابق چیئرمین محترم مجید نظامی رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی دوست تھے۔ ان ہی کے اصرار پر انہوں نے 1990ء میں نظریہ پاکستان ٹرسٹ کے سیکرٹری کی ذمہ داریاں سنبھالیں اور اسے ایک قومی نظریاتی ادارے کی صورت عطا کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ 2008ء میں وہ اس ادارے کے وائس چیئرمین کے عہدے پر فائز ہوئے۔

پروفیسر ڈاکٹر رفیق احمد رحمۃ اللہ علیہ کی عمر اگرچہ 92 برس تھی تاہم وہ نوجوانوں جیسے جذبوں اور ولولوں کے مالک تھے۔ ایوان کارکنان تحریک پاکستان میں منعقدہ تقریبات میں جب صدارتی یا کلیدی خطاب کے لیے انہیں دعوت دی جاتی تو وہ سٹیج پر اپنی نشست سے اظہار خیال کی بجائے روسٹرم پا جا کر خطاب کرنے کو ترجیح دیتے اور کہتے کہ حاضرین میں نسل نو کی کثیر تعداد دیکھ کر ان میں بھی جوانوں جیسا حوصلہ اور طاقت پیدا ہوگئی ہے۔ ٹھیک تین سال قبل 2017ء کو انہیں جسمانی عارضہ ہوا۔

اسلام دشمن عالمی طاقتوں کی ملی بھگت ننگی جارحیت کے ذریعے 1971ء میں ہمارا مشرقی بازو ہم سے الگ کر دیا مگر موجودہ پاکستان پوری شان وشوکت سے دنیا کے نقشے پر موجود ہے اور ہر گزرتے دن کے ساتھ مضبوط تر ہوتا جا رہا ہے۔ پاکستان بیش بہا قدرتی وسائل سے مالا مال ہے مگر ہم مطلوبہ تکنیکی صلاحیت اور وسائل میں کمی کے باعث ان سے بھرپور استفادہ نہیں کر پائے۔ ہمارے پاس ستاروں پر کمندیں ڈالنے والا وژن اور ایک زبردست نظریہ موجود ہے۔ قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے آئین وقانون کے ہتھیاروں اور ووٹ کی طاقت سے حصول پاکستان کی جنگ جیتی۔ لہٰذا وفاق پاکستان کی

مضبوطی کے لیے ضروری ہے کہ یہاں جمہوری اقدار کو فروغ دیا جائے۔ جس حق خودارادیت کی بنا پر پاکستان آزاد ہوا وہ بعد ازاں دنیا کی دیگر محکوم اقوام بالخصوص مسلمان ممالک کے لیے بھی آزادی کی نوید ثابت ہوا۔ ہمیں چاہیے کہ پاکستان کی عظمت اور اہمیت کو اپنے دل و دماغ پر نقش کر لیں اور اس کی تعمیر و ترقی کے لیے اپنی خداداد صلاحیتوں کو بھرپور طریقے سے بروئے کار لائیں۔

پروفیسر ڈاکٹر رفیق احمد رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ایک زرّیں عہد کا خاتمہ ہے۔ امریکہ میں مقیم ان کے اکلوتے فرزند ڈاکٹر فواد احمد نے جس تن دہی سے ان کی زندگی کے آخری برسوں میں ان کی دیکھ بھال کی اور بار بار امریکہ سے ان کی تیمارداری کے لیے پاکستان آتے رہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی تابع فرمان اور خدمت گزار اولاد ہر انسان کو نصیب کرے۔ نظریہ پاکستان ٹرسٹ کے ورکرز ان کی محبت و شفقت کو کبھی فراموش نہ کر پائیں گے۔ وہ تکریم انسانیت کے قائل تھے۔ چنانچہ ہر کسی سے بڑی عزت و احترام سے پیش آنا ان کا شیوہ تھا۔ وہ بہت غریب پرور تھے۔ چپکے چپکے نہ جانے کتنے لوگوں کی زندگیوں میں آسانیاں بانٹتے تھے۔ خدائے لم یزل سے دعا ہے کہ انہیں مقام علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ ان کے لواحقین کو صبر جمیل اور نظریہ پاکستان ٹرسٹ کے کارکنان کو ان آدرشوں پر گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے جنہیں سربلند رکھنے کے لیے وہ تا حیات جدوجہد کرتے رہے۔ ان کی نماز جنازہ ایوان کارکنان تحریک پاکستان کے سامنے واقع مادر ملت پارک میں آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف صاحبزادہ پیر منور حسین شاہ جماعتی نے پڑھائی جن میں ان کے ہم عصروں، شاگردوں اور نیازمندوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی جس کے بعد قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کے اس جاں نثار سپاہی کو ان کی وصیت کے مطابق ان کی رہائش گاہ کے قریب واقع میاں میر پنڈ کے قبرستان میں سپرد

خاک کر دیا گیا۔1؎

پروفیسر ڈاکٹر رفیق احمد رحمۃ اللہ علیہ نے پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے ایم۔اے اکنامکس کرنے کے بعد آکسفورڈ یونیورسٹی برطانیہ سے اکنامکس میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ پروفیسر ڈاکٹر رفیق احمد رحمۃ اللہ علیہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور میں اور اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے وائس چانسلر کے عہدہ ہائے جلیلہ پر فائز رہے۔ انہوں نے ملکی و بین الاقوامی درسگاہوں میں 35 سال سے زائد عرصہ تک تدریسی فرائض سرانجام دیے۔ نظریہ پاکستان ٹرسٹ سے وہ دل و جان سے پیار کرتے تھے اور ایسا کیوں نہ ہوتا، اس قومی نظریاتی ادارے کی انہوں نے اپنے خون جگر سے آبیاری کی تھی۔ اپنے جگری دوست محترم مجید نظامی رحمۃ اللہ علیہ کے اصرار پر انہوں نے 1999ء میں اس ادارے کے سیکرٹری کے فرائض سنبھالے اور 2008ء وائس چیئرمین کا منصب سنبھالا۔ ان دونوں حیثیتوں میں انہوں نے اس ادارے کو بامِ عروج پر پہنچا دیا۔ اسے مالی طور پر مستحکم کرنے اور اس کی آزاد و خودمختار حیثیت کو مضبوط بنانے میں ان کی شب و روز کی جدوجہد کلیدی اہمیت رکھتی ہے۔ ایوان قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی منصوبہ بندی، اس کی تعمیر اور اسے فنکشنل کرنے کے حوالے سے بھی انہوں نے انتھک کام کیا۔

وہ نظریۂ پاکستان یا دوقومی نظریے کو ہر پاکستانی کے قلب و ذہن میں راسخ کرنے پر زور دیتے تھے اور بھارت کو پاکستان کا ازلی بدخواہ قرار دیتے ہوئے کہتے تھے کہ اس ہندوتوا کے نسل پرست نظریے کے جارحانہ احیاء کے تناظر میں اور بھی ضروری ہو گیا کہ ہم اپنی قوم بالخصوص نئی نسل کو پاکستان کی غایت وجود یعنی نظریۂ پاکستان سے بطور خاص روشناس کرائیں۔ وہ انتہائی وسیع المطالعہ شخصیت تھے۔ سوشل میڈیا کی یلغار کے اس دور میں بھی وہ کتابوں سے جڑے رہنے کے قائل تھے۔

معاشیات اور پاک بھارت تعلقات پر چھ کتب کے مصنف تھے جبکہ آخری کتاب ''ستاروں سے آگے'' اپنی زندگی کے آخری ایام میں مکمل کر لی تھی جو اس وقت طباعت کے مراحل طے کر رہی ہے۔ یہ کتاب ہماری سوچ کی سمت درست کرنے اور پاکستان کی عظمت کو اجاگر کرنے والے حیات بخش افکار پر مشتمل ہے۔

تحریک پاکستان کے کارکنوں میں جہد مسلسل کا وصف بدرجہ اتم پایا جاتا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ جس عظیم ہستی کی زیر نگرانی انہوں نے قیام پاکستان کی جدوجہد میں حصہ لیا تھا، اس کی زندگی کا تو ایک ایک لمحہ جہد مسلسل سے عبارت تھا۔ قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کی کرشماتی قیادت میں جدوجہد آزادی میں جن شخصیات نے حصہ لیا اب ایک ایک کر کے وہ تمام ملک عدم روانہ ہوتی جارہی ہیں۔ انہی عظیم شخصیات میں ایک نام پروفیسر ڈاکٹر رفیق احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی تھا جو 25۔ مارچ 2020ء کو اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔ پروفیسر ڈاکٹر رفیق احمد رحمۃ اللہ علیہ کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ وہ 23۔ مارچ 1940ء کو لاہور میں پاکستان کی مادر جماعت آل انڈیا مسلم لیگ کے تاریخ ساز 27ویں سالانہ اجلاس میں بذات خود شریک تھے۔ اس وقت آپ کی عمر محض 13 سال تھی۔ اس کے بعد آپ مسلم لیگ کے تمام اجلاسوں میں بطور خاص شریک ہوتے رہے اور مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے پلیٹ فارم سے تحریک پاکستان میں سرگرم کردار ادا کیا۔ آپ کو 1946ء میں اسلامیہ کالج، ریلوے روڈ، لاہور کے سالانہ جلسہ تقسیم انعامات میں بانیٔ پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک سے انعامات وصول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

پروفیسر ڈاکٹر رفیق احمد رحمۃ اللہ علیہ بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان ''کام، کام، کام'' کی عملی تفسیر تھے۔ زمانۂ طالب علمی سے لے کر آخری سانس

تک انہوں نے خود کو تحریک پاکستان کے اعلیٰ و ارفع آدرشوں کی تکمیل کے لیے وقف کیے رکھا۔ وہ طبعی طور پر امید پرور شخص تھے اور حالات و واقعات کے مثبت پہلوؤں کو اجاگر کرنے پر یقین رکھتے تھے۔ پاکستان کے روشن اور محفوظ مستقبل پر غیر متزلزل ایمان رکھتے تھے اور اس کی بنیادی وجہ یہ بیان کرتے تھے کہ پاکستان کی نئی نسل خداداد صلاحیتوں کی مالک ہے۔ اس میں آگے بڑھنے کا لازوال جذبہ موجود ہے اور یہ پاکستان کو اوجِ ثریا تک لے جانے کی بھرپور اہلیت رکھتی ہے۔ اسی تناظر میں انہوں نے نظریۂ پاکستان ٹرسٹ کے پلیٹ فارم سے نسل نو کی نظریاتی تعلیم و تربیت کو اپنا مقصد حیات بنایا ہوا تھا۔

ان کا شمار ملک کے مایہ ناز ماہرین اقتصادیات اور اس شعبے کے نامور اساتذۂ کرام میں ہوتا تھا مگر ان کے اپنے نزدیک اصل سرمایۂ افتخار قائداعظم محمد علیہ جناح رحمۃ اللہ علیہ کا سپاہی ہونا تھا۔ قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ سے انہیں متعدد بار ملاقات کا شرف حاصل رہا۔ بابائے قوم سے مصافحہ کرتے وقت ان کے ہاتھوں کا لمس، نگاہوں کو خیرہ کر دینے والی ان کی آنکھوں کی چمک اور چہرے پر پائے جانے والا عزم و استقلال انہیں تاحیات یاد رہا اور جب کبھی بھی وہ ان یادگار لمحات کا تذکرہ کرتے تو یوں لگتا جیسے وہ ازسرنو بابائے قوم کے روبرو موجود ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ بابائے قوم کی سحر انگیز شخصیت نے ساری زندگی انہیں اپنے سحر میں مبتلا کیے رکھا تو قطعاً مبالغہ نہ ہوگا۔ پاکستان کی معاشی صورتحال اور مستقبل کے امکانات پر ان کے تجزیے بڑے زوردار ہوا کرتے تھے اور چین پاکستان اقتصادی راہداری کے منصوبے کو نہ صرف چین و پاکستان بلکہ وسطی ایشیا کے ممالک کے لیے بھی ایک اہم ترقیاتی منصوبہ قرار دیتے تھے۔

ایسی شخصیات تو اب ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتیں جنہوں نے تخلیق پاکستان میں بھی سرگرم کردار ادا کیا ہو اور قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات و تصورات

کے عین مطابق اس ملک کی تعمیر وترقی میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہو۔ وہ تحریک پاکستان اور موجودہ پاکستان کے درمیان ایک پُل کی مانند تھے۔ قحط الرجال اس قدر ہے کہ کسی بڑی شخصیت کا کوئی متبادل کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ ان کے وصال سے پیدا ہونے والا خلا کبھی پُر نہ ہو سکے گا۔ ان حالات میں سب سے عمدہ دعا یہی ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں اپنے ان قابل فخر بزرگوں کے نقوش پا کی پیروی کے قابل بنادے۔ لاکھوں شہیدوں کے خون سے سیراب پاک وطن کی بنیادوں کو مزید مضبوط بنانے کی ہمت عطا فرمادے اور مشاہیر تحریک پاکستان کے وژن کے مطابق اس مملکت کو عالم اسلام کی قوت وشوکت کا مرکز بنانے کے لیے جہد مسلسل کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین یارب العالمین۔2ے

فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے تعزیتی ریفرنس جو کہ مؤرخہ 2013-10-8 بروز منگل ایوان کارکنان تحریک پاکستان کے مرکزی ہال میں انعقاد پذیر ہوا میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''ہم نے فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اُن کی تعلیمات اوران کا ذکر سنا ہے۔ اس ساری گفتگو کے بعد میرے ذہن میں تو یہی بات آتی ہے کہ اُن کی زندگی کا جو قومی پہلو ہے اُس کو ہمیں اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔ میں نے اُن کو صرف ایک بار دیکھا تھا۔ میری اُن سے کوئی زیادہ ملاقات نہیں رہی لیکن اُس خانوادے کے دو اصحاب جو ہیں اُن کے ساتھ ہمارے نظریہ پاکستان کو بڑی عقیدت اور ساتھ رہا ہے۔ ایک حضرت میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ وہ ہمیشہ یہاں آتے تھے۔ اپنی جسمانی کمزوری کے باوجود بڑی محبت سے کہتے تھے میں نے اوپر آنا ہے۔ کئی بار ہماری محفل میں شریک ہوئے اور ہمیں دُعاؤں سے نوازا۔ بڑی واضح اُن کی گفتگو ہوتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اونچے انداز میں نصیحت کرتے تھے اور دوسرے حضرت صاحبزادہ میاں

جلیل احمد شرقپوری صاحب بیٹھے ہیں۔

فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کا جو خانوادہ ہے ملت اسلامیہ کی خدمت کرتا ہے اور ایک روایت اُنھوں نے چھوڑی ہے۔ صاحبزادہ میاں جلیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی صاحب جب ضلع ناظم شیخوپورہ تھے تو اُنھوں نے کہا کہ میں نظریہ پاکستان ٹرسٹ کی کیا خدمت کروں۔ ہم نے کہا آپ یہ کریں اپنے ضلع کے جتنے بھی اساتذہ ہیں۔ خاص طور پر ہیڈ ماسٹر تین چار روز کے لیے ہمارے پاس بھیجیں۔ ہم اُنھیں تحریک پاکستان کے بارے میں جو اسلام کا بنیادی کارنامہ ہے کے بارے میں ان کو آگاہی دیں گے اور ان کی تربیت کریں گے تو اُنھوں نے تمام اساتذہ کو ہمارے پاس بھیجا۔ ہمیں یہ سعادت حاصل ہے کہ ہم نے اساتذہ کی یہاں ورکشاپ کی۔ اس تحریک پاکستان کو کامیاب کرنے میں درحقیقت ایک ہزار سالہ تاریخ میں جو کردار صوفیہ کرام نے ادا کیا ہے اُس کو ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔ آج کی جو تقریب ہے ایک تعزیت کی تقریب نہیں ہے مردانِ حُر کی جو تعزیت ہوتی ہے وہ عمل کا پیغام ہوتی ہے۔ اسی بارے میں حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اے پیر حرم رسم و رہِ خانقہی چھوڑ
مقصود سمجھ میری نوائے سحری کا
اللہ رکھے تیرے جوانوں کو سلامت
دے اُن کو سبق خودشکنی، خود نگری کا
تُو اُن کو سکھا خارہ شگافی کے طریقے
مغرب نے سکھایا انھیں فن شیشہ گری کا

یہی پیغام ہے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا اور حضرت میاں جمیل احمد

شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا، مسلمان کی جو موت ہوتی ہے وہ قوم کی حیات ہے"۔3

حواشی

1۔ نعیم احمد، روزنامہ نوائے وقت (27 مارچ۔2020ء)، ص۔10

2۔ یہ مواد انٹرنیٹ سے حاصل کیا گیا ہے۔غالباً شاہد رشید رضوی، سیکرٹری، ایوان کارکنان تحریک پاکستان

3۔ رفیق احمد، پروفیسر، ڈاکٹر، ماہنامہ نور اسلام، فخر المشائخ نمبر، جلد دوم، جلد نمبر 61، شمارہ نمبر 12، (دسمبر۔2015ء، بمطابق ربیع الاول 1437ھ)، ص۔276۔278

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور مولانا منصب علی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

نہایت ہی دبلے پتلے اور اکہرے بدن والے مولوی صاحب پر یہ گمان بڑی مشکل سے ہوتا ہے کہ وہ خطابت کے میدان میں اگلی صف کے علماء میں کھڑے ہونے والے ہیں۔ سڑک پر چل رہے ہوں تو ہوا کا ایک جھونکا انہیں دائیں بائیں ہلاتا چلا جاتا ہے۔ مگر جب خطابت کی سٹیج پر کھڑے ہوتے ہیں تو یوں جم کے کھڑے ہوتے ہیں کہ آندھیوں کے جھکڑ بھی ان کے پاؤں کو متزلزل نہیں کر سکتے۔ مدلل تقریر اور جوش کی چادر تن جاتی ہے۔ نعرہ ہائے تکبیر و رسالت کی صدائیں بلند ہوتی ہیں اور مولانا منصب علی مسائل کا حل حوالوں سے پیش کر رہے ہوتے ہیں۔

مدرس کی حیثیت سے:

آپ فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ دار المبلغین میں صدر مدرس کی حیثیت سے اپنی تدریسی ذمہ داریاں سرانجام دیتے رہے۔

پیدائش:

آپ 20 اکتوبر 1955ء بمطابق 3 ربیع الاول 1378ھ بروز جمعرات صبح صادق کے وقت میراں پور ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم:

آپ اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ آپ کا گھرانہ دینی علوم سے

مزین ہے۔آپ کے ایک بڑے بھائی حضرت مولانا جعفر علی قادری رحمۃ اللہ علیہ بڑے جید عالم دین تھے۔حافظ بھی تھے،قاری بھی اور بھڑی شاہ رحمان کلاں میں دین متین کی خدمت انجام دینے پر مامور رہے۔ان کا وصال ہو چکا ہے۔ان کی مولانا منصب علی پر خصوصی نظر رہی اور آپ کے بڑے بھائی حضرت مولانا محمد عارف صاحب ایک اچھے استاد اور خطیب ہیں۔آپ نے ناظرہ قرآن پاک اپنے اسی بھائی سے پڑھا۔پھر دنیاوی تعلیم حاصل کرنے کے لیے مقامی پرائمری سکول سے فارغ ہو کر منڈی واربرٹن میں پڑھنے لگے۔چونکہ آپ میں دینی تعلیم حاصل کرنے کا رجحان زیادہ تھا۔لہٰذا آٹھویں جماعت پاس کرنے کے بعد آپ نے سکول چھوڑ دیا اور 1967ء میں جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور میں آ گئے۔ابتدائی کتابیں ایک سال تک پڑھیں۔پھر آپ شرقپور شریف میں دارالمبلغین میں آ گئے اور حضرت صوفی عبدالغفور صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ جیسے لائق استاد سے صرف ونحو کی کتابیں تین سال تک پڑھنے کے بعد دارالعلوم جامعہ چشتیہ رضویہ خانقاہ ڈوگراں میں شیخ القرآن حضرت علامہ عبدالکریم چشتی ابدالوی کے ہاں زانوئے تلمذ تہ کئے اور مکمل درس نظامی اور موقوف الیہ کی تکمیل کی۔دورہ حدیث کے لیے جامعہ رضویہ فیصل آباد میں شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی کی خدمت میں پہنچے۔یہاں سے فراغت کے بعد دورہ تفسیر جامعہ اویسیہ بہاولپور میں جا کر حضرت علامہ فیض احمد صاحب اویسی سے مکمل کیا اور دستار فضیلت وسند حاصل کی۔لکھنے کا ملکہ حاصل تھا۔یہاں سے فراغت کے بعد آپ پھر جامعہ رضویہ فیصل آباد میں تشریف لے آئے اور تنظیم المدارس کا امتحان جو ایم اے اسلامیات کے مساوی ہے پاس کیا۔آپ چاہتے تھے کہ تجوید کے ساتھ قرآن پاک پڑھنے کا فن حاصل کریں۔چنانچہ فن تجوید کے امام استاد القراء الموجد استادی المصری القاری المقری قاری محمد یوسف صاحب سے یہ فن دو سال میں سیکھا اور آپ شرقپور شریف میں دارالمبلغین میں

بحیثیت استاد تعینات ہو گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ جامع مسجد خان بہادر والی محلہ حکیم گڑھی میں خطابت بھی فرمانے لگے۔ آپ کی مدلل اور پر تاثیر تقریر کا اثر یہ ہوا کہ مسجد میں اس قدر رونق ہو گئی کہ تل دھرنے کی جگہ نہ ملتی۔ دارالمبلغین میں 12 سال تک آپ بغیر تنخواہ کے کام کرتے رہے۔ پھر فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری کے اصرار پر تنخواہ لینے لگے۔ یوں آپ 18 سال سے مدرسہ اور آستانہ و کاشانہ کی خدمت میں شب و روز مصروف رہے۔ مدرسہ میں بطور صدر مدرس آپ کی ذمہ داریاں بہت زیادہ تھیں۔ حضرت میاں صاحب کے بچوں اور پوتوں کو ناظرہ قرآن مجید کی تعلیم تجوید کے ساتھ دیتے رہے۔

شاگرد:

آپ کے ایسے شاگرد جن پر آپ کو ناز تھا جو پاکستان اور بیرون پاکستان درس و تدریس اور خطابت کے میدان کے شہسوار ہیں۔ آپ کے ایک شاگرد سید اشرف علی صاحب جامعہ اسلامیہ ڈنمارک کے پرنسپل ہیں۔ ایک شاگرد حضرت مولانا محمد بشیر صاحب بلجیم میں ہیں۔ مولانا قاری شبیر احمد صاحب جامعہ غوثیہ داتا نگر بادامی باغ لاہور اور ساتھ ہی دارالمبلغین میاں صاحب میں پڑھا رہے۔ مولانا محبوب احمد صاحب جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور میں درس و تدریس کا کام سنبھالے ہوئے تھے۔

جمعہ مبارک:

چونکہ آپ ایک بہترین خطیب بھی تھے۔ ہر جمعہ کو آپ کا خطاب جامع مسجد المدینہ شیر ربانی سول لائنز گوجرانوالہ میں ہوتا تھا اور یہ ذمہ داری آپ نے 14 سال تک سنبھال رکھی۔ خطبہ عید بھی آپ یہیں دیتے تھے۔۔۔۔

جلسوں میں شرکت:

اس کے ساتھ ساتھ پورے پاکستان میں منعقد ہونے والے مذہبی جلسوں میں

آپ کی آمد اور شرکت بنظر تحسین دیکھی جاتی تھی۔ کراچی، کوئٹہ ڈیرہ غازیخان اور پنجاب میں سینکڑوں تاریخی اہمیت کی تقریریں آپ نے فرمائیں۔

مصنف:

آپ نے تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی بھرپور کام کیا۔ آپ کی جو کتابیں زیور طباعت سے آراستہ ہوئیں وہ یہ ہیں۔

1۔ فضائل سیدہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا — صفحات 175

2۔ منصب رسالت۔ — صفحات 200

3۔ منصب ولایت — صفحات 250

عزت واحترام:

مولانا منصب علی اپنی عمر اور قد کاٹھ کی نسبت زیادہ کام کرتے رہے۔ شرق پور شریف کے دینی حلقوں میں آپ کا نام عزت اور احترام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ انہیں اس اعزاز پر نہ تکبر تھا نہ غرور، وہ انکساری کی دولت سے مالا مال تھے۔ وہ تو کہتے تھے کہ میں اس اعزاز و اکرام کے قطعاً لائق نہیں ہوں۔ یہ عزت انہیں اپنے مرشد حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی کے صدقے سے عطا ہوئی ہے۔ وہ واقعۃ حضرت صاحب کے بڑے تابع فرمان تھے۔ حضرت صاحب بھی آپ پر بڑے خوش رہے۔

شرفِ بیعت:

حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے 1972ء میں حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری کے دست حق پرست پر بیعت کی۔

وصال:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط اللہ کریم نے موت کا وقت مقرر کر رکھا ہے ایک نہ ایک دن وقت مقررہ پر موت کا فرشتہ عزرائیل علیہ السلام آتا ہے اور روح قبض کر لیتا ہے۔ یہ سارا کچھ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشا کے مطابق ہے۔ اس میں کسی کو کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ اس میں صرف اور صرف اللہ کا حکم اٹل فیصلہ ہوتا ہے۔ کسی کو جرات نہیں کہ وہ دم مار سکے۔ وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔

مولانا منصب علی رحمۃ اللہ علیہ دنیا کا سفر ختم کرنے کے بعد آخری سفر پر روانہ ہو گئے جو نہ ختم ہونے والا سفر۔ عزیز و اقارب دیکھتے رہ جاتے لیکن مسافر اپنے سفر پر بے خوف و خطر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔ نہ جانے یہ سفر کتنا لمبا ہے اور کب ختم ہو۔ **اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن** ط بس جانے والے کے لیے آخر دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کی منزلیں آسان فرمائے اور جنت فردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین!۔[1]

حواشی

1۔ شرقپوری، محمد انور قمر: مطالعہ نقوش شرقپور، طابع: سورج ؛ پرنٹنگ پریس ، لاہور (جنوری ۔ 2002)، ص۔995 تا 998

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور شیخ محمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ

سابق ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ پائیلٹ سیکنڈری سکول شرقپور شریف

دیکھے ہوئے بھی جن کو زمانے گزر گئے
وہ لوگ اب نہ جانے یہاں سے کدھر گئے

گھریلو حالات:

شیخ محمد امین شرقپور میں ایک نہایت ہی غریب آدمی تھا۔ دودھ دہی کی دکان پرانی سبزی منڈی میں کرتا تھا۔ گھریلو اخراجات بڑی مشکل سے پورے ہوتے تھے۔ برادری کے لوگ اس سے کسی قسم کے تعلقات قائم کرنے میں اپنی ہتک سمجھتے تھے۔ مگر کسی کو کیا خبر کہ ان کے غریب گھر میں اللہ تعالیٰ ایک ایسا لڑکا پیدا کرے گا جو علوم کی اعلیٰ ڈگریاں حاصل کر کے ہر ایک کی آنکھ کا تارا بن جائے گا۔

پیدائش:

آخر وہ وقت آیا کہ 4 اپریل 1935ء بروز جمعرات بمطابق 29 ذی الحجہ 1353ھ کی صبح کو اس غریب محمد امین کے گھر میں اللہ تعالیٰ نے وہ لڑکا پیدا فرمایا جس کا نام محمد فاروق رکھا گیا۔ محمد امین اس وقت محلّہ قصاباں میں رہتا تھا۔ غربت اس قدر تھی کہ بچے کی پیدائش پر خوشی کی مٹھائی بانٹنے کو بھی اس کے پاس پیسے نہ تھے۔ تاہم اتنا ضرور ہوا کہ اس بچے کے قدم گھر پر پڑتے ہی باپ کا کام پہلے کی نسبت چل نکلا۔

قرآن پاک کی تعلیم:

ٹاہلی والی مسجد کے امام میاں محمد اکرم مرحوم سے اس نے قرآن کی تعلیم حاصل کی۔ پھر اسلامیہ پرائمری سکول شرقپور میں بٹھا دیا گیا۔ یہ ہر وقت لکھتا رہتا تھا۔ تختی پر، کاغذوں پر، زمین پر اور دیواروں پر۔ پیالی میں رنگ ڈال لیتا اور استعمال شدہ مسواک سے لکھنے لگتا۔ اس کی لکھائی سے دروازے اور دیواریں بدنما بن جاتیں۔ مکانوں کے مالک روز اس کی شکائتیں کرتے۔ مگر اس کا شوق اسے اس مشق کو جاری رکھنے پر مجبور کرتا رہتا۔ اور وہ لکھتا رہتا۔

اس کا شوق لوگوں کو اگرچہ پسند نہ آیا مگر وہ عادات بد سے بہرحال بچ گیا۔ اس میں نہ تو گڈیاں اڑانے کا شوق پیدا ہوا اور نہ گالیاں دینی آئیں۔

دنیاوی تعلیم:

پرائمری پاس کرنے کے بعد مقامی ہائی سکول میں داخل ہوا۔ باپ چاہتا تھا کہ محمد فاروق دکان داری میں اس کا ہاتھ بٹائے۔ کوئی پانی کی بالٹیاں ہی اسے بھر کے لا دیا کرے۔ مگر محمد فاروق نے اس کام میں ہاتھ نہیں ڈالا۔ اس کی زیادہ توجہ پڑھائی کی طرف تھی۔ وہ کہتا جی! اگر میرے کام کرنے سے آپ کو 2 آنے کا فائدہ ہوتا ہے تو میرا نقصان 2 روپے کا ہو جاتا ہے۔ اس لیے میرے قیمتی وقت سستے کاموں میں ضائع نہ کریں۔ وہ دل لگا کر پڑھتا رہا۔ اپنے اسباق محنت سے تیار کرتا۔ جس کی وجہ سے وہ سکول کے اچھے بچوں میں شمار ہونے لگا۔

والد کی جدائی:

آخر 1949ء میں اس نے میٹرک اچھے نمبروں میں پاس کیا۔ امتحان تو پاس کر

لیا۔مگر اس خوش خبری کو سننے والا باپ گھر میں نہ تھا۔وہ ان کے میٹرک پاس کرنے سے پہلے ہی فوت ہو گیا تھا۔

اب محمد فاروق کے لیے کالج کی تعلیم حاصل کرنا نہایت مشکل ہو گیا۔ چنانچہ قصور یہ پٹرول پمپ میں اس نے نوکری کر لی۔مگر یہ نوکری ان کی انا کو کچوکے لگاتی رہی۔ بہر حال چونکہ گھر کا خرچہ چلانا تھا۔اسے اپنائے رکھا اور ساتھ ساتھ منشی فاضل کے امتحان کی تیاری بھی کرتا رہا۔امتحان دیا تو اللہ نے کامیابی عطا فرمائی۔

ملازمت:

آپ کو نظام تعلیم پنجاب لاہور میں ملازمت مل گئی تو پٹرول پمپ کی نوکری چھوڑ دی۔ یہ عزت والی ملازمت تھی۔اتنی تنخواہ مل جاتی کہ گھر کے اخراجات بخوبی پورے ہو جاتے اور کچھ پیسے بچ بھی جاتے۔آپ نے کتابیں خریدیں اور امتحان دینے شروع کر دیئے۔ایف۔اے،بی۔اے،بی۔ایڈ پاس کیا۔پھر آپ دفتر کی نوکری کی بجائے گورنمنٹ ہائی سکول شرقپور میں آ گئے۔

بطور ٹیچر:

1960ء میں جب گورنمنٹ ہائی سکول کو پائیلٹ سیکنڈری سکول بنایا گیا اور اس میں مختلف شعبے جاری کیے گئے تو کامرس گروپ کے آپ انچارج بن گئے۔اس وقت خواجہ منیر حسین مرحوم سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے جو بڑے جہاندیدہ اور انسان کی قدر کرنے والے انسان تھے۔فاروق صاحب کا کمرہ صدر معلم جناب خواجہ منیر حسین کے دفتر کے بالکل ساتھ تھا۔راقم الحروف (ماسٹر محمد انور قمر شرقپوری) نے ان کے کمرے کے دروازے پر ان کی نیم پلیٹ لگائی اور نام بھی لکھا۔شیخ محمد فاروق دیکھ کر بڑے خوش ہوئے مگر دوسرے لمحے فرمایا قمر

بھائی میرے نام سے شیخ کا لفظ حذف کر دیں صرف محمد فاروق ہی کافی ہے۔

۔۔۔میں نے کہا۔کیا آپ شیخ نہیں ہیں؟

۔۔۔کہنے لگے۔میں شیخوں کے گھر میں پیدا تو ہوا ہوں مگر شیخ کہلانا مجھے اچھا نہیں لگتا۔

۔۔۔آخر آپ نے شیخ کا لفظ حذف کروا ہی دیا۔

ان کے ایک شاگرد نے کہا کہ یہ 68۔1967ء کی بات ہے میں اس وقت دسویں جماعت میں پڑھتا تھا۔آپ ہمیں پڑھایا کرتے تھے۔ایک دن میں سبق نہ سنا سکا۔ مجھے خوب مارا میرا خیال تھا کہ دوسرے لڑکوں کی نسبت مجھے زیادہ مارا گیا ہے۔ جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو مجھے بلایا۔فرمایا دیکھو تاج محمد! تمہارا باپ میرا دوست ہے۔ وہ محنت کر کے حق حلال کی روزی تمہیں کھلاتا ہے۔تم اس کی روزی کی قدر کرو۔خوب محنت کرو اور اچھے نمبر حاصل کر کے امتحان میں کامیابی حاصل کرو۔

فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کبھی کوئی پیریڈ مس نہیں کرتے تھے۔چھٹی کے بعد تک بھی پڑھاتے رہتے تھے اور دوران تدریس اخلاقیات کا درس بھی دیتے۔نماز پڑھنے کی تلقین کرتے اور فرماتے ان فضول کاموں میں وقت گزارو گے تو زندگی کے اصول ضابطے اور مقاصد حاصل نہیں کر سکو گے۔ہم پس ماندہ قوم ہیں۔ہم نے آگے نکلنا ہے۔آگے نکلنے کے لیے دن رات محنت کرنی چاہیے۔لہو ولعب میں وقت ضائع کرو گے تو منزل کو نہیں پا سکو گے۔

فری ٹیوشن:

شیخ محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی ٹیوشن نہیں پڑھائی۔اگر کسی بچے کے والدین نے مجبور بھی کیا تو اسے بغیر پیسے لیے پڑھایا کرتے تھے۔

ٹائپسٹ:

جناب محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہترین ٹائپسٹ تھے۔سینکڑوں بچوں کو آپ نے اس کام میں ماہر کیا۔جن کو جلدی ملازمتیں مل گئیں۔ یہ لوگ آپ کو ابھی تک یاد کرتے ہیں۔

1977ء میں آپ S.S (سبجیکٹ سپیشلسٹ) کے لیے ملتان، گگھڑ اور کوٹ لکھپت کے ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ میں پڑھاتے رہے۔ 1979ء میں آپ صدر معلم کی حیثیت سے پھر اسی سکول میں تشریف لائے۔ جہاں سے آپ نے میٹرک کا امتحان پاس کیا تھا اور جہاں آپ اس سے قبل بطور ای۔ایس۔ٹی بھی رہے تھے۔

اخلاق حسنہ:

محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے نرم طبیعت آدمی تھے۔ان کے لاہور کے بعض دوستوں نے شرقپور سکول کے اساتذہ سے پوچھا کہ فاروق صاحب اتنے بڑے سکول کا انتظام کیسے چلا رہے ہیں۔آپ تو بڑے ہی ڈھیلے ڈھالے سے ہیں۔اساتذہ نے اس کے جواب میں کہا وہ بڑے اطمینان سے سکول چلا رہے ہیں۔کیونکہ ہمیں تو ایسا لگتا ہے۔ اگر اس ہیڈ ماسٹر کا کہنا نہ مانا تو یہ بات گناہ بن جائے گی۔وہ تو ایک ولی اللہ لگتے ہیں۔

چھٹی کے وقت جب فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ گھر میں جاتے تو سکول کے مین گیٹ پر آپ اپنے جوتے جھاڑ لیتے۔حاکم مسیح (سکول کے خاکروب) نے ایک دن پوچھا جناب میں اکثر دیکھتا ہوں کہ آپ یہاں (مین گیٹ پر) جوتے جھاڑتے ہیں۔اس کی کیا وجہ ہے۔فرمانے لگے۔بس حاکم! ایک عادت ہی بن گئی ہے۔خیال کرتا ہوں کہ سکول کی مٹی کہیں میرے گھر میں نہ چلی جائے۔

دیانتداری:

سکول کی لائبریری کے لیے دس ہزار کی گرانٹ سے کتابیں خریدیں تو بک سیلر سے یہ بات واضح کرتے ہوئے کہا کہ اس خریداری میں میں ایک پیسہ تک نہیں لوں گا۔ آپ نے جو رعائت کرنی ہے اس کی کتابیں مزید ڈال دیں۔ اس طرح دس ہزار روپوں سے اٹھارہ ہزار مالیت کی کتابیں سکول میں آئیں۔

سائنس کے طلباء کے لیے پریکٹیکل کی کاپیاں خریدی گئیں تو سائنس کے اساتذہ نے کچھ رقم پیش کی۔ فرمایا یہ کیسی رقم ہے۔ وہ کہنے لگے۔ سائنس کی کاپیوں کی کمیشن میں سے ہے۔ فرمایا: ''اسے بچوں میں بانٹ دیں''۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اب انہوں نے اس رقم سے ایک کلاک خرید کے پیش کر دیا۔ فرمایا: ''یہ کلاک کیسے آیا ہے''۔ وہ کہنے لگے حضور کمیشن والے پیسے بانٹنے معیوب سے تھے۔ انہیں پیسوں سے خریدا ہے۔ آپ اسے اپنے دفتر میں لگا دیں۔ فرمایا: ''اچھا اسے سکول کی لائبریری میں لگا دیں۔ اور سٹاک رجسٹر میں اس کا اندراج کرا کے لکھوائیں کہ اسے بچوں نے Donate کیا ہے۔''

قرآنی آیات:

سکول کے برآمدوں کی محرابوں میں ہارڈ بورڈ پر قرآنی آیات لکھوا کر لگائیں۔ کسی نے پوچھا آپ نے یہ کس نسبت سے کیا ہے۔ فرمایا میں چاہتا ہوں کہ میرے سکول کا ہر بچہ اور استاد ہمہ وقت قرآن پاک کے سائے تلے رہے۔

استادوں کی قدر:

آپ کے نزدیک خواجہ منیر حسین، میاں عمر الدین اور مرزا نثار احمد کی بڑی قدر تھی۔ دفتر میں اپنے اپنے عہد میں وہ جس کرسی پر بیٹھا کرتے تھے۔ آپ اس کرسی پر نہیں

بیٹھے۔فرمایا کرتے میں اس لائق نہیں ہوں کہ اس کرسی پر بیٹھوں جس پر یہ بڑے بڑے عظیم ہیڈ ماسٹر بیٹھ چکے ہیں۔

وفات:

15 نومبر 1985ء کی بات ہے آپ نے ننکانہ صاحب میں ایک شادی میں شرکت کرنی تھی۔مگر آپ پھر بھی سکول میں تشریف لائے۔ساڑھے دس بجے کے قریب گھر میں گئے تاکہ کپڑے وغیرہ تبدیل کر کے سفر پر جاسکیں۔مگر افسوس یہ دن سکول میں ان کا آخری دن بن گیا۔آپ گھر میں داخل ہوئے ہی تھے کہ دل کی حرکت میں فساد آ گیا۔وہ رک رک کر چلنے لگی۔آپ کو چارپائی پر لٹایا گیا۔مگر دل نے بالکل ہی کام کرنا بند کر دیا۔ڈاکٹر کے پاس لے جانے کی مہلت بھی نہ ملی۔اور آپ ہمیشہ کے لیے چپ ہو گئے۔**اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ط**

وفات کی پیشگی خبر:

کم وبیش دس ہزار آدمیوں نے آپ کے جنازے میں شرکت کی۔لوگوں نے گلیوں اور سڑکوں میں کھڑے ہو ہو کر جنازے کی آمد کا انتظار کیا۔

یہ شاید اس بات کی صداقت تھی جو آپ نے بہت پہلے فرمائی تھی۔

میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت:

فاروق صاحب کی زندگی میں ان کی برادری کے لوگ الیکشن کے لیے ووٹ مانگنے آئے۔آپ نے فرمایا: ”میں تو میاں جمیل احمد صاحب کا غلام ہوں، وہ جسے ووٹ دینے کو کہیں گے میں اس کو ووٹ دیدوں گا“۔مگر برادری کے لوگوں نے کہا: ”فاروق صاحب دیکھ لیں آخر برادری بھی کوئی شے ہوتی ہے“۔فرمایا: ”میری کوئی برادری نہیں ہے، میں مسلمان ہوں۔سب کا سانجھا ہوں“۔

انہوں نے پھر کہا: ''دیکھیں برادری کو اگر ناراض کرو گے تو یہ لوگ آپ کی غمیوں و خوشیوں میں شامل نہیں ہوں گے۔ آپ کا تو جنازہ پڑا رہ جائے گا۔ کوئی جنازہ اٹھانے والا نہ ہوگا''۔

اس بات سے آپ کے چہرے پر جلال آ گیا۔ فرمایا: ''آپ کہتے ہیں جنازہ اٹھانے والا کوئی نہ ہوگا۔ جب میں مروں گا تو آپ دیکھ لیں گے میرے جنازے کو لوگ کندھا دینے کو ترسیں گے''۔

بڑا جنازہ:

آپ کے مرنے کا واقعہ ایسا ہی ہوا۔ جنازہ 16۔ نومبر کی صبح کو اٹھانے کا پروگرام تھا۔ مگر اچانک مغرب کے بعد اٹھانے کا اعلان کر دیا گیا۔ اگر پہلے پروگرام کے مطابق ہوتا تو شائد لوگ اس سے بھی کہیں زیادہ ہوتے۔

> کہا جاتا ہے کہ ان کا بہت بڑا جنازہ ہوا تھا۔ شرقپور شریف سے لے کر جنازگاہ تک آدمی ہی آدمی تھے۔ تل رکھنے کے لیے جگہ نہیں تھی۔ ہر کوئی آپ کے جنازہ میں شامل ہونے کے لیے کوشاں تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جنازہ میں ایسے لوگ بھی شامل تھے جن کو کبھی شرقپور شریف میں پہلے نہیں دیکھا گیا تھا۔ یعنی فرشتوں کا نزول ہو گیا تھا۔

اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس کی بائیں جانب آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ ان پر ہزاروں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین! ۔1

حواشی

1۔ شرقپوری، محمد انور قمر: مطالعہ نقوش شرقپور، طابع: سورج؛ پرنٹنگ پریس، لاہور (جنوری ۔ 2002)، ص۔1016 تا 1021

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور حکیم محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: حافظ سلمان احمد

نام: حکیم محمد اشرف **والد کا نام:** حکیم محمد اسحاق

پیدائش: 1927ء، مالی پور، تحصیل پسرور، ضلع سیالکوٹ

پیشہ: 1937ء میں حکیم محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ والد حکیم محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ نے دواخانہ خاص پرانے مزنگ، لاہور میں قائم کیا اور وہیں ساری زندگی مریضوں کا علاج کرتے رہے۔ 1969-6-19 میں ان کا وصال ہو گیا اور ان کو میانی صاحب کے قبرستان میں سپردِ خاک کیا گیا۔ جہاں وہ ابدی نیند سو رہے ہیں۔ **اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ط**

بعد ازاں حکیم محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد گرامی کے مشن کو جاری رکھا اور 1996ء میں ان کا بھی وصال ہو گیا اور وہ میانی صاحب کے قبرستان میں آسودہ خاک ہیں۔ **اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ** ط

حکیم محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ کے ایک بھائی اور ایک بہن لندن میں رہتی تھی۔

حکیم محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ چھ بہن بھائی تھے۔ بھائیوں کے نام درج ذیل ہیں:

1۔ محمد اکرم 2۔ محمد اشرف 3۔ محمد اسلم 4۔ محمد افضل

ڈاکٹر محمد افضل صاحب حکیم محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے بھائی لندن میں رہائش پذیر تھے۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کو بتایا کہ ان کے ایک بھائی اور ایک بہن لندن میں رہتے ہیں تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب کبھی لندن تشریف لے جاتے تو حکیم محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی ڈاکٹر محمد افضل صاحب کے ہاں بھی گاہے بگاہے تشریف لے جاتے۔

اولاد:

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تین بیٹوں اور تین بیٹیوں سے نوازا۔ بیٹوں کے نام درج ذیل ہیں:

1۔ حکیم حافظ سلمان احمد 2۔ عمران احمد (مرحوم) 3۔ حکیم فیضان احمد

حکیم فیضان احمد کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رحمت سے بیٹے اور بیٹیاں عطا فرمائیں۔

1۔ حکیم حافظ سلمان احمد صاحب حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے بیٹے ہیں۔ ان کی تعلیم درج ذیل ہے:

1۔ میٹرک پاس

2۔ فاضل ڈپلومہ طب و جراحت طبیہ کالج، لاہور سے حاصل کیا۔

3۔ قرآن پاک 1972ء میں حفظ کیا۔

قرآن پاک حفظ کرنے بعد آستانہ عالیہ شرقپور شریف چلے گئے اور اعلیٰ حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی ''مسجد شیر ربانی'' سے قاری غلام رسول صاحب سے منزل کی دوہرئی کی۔ دوران منزل کی دوہرئی حافظ صاحب اور حضرت میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ ایک ہی کمرے میں سوتے تھے۔ ان کا کھانا لنگر کی بجائے گھر سے تیار ہو کر آتا تھا۔

حافظ سلمان احمد کی دستار بندی:

منزل کی دوہرئی کے بعد دستار بندی کا مرحلہ آیا تو دوسرے حفاظ کی دستار بندی کی گئی لیکن حافظ سلمان صاحب کو دستار بندی کا جبہ پہنایا گیا۔ کچھ تحائف بھی دیے گئے۔ دستار بندی کے بعد حافظ صاحب کے والد گرامی حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے عرض گزار ہوئے کہ ہم حافظ صاحب کو اپنے ساتھ گھر لے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حافظ کو یہاں چھوڑ دو اور فرمایا کہ ہم خود حافظ کو گھر چھوڑنے جائیں گے۔ دوسرے دن حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور آنا تھا۔ محمود ڈرائیور نے گاڑی چلائی اور حضرت صاحب کے ساتھ مولوی اکبر علی اکبر تھے۔ آپ نے ایک کپڑے کا جوڑا اور مٹھائی کا ڈبہ ساتھ لے کر حافظ صاحب کو گھر چھوڑ کر گئے۔ حکیم حافظ صاحب اخلاق کی دولت سے مالا مال ہیں اور روحانی معالج بھی ہیں۔

2۔ عمران احمد (مرحوم) حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے منجھلے بیٹے تھے اور ان کی تعلیم میٹرک تک تھی۔ میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ ان سے بہت پیار کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کو اپنے ساتھ کشمیر بھی لے گئے تھے۔ عمران صاحب مرحوم نے صوفی غلام سرور رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی سعادت حاصل کی ہوئی تھی۔ عمران احمد (مرحوم) کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے دو بیٹے اور دو بیٹیاں عطا کیں۔

بیٹوں کے نام درج ہیں:

1۔ حارث احمد　　　　2۔ زید احمد

3۔ فیضان احمد حکیم صاحب رحمۃ اللہ کے سب سے چھوٹے بیٹے ہیں اور فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی سعادت حاصل کی ہوئی ہے۔ محکمہ فوڈ میں ملازم ہیں اور طب سے وابستہ ہیں۔ دن کو سروس کرتے ہیں اور رات کو مریضوں کا علاج معالجہ کرتے ہیں۔ ان کی پریکٹس

جاری ہے۔مریضوں کے ساتھ نرمی سے پیش آتے ہیں۔ مریضوں کو مایوس نہیں ہونے دیتے۔مریضوں کے حق میں دعائے خیر بھی کرتے ہیں۔

ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری سے محبت کا رشتہ:

راقم الحروف (ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری) سے دونوں بھائی حکیم حافظ سلمان احمد صاحب اور حکیم فیضان احمد صاحب بہت محبت کرتے ہیں۔ میرے دل میں بھی ان کی بہت محبت اور احترام ہے۔ اللہ تعالیٰ اس محبت کو ہمیشہ قائم ودائم رکھے۔ہم پیر بھائی بھی ہیں۔ یہ رشتہ قیامت کے روز بھی کام آئے گا۔ہم ایک ہی پیر کے جھنڈے تلے اکٹھے ہو کر اپنے پیر کی معیت میں جنت الفردوس میں داخل ہوں گے۔ان شاء اللہ۔

بیعت:

حکیم محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سکنہ مزنگ، لاہوراعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے جبکہ ان کے صاحبزادے حکیم محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ حضرت سید نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کیلیانوالہ شریف والے کے مرید تھے مگر ان کو فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی محبت اور عقیدت تھی، جس کی وجہ سے لوگ سمجھتے تھے کہ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بھائی محمد افضل صاحب لندن سے پاکستان تشریف لائے تو فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کو ملنے کے لیے صوفی برکت علی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر گئے کیونکہ آپ نے کھانا تیار کروا کر وہاں ان کی دعوت کی تھی۔

میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے محبت:

حکیم حافظ سلمان احمد کی والدہ کو فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اہل خانہ

بالخصوص آپ کی زوجہ محترمہ سے بڑی عقیدت ومحبت تھی اور مرحومہ مغفورہ اکثر وبیشتر شرقپور شریف جایا کرتی تھیں۔ مرحومہ مغفورہ کی دلی خواہش یہ ہوتی تھی کہ وہ آستانہ کے کاموں میں شامل ہوکر آستانہ کی خدمت کریں۔ خاص طور پر کچن کے کاموں میں بہت دلچسپی لیتی تھیں۔ کھانا تیار کرکے اہل خانہ کو پیش کرکے دلی مسرت محسوس کرتی تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ محترمہ اور اہل خانہ ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح حافظ صاحب کی والدہ ان کی خدمت کرتی ہیں ہم ان کی اس طرح خدمت نہیں کرتے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ حکیم محمد اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے گھر کے لیے کئی طرح کے شربت اور اچار وغیرہ بنواتے تھے لیکن پوری قیمت ادا کرتے تھے۔

بیٹا پیدا ہونا

حکیم فیضان احمد مزنگ لاہور والے کا بیان ہے کہ وہ حضرت صاحبزادہ میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آستانہ عالیہ شرقپور شریف میں حاضر تھا کہ ایک عقیدت مند آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مٹھائی لے کر حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی کہ حضور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سے بیٹا عطا کیا ہے۔

یہ بات سن کر آپ فرمانے لگے کہ جب تم نے دعا کے لیے عرض کی تھی تو مَیں نے کہا تھا کہ داڑھی رکھ لو تو اللہ تمہیں بیٹا عطا فرمائے گا۔ تم نے داڑھی رکھ کر سُنّت رسول اللہ ﷺ پر عمل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے داڑھی کی سُنّت کی برکت سے تمہیں بیٹا عطا کیا ہے نہ کہ میری دعا سے۔ آپ کا کیا حکیمانہ، عاجزانہ اور دلبرانہ انداز تھا سُنّتِ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کروانے کا۔

اعلیٰ حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرم:

حکیم فیضان احمد ابنِ حکیم محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ مزنگ، لاہور والے کا بیان ہے کہ جب حضرت صاحبزادہ میاں خلیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کو ٹائفائیڈ بخار ہو گیا۔ علاج کرنے کے باوجود کوئی افاقہ نہ ہوا اور 6 ماہ تک بخار ہوتا رہا۔ غالباً جون کا مہینہ تھا جب میاں خلیل احمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کو بغرض علاج گنگا رام ہسپتال میں داخل کروا دیا گیا۔ حکیم فیضان احمد صاحب کا بیان ہے کہ اُن کے والد گرامی حکیم محمد اشرف مرحوم روزانہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عیادت کے لیے گنگا رام ہسپتال جاتے تھے۔ حکیم فیضان احمد صاحب کہتے ہیں کہ ان کو سکول سے گرمیوں کی چھٹیاں تھیں۔ اس لیے وُہ تقریباً روزانہ اپنے والد گرامی کے ساتھ ہسپتال جاتے تھے۔ سر گنگا رام ہسپتال میں عرصہ ایک ماہ علاج کے باوجود صاحبزادہ رحمۃ اللہ علیہ کا بخار نہ اترا۔ حکیم فیضان صاحب کے والد صاحب کا چونکہ شعبہ طب سے تعلق تھا۔ ایک دن وُہ سر گنگا رام ہسپتال کے ایم۔ ایس کرنل (ر) ڈاکٹر جمشید ترین سے ملے اور بیماری کی طوالت کی وجہ دریافت کی تو اُس نے کہا کہ حکیم صاحب دراصل میاں صاحب کا اینٹی بائیوٹک کے مضر اثرات کی وجہ سے بخار نہیں اتر رہا اور ان کے اثرات کی وجہ سے دماغ بھی متاثر ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر جمشید ترین نے کہا کہ وُہ تو عقیدت کی وجہ سے جواب نہیں دے پا رہا۔ اُس نے کہا کہ حکیم صاحب بہتر تو یہی ہے کہ آپ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہسپتال سے گھر لے جائیں۔ انگریزی دواؤں سے میاں صاحب کا علاج ممکن نہیں۔ ڈاکٹر جمشید ترین کی یہ بات سُن کر حکیم فیضان صاحب کے والد صاحب میاں خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آ گئے۔ والدِ گرامی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کمرے میں داخل ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''حکیم جی! مَیں آپ ہی کا انتظار کر رہا تھا۔ مجھے آپ اپنے گھر لے چلیں''۔ والد صاحب نے عرض کی آپ کا حکم سَر

آنکھوں پر مگر میرے لیے یہ بہت بھاری ذمہ داری ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کے والد گرامی حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری سے مشورہ ضروری ہے۔ یہ بات سن کر حضرت صاحبزادہ میاں خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے: ''حکیم صاحب آپ ایسا ہی کریں جیسا کہ اعلیٰ حضرت شیرِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا حکم ہے کہ حکیم صاحب کے گھر جاؤ۔ تندرست ہو جاؤ گے''۔ یہ بات سن کر والد صاحب لاجواب ہو گئے۔

کچھ دیر کے بعد حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب بھی صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمرے میں سرگنگارام ہسپتال میں تشریف لے آئے۔ میرے والد حکیم محمد اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے معاملہ حضرت قبلہ کی خدمت میں پیش کیا تو حضرت قبلہ میاں جمیل احمد صاحب نے فرمایا: ''حکیم صاحب پھر آپ ایسا ہی کریں'' اور حضرت قبلہ اپنے صاحبزادے میاں خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ کو ساتھ لے کر ہمارے گھر لے آئے۔

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی عقیدت اور جانفشانی سے صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا علاج کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور فیضانِ شیرِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت صاحبزادہ میاں خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بخار اتر گیا۔

ناراضگی کا اظہار:

ایک دفعہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فون کے ذریعے حکیم محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع دی کہ وہ لندن سے لاہور ایئرپورٹ پر فلاں فلائٹ سے فلاں وقت پر لینڈ کریں گے۔ چنانچہ آپ گاڑی لے کر لاہور ایئرپورٹ پر آ جائیں۔ چنانچہ حکیم محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے فیضان احمد کہا کہ وہ گاڑی تیار کریں کیونکہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام آیا کہ ان کو لاہور ایئرپورٹ سے ہم نے لینا ہے۔ چنانچہ فیضان احمد نے گاڑی

تیار کی تو جعفر مرحوم نے ان سے پوچھا کہ آپ گاڑی لے کر کدھر جا رہے ہیں۔ ان کو بتایا گیا کہ وہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لینے کے لیے لاہور ایئرپورٹ پر جا رہے ہیں تو جعفر مرحوم نے کہا کہ انہیں بھی اپنے ساتھ لاہور ایئرپورٹ پر لے جائیں۔ گاڑی کی چار سیٹیں تھیں۔ اس لیے مزید ایک آدمی کو گاڑی میں بٹھانے کی گنجائش تھی۔ اس لیے جعفر مرحوم کو بھی گاڑی میں بٹھا کر لاہور ایئرپورٹ کی طرف روانہ ہو گئے۔ لاہور ایئرپورٹ فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کا استقبال کیا اور آپ کو گاڑی میں بٹھا کر گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ گھر پہنچ کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پچھلے کمرے میں آرام کرنا پسند فرمایا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کمرے بلایا اور جلالی کیفیت میں فرمایا کہ آپ میرا جلوس نکالنے کے لیے جعفر کو اپنے ساتھ ایئرپورٹ لے آئے تاکہ لوگوں کو پتا چلے کہ میں بہت بڑا پیر ہوں۔ میں کوئی بڑا پیر نہیں۔ میں تو ایک عاجز مسکین بندہ ہوں۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہے اور تھوڑی دیر کے بعد آپ کی جلالی کیفیت رفع ہو گئی۔

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور میاں حفیظ احمد رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: میاں خالد محمود شرقپوری

نام: حفیظ احمد

والد کا نام: حاجی شاہ محمد ولد پیراں دتا

مقام پیدائش: ماڑی، تحصیل جڑانوالہ، ضلع فیصل آباد

اولاد: اللہ تعالیٰ نے حفیظ احمد صاحب کو دو بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا۔

بیٹوں کے نام: 1۔خالد محمود 2۔طاہر محمود

تعلیم: میٹرک۔گورنمنٹ ہائی سکول جڑانوالہ

پیشہ: زراعت

پیراں دتا رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔اپنے والد کے ساتھ حاجی شاہ محمد رحمۃ اللہ علیہ شرقپور شریف آیا کرتے تھے۔حاجی شاہ محمد رحمۃ اللہ علیہ کو بیعت ہونے کے لیے مرد قلندر کی تلاش تھی۔اپنے والد گرامی کے وصال کے بعد مرشد کی تلاش میں بڑے بڑے آستانوں پر حاضری دیتے رہے۔لیکن ان کے دل کی تسلی کسی بھی آستانے پر نہ ہوئی۔مختلف آستانوں پر بیعت ہونے کی نیت سے جانے کے

بعد وہ حضور داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پر مرشد کی تلاش کی نیت سے رات کو وہیں ٹھہرے تو رات کو خواب میں حضور داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ خواب میں حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ بھی حاجی شاہ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھے۔ حضور داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میاں شاہ محمد مرید ہونے کے لیے آیا ہے۔ آپ نے اسے مرید نہیں کیا تو حضور ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اسے مرید تو کر لیا تھا لیکن ہم سے بڑا پیر تلاش کرتا ہے۔ جہاں مرضی بھاگ لے۔ آخر اس کو شرقپور شریف آنا پڑے گا۔ خواب دیکھنے کے بعد حاجی شاہ محمد رحمۃ اللہ علیہ کی جب آنکھ کھلی تو سیدھے شرقپور شریف میں حضرت ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پر بیعت ہونے کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد وہ شرقپور شریف کے ہی ہو کر رہ گئے۔ حضرت ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ نے آستانہ عالیہ کا سارا انتظام ان کے ہاتھ میں دے دیا اور حضور ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے کام سے خوش ہو کر ان کو خلافت سے نوازا۔ عرس کے انتظامات کے لیے عرس شروع ہونے سے ایک ہفتہ پہلے اپنی پوری ٹیم کے ساتھ شرقپور شریف حاضر ہو جاتے اور عرس شریف کا سارا انتظام سنبھال لیتے۔ عرس کی تقریبات ختم ہو جانے کے بعد تقریباً ایک ہفتہ تک شرقپور شریف میں ٹھہرتے اور جب تک حضور ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ جانے کی اجازت نہ دیتے وہیں شرقپور شریف میں حضرت ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت پر مامور رہتے۔ جب آپ اجازت دیتے تب شرقپور شریف سے رخصت ہوتے۔

لوگ ان سے استفسار کرتے کہ کیا ان کی حضرت ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے ساتھ کوئی رشتہ داری ہے جس کی وجہ سے آپ تم سے اتنی محبت کرتے ہیں۔

آپ کہتے میں تو ادنیٰ سا خادم ہوں۔ یہ تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرم نوازی ہے کہ

وہ اتنی محبت فرماتے ہیں۔حضور ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضور فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ سے بہت محبت کرتے تھے اور ان کو''بڑا پیر'' کہہ کر بلاتے۔

صوفی عبدالستار کراچی والے نے ان کے بیٹے خالد محمود صاحب کو یہ بات بتائی کہ میں اور حاجی ہاشم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ''جڈو'' پہنچے تو حاجی شاہ محمد رحمۃ اللہ علیہ چارپائیاں اٹھا کر باہر رکھنے لگے تو آپ نے ان کو چارپائیاں اٹھانے سے منع کر دیا اور فرماتے رہے کہ حاجی صاحب چارپائیاں نہ اٹھائیں۔صوفی عبدالستار کراچی کہتے ہیں کہ میں نے محبت کی ایسی مثال کم دیکھی ہے۔ پھر آپ نے چارپائیاں دوسری جگہ رکھوائیں اور بہت دیر تک دونوں آپس میں راز و نیاز کی باتیں کرتے رہے اور مل کر کھانا کھایا۔کراچی جانے کے لیے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ٹریکٹر لے کر آئے تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کار سے اتر کر حاجی شاہ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ٹریکٹر پر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے کہ میں نے''بڑے پیر صاحب'' کے ساتھ ٹریکٹر پر بیٹھنا ہے۔حاجی شاہ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ٹریکٹر چلا کر کراچی پہنچے اور ہم کار پر سوار ہو کر اسی وقت کراچی پہنچے جس وقت حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ٹریکٹر پر بیٹھ کر کراچی پہنچے۔

حاجی شاہ محمد رحمۃ اللہ علیہ کا 1988ء میں وصال ہو گیا۔

حاجی شاہ محمد رحمۃ اللہ علیہ حضور ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور حفیظ احمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کے ساتھ شرقپور شریف میں حضور ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔اس طرح انہیں حضور ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا شرف بھی حاصل تھا۔انہوں نے آستانہ عالیہ شرقپور شریف کا سنتوں بھرا ماحول دیکھ کر حضور فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔حفیظ

احمد رحمۃ اللہ علیہ جڑانوالہ سے سندھ منتقل ہو گئے اور حضرت حاجی شاہ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ان کے ختم چہلم پر فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ اور میاں خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے اور چہلم کے موقع پر میاں حفیظ احمد رحمۃ اللہ علیہ کی دستار بندی کی گئی۔ دستار بندی کے بعد میاں حفیظ احمد رحمۃ اللہ علیہ فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے وقتاً فوقتاً شرقپور شریف حاضر ہوتے رہے۔ فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ ان سے خصوصی محبت اور شفقت کا اظہار فرماتے۔

جب فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کراچی تشریف لے جاتے تو میاں حفیظ احمد رحمۃ اللہ علیہ کو کراچی بلا لیتے اور ان کو مجدد پاک رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات اور مرزائیوں کے خلاف سٹکر ہزاروں کی تعداد میں تقسیم کرنے اور پورے سندھ میں مختلف جگہوں پر لگانے کے لیے دیتے۔ میاں حفیظ احمد رحمۃ اللہ علیہ اپنی پوری ٹیم کے ساتھ مل کر ان کو تقسیم کرتے اور سندھ کے شہروں اور گاؤں گاؤں میں مختلف جگہوں پر پوری دیانتداری سے آویزاں کرواتے۔ فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ رمضان شریف کے کیلنڈر تقسیم کرنے کے لیے ان کو دیتے اور وہ اس کام کو بخوبی سرانجام دیتے۔

جب اعراس کا موقع آتا تو وہ شروع ہونے سے دو تین دن پہلے اپنی ٹیم کے ساتھ شرقپور شریف حاضر ہو جاتے اور مختلف کام سرانجام دیتے اور خود ''بک سٹال'' پر ڈیوٹی سرانجام دیتے۔

میاں حفیظ احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے خالد محمود نے شرقپور شریف میں چھ سات سال رہ کر ''درس نظامی'' مکمل کیا۔ درس نظامی کی تکمیل کے دوران خالد محمود کی ڈیوٹی مہمانوں کی خدمت کرنا تھا۔ خالد محمود آپ کے نشر و اشاعت کے کاموں میں بھی حصہ لیتے رہے تھے۔ آپ کے ساتھ کئی جگہوں پر جانے کا ان کو اتفاق بھی ہوا۔ جو بھی کام ان کو آپ

تفویض فرماتے اس کو پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے۔ میاں خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ اور وہ مہمان خانے کے کمرے میں ایک ساتھ رات گزارتے۔ انہوں نے آپ کی نگرانی میں کافی عرصہ شرقپور شریف میں گزارا۔

میاں حفیظ احمد رحمۃ اللہ علیہ کا وصال 2011ء میں ہوا۔ فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے چہلم کا ختم شرقپور شریف میں کروایا۔ فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے چہلم کی تقریبات کے موقع پر حاجی شفیق احمد لاثانی بک پیلس اردو بازار لاہور سے علیحدگی میں بات کی کہ اب تو میاں حفیظ احمد کا وصال ہو گیا ہے۔ اب آگے سلسلہ کو چلانے کے لیے کیا کرنا ہے تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی میاں ولید جواد شرقپوری کے موجودگی میں دستار بندی کر دی۔ ایک دفعہ جب خالد محمود صاحب اپنے والد کے وصال کے بعد شرقپور شریف آئے تو آپ نے بیعت کرنے کی اجازت فرمائی اور فرمایا: ''اب ہمارا بھی چل چلاؤ ہے'' اب مل جل کر جتنا بھی کام ہو سکے کرنا اور اپنے اصحاب کے طریقے پر کاربند رہنا اور کچھ وظائف پڑھنے کی تاکید فرمائی۔

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور محمد یٰسین گجر رحمۃ اللہ علیہ

نام: محمد یٰسین **والد کا نام:** نتھو گجر

مقام پیدائش: ماڑی خورد، تحصیل نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ

تاریخ پیدائش: یکم اگست 1956ء **مادری زبان:** کرنالوی

تعلیم:

1975ء میں میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ہائی سکول نوشہرہ ورکاں سے پاس کیا۔ انٹر کا امتحان گورنمنٹ اسلامیہ کالج گرجاکھ گوجرانوالہ سے پاس کیا۔

سادگی:

آپ نہایت سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ سادگی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ سادہ گفتار، سادہ لباس، سادہ رہن سہن، مسکراتا چہرہ، کھلی کھلی آنکھیں، نیچی نظر، باادب، وفادار اور نہایت ملنسار تھے۔ غرور تکبر سے کوسوں دور، دوستوں کے دوست اور شرم وحیاء کے پیکر تھے۔

ملازمت کی تلاش:

انٹر کا امتحان پاس کرنے کے بعد اپنے ایک انتہائی مخلص دوست صغیر احمد صاحب کی وساطت سے اسلام آباد چلے گئے۔ وہاں تقریباً ایک سال پندرہ دن سرکاری ملازمت

کے حصول کے لیے ٹائپنگ اور شارٹ ہینڈ سیکھتے رہے۔ ملازمت کے لیے درخواست دی اور ان کے مخلص احباب نے ملازمت کے لیے بہت کوشش کی مگر نا دارد۔

آستانہ عالیہ شرقپور شریف روانگی:

ایک دن اچانک ان کو خیال آیا کہ آستانہ عالیہ شرقپور شریف جا کر دعا کروائی جائے۔ اس نیت سے شرقپور شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ جب وہ شرقپور شریف پہنچے تو ملاقات کا وقت نہیں تھا۔ نماز فجر مسجد لوہاراں والی میں ادا کرنے کے بعد جب لنگر خانے آئے تو دیکھا کہ حضرت صاحبزادہ میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے۔ آپ نے حسب معمول نام، پتا اور کام پوچھا۔ پھر ناشتہ کیا اور ساتھ لے گئے۔ میاں خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہونے کا ذکر ہوا۔ آپ نے محمد یٰسین کو اسلام آباد جانے کا حکم دیا اور یہ بھی فرمایا کہ واپس آ کر جمعہ میرے ساتھ ادا کرنا۔

پچاس روپے میں دو شادیاں:

محمد یٰسین (03215222064) کا بیان ہے کہ وُہ اپنی ہمشیرہ کی شادی کے لیے حضرت صاحبزادہ میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کروایا کرتا تھا۔ جب شادی کی تاریخ مقرر ہوگئی تو وُہ اپنی ہمشیرہ کی شادی کا سامان لینے کے لیے لاہور آیا تو حاضری کے لیے شرقپور شریف چلا گیا۔ بعد از نمازِ جمعہ حضرت صاحبزادہ میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے رومال میں سے ایک سوٹ یعنی شلوار قمیص لی اور مجھے تھما دی۔ شرقپور شریف سے ویگن پر سوار ہوئے۔ لاہور سے ٹیکسی کے ذریعے سیالکوٹ کے نواع میں ملک پور گاؤں میں یارسول اللہ ﷺ کانفرنس میں شریک ہوئے۔ جس میں علامہ عبدالتواب صدیقی اچھروی کا خطاب بھی تھا۔ صبح واپسی پر دربار حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر

ناشتہ کیا۔ وہاں سے بذریعہ ٹیکسی حافظ آباد، خوشاب، جھنگ، سیال شریف، ملتان اور جلالپور پیروالا میں مولانا سردار احمد قادری جو آجکل یورپ میں تبلیغ میں مصروف ہیں کے بزرگوں کا چہلم تھا اُس میں شرکت فرمائی۔ وہاں سے جمعرات کی رات واپسی کا سفر شروع کیا۔ صبح فاروق آباد اور پھر لاہور تشریف لائے۔ اس طرح بوقتِ جمعہ شرقپور شریف واپسی ہوئی۔ بعداز نمازِ جمعہ پھر اسی طرح شرقپور شریف سے سفر شروع کیا اور لاہور آ کر بذریعہ ہوائی جہاز ملتان کا قصد کیا۔ جہاز لیٹ نائٹ کا تھا اس لیے بذریعہ کوسٹر کا پروگرام بنایا۔ لہٰذا آسٹریلیا مسجد کے پاس کوسٹر کے اڈا پر کھڑے ہوئے۔ یٰسین کو ازخُود ارشاد فرمایا: ''تیری ہمشیرہ دی شادی کدوں ایں''؟ محمد یٰسین نے سوچ بچار کے بعد عرض کیا حضور! کل یعنی بروز ہفتہ کو ہے۔ فوراً فرمایا: ''توں کیوں نہی دسیا؟ بڑا پاگل ایں۔ جلدی گھر چلا جا۔ تیری ماں تیرا انتظار کردی اے پئی''۔

محمد یٰسین واپسی کا ارادہ کر کے چند قدم گیا۔ دِل میں خیال کیا خرچہ تو ختم ہو چکا ہے۔ اَب حضرت میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے گِلہ تو کرنا نہیں۔ دِل میں ارادہ کیا کہ اپنے ایک دوست لیث اللہ خان جو لاہور چھاؤنی میں رہائش پذیر ہیں اُن کا فون نمبر یاد ہے۔ اُس کو قریبی پی۔سی۔او سے فون کر کے بلواتا ہوں۔ اس سے خرچہ لے کر گھر چلا جاؤں گا۔ اس طرح کا ذہن میں خیال آیا۔ اچانک حضرت قبلہ میاں خلیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے آواز دی اور واپس بلا کر پوچھا ''تیرے کول کتنے پیسے نیں''؟ محمد یٰسین نے دونوں جیبیں اُلٹ دیں اور خاموش کھڑا رہا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کمال شفقت کا اظہار فرمایا: پچاس روپے کا نوٹ اپنی جیب سے نکال کر محمد یٰسین کو دیا اور فرمانے لگے: ''یٰسین! سِدھا گھر جائیں۔ راہ وِچ کِدھرے نہ جاناں''۔

محمد یٰسین لاہور سے گاؤں ماڑی خورد شام کے وقت پہنچے۔ گھر والے مِلے جُلے

جذبات کا اظہار کر رہے تھے۔ آخر کار گھر والوں نے محمد یٰسین کو آرام کرنے کا مشورہ دیا۔ صبح یٰسین کے گھر والوں نے شادی کی تمام تر ذمہ داری یٰسین پر ڈال دی۔ تمام اخراجات کا بوجھ بھی اُسے اُٹھانا پڑا جو بفضلہٖ تعالیٰ پوری ذمہ داری سے سرانجام دیا۔ یہاں تک کہ لاہور سے گھر تک کا کرایہ 12 روپے اُن پچاس روپوں میں سے دیا جو حضرت میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے عنایت فرمائے تھے۔ باقی 38 روپے اُن پچاس روپوں میں سے بچے تھے جن سے شادی کے تمام اخراجات پورے کیے۔

دوسری شادی محمد یٰسین کے چچازاد بھائی امجد کی تھی۔ اُن کی برات وہاڑی سے گوجرانوالہ آئی تھی اس میں بھی محمد یٰسین نے شرکت کی۔ پھر اسلام آباد اپنی ڈیوٹی پر چلا گیا۔ وہاں جا کر جمعرات کو واپس گھر آنے کا ارادہ کر کے اپنی جیب کی تلاشی لی۔ جب روپے گِنے تو جیب سے صرف اور صرف وہی 38 روپے تھے۔ پھر گھر آ کر یٰسین نے گھر والوں سے پوچھا کوئی ادھار تو نہیں دینا۔ اس پر یٰسین کے والدین نے کہا: ''کوئی ادھار نہیں''۔ بلکہ انہوں نے شادی والے دن تُم سے سارا خرچ کروالیا تھا کیونکہ سارے کا سارا خرچہ تمہاری ذمہ داری تھی۔

جب اگلے دن یٰسین شرقپور شریف جمعہ کی ادائیگی اور حاضری کے لیے گیا۔ حاضر ہو کر حضور میاں خلیل احمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کو سلام عرض کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یٰسین کو دیکھتے ہی فرمایا: ''پاگل تم آ گئے ہو''۔ یٰسین اپنی کم مائیگی اور حضور کی کرم فرمائی پر بڑا مشکور تھا۔ نمازِ مغرب کے بعد جب سب احباب آپ رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت لے کر چلے گئے تو یٰسین کے کان پکڑ کر فرمانے لگے: ''ناں تُوں سو سو دے نُوٹ اپنی جیب وِچ پائے ہوئے سن جھڑے کڈھ کڈھ ورتائی جانداسیں''۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بات کو دہرا بھی رہے تھے اور یٰسین کو آئندہ ایسا نہ کرنے کی تاکید بھی فرما رہے تھے۔ توبہ کرنے کی تلقین بھی فرما رہے تھے۔ یٰسین کہتا ہے کہ اگر اُس نے روپوں کی گنتی نہ کی ہوتی تو شاید کب تک وُہ

پچاس روپے چلتے رہتے مگر مشیتِ ایزدی اسی میں تھی۔ یہ اللہ والوں کا خاصہ ہے۔

پیپلز پارٹی میں شمولیت:

محمد یٰسین ابنِ نتھو گجر آف ماڑی خورد نوشہرہ ورکاں، ضلع گوجرانوالہ بیان کرتے ہیں کہ 1986ء میں حضرت صاحبزادہ میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ اسلام آباد تشریف لائے۔ حاجی محمد اسلم شرقپوری (موضع نزنجی نزد شرقپور شریف) کی گاڑی میں سوار ہو کر اُن کے گھر واقع خیابان سر سیّد راولپنڈی تشریف لائے۔ اُن کو بھی گاڑی میں بٹھالیا۔ حاجی صاحب عرض کرنے لگے کہ بے نظیر صاحبہ واپس پاکستان آرہی ہیں اور لوگ بڑی تیزی سے پیپلز پارٹی میں شامل ہورہے ہیں تو قبلہ میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ’’پیپلز پارٹی وِچ وَڑناں کیہڑااوکھا کم ایں۔ اپنا یٰسین وی پیپلز پارٹی وِچ وَڑ جائے گا‘‘۔

نیدرلینڈ جانے کی پیشگوئی:

1990ء میں نمازِ جمعہ ادا کرنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ شہر والی بیٹھک میں تشریف لے گئے تو بندہ نے (محمد یٰسین) آپ سے عرض کیا آپ نے فرمایا: ’’جا بھائی نیدرلینڈ‘‘۔ محمد یٰسین کا کہنا ہے کہ بظاہر نیدرلینڈ جانے کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ اِدھر آپ کا فرمانا تھا کہ اُدھر اللہ تعالیٰ نے نیدرلینڈ جانے کا غیب سے فوری انتظام فرمادیا۔ بندہ نیدرلینڈ پہنچ تو گیا مگر سَیٹ نہ ہوسکا۔ اپنے ایک دوست سے کام کے سلسلہ میں سیاسی پناہ لینے کا مشورہ لیا۔ اُس وقت پاکستان میں میاں محمد نواز شریف کی حکومت تھی۔ اس لیے یہ ضروری تھا کہ اپوزیشن کے پلیٹ فارم یعنی پیپلز پارٹی کے پلیٹ فارم سے سیاسی پناہ لی جائے۔ اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ نیدرلینڈ میں پناہ لینے اور کام کرنے کا نہیں تھا۔ اس لیے مجبوراً PPP ہی کا فارم UNO برسلز بلجیم میں پُر کرکے دینا پڑا۔ اس طرح پیپلز پارٹی کے پلیٹ فارم

سے ماہانہ ویزہ اور 500 ڈالر جیب خرچ بھی ملتا رہا۔ اس طرح صاحبزادہ میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی 1986ء کی کہی ہوئی بات 1990ء میں 4 سال بعد پوری ہوگئی۔

دِل کی کیفیت معلوم کرنا:

محمد یٰسین ولد نتھو گُجر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت صاحبزادہ میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کو کھانا پینا اور سونا چھوڑے ہوئے عرصہ گزر گیا۔ ایک روز لاہور سے چک 6R/86 ساہیوال صوفی محمد ابراہیم صاحب جو کہ حضرت ثانی لاثانی رحمہ اللہ علیہ کے ملنے والے ہیں کے گھر تشریف لے گئے۔ کچھ دِن وہاں قیام فرمایا اور صوفی صاحب کے بڑے بیٹے غلام مصطفٰی کو پاسپورٹ دیا اور اُسے سعودی عرب کا ویزہ لگوانے کے لیے فرمایا۔ غلام مصطفٰی پاسپورٹ لے کر چلا گیا۔ سعودی عرب کا ویزہ لگوا کر وہاں کا ٹکٹ بھی لے آیا۔ آپ کی مدینہ شریف کو روانگی ہوگئی۔ محمد یٰسین سے فرمانے لگے مدینہ شریف ہی میرا علاج ہے۔ پہلے بھی ابا حضور مجھے مدینہ شریف لے گئے تھے اور مجھے شفا ہوئی تھی۔ اَب بھی وہیں ہی سے شفا ملے گی۔ محمد یٰسین کا کہنا ہے کہ اس کے دِل میں یہ خیال آیا کہ آپ تو مدینہ منورہ جارہے ہیں اور ہم غریبوں کو یہاں چھوڑے جارہے ہیں۔ آپ میرے دِل کی کیفیت سے آگاہ ہوکر فرمانے لگے میاں محمد صالح کا خیال رکھنا۔ اس کو کھلونے وغیرہ لا کر دینا۔ اس سے دعا کروالیا کرنا۔

مدینہ منورہ سے جلد واپسی:

محمد یٰسین ولد نتھو گُجر کا بیان ہے کہ وُہ کچھ دنوں کے بعد جمعۃ المبارک کے روز آستانہ عالیہ شرقپور شریف جمعہ شریف پڑھنے کے لیے گئے تو انہوں نے حضرت صاحبزادہ میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کو جمعہ کی نماز میں دیکھا۔ آپ نے جمعہ کی نماز کے

بعد ملنے والوں سے ملاقات بھی کی۔آپ جب ملاقاتیوں سے فارغ ہوکر گھر کے بڑے گیٹ سے اندر داخل ہورہے تھے تو یٰسین کے دل میں خیال آیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ مدینہ منورہ میں قیام طویل ہوگا لیکن آپ جلدی واپس تشریف لے آئے ہیں۔ آپ کے جلدی آنے کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟ آپ نے یٰسین کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: ''بیلیا اجے آؤنا تے نہی سی پر میاں محمد صالح کولوں میاں سعید احمد صاحب نے فون کروایا سی تے فیر میرے کولوں رہیا نہی گیا۔ تینوں تاں پتہ ای اے۔میرا میاں محمد صالح نال بڑا پیار اے۔اگرتُوں نے گھر نہی جانا تے ایتھے رہ۔میاں سعید احمد واسطے وعا منگنی ایں''۔

میاں محمد صالح صاحب کی کیفیت معلوم کرنا:

محمد یٰسین ولد نتھو گجر کا بیان ہے کہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے۔آپ کی جمعہ کی تیاری تھی۔وہ اور بابا محمد حسین مرحوم ،روہری جلیانہ والا جو حضرت صاحب کے لنگر خانے میں خدمت گار تھا حضرت صاحبزادہ میاں خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ کے انتظار میں تھے کیونکہ آپ ملاقاتیوں کو لنگر خانے سے مسجد جانے کے لیے روانہ کر چکے تھے اور تھوڑی دیر کے لیے گھر تشریف لے گئے تھے تو جلد واپسی ہوگئی۔اسی دوران میاں محمد صالح کو بابا محمد حسین مرحوم نے کندھے پر اٹھا لیا۔محمد یٰسین بھی پاس ہی کھڑا تھا۔محمد یٰسین سے میاں محمد صالح نے دریافت کیا کہ اُس کے کتنے بچے ہیں؟ اور اُس کی جیپ کہاں ہے؟ جس پر مجھے سیر کراتے تھے وغیرہ وغیرہ۔اتنی دیر میں اماں سیراں جو زنان خانہ میں خادمہ ہے حاضر ہوئی اور میاں محمد صالح سے عرض گزار ہوئیں کہ آپ کھانا کھالیں کیونکہ کھانا ٹھنڈا ہورہا ہے۔میاں محمد صالح نے فرمایا: ''اچھا کھالیتا ہوں''۔اماں سیران دوبارہ حاضر ہوکر کھانا کھانے کے لیے میاں محمد صالح سے عرض گزار ہوئیں۔ پھر آپ نے فرمایا: ''اچھا کھالیتا ہوں''۔ جب اماں سیراں تیسری بار حاضر ہوئیں اور گھر والوں کا حکم سنایا تو فوراً کندھوں سے اُتر کر اندر تشریف لے گئے۔اتنی دیر میں حضرت قبلہ میاں خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ جمعہ پڑھانے کے لیے ڈیوڑھی میں

تشریف لے آئے اور وہاں سے قبرستان سے ہوتے ہوئے مسجد کی طرف گئے۔ اُس دن سخت گرمی تھی۔ بابا محمد حسین مرحوم نے اپنی پگڑی اتاری اور کونہ محمد یٰسین کی طرف بڑھایا۔ ہم دونوں نے حضرت قبلہ میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے لیے پگڑی کا سایہ کر دیا۔ آپ نے قبرستان سے گزرتے ہوئے بابا محمد حسین مرحوم سے فرمایا:

''بابا محمد حسیناں میاں محمد صالح نوں کی آکھیا جے''۔ ہم دونوں مَیں اور بابا محمد حسین مرحوم بہت گھبرائے کہ ہم سے کیا غلطی ہوگئی ہے؟ آپ قبلہ کے سامنے بولنے کی جرأت نہ تھی۔ آپ روحانی قوت سے ہماری کیفیت کو بھانپ گئے اور فرمانے لگے: ''میاں محمد صالح نے گھر جاکے آکھیا اے کہ اماں سیراں نے میرے مریدوں کا حال چال پوچھنے میں رکاوٹ ڈالی ہے اور کھانا کھانے کا بار بار کہندی رہی اے''۔ آپ نے فرمایا: ''مَیں نے میاں محمد صالح سے پوچھا تمہارے کونسے مرید ہیں''؟ میاں محمد صالح نے جواب میں کہا کہ آپ کے دونوں مرید بابا محمد حسین مرحوم اور بابا یٰسین ہیں اور مَیں تہاڈے کولوں دونوں کھوہ لیئے نیں۔

جامع مسجد و مدرسہ شیر ربانی:

مورخہ ۲۲۔فروری ۲۰۱۹ء (بروز جمعۃ المبارک) کو راقم کی محمد یٰسین گجر رحمۃ اللہ علیہ آف ماڑی خورد سے موبائل (0306-5020911) پر بات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ ان کے گاؤں ماڑی خورد، تحصیل نوشہرہ ورکاں، ضلع گوجرانوالہ میں جو'' جامع مسجد و مدرسہ شیر ربانی'' ہے۔اس کے بانی حضرت پیر طریقت، رہبر شریعت صاحبزادہ میاں خلیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔متولی، امام وخطیب و مدرس صوفی محمد یٰسین اینڈ لالہ محمد حسین ہیں۔حاجن کلثوم حسین نے'' جامع مسجد و مدرسہ شیر ربانیؒ'' ماڑی خورد کے لیے دو کینال زمین کا عطیہ (زیرِاہتمام بزمِ جمیل وغلامانِ شیر ربانی) کو دیا۔اس مدرسہ میں بچوں اور بچیوں کو قرآن مجید کی تعلیم دو وقت (صبح وشام) دی جارہی ہے۔

حضور فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت و محبت:

راقم السطور (ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری) جب کبھی اپنے شیخ طریقت رہبر شریعت فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے آستانہ عالیہ شیر ربانی شرقپور شریف میں حاضر ہوتا تو محمد یٰسین رحمۃ اللہ علیہ کو حضور فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش گاہ کے باہر دروازہ پر بطور دربان پاتا۔ وہ پورا پورا دن کھڑے رہ کر حضور فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے دروازہ پر ڈیوٹی دیتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے والوں کو لنگر کھلاتے۔ رات بھر آپ کی ڈیوٹی دیتے۔ آپ اپنے گھر میں کم وقت گزارتے زیادہ وقت حضور فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گزارتے۔ کئی کئی ماہ تک اپنے گھر میں نہ جاتے۔ اگر حضور فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت لے کر گھر جاتے اور ان کو حضور فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کا فون راستے میں مل جاتا تو وہیں سے واپس لوٹ آتے۔ ان کو آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت محبت تھی۔ حضور فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال تک اُن کی خدمت پر مامور رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کی ڈیوٹی سے خوش تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال 11۔ستمبر 2013ء کے بعد بھی اپنی وفات تک میاں ولید احمد جواد شرقپوری کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ بیماری کی حالت میں بھی آستانہ عالیہ پر ڈیوٹی سرانجام دیتے رہے۔ لنگر خانے کی چابیاں ان کے پاس تھیں۔ مہمانوں کی خدمت کرنا ان کی ڈیوٹی تھی۔ آپ کے گھر والوں کے لیے سودا سلف بھی لاتے تھے۔ انہوں نے جتنی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کی ہے اس کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ راقم نے جو دیکھا اس کو بیان کر دیا۔ پوری خدمات تو راقم بھی نہیں جانتا۔ لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک مخلص خدمتگار تھے۔ اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے کہ انہوں نے آستانہ عالیہ کی خدمت کے لیے اپنے بیوی بچوں کو اللہ کے سپرد کر دیا تھا اور خود آستانے کی خدمت پر مامور ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو شرف قبولیت فرمائے۔ اور ان کے لیے توشہ آخرت بنائے۔ امین ثم امین

مخلص دوست:

راقم السطور کی ایک دفعہ ان سے ٹیلیفون پر بات ہوئی، انہوں نے میری خیریت دریافت کی تو مَیں نے انہیں بتایا ''مَیں بیمار ہوں۔ ہر قسم کا علاج کروایا ہے مگر افاقہ نہیں ہو رہا، حساب لگانے والے بتاتے ہیں کہ مجھے کسی نے جادو کر دیا ہے۔ انہوں نے مجھے بتایا حاجی اللہ دتا صاحب (فون نمبر دیا) جو کہ ہمارے پیر بھائی ہیں وہ جادو کا دم کرتے ہیں۔ ان سے رابطہ کریں''۔ مَیں نے حاجی اللہ دتا صاحب سے دم کروایا مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔

مَیں نے ٹیلیفون پر ان کو بتایا کہ حاجی صاحب کے دم سے مجھے افاقہ نہیں ہوا تو انہوں نے وقار احمد شرقپوری نقشبندی مجددی (جو کہ یو۔کے میں رہائش پذیر ہیں اور میاں خلیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص ہیں) سے فون پر رابطہ کروایا۔ وقار احمد صاحب اور محمد اسلم ثاقب صاحب میرے گھر تشریف لائے اور میرا اور میرے گھر کا جائزہ لیا۔ تھوڑی دیر رکنے کے بعد واپس تشریف لے گئے۔

آخری گفتگو:

وہ میرے قریبی دوست تھے۔ ان سے آستانہ عالیہ شرقپور شریف میں ملاقات کا سلسلہ ان کی وفات سے چند ماہ پہلے تک جاری رہا۔ ٹیلیفون پر غالباً ان کی وفات سے ایک دن پہلے رات کو ان سے تفصیلی بات ہوئی۔ وہ گزرے ہوئے واقعات بتاتے رہے تھے۔ انہوں نے آستانہ عالیہ کے متعلق بہت سی معلومات فراہم کیں جن کو مَیں پہلے نہیں جانتا تھا۔ وہ اپنی بیماری کی باتیں سناتے رہے۔ انہوں نے کہا کہ بیماری کی نوبت اب یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ وہ بغیر سہارے کے واش روم تک بھی نہیں جا سکتے۔ اور دوست احباب کی بھی بہت سی باتیں بتائیں۔

دائمی آرام گاہ کی طرف سفر:

محمد یٰسین گجر رحمۃ اللہ علیہ آف ماڑی خورد، تحصیل نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ 27 دن، 10 ماہ، 64 سال زندگی کی بہاریں اس دارِفانی میں گزار کر 28/جون 2021ء کو بروز سوموار دارِفانی سے دارِبقا کی طرف ہمیشہ کے لیے کوچ کر گئے۔ان کی نمازِ جنازہ صاحبزادہ حضرت میاں محمد صالح شرقپوری نقشبندی مجددی مدظلہ العالی، آستانہ عالیہ شیر ربانی نے پڑھائی اوران کو آبائی قبرستان میں سپردِ خاک کیا گیا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور مولانا محمد منشاء تابش قصوری رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری

یہ مضمون مولانا محمد منشاء تابش قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے 2015ء

میں خود تیار کروایا اور اس پر انہوں نے خود نظر ثانی اور پروف ریڈنگ کی

پہلی ملاقات:

راقم الحروف کو محترم و مکرم جناب مولانا محمد منشاء تابش قصوری چشتی سیالوی دامت رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی دفعہ اُس وقت زیارت نصیب ہوئی جب آپ دفتر ماہنامہ ''نور اسلام'' متصل جامع مسجد حضرت داتا گنج بخش صاحب علیہ الرحمہ (لاہور) میں حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کو ملنے کے لیے تشریف لائے اور مَیں اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ مل کر رسالہ کے مضامین کی تیاری اور پروف ریڈنگ میں مصروف تھا۔ آپ کو صرف سلام کیا اور اس سے آگے کوئی بات نہ ہوئی۔

تابش صاحب کے ابتدائی حالات:

آپ 1944ء/1362ھ میں الحاج میاں اللہ دین صاحب آرائیں کے گھر موضع ہری ہر ضلع قصور میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ دینی ذوق رکھنے والی خاتون تھیں۔ پنجابی کی لکھی ہوئی دینی کتابیں پڑھتی رہتی تھیں۔ آپ کے والد ماجد کو قرآن پاک کا ایک سپارہ زبانی یاد تھا۔ تابش صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن پاک گھر میں پڑھا۔ جمعہ کے

دن بڑے بھائی الحاج محمد دین کے ساتھ قصور شریف جاتے ،مناظر اسلام مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا الحاج محمد شریف صاحب نوری رحمۃ اللہ علیہ کی تقاریر سُن کر دین متین کی مزید محبت اُن کے دل میں پیدا ہوئی۔ دس سال کی عمر میں اپنے گاؤں میں پہلا جلسہ عید میلاد النبی ﷺ کرایا۔ ساتویں جماعت میں تھے کہ دل میں علم دین حاصل کرنے کا شوق اور بڑھا تو ہر وقت اپنے ہی ایک مصرع کا وظیفہ کرنے لگے جو درج ذیل ہے:

پانویں فیل ہوواں پانویں پاس ہوواں

ڈیرہ درس دے وچہ جالاونا ایں

تعلیمی استعداد:

☆ لوئر مڈل سکول برج کلاں سے وظیفے کا امتحان پاس کیا۔

☆ میٹرک کا امتحان ہائی سکول گنڈا سنگھ سے پاس کیا۔

☆ 1957ء میں خود ہی ''دار العلوم حنفیہ فریدیہ'' بصیر پور جا کر داخلہ لے لیا اور 1963ء میں فارغ ہوئے۔

تاہم دستار فضیلت اور سند فراغت کی سعادت 1965ء میں حاصل ہوئی۔ حضرت مولانا الحاج ضیاء القادری بدایونی شاعر آستانہ دہلی نے اس موقع پر طویل نظم لکھی جس کے مقطع میں تاریخ فراغت نکالی۔

منشائے محمد کو منشائے خدا سمجھا

تاریخ ضیا کہئے ''ابرار شریعت'' آ

دورانِ تعلیم مندرجہ ذیل حضرات سے اکتساب علم وفیض کیا:

☆ حضرت فقیہ اعظم مولانا الحاج ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی اشرفی مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ

☆ حضرت علامہ مولانا ابوالضیا محمد باقر ضیاء النوری صدر مدرسین

☆ حضرت مولانا ابوالانعام محمد رمضان محقق النوری

☆ حضرت مولانا صاحبزادہ ابوالفضل محمد نصر اللہ صاحب نوری

☆ حضرت مولانا ابوالبقاء محمد حبیب اللہ نوری رحمہم اللہ تعالیٰ

☆ حضرت علامہ ابوالاسد محمد ہاشم علی صاحب نوری مدظلہ

☆ 1972ء میں مسجد نبوی شریف میں حضرت فقیہ اعظم سے بخاری شریف کا دوبارہ درس لیا اور سند خاص حاصل کی۔

☆ مدینہ منورہ میں حضرت شیخ الاسلام مولانا ضیاء الدین احمد قادری مدنی خلیفہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہما سے دلائل الخیرات کی اجازت حاصل کی۔

عادات واطوار:

دارالعلوم کے طلباء باری باری چند مخصوص گھروں سے کھانا لایا کرتے تھے۔ چنانچہ علامہ محمد تابش قصوری رحمۃ اللہ علیہ ابھی دارالعلوم میں داخل ہوئے تھے کہ انہیں کہا گیا کہ وہ گھروں سے روٹیاں لائیں۔ انہوں نے گھروں سے روٹیاں لانے سے صاف انکار کردیا۔ یہ بات حضرت فقیہ اعظم تک پہنچی تو انہوں نے قصوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ وہ وہ محلے سے روٹیاں لینے کیوں نہیں جاتے؟ قصوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً عرض کیا کہ ان کا آرائیں خاندان سے تعلق ہے۔ان کے والدین نے ان کو مانگنے کا طریقہ نہیں سکھایا۔اس پر حضرت فقیہ اعظم نے فرمایا: ان کا تعلق بھی آرائیں خاندان سے ہے۔ انہوں نے قصوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو گھروں سے روٹیاں لانے سے مستثنیٰ کردیا۔

ہردلعزیزی:

علامہ محمد منشاء تابش قصوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی خداداد صلاحیتوں، اساتذہ کرام سے

والہانہ محبت وعقیدت کی وجہ سے اساتذہ کرام میں ہردلعزیز ہوگئے۔علم حاصل کرنے کی لگن کی وجہ سے دارالعلوم سے بہت کم چھٹیاں کرتے تھے۔انہوں نے تمام عرصہ تعلیم میں صرف سترہ چھٹیاں کیں۔ایک دفعہ علالت کی بناپر رخصت لے کر گھر چلے گئے تو کچھ دنوں بعد فقیہ اعظم نے ایک خط ارسال کیا اوراس میں تحریر کیا کہ وہ انتظار میں تھے کہ تم جلد آجاؤ گے کیونکہ:

دیدن روئے عزیزاں روئے جاں تازہ کند

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ 13۔اپریل 1966ء کے مکتوب میں لکھتے ہیں کہ اقتباس ازنامہ حضرت محمدنوراللہ رحمہ اللہ تعالیٰ ''عزیز القدر منشائے من سلمہ ربہ ذوالمنن'' 16۔ دسمبر 1964ء کے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:''فرزند عزیز القدر مولانا محمد منشاء تابش سلمہ ربہ تعالیٰ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!مزاج گرامی!آج جبکہ فقیر آپ کے لیے سراپا انتظار تھا۔چوہدری محمد دین صاحب آپ کا خط لے کر آگئے۔بڑی تکلیف ہوئی اوردلی دعا ہورہی ہے کہ آپ کو صرف طالب علم ہی تصورنہیں کرتا بلکہ خصوصی فرزند ارجمند جانتا ہوں اوراہل محبت کا قول ہے:

دیدن روئے عزیزاں روئے جاں تازہ کند

22۔فروری 1963ء کے مکتوب میں یہ دعائیہ کلمات بھی پڑھنے کے لائق ہیں:
''اورساتھ ہی دعا کرتا ہوں کہ اللہ رب العالمین تمہیں اپنا خصوصی بنائے اور بارگاہ سیدالمحبوبین ﷺ میں خصوصی منظوری اورخاص الخاص حاضری بخشے جو منشاء عشاق حقیقیہ کا عین مطلوب ہے''۔

حج وزیارات:

والدین،اساتذہ اور بزرگوں کی دعاؤں کا اثر ہے کہ آپ کو 1972ء میں حج

وزیارت کی سعادت حاصل ہوئی۔ پھر 1979ء میں والدہ ماجدہ رحمہا اللہ تعالیٰ کے ہمراہ والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حج بدل کیا اور 1994ء میں پھر حج کعبہ وزیارت مصطفیٰ ﷺ کی نعت عظمیٰ سے سرفراز ہوئے۔ اس دفعہ حرمین طیبین میں ہم (مولانا حافظ محمد مسعود اشرف قصوری اور مولانا محمد منشاء تابش قصوری) زیادہ تر اکٹھے رہے کیونکہ راقم (مولانا حافظ محمد مسعود اشرف قصوری) کو بھی اسی سال دوسری بار حاضری کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔

بیعت وخلافت واجازت:

حضرت مولانا محمد تابش قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے 1971ء میں حضرت شیخ الاسلام الحاج الحافظ خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔ آپ نے 18۔ صفرالمظفر 1416ھ 17۔ جولائی 1995ء کو پیر طریقت بدر اشرفیت حضرت علامہ الحاج ڈاکٹر سید محمد مظاہر اشرف الاشرفی الجیلانی مدظلہ نے سلطان التارکین حضرت پیر اشرف جہانگیر سمنائی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سالانہ عرس مقدس کی عظیم الشان تقریب سعید میں آپ کو سلسلہ اشرفیہ چشتیہ اور سلاسل اربعہ کی خلافت واجازت سے نواز اگیا۔ آپ کو آستانہ عالیہ کچھوچھوی شریف کا خصوصی جبہ اور مخصوص دستار کے ساتھ سند بھی عنایت فرمائی گئی۔ نیز آپ کو ریحان ملت حضرت علامہ ریحان رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی اجازت وسند خلافت سے نوازا۔

رسالہ فیض الرسول جاری کرنے کی تجویز:

علامہ محمد تابش قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ طالب علمی سے لے کر اب تک پاک وہند کی مشہور شخصیات کے ساتھ مراسلت جاری ہے۔ علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے

دارالعلوم فیض الرسول براؤن شریف یو۔ پی (بھارت) کی انتظامیہ کو تجویز پیش کی کہ اس ادارے کی طرف سے ماہنامہ ''فیض الرسول'' جاری ہونا چاہیے جسے انتظامیہ نے منظور کرلیا اور یہ رسالہ آج بھی دین مسلک کی گراں قدر خدمات انجام دے رہا ہے۔

نشرواشاعت:

ہندوستان کے اہل سنت علماء کرام کی مطبوعات منگوا کر پاکستانی اداروں کو فراہم کرتے رہے اور پاکستانی مطبوعات وہاں بھیجتے رہے ۔ اس طرح علماء کرام اہل سنت میں اشاعتی سطح پر ایک انقلاب برپا کیا۔

علامہ ارشد القادری صاحب کی شہرہ آفاق تصنیف ''رئیس التحریر'' کی پاکستان میں اشاعت کا سہرا بھی علامہ محمد منشاء تابش قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے سر ہے۔ایک اور مشہور کتاب ''زلف وزنجیر'' کے نام سے مرتب فرما کر علامہ ارشد القادری صاحب کے نام سے ازخود ہی شائع کی جو بھارت میں ''لالہ زار'' کے نام سے طبع ہو چکی ہے اور اب پاکستان میں ہردو نام سے شائع ہو رہی ہے۔

علامہ محمد تابش قصوری رحمۃ اللہ علیہ ایک عرصہ سے ''مرکزی مجلس رضا'' لاہور کے روح رواں تھے۔ یاد رہے کہ ''رضا اکیڈمی'' مختصر عرصے میں تین سو سے زائد کتابیں عربی، انگلش، فارسی، اردو اور پنجابی میں شائع کر چکی ہے۔

نائب ناظم پھر ناظم اعلیٰ:

دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور کا ایک شعبہ ''حزب الرحمٰن'' ہے جس کی طرف سے ماہنامہ ''نورالحبیب'' شائع ہوتا ہے۔اس رسالہ کے ابتداء میں علامہ محمد شریف نوری قصوری رحمۃ اللہ علیہ اس کے ناظم اعلیٰ اور علامہ محمد تابش قصوری رحمۃ اللہ علیہ نائب ناظم تھے۔تابش

صاحب رحمۃ اللہ علیہ، علامہ نوری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے اورآخری سانس تک اس ادارے کے ناظم اعلیٰ رہے۔اس کے علاوہ بے شمار اداروں اور مشائخ عظام کے ساتھ وابستہ رہےاورفی سبیل اللہ خدمات انجام دیتے رہے۔

درس وتدریس:

علامہ تابش قصوری رحمۃ اللہ علیہ 1983ء سے جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے شعبہ فارسی کے استاذ اورشعبہ نشرواشاعت کے ناظم اعلیٰ رہے۔حضرت شیخ الاسلام مولانا ضیاء الدین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے وصال سے تین سال قبل جامع ظفریہ مریدکے میں خطابت کے منصب پرمقررفرمایا۔آپ نے مریدکے میں مکتبہ اشرفیہ قائم کیا جودین مسلکی لٹریچر کی اشاعت وتقسیم میں اہم کردار ادا کررہاہے۔نیز ''سنی علماء کونسل مریدکے'' کےصدر رہے۔

تصانیف:

علامہ محمد منشاء تابش قصوری صاحب کی متعدد تصانیف زیورطبع سے آراستہ ہوچکی ہیں اوربعض کےتو کئی کئی ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں۔ان تالیف کے نام یہ ہیں:

☆ آغشتی یارسول اللہ

☆ ترجمہ موطاامام محمد

☆ دعوت فکر(اس کا عربی ترجمہ بھی شائع ہوچکاہے)

☆ محمد نور

☆ جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ

☆ جامعہ نظامیہ رضویہ کاتحریک نظام مصطفیٰ میں کردار

☆ میلاد النبی کا انقلاب آفریں پیام

☆ نورانی حکایات

☆ نذرانہ عقیدت بحضور فقیہ اعظم

☆ گلزار رحمانی

☆ تذکرۃ الصدیق

☆ مطالب القرآن (قرآنی آیات کی مختلف موضوعات کے اعتبار سے مبسوط فہرست جسے کنزالایمان کے ساتھ چاند کمپنی لاہور نے شائع کیا)

☆ انوار امام اعظم

☆ محفل نعت

☆ مجموعہ نعت حسن عبادت

☆ حافظ مسعود اشرف قصوری اشرفی قاعدہ وغیرہ غیر مطبوعہ ان کے علاوہ ہیں۔

☆ نزہت المجالس کا ترجمہ علامہ محمد تابش قصوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے اور یہ کتاب قصوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔ یہ کتاب نویں صدی ہجری کے ممتاز عالم دین کی شہرہ آفاق تصنیف ہے۔ پاک و ہند کے سنی علماء کرام میں سے اس مقبول و محبوب کتاب کا اولین ترجمہ کرنے کی سعادت حضرت علام تابش قصوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہوئی اور ترجمہ کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اب پاکستان کے علاوہ بھارت میں بھی کئی ادارے شائع کر رہے ہیں۔

اولاد:

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل عمیم سے علامہ محمد تابش قصوری چشتی سیالوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دو بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا ہے۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں:

(1) محمد محمود احمد (2) حافظ مسعود اشرف قصوری محمد محمود احمد: کا تاریخی نام پروفیسر محمد ایوب قادری نے حافظ قصوری نے تجویز کیا۔ حافظ مسعود اشرف قصوری: قرآن مجید حفظ کرنے کے ساتھ ایم۔اے (فسٹ ڈویژن)، بی۔ایڈ، ایم۔ایڈ اور فاضل درس نظامی ہے۔ دونوں صاحبزادیاں اچھی خاصی علمی استعداد رکھتی ہیں۔

اخلاق حسنہ:

آپ رحمۃ اللہ علیہ بڑے پیار کرنے والے انسان تھے۔نہایت سادہ زبان میں بات کرتے تھے۔نہایت ملنسار تھے۔نہایت نفیس طبع انسان تھے۔سفید سادہ لباس زیب تن کرتے تھے۔سادگی اُن میں کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ان کے پاس اکثر لوگ اپنے دینی مسائل لے کر آتے تھے اور وہ بڑے سادہ الفاظ میں اُن کے مسائل کا حل نکالتے تھے اور سائل خوش ہو کر جاتے تھے۔آپ مہمانوں کی خاطر تواضع کرتے تھے۔

تدریس سے فراغت:

محمد منشا تابش قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً چالیس سال تک جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور میں تدریسی کام سرانجام دیا۔ ان کے ہزاروں شاگرد اندرون اور بیرون ملک تدریسی خدمات انجام دے رہے۔ان کی تدریسی خدمات کی وجہ سے ان کو استاذ العلماء کا خطاب دیا گیا ہے

راقم کی آخری ملاقات پر گفتگو:

مَیں نے 22 ستمبر 2022ء بروز جمعرات کو آپ کو فون کیا تو فون اُن کے بیٹے نے اٹھایا۔مَیں نے ان کو اپنا تعارف کرایا اور تابش صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بات کروانے کی درخواست کی تو انہوں نے کہا کہ ابا جی بڑے علیل ہیں۔ وہ اس وقت بات نہیں کر سکتے۔

مَیں نے دوبارہ عرض کی کہ جب وہ بات کرنے کے قابل ہوں گے تو میری بات کروا دینا۔ انہوں نے بات کروانے کا وعدہ کیا۔انہوں نے بتایا کہ اباجی کو اتفاق ہسپتال داخل کروایا تھا۔ وہاں اباجی کے ٹیسٹ کیے گئے اور بیماری کی یہ تشخیص کی گئی کہ اباجی کو دل کے والوو بند ہیں اور ٹی۔ بی ہے بھی ہے جس کی وجہ سے سانس لینے میں دشواری پیش آرہی ہے۔آپ سے میری آخری بات نہ ہوسکی۔ بات کرنے کی حسرت دل ہی میں رہ گئی۔

وصال:

محمد منشاء تابش قصوری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال 24 ستمبر، بروز ہفتہ 2022ء کو صبح کے وقت ہوا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن ۔آپ کی وفات سے تدریس،نعت گوئی اور خطابت کا ایک عہد تمام ہوا۔آپ کی نماز جنازہ حضرت صاحبزادہ محمد محبّ اللہ نوری صاحب نے پڑھائی اور آپ کو مرید کے، کے مقامی قبرستان میں سپردخاک کیا گیا۔

احقر (ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری) کے استادوں میں سے ان کا ایک نام تھا۔

احقر کی یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔آمین ثم آمین۔

راقم پر شفقت:

راقم السطور (ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری) کی اکثر اُن سے ملاقات ہوتی۔مَیں جب بھی اُن کو ملنے کے لیے جامع نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ، لاہور جاتا تو وہ بہت خوش ہوتے اور طالبعلموں سے میرا بار بار تعارف کراتے۔جب وہ جامعہ سے فارغ ہو گئے تو اُن سے ٹیلیفون پر رابطہ رہتا۔جب اُن سے خیریت دریافت کی جاتی تو وہ فرماتے: ''مَیں ٹھیک ہوں، کبھی کوئی شکوہ زبان پر نہ لاتے''۔میری ساری کتابوں پر اُنہوں نے میرے مختصر حالات لکھے ہیں جو ''نشانِ منزل'' کے عنوان سے شائع ہوتے ہیں۔ یہ اُن کی میرے ساتھ

محبت اور علم دوستی کا ثبوت ہے۔ مَیں نے اُن سے بہت سیکھا ہے۔

میاں صاحب سے عقیدت ومحبت:

اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: وہ مرید حضرت شیخ الاسلام الحاج الحافظ خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں لیکن محبت اُن کو فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ آپ جب بھی مجھے بلاتے ہیں، مَیں سارے کام چھوڑ کر اُن کی خدمت میں حاضر ہو جاتا ہوں۔ آپ اکثر اجلاسوں میں تقریر کرنے کے لیے مجھے بلا لیتے ہیں۔ مَیں نے انتہائی مصروفیات کے باوجود کبھی انکار نہیں کیا۔ اُن کو تقریر وخطاب کرنے کا خوب ملکہ حاصل تھا۔

میاں صاحب صبح کو آئے اور شام کو چلے گئے:

محمد منشا تابش قصوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جب مَیں نے حضرت صاحبزادہ الحاج میاں جلیل احمد مدظلہ کے تحریری ارشاد پر مضمون قلم بند کرنا شروع کیا تو مَیں نے غور کیا کہ آپ 1933ء کو نماز فجر کے وقت بروز جمعرات اس جہانِ رنگ وبو میں جلوہ افروز ہوئے اور جب اس جہانِ فانی سے راہیِ بقا ہوئے تو پانچ بجے شام بروز جمعرات ہی کو عالمِ برزخ کی طرف تشریف لے گئے۔ یہ دنیا کیا ہے؟ فافھموا وتدبروا آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جملہ روحانی وجسمانی متعلقین کا خصوصاً حضرت الحاج صاحبزادہ میاں سعید احمد نقشبندی مجددی شرقپوری، حضرت صاحبزادہ میاں جلیل احمد شرقپوری، حضرت صاحبزادہ میاں محمد ابوبکر، میاں مرغوب احمد، حضرت میاں رؤف احمد، میاں ولید احمد، میاں محمد صالح اور جملہ قرابت داروں کو صبر جمیل اجر جزیل عطا فرمائے اور حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے مدارج ومراتب کو بلند اور ان کی روحانی فیضان کو ہمیشہ جاری وساری رکھے۔ آمین ثم آمین''۔

میاں صاحب سے عقیدت و محبت:

آپ اکثر میرے پیرومرشد فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کو ملنے کے لیے دفتر ماہنامہ ''نوراسلام'' متصل جامع مسجد حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ (لاہور) میں تشریف لاتے رہتے۔ آپ سے ملنے اور کچھ سیکھنے کا موقعہ ملتا رہا۔ آپ کی شفقت و مہربانی کی وجہ سے آپ کے قریب ہونے اور بہت کچھ سیکھنے کا موقعہ ملتا رہا۔

آپ کے فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے گہرے مراسم تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ انہیں دینی ، علمی اور گھریلو کاموں کی مشاورت میں شامل فرماتے تھے۔ جب بھی حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ انہیں مشاورت کے لیے بلاتے تو علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رات ہو یا دن آپ کے ارشاد کی تعمیل کرتے۔ علامہ تابش قصوری رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ عقیدت و محبت تھی۔ ایک دفعہ آپ نے راقم کو بتایا کہ انہوں بہت درس و تدریس کام کرلیا ہے اور بہت کچھ کما لیا ہے۔ اب وہ آستانہ عالیہ شیر ربانی و ثانی لاثانی کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ اگر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ انہیں اجازت دے دیں تو وہ ''دارالمبلغین حضرت میاں صاحب'' میں بغیر معاوضہ کے پڑھانے کے لیے تیار ہیں۔ انہوں نے مجھے فرمایا کہ مَیں اُن کی یہ خواہش میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچادوں ۔لیکن میری ہمت نہ پڑی کہ مَیں آپ کی یہ خواہش حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے گوش گزار کروں۔

حضرت علامہ محمد منشاء تابش قصوری رحمۃ اللہ علیہ کو تقریر کرنے کا ملکہ حاصل تھا۔ اس لیے آپ کو مختلف مواقع پر تقریر کرنے کے لیے دعوت دی جاتی تھی۔ آپ کی ریڈیو پاکستان سے بہت سی تقاریر نشر ہو چکی ہیں۔

حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ آپ کو ہر تقریبِ سعید پر تقریر

کرنے کی دعوت دیتے تھے اور آپ اس کی تعمیل فرماتے تھے۔ اعراس کے مواقع پر آپ کو خصوصی دعوت دی جاتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد بھی صاحبزادگان آپ کو ہر تقریب سعید کے موقعہ پر تقریر کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ 30۔ اگست 2014ء بروز ہفتہ کو حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ختم مبارک کے موقعہ پر آپ کو تقریر کرنے کے لیے صاحبزادگان کی طرف سے خصوصی دعوت دی گئی تھی اور انہوں نے ایک نہایت جامع تقریر کی۔

راقم کی کتاب ''انوارِ شیر ربانی'' تعارفی تقریب 5 ستمبر 1999ء بروز اتوار بعد نماز ظہر ''دار المبلغین حضرت میاں صاحب'' شرقپور شریف میں زیر سرپرستی وزیر انتظام حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ ہوئی تو اُس میں بھی علامہ محمد منشاء تابش قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر شریک ہو کر اپنا مقالہ پیش کیا۔ اسی طرح میری ایک اور کتاب ''درسِ عمل، سراپا سنت زندگانی حیاتِ شیرِ ربانی'' کی تعارفی تقریب جو کہ زیر انتظام وزیر سرپرستی حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ ''دار المبلغین حضرت میاں صاحب'' شرقپور شریف میں 2003ء میں منعقد ہوئی، میں شامل ہو کر علامہ محمد منشاء تابش قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا مقالہ پیش کیا۔

حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کو اولیاء اللہ سے اور رسولِ کریم ﷺ سے والہانہ عقیدت و محبت تھی۔ ایک طویل عرصہ تک آپ دیارِ نبی ﷺ میں رہے۔ آپ صرف اعراس کے مواقع پر پاکستان تشریف لاتے اور اعراس کی تقریبات ختم ہونے کے بعد واپس مدینہ منورہ تشریف لے جاتے تھے۔ یہ سلسلہ ایک طویل عرصہ تک جاری رہا۔ رباطِ شیر ربانی میں روزانہ حضور نبی کریم ﷺ کی محفل نعت کا اہتمام کیا جاتا تھا جس میں قراء نعت خوان اور علمائے کرام اور حضور نبی کریم ﷺ سے محبت کرنے والے شامل ہوتے تھے۔

رباط شیر ربانی میں لنگر کا سلسلہ صبح و شام جاری رہتا۔ سنت نبوی ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے آپ خود مہمانوں کے قیام و طعام اپنے ہاتھوں سے انتظام کرتے۔

علامہ محمد منشاء تابش قصوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی مدینہ منورہ میں ان روحانی اور ایمانی محافل میں شریک ہوتے رہے۔

حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد منشاء تابش قصوری رحمۃ اللہ علیہ سے اس قدر محبت تھی کہ آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اُن کو اپنے پاس بلوایا اور اپنے دل کی بات اُن سے کہی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دل کی بات علامہ محمد منشاء تابش قصوری رحمۃ اللہ علیہ سے انہیں کی زبانی سنیے۔

محمد منشاء تابش قصوری چشتی سیالوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں:

''میرے سامنے کئی ایسے تاریخی واقعات کی سکرین چل رہی ہے جنہیں اگر قلم بند کروں تو ایک کتاب تیار ہو جائے مگر اسے کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھتا ہوں۔ البتہ یہاں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے مجھے 6 ستمبر 2013ء بروز جمعرات شرقپور شریف پہنچنے کا حکم فرمایا۔ راقم السطور فوراً حاضر ہوا۔ جیسے ہی آپ سے دست بوسی کا شرف حاصل کیا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے، ہونٹ لرز رہے تھے اور ایسی حالت میں خادم کو میرے لیے چائے کا اشارہ فرمایا۔ وہ باہر چلا گیا تو فرمانے لگے:''

اوئے تابشا......؟''

میری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ میرے ہاتھوں میں ایک نئی کتاب تھی جس میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عاشقانہ واقعات درج تھے۔ آپ نے میری کیفیت کو بدلنے کے لیے فرمایا یہ کیا ہے؟ مَیں نے کتاب پیش کی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ مَیں نے عرض کیا حضور اسے قبول فرمائیے۔ چنانچہ آپ نے ''از عرض

نازک تر'' کتاب قبول فرمائی۔ اتنے میں حضرت صاحبزادہ میاں ولید احمد جواد زید مجدہ، آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب کہ موصوف نے آنے سے قبل میاں ولید احمد جواد اور میاں محمد صالح سلمہ ربہ تعالیٰ کے متعلق عمدہ الفاظ فرما رہے تھے۔ یوں تو اپنے تمام بیٹوں، پوتوں سے خوش تھے مگر ان دونوں شہزادوں کے بارے عموماً فرماتے تو کہتے مجھے ان سے اچھی امیدیں وابستہ ہیں۔ اللہ کرے یہ شہزادے آپ کی امیدوں کا مرکز ثابت ہوں۔

محمد منشاء تابش قصوری رحمۃ اللہ علیہ، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ اور ختم قُل شریف میں شامل ہونے کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

6۔ستمبر 2013ء بروز جمعرات کو جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوگئی تو تھوڑی دیر بعد آپ نے اجازت فرمائی اور پھر چھ دن بعد المناک خبر سے دوچار ہوا کہ مغرب کے وقت حضرت علامہ مولانا الحاج حافظ عبدالستار سعیدی صاحب، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر سے میرے ہوش اڑا دیئے۔ سوائے اِنَّا لِلّٰـهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ط اور کچھ نہ کہہ سکا۔ دوسرے دن جمعرات کو موصوف کے ساتھ جنازہ پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ تیسرے روز جمعۃ المبارک کو آپ کے ختم قُل میں حاضری کا موقعہ نصیب ہوا۔

محمد منشاء تابش قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے وصال پر ایک منقبت بعنوان ''پیر طریقت'' بھی لکھی جو درج ذیل ہے:

جمیل احمد تھے اک پیر طریقت	عمل پر ان کے نازاں تھی شریعت
صفات شیرِ ربّانی کے مظہر	وہ لاثانی کے تھے فرزند اطہر
تھے اوصاف حمیدہ سے مرصّع	کمالاتِ جمیلہ کے مرقع

زبان تر تھی درودِ مصطفیٰ سے	قلب روشن تھا نورِ مصطفیٰ سے
درود خضری تھا معمول ان کا	بناء نام تھا مقبول ان کا
مجدد پاک سے عشق و محبت	عدیم المثل تھی ان سے عقیدت
وہ تحریک مجدد کے تھے بانی	ہمیشہ خوش رہے ثانی لاثانی
وہ تھے شیر محمد کے پیارے	عظیم المرتبت قائد ہمارے
رہے پڑھتے علالت میں نمازیں	بزرگوں کی رہے دیتے نیازیں
تبرک تھا شیرِ ربّانی کا جاری	رہے گا تا ابد جاری و ساری
یہ سب شیر محمد کی عطا تھی	جمیل نقشبندی پر نگاہ تھی
سراسر عاشقِ شاہِ مدینہ	زباں پر ذکر تھا دل میں مدینہ
دعا کے واسطے جب لوگ آتے	سکونِ قلب کی دولت وہ پاتے
غم و آلام سے دو چار تابش	لکھے پُر درد کیا اشعار تابش

مشاورتی کونسل کے ممبر:

مولانا محمد منشاء تابش قصوری رحمۃ اللہ علیہ ماہنامہ ''نور اسلام'' اور ماہنامہ ''نوائے شرقپور شریف'' کی مشاورتی کونسل کے ممبر بھی رہے۔

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور بابا حاجی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ

ڈھوک شیر ربانی:

کلر کہار سے چکوال جانے والی سڑک پر موڑ سدووال ہے جہاں سے سڑک ڈھوک شیر ربانی کو جاتی ہے۔ ڈھوک شیر ربانی تحصیل و ضلع چکوال میں واقع ہے۔ ڈھوک شیر ربانی سدووال موڑ سے ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلہ پر گھنے جنگلوں اور خاردار جھاڑیوں میں واقع ہے۔ رات کو موڑ سدووال سے ڈھوک شیر ربانی جانا بہت مشکل ہے کیونکہ جنگل کی وجہ سے رات کو تاریکی چھائی ہوئی ہوتی ہے، راستے میں خونخوار جانور بھی ہوتے ہیں اور ڈاکے بھی پڑتے ہیں۔

صحت افزا مقام:

ڈھوک شیر ربانی بڑا ہی صحت افزا مقام ہے، کچھ ہی دور پہاڑی سلسلہ اور گرد و غبار سے پاک ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ اس کے قرب و جوار میں بہت سے مزارات ہیں۔ وہاں کے لوگوں کا رہن سہن نہایت سادہ ہے۔ ان کا آپس میں بہت پیار ہے۔ ماحول پاکیزہ ہے۔ وہاں کی آب و ہوا صحت کے لیے نہایت موزوں ہے۔ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ جب بیمار رہنے لگے تو ڈاکٹروں نے ان کو چلنے پھرنے منع کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پہاڑی علاقوں کا رُخ کیا۔ مختلف پہاڑی علاقوں کے مزارات کی زیارت کے لیے جانا شروع کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ڈھوک شیر ربانی کو اپنی صحت کے لیے

موزوں سمجھا اور وہاں جانا شروع کر دیا۔ حاجی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے ڈھوک شیر ربانی میں ایک جھگی تیار کی۔ آپ جب وہاں جاتے تو اس جھگی میں ٹھہرتے۔ حافظ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بعد میں وہاں ایک بڑا کمرہ بنایا جو آپ کے لیے وقف تھا۔ اس میں چارپائیاں اور رہائش کا پورا سامان موجود تھا۔ اب یہ سادہ سی جھگی ایک بڑے کمرہ میں تبدیل ہو چکی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ وہاں جا کر رہا کرتے تھے۔

مزارات:

کلر کہا کی پہاڑی پر ایک مزار حضرت مرید حسین شہید رحمۃ اللہ کا ہے۔ ان کے مزار شریف پر فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ حاضر ہو کر فیضاب ہوتے، چوآ سیدن شاہ کا مزار ڈھوک شیر ربانی کے قریب ہی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ وہاں بھی تشریف لے جاتے۔ کلر کہا میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتوں کے مزارات ہیں۔ ان کے مزارات پر آپ رحمۃ اللہ علیہ حاضری دیتے۔ وہ مرہٹوں کے ساتھ لڑائی کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے اور بادشاہاں کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ مزار پہاڑی کی چوٹی پر بنا ہوا۔ اور یہ دربار شریف اپنی نظیر آپ ہے۔ اس کے ساتھ والی پہاڑی پر ان کے کزن سید افضل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے، دونوں پہاڑیوں کو لفٹ کے ساتھ جوڑا ہوا ہے۔ زائرین لفٹ کے ذریعے ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی کا سفر بآسانی طے کر لیتے ہیں۔ لفٹ کا یہ سفر دیکھنے کے لائق ہے۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے شہید ہوئے تو ان کے کزن سید افضل شاہ رحمۃ اللہ علیہ اسی پہاڑی پر افسردہ بیٹھے رہے اور چند سال بعد وہ بھی اس دنیا فانی سے کوچ کر گئے۔ [1]

اس پہاڑی کی ڈھلوان میں ایک قبر نما چلہ گاہ ہے، جس میں آدمی کھڑا نہیں ہو سکتا بلکہ سیدھا بیٹھنا بھی دشوار ہے۔ یہ چلہ گاہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے نام

سے منسوب ہے۔اس پہاڑی سے ایک چشمہ بہتا ہے جو کلر کہار کی جھیل میں آ کر گرتا ہے۔ کلر کہا میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتوں کے مزارات ہیں۔الحمدللہ راقم نے بھی اس چلہ گاہ اور مزارات کی زیارت کی ہوئی ہے۔(شرقپوری)

مزارات پر حاضری اور مجاہدہ:

جسٹس (ر) نذیر احمد غازی حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی مزارات کی زیارت اور مجاہدہ کے متعلق تحریر کرتے ہیں:

"سید ہجویر مخدوم آمم داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے دربار گوہر بار پر نہایت ادب واحترام سے حاضری دیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ہر سال محرم میں مختلف اکابر اولیاء کرام کے مزارات پر سالکین کی جماعت کے ساتھ حاضری دیا کرتے تھے۔ روحانی نسبتوں کا بہت ادب کیا کرتے تھے۔ ڈھونڈ ڈھونڈ کر قدیم بزرگوں کے مزارات پر ایسے حاضری دیا کرتے تھے گویا اُن کی مجلس حضوری میں بالمشافہہ حصول فیض کر رہے ہیں۔ مجھے ایک دن صاحبزادہ سید احسان گیلانی نے بتایا کہ کلر کہار میں حضور سیدی غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے مزارات پر ایک شخص کو مراقبہ کے عالم میں اس ادب سے دوزانوں بیٹھا ہوا پایا کہ گویا نقش بر دیوار، یا کوئی وجود محبوبوں کی تجلیات میں ساکت ہو گیا، جب میں نے غور کیا تو وہ میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ میاں صاحب کتنی ہی روحانی داستانوں، قومی تاریخ کی حکایتوں اور جہدِ انسانی کے واقعات کا عنوان روشن ہیں"۔ 2ے

میاں صاحب کی ڈھوک شیر ربانی روانگی:

محمد معروف احمد شرقپوری تحریر کرتے ہیں: "26 ستمبر 2001ء کو تقریباً پندرہ دن ہسپتال میں رہنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ شرقپور شریف آ گئے۔ ڈاکٹروں نے کسی بھی قسم

کی ملاقات پر پابندی لگائی ہوئی تھی، مگر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ گھر آنے کے چندروز بعد ہی لوگوں سے ملنا شروع ہو گئے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ ظہر کی نماز کے بعد باہر آتے اور مغرب تک لوگوں سے ملتے رہتے۔ستمبر کے شروع میں میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا چکوال کے نزدیک ایک ڈھوک شیر ربانی ہے۔ وہ بہت صحت افزا علاقہ ہے۔وہاں جانا چاہیے، مگرڈاکٹروں نے سفر سے منع کر دیا تھا۔اس طرح فوری طور پر پروگرام نہ بن سکا۔میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بائیں گردے میں پتھری تھی۔ چکوال کے نزدیک پیر کھارا شریف میں ایک بزرگ کا دربار ہے، جہاں پتھری والے مریض جاتے ہیں اوراللہ کے حکم سے صحت یاب ہو کر لوٹتے ہیں۔ گھر والوں نے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خود ہی فرمایا کہ آپ پیر کھارا شریف چلے جائیں،لہٰذا 26 ستمبر 2001ء روانگی کا دن مقرر ہوا۔ میں نے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہی جانا تھا مگر پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں کام کی غرض سے مجھے رکنا پڑا، روانگی سے ایک روز قبل میاں صاحب نے فرمایا کل ہم نے جانا ہے۔اس سلسلہ میں ملتان سے حاجی محمد آصف کی گاڑی منگوائی ہے، اگر گاڑی لیٹ ہوگئی ، شام کو آئی تو ہم پھر بھی روانہ ہو جائیں گے اور چکوال ہوٹل میں ٹھہر جائیں گے کیونکہ سدووال سے آگے کا راستہ جنگل نما اور نہایت خطرناک ہے۔سدووال سے ڈھوک شیر ربانی کا ڈیڑھ کلومیٹر کا فاصلہ تھا۔ملتان سے گاڑی وقت پر آ گئی۔میاں صاحب تین بجے سہ پہر تک ڈھوک شیر ربانی پہنچ گئے۔میں یونیورسٹی سے فارغ ہو کر گھر آ گیا۔ سامان وغیرہ لیا اور حاجی اسلم (اعظم مارکیٹ) سے کچھ سامان اور رقم لے کر لاری اڈہ آ گیا۔کوچ پانچ بجے روانہ ہوئی اور تقریباً دس بجے چکوال پہنچ گئی۔لیٹ ہونے کی صورت میں رات چکوال ٹھہرنے کی بات مجھے میاں صاحب کی یاد آئی۔ابھی میں کوچ سے اترا ہی تھا کہ موٹر سائیکل رکشا والے میرے آگے پیچھے ہو گئے کہ باؤجی کدھر جانا ہے۔

میں نے کہا مجھے سدووال سے آگے ڈھوک شیر ربانی جانا ہے۔ ایک رکشا والے سے 60 روپے میں بات ہوگئی۔ میں راستوں سے ناواقف تھا۔ میں نے سوچا رات ہوٹل ہی میں ٹھہرنا ہے، اگر یہ رکشے والا مجھے ڈھوک شیر ربانی پہنچادے تو صبح کا وقت بچ جائے گا۔ لہٰذا میں یہ سوچ کر رات دس بجے ڈھوک شیر ربانی جانے کے لیے رکشا میں بیٹھ گیا۔ ساڑھے دس بجے ہم سدووال پہنچ گئے۔ سدووال سے آگے راستے کا پتہ نہیں چل رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے آگے جنگل ہے اور باقاعدہ کوئی راستہ نہیں، بڑی مشکل سے ایک گھر کا دروازہ کوئی دس مرتبہ کھٹکھٹایا، ایک شخص پسٹل ہاتھ میں تھامے باہر آیا۔ انے پوچھا کیا بات ہے۔ میں نے کہا مجھے ڈھوک شیر ربانی جانا ہے۔ ہمیں راستہ نہیں مل رہا۔ وہ بولا اس سے آگے تقریباً جنگل ہے۔ مغرب کے بعد کوئی بھی ادھر نہیں جاتا، بہتر ہے تم واپس چکوال چلے جاؤ اور صبح آنا۔ میں نے کہا آپ راستہ سمجھائیں۔ اس نے رکشہ والے کو راستہ سمجھایا، رکشے والا اگلے حالات سن کر ڈر گیا اور بولا بھائی! میں آپ کو واپس لیے چلتا ہوں۔ صبح اسی کرایہ میں ڈھوک شیر ربانی پہنچادوں گا۔ میں نے اس شخص سے کہا کہ مجھے بھی راستہ سمجھاؤ۔ اس نے کہا تھوڑا سا آگے جاکر پہلی روہی (برساتی نالہ) سے دائیں اور دوسری روہی سے سیدھا چلتے جانا۔ اس سے آگے بھی وہ سمجھاتا رہا۔ میں نے رکشہ والے سے کہا تم فکر نہ کرو، تمہیں کچھ نہیں ہوتا۔ تم مجھے ڈھوک شیر ربانی پہنچادو۔ رکشہ والا رضامند ہوگیا مگر وہ چند قدم آگے ہی گیا تھا، رکشہ روک کر میری منت سماجت کرنے لگا میرا ایک لاکھ روپے کا رکشہ ہے۔ مہربانی کرکے واپس چلو مگر میں واپس جانے کو تیار نہ تھا۔ میں نے رکشہ والے کو دس روپے زیادہ کرایہ یعنی 70 روپے دیے اور کہا تم واپس چلے جاؤ، میں نے اپنا بیگ اپنے کندھے پر رکھا اور پہلی روہی دائیں ہاتھ ہو کر ڈھوک شیر ربانی کی طرف رواں دواں ہوگیا، دوسری روہی سے گزرنے کے بعد میں بھول گیا کہ اب مجھے کدھر جانا ہے۔ اب میرے پاس واپسی

کا بھی کوئی راستہ نہیں تھا۔ اب ایسے ہی تھا جیسے میں جنگل میں گزر رہا ہوں۔ مجھے کوئی سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اب میں کیا کروں، چاندنی رات ہونے کی وجہ سے اردگرد کے ماحول کا اندازہ ہورہا تھا۔ بہرحال میں نے رکنا مناسب نہ سمجھا، کافی دیر چلنے کے بعد مجھے بڑی دور ایک روشنی نظر آئی۔ میں روشنی کی طرف چل پڑا، میں روشنی کے پاس پہنچا تو ایک شخص چارپائی پر سویا ہوا تھا۔ میں نے اس کو جگایا اور کہا مجھے ڈھوک شیر ربانی جانا ہے۔ وہ شخص بڑے غور سے میری طرف دیکھ کر بولا، تم کہاں سے آئے ہو، اس وقت یہ یہاں کیسے پہنچے ہو، میں نے کہا میں لاہور سے آیا ہوں اور سدووال سے آگے پیدل آرہا ہوں، مجھے ڈھوک شیر ربانی کا راستہ بھول گیا۔ اس نے کہا اس وقت ادھر آنے سے تم کو کسی نے منع نہیں کیا۔ میں نے کہا ابھی رات کے گیارہ بجے ہیں۔ اس نے کہا مغرب کے بعد ادھر کوئی نہیں آتا اور تم گیارہ بجے کی بات کررہے ہو، خیر وہ کچھ دیر بولنے کے بعد اپنے کمرے کے اندر گیا۔ ایک لمبی سے چھڑی لے کر آیا اور بولا اس کو اپنے ہاتھ میں رکھنا، ڈاکوؤں کے علاوہ خونخوار جانوروں سے بھی تمہارا پالا پڑسکتا ہے۔ اس کے بتائے ہوئے راستے پر چھڑی گھماتا ہوا چل پڑا، خیر آدھا پونا گھنٹہ چلنے کے بعد میں بخریت رات بارہ بجے کے قریب ڈھوک شیر ربانی پہنچ گیا۔ میں نے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹانا مناسب نہ سمجھا اور باہر چھوٹی سی مسجد میں ٹھہر گیا۔ جوں جوں رات کا وقت گزر رہا تھا سردی بڑھ رہی تھی۔

میرے پاس کوئی چادر وغیرہ بھی نہ تھی جس سے میں سردی سے اپنے آپ کو محفوظ کر لیتا۔ میں نے سردی سے بچنے کے لیے مسجد کی صفوں میں اپنے آپ کو لپیٹ لیا۔ بڑی مشکل سے تین بجے ایک بزرگ شخص مسجد میں داخل ہوا۔ مجھے صفوں میں لپٹا دیکھ کر پوچھنے لگا کون ہو تم اور کہاں سے آئے ہو۔ میں نے کہا لاہور سے آیا ہوں اور میاں صاحب سے ملنا ہے۔ وہ مطمئن ہو کر وضو کرنے کے بعد نفل پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ میں بھی صفوں سے نکل

کر استنجا اور وضو کرنے کے بعد فجر کی نماز کی تیاری کرنے لگا، فجر کی نماز کے بعد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ میاں صاحب نے پوچھا کب آئے ہو۔ میں نے عرض کیا رات بارہ بجے پہنچا ہوں۔ تمام ڈھوک والے پریشان تھے۔ تم اس وقت کیسے آ گئے۔ میں نے کہا بس میاں صاحب کی دعاؤں سے پہنچ گیا ہوں۔ اگلے روز میں میاں صاحب کے کمرہ میں ہی سو گیا۔ رات گیارہ بجے مجھے پیشاب کی حاجت ہوئی۔ میں نے ادباً میاں صاحب کے باتھ روم میں جانا مناسب نہ سمجھا اور باہر کھیتوں کی طرف رفع حاجت کے لیے چل پڑا۔ حاجت کے لیے ابھی دو چار منٹ ہی ہوئے تھے کہ مجھے ایک طرف سے رونے کی آواز آئی۔ پھر ایسے لگا رونے کی آوازیں ایک سے زیادہ کی ہیں۔ اگلے ہی لمحے مجھے ایسے لگا جیسے رونے کی آوازیں میرے قریب سے آ رہی ہیں۔ میں نے پیچھے مُڑ کر دیکھا تو مجھے کتنی ساری آنکھیں نظر آئیں، میں اپنا ازار بند باندھے بغیر بھاگ کھڑا ہوا اور میاں صاحب کے کمرہ میں پہنچ کر سانس لیا۔ جب کہ ایک روز قبل میں جنگل میں دو گھنٹے چلتا رہا اور مجھے ایک بلی بھی نظر نہ آئی۔ اصل میں یہ سدووال سے ڈھوک شیر ربانی کا سفر قبلہ میاں صاحب کی نظر کرم سے ہی طے ہوا تھا''۔[3]

25 نومبر 2003ء کو فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ ظہر کی نماز سے پہلے کلر کہار انٹرچینج پر ایک پہاڑی پر واقع خوبصورت دربار پر حاضری کے لیے گئے جو بادشاہاں کے نام سے مشہور ہے۔ مزار شریف کے اندر دو تربت ہیں۔ ایک حضرت سخی سید احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ جن کی پیدائش 1496ء میں دہلی میں ہوئی اور وصال 1578ء میں کوخوشاب میں ہوا۔ دوسری تربت حضرت سخی سید محمود شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ ان کی پیدائش 1499ء کو دہلی میں ہوئی اور شہید 1579ء کو خوشاب میں ہوئے۔ چند واسطوں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے فرزند ارجمند حضرت سید الوہاب رحمۃ اللہ علیہ

سے جاملتا ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خوشاب میں تشریف آوری 1529ء سے 1531ء کے درمیان ہوئی ۔آپ نے اپنی زندگی کو تبلیغ اسلام کے لیے وقف کر رکھا تھا۔مسافروں کے لیے پانی کا بندوبست کرتے تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ بادشاہاں کے نام مشہور ہیں۔4

ڈھوک شیر ربانی روانگی:

30 نومبر 2003ء کو مغرب کی نماز کے بعد حاجی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت ثانی لاثانی حضرت میاں غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ وہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تشریف لائے ۔انہوں نے ہی اس ڈھوک کو آباد کیا تھا۔ حاجی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ دودفعہ پیدل ڈھوک شیر ربانی سے شرقپور شریف حضرت میاں ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ راستے میں اگر کوئی انہیں لفٹ دیتا تو وہ نہ لیتے ،انہوں نے میاں جمیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا ''حضور ایک دفعہ میں اپنے دوست کے ہمراہ شرقپور شریف حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔میرے دوست کو دمہ کی شکایت تھی ،حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں لسی اور روٹی کا لنگر شریف دیا۔میرے دوست نے کہا حضور مجھے دمہ کی شکایت ہے اور لسی وغیرہ میرے لیے مضر ہے مگر ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو تناول کرنے کو فرمایا،ایک ہفتہ شرقپور شریف میں رہنے کے بعد ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ سے واپسی کی اجازت طلب ۔آپ رحمۃ اللہ علیہ داڑھی مبارک رکھنے اور نماز پنجگانہ ادا کرنے کی تاکید کی ،واپس آکر میرے دوست نے داڑھی مبارک رکھی اور نماز پنجگانہ کو قائم کیا۔اس کی دمہ کی شکایت جاتی رہی ۔ایک عرصہ بعد میرے دوست نے نمازیں پڑھنی چھوڑ دیں اور غفلت کو اپنے اوپر غالب کرلیا۔اس لاپرواہی کی وجہ سے اس کو دمہ کی شکایت دوبارہ ہوگئی۔ مجھے اس نے بہت دفعہ کہا کہ حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونا ہے

مگر میں شرمندگی کے باعث اس کو ساتھ لے کر شرقپور شریف نہ آیا۔ بہرحال وہ خود بھی اگر شرقپور شریف آنا چاہتا تو آ سکتا تھا مگر وہ اکیلا شرقپور شریف نہ آیا'' ۔5ے

ڈھوک شیر ربانی روانگی:

24 مارچ 2004ء کو میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ چکوال (ڈھوک شیر ربانی) کے لیے روانہ ہو گئے۔ عطاء اللہ اور ظفر باورچی آپ کے ہمراہ تھے۔ رات آٹھ بجے تمام مہمان چکوال لیاقت اڈہ پر سواری سے اترے، جہاں سے میں (محمد معروف احمد شرقپوری) ان کو لے کر ڈھوک شیر ربانی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ ڈھوک شیر ربانی بڑا ہی صحت افزا مقام ہے، کچھ ہی دور پہاڑی سلسلہ اور گرد وغبار سے پاک ایک چھوٹا سا ایک قصبہ ہے۔ سفر سے تھکے ہوئے تمام مہمان کھانا کھانے کے بعد جلدی ہی سو گئے۔ بروز جمعرات ناشتہ کے بعد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہمانوں کو لے کر حضرت مرید حسین شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر چلے گئے۔ یہاں پر حاضری کے بعد چوآ سیدن شاہ کے مزارات پر زیارت کے لیے چلے گئے۔ اس کے بعد کلر کہار حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتوں کے مزار پر حاضر ہوئے۔ آپ (بادشاہاں) مرہٹوں کے ساتھ لڑائی میں شہید ہوئے اور بادشاہاں کے نام سے مشہور ہوئے۔ پہاڑی کی چوٹی پر بنا ہوا یہ دربار اپنی نظیر آپ ہے۔ اس کے ساتھ والی پہاڑی پر ان کے کزن سید افضل شاہ کا مزار ہے۔

دونوں پہاڑیوں کو لفٹ کے ساتھ جوڑا ہوا ہے۔ زائرین لفٹ کے ذریعے ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی کا سفر بآسانی طے کر لیتے ہیں۔ لفٹ کا یہ سفر دیکھنے کے لائق ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے شہید ہوئے تو ان کے کزن سید افضل شاہ رحمۃ اللہ علیہ اسی پہاڑی پر افسردہ بیٹھے رہے اور چند سال بعد وہ بھی اس دنیا فانی سے کوچ کر گئے۔ 6

محمد معروف احمد کو ڈھوک شیر ربانی پہنچنے کا حکم:

29 دسمبر بروز بدھ 2004ء کو صبح پونے پانچ بجے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا صاحبزادہ میاں جلیل احمد صاحب کے دفتر فیصل آباد سے معروف احمد کو فون آیا کہ فارغ ہو کر ڈھوک شیر ربانی آجاؤ، آنے سے پہلے ،عبدالستار میمن، محمد رفیق شاہد، امام علی، اشفاق پٹواری، محمد منشاء اور حاجی محمد حیات مرحوم میں سے جو آسانی سے آسکے وہ ڈھوک شیر ربانی پہنچ جائے۔سوائے محمد رفیق شاہد کے کوئی بھی تیار نہ ہوا۔ظہر کی نماز پڑھنے کے تقریباً اڑھائی بجے ہم لاہور سے چکوال کی طرف روانہ ہوئے۔ رات دس بجے ہم ڈھوک شیر ربانی پہنچ گئے۔کھانا کھایا اور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمرہ میں ہی آرام کے لیے لیٹ گئے۔ ساری رات میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جاگتے ہی رہے۔جب بھی میری آنکھ کھلتی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مطالعہ میں ہی مصروف ہوتے۔صبح ناشتے کے بعد آپ نے بشیر صاحب (مقیم ڈھوک شیر ربانی)، محمد رفیق، حسن ڈرائیور اور مجھے (معروف احمد) کو چکوال سبزی منڈی کچھ سامان خریدنے کے لیے بھیج دیا۔سدووال سے ڈھوک شیر ربانی تک سڑک کی تعمیر کا کام شروع تھا۔اس سلسلہ میں میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تعمیر میں حصہ لینے والے تمام افسروں اور مزدوروں کی دعوت کر رکھی تھی۔ظہر کی نماز سے قبل ہی تمام عملہ کھانا کھا کر رخصت ہو گیا۔حسن ڈرائیور کو میاں صاحب نے میاں جلیل احمد کے دفتر روانہ کر دیا۔ تین بجے مجھے (معروف احمد) اور رفیق احمد کو لاہور بھیج دیا اور فرمایا کلر کہار پر حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے پوتوں کے مزار پر ہوتے جانا، رات دس بجے ہم لاہور آ گئے۔6

نوٹ:

محمد رفیق شاہد کا بیان ہے کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے 29 دسمبر 2004ء ڈھوک شیر ربانی کے دورہ میں انہیں فرمایا:"رفیق، معروف

احمد سے پوچھیں اس نے شادی کروانی ہے تو وہ خاموش رہا تو آپ نے فرمایا: اس نے تو شادی نہیں کروانی تمہارکیا خیال ہے''؟ میں نے عرض کیا کہ حضور میرے پاس تو شادی کے لیے پیسے نہیں ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: رشتہ تلاش کرو، پیسوں کا بھی بندوبست ہو جائے گا۔ رفیق کے گھر والوں نے رشتہ کی تلاش شروع کردی اور مناسب رشتہ مل گیا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو رشتہ ملنے کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا: شادی کے دن مقرر کرو۔ شادی کے دن مقرر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے رفیق کو 20,000 روپے نقد دیے۔ زیورات اور وری کے سوٹ بھی عنایت فرمائے۔ ولیمہ کے کھانا کے لیے پکی پکائی دیگیں بھی بھجوادیں۔ اس طرح رفیق کی شادی کا پورا بوجھ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود اٹھایا۔

پیرزادا اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے وسیع لنگر کے متعلق رقمطراز ہیں: ''صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ ایک طرف روحانی پیشوا اور پیر ہیں۔ دوسری طرف ان کے حلقہ میں علماء کرام، دانشور، شعراء اور اہل قلم حضرات کی ایک خاصی تعداد پائی جاتی ہے۔ ان کا دستر خوان کھلا ہے۔ اگر میں کھلا کی بجائے وسیع کہوں تو مبالغہ نہ ہوگا۔ وہ اہل علم وفضل کو گھر بلا کر میزبانی ہی نہیں کرتے بلکہ ان کے پاس پہنچ کر اپنا مہمان بنانے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔''[7]

میاں صاحب ڈھوک شیر ربانی میں:

یکم جنوری 2005ء کو میں (معروف احمد) سارا دن لاہور میں شیر ربانی ڈائجسٹ کی تیاری میں مصروف رہا۔ رات ساڑھے گیارہ بجے امام علی اور محمود سعید (فتح

گڑھ) کو ساتھ لے کر ڈھوک شیر ربانی روانہ ہو گیا۔ ساڑھے بارہ بجے رات کوسٹر چکوال کے لیے روانہ ہوئی اور صبح ساڑھے چار بجے ہم تینوں چکوال سے چند کلومیٹر پہلے سدووال موڑ پر اتر گئے اور پیدل ڈھوک شیر ربانی کی طرف روانہ ہو گئے۔ ساڑھے پانچ بجے فجر کی نماز ہم نے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ادا کی۔ ڈھوک شیر ربانی کے مقامی لوگ بڑے حیران تھے کہ ہم بغیر سواری اس وقت کیسے پہنچ گئے۔ شرقپور شریف کے ملک صفدر، حاجی اللہ دتہ، شیخوپورہ کے مولوی کرامت علی صاحب، عبدالستار صاحب اوران کا بھائی محمد شعیب، حاجی محمد حیات، بابا ظفر باورچی عطاء اللہ پہلے سے موجود تھے۔ ناشتہ کے بعد قبلہ میاں صاحب نے فیصل آباد سے صاحبزادہ میاں جلیل احمد شرقپوری سے ہنڈا گاڑی منگوائی جس کو ارشد گن مین اور ملک طارق لے کر تقریباً دس بجے صبح میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ سب سے آگے میاں صاحب کی گاڑی سپورٹیج جس کو حسن چلا رہا تھا۔ اس گاڑی میں حاجی اللہ دتہ صاحب، عبدالستار صاحب، محمد شعیب صاحب اور مولوی کرامت صاحب تھے۔ میاں صاحب کی گاڑی کے پیچھے جس کو یہ خادم (معروف احمد) چلا رہا تھا۔
سب سے پہلے کلر کہار پر موجود بادشاہوں کے مزار اقدس پر حاضری دی، تخت بابری اور چشمہ کی بھی سیر کی، کلر کہا سے براستہ مینارہ، بوچھال اور للہ شریف سے ہوتے ہوئے پیر کھارا شریف حاضری دی، لنگر شریف کھایا اور کھیوڑہ نمک کی کان طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں ٹوبہ کے مقام پر ایک سادہ سی مسجد میں نمازِ ظہر ادا کی۔ احمد شہزاد نامی لڑکے نے بارشی پانی کے ساتھ ہم سب کو وضو کرایا۔ میاں صاحب نے احمد شہزاد کو کچھ تبرک بھی دیا، احمد شہزاد بکریاں چرا کر اپنا گزر بسر کرتا تھا۔ کھیوڑہ مائن پر پہنچ کر 785 روپے کی ٹکٹ خریدی اور ٹرین پر بیٹھ کر کھیوڑہ مائن کی سیر کی۔ محمد اکرم گائیڈ نے تمام افراد کو مائن کے متعلق معلومات فراہم کیں جس کو بعد میں بابا حیات مرحوم نے 65 روپے دیے، محمد اکرم عرصہ بیس سال سے مائن

پر گائیڈ کے طور پر کام کر رہا تھا۔ مائن کے باہر نمازِ عصر ادا کی، جماعت بابا حیات مرحوم نے کرائی۔ کھیوڑہ سے حسن ڈرائیور مولوی کرامت، ملک صفدر، امام علی، ماسٹر عظمت اور محمود سعید کو لے کر لاہور کے لیے روانہ ہو گیا۔ عبدالستار اور شعیب بھی لاہور کے لیے روانہ ہو گئے۔ میاں صاحب واپس چکوال کے لیے روانہ ہوئے۔ کلر کہار سے رات کا کھانا کھایا۔ ڈھوک شیر ربانی پہنچ کر عشاء کی نماز ادا کی اور آرام کے لیے لیٹ گئے۔

آجکل آپ عشاء کی نماز کے بعد آرام کے لیٹ جاتے، رات ایک دو بجے کے قریب دوبارہ اٹھ جاتے اور اکثر کسی نہ کسی کتاب کے مطالعہ میں مصروف رہتے۔ 8

منیر احمد کا بیان ہے کہ وہ ایک دفعہ شرقپور شریف گئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اُن کو اپنے ساتھ چکوال (ڈھوک شیر ربانی) لے گئے۔ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ وہاں آٹھ دن رہے۔ ان کو حاجی نور محمد کی اقتدا میں چالیس نمازیں پڑھنے کا موقع ملا۔ حاجی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ چکوال میں ڈھوک شیر ربانی کے مالک تھے۔ میاں صاحب کا ایک کمرہ تھا جس میں چارپائیاں اور ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔ میاں صاحب وہاں جا کر رہا کرتے تھے۔ انہوں نے خیال کیا کہ اس کمرے کا دروازہ دیکھے کہ اُن کے گھر میں بھی داخل ہو۔ اُس نے اندازے سے دروازہ کی پیمائش کی۔

منیر احمد کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ شرقپور شریف سے روانہ ہوتے وقت اُن کو اپنے ساتھ چکوال لے گئے۔ تین گاڑیاں تھیں جن میں خادمین سوار تھے۔ حاجی ملک محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ کی بھی گاڑی تھی۔ بلو مانوالیا بھی ساتھ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ آٹھ دن چکوال ٹھہرے۔ بابا نور محمد رحمۃ اللہ علیہ ڈھوک شیر ربانی چکوال والے جو کہ حضور غلام اللہ ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص تھے۔ وہ کئی دفعہ چکوال سے شرقپور شریف پیدل آ کر جمعہ مبارک پڑھتے تھے۔

حضور فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ بابا نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پاس بٹھا کر یہ واقعہ سنتے کہ وہ کیسے پیدل چل کر شرقپور شریف جمعہ ادا کرتے تھے۔ راستے کی معلومات بھی لیتے جیسے آپ نے چکوال کا سفر پیدل کرنا ہو۔ منیر احمد صاحب کا بیان ہے کہ وہ بھی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھ کر یہ واقعہ سُن کر لطف اندوز ہوتے۔ شیخ محمد ارشد پشاور والے بھی تھے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ مریدین کو دور دور سے دعوت دے کر بلاتے تھے۔ جمعہ مبارک بھی وہیں پڑھاتے تھے۔ رمضان شریف میں افطاری کا وسیع انتظام فرماتے۔

بابا نور محمد رحمۃ اللہ علیہ مسجد ڈھوک شیر ربانی میں اپنے پڑپوتوں کو قرآن مجید پڑھاتے تھے۔ یہ ہے فیضان شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ۔ بابا جی عینک بھی نہیں لگاتے تھے۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کی اس وقت 123 سال کے قریب عمر تھی۔

حواشی

1۔ ایمان افروز یادداشتیں: ترتیب، محمد معروف احمد شرقپوری: نظر ثانی، سید جمیل احمد رضوی: طابع، آر۔ زیڈ پریس، بندروڈ، لاہور: ناشر، میاں محمد عرفان اللہ نقشبندی (دسمبر۔2016ء)، ص۔214

2۔ نذیر احمد شرقپوری نقشبندی مجددی، ڈاکٹر: فیضان فخر المشائخ، حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ: سیف اصغر پرنٹرز، عمر پارک نزد منشی ہسپتال، بندروڈ، لاہور (دسمبر 2013ء)، ص۔270

3۔ ایمان افروز یادداشتیں: ترتیب، محمد معروف احمد شرقپوری: نظر ثانی، سید جمیل احمد رضوی: طابع، آر۔ زیڈ پریس، بندروڈ، لاہور: ناشر، میاں محمد عرفان اللہ نقشبندی (دسمبر۔2016ء)، ص۔120 تا 123]

4۔ ایمان افروز یادداشتیں: ترتیب، محمد معروف احمد شرقپوری: نظر ثانی، سید جمیل احمد رضوی: طابع، آر۔ زیڈ پریس، بندروڈ، لاہور: ناشر، میاں محمد عرفان اللہ نقشبندی (دسمبر۔2016ء)، ص۔197

5۔ ایمان افروز یادداشتیں: ترتیب، محمد معروف احمد شرقپوری: نظر ثانی، سید جمیل احمد رضوی: طابع، آر۔ زیڈ زیڈ پریس، بندروڈ، لاہور: ناشر، میاں محمد عرفان اللہ نقشبندی (دسمبر۔2016ء)، ص۔214

6۔[ایمان افروز یادداشتیں: ترتیب، محمد معروف احمد شرقپوری: نظر ثانی، سید جمیل احمد رضوی: طابع، آر۔ زیڈ پریس، بند روڈ، لاہور: ناشر، میاں محمد عرفان اللہ نقشبندی (دسمبر۔2016ء)، ص۔267]

7۔مجالس علماء از پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، ترتیب وتدوین محمد عالم مختار حق (لاہور: مکتبہ نبویہ، 2007ء) ص۔409۔410

8۔ایمان افروز یادداشتیں: ترتیب، محمد معروف احمد شرقپوری: نظر ثانی، سید جمیل احمد رضوی: طابع، آر، زیڈ پریس، بند روڈ، لاہور: ناشر، میاں محمد عرفان اللہ نقشبندی (دسمبر۔2016ء)، ص۔267 تا 268

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور صوفی حکیم حسین محمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

محمد حقانی بن حکیم حسین محمد

میں نے آج مورخہ 15 ستمبر 2022 بروز جمعرات بعد نماز عصر چک نمبر 107 ڈی بی تحصیل یزمان ضلع بہاولپور میں میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ ختم شریف میں شرکت کی، جس میں ہمارے محسن محمد عبدالحمید غالب نقشبندی مجددی نے مجھے حکم دیا کہ اپنے والد محترم حکیم حسین محمد رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کچھ تحریر کرو تا کہ فخر المشائخ اور ان کے منتخب معاصرین میں اشاعت کے لیے بھیجا جائے۔ میں نے سوچا! اس عظیم شخص کے بارے میں کیا لکھوں؟ کہاں سے شروع کروں؟ پہلے یہ لکھوں یا وہ... ان کی زندگی کا ہر پہلو روشن تھا اور ہر بات نصیحت تھی۔

تعارف:

صوفی حکیم حسین محمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ آرائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے ایک دینی و مذہبی گھرانہ میں آنکھ کھولی۔ آپ کی ولادت باسعادت 10 جون 1958ء میں چک نمبر 59 ڈی بی تحصیل یزمان ضلع بہاولپور میں ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے نام کے ساتھ ساتھ صوفی حکیم کے لقب سے زیادہ یاد کیے جاتے ہیں۔ آپ کے والد کا نام سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ ہے جو ایک نیک سیرت، باشرع اور پرہیزگار آدمی تھے۔ حسین محمد صاحب ابھی بچے ہی تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ یوں آپ کی پرورش کی ذمہ داری آپ کی والدہ کے ساتھ ساتھ بڑے بھائی نذیر حسین کے کاندھوں پر آ گئی۔ انہوں

نے ایک شفیق باپ کی طرح ان پر شفقت کی اور زندگی کی ہر ضرورت کو پورا کیا۔

آباو جداد:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جد امجد کا نام گلاب دین ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دادا جان پاک و ہند کی تقسیم سے قبل ہی اپنا آبائی وطن امرتسر ہندوستان چھوڑ کر اپنی بیوی اور اکلوتے بیٹے سراج الدین کو لے کر ضلع فیصل آباد کے چک 165 سالار والا میں آباد ہو گئے۔

گلاب دین رحمۃ اللہ علیہ ایک درویش صفت انسان تھے۔اولیائے کاملین کے قرب اور صحبت میں رہنے کا مزاج تھا۔گھر کو خیر آباد کہا اور مستقل حضور داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ پر لاہور ڈیرے لگا لیے، دربار کے خادمین میں شامل ہو گئے اور تادمِ مرگ یہی رہے۔ان کی مرقد حضور داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُر انوار کے پاس احاطہ دربار میں واقع ہے۔

صوفی حکیم حسین محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ کے ہمراہ چک نمبر 165 ضلع فیصل آباد سے ہجرت کر کے ضلع بہاولپور کی تحصیل یزمان میں آ گئے۔چک نمبر 59 ڈی بی میں اپنے دیگر رشتہ داروں کے قریب رقبہ خریدا اور یہی سکونت اختیار کر لی، اور تادمِ حیات چک 59 ڈی بی میں ہی مقیم رہے۔ان کی قبر مبارک چک ہذا کے پُرانے قبرستان میں واقع ہے۔

تعلیم:

حصول دین کا آغاز اپنے گاؤں سے کیا۔قرآن پاک کی ناظرہ تعلیم کے لیے حکیم محمد طفیل صاحب کے بعد منڈی یزمان کے مشہور عالم دین درویش یزمان حضرت علامہ مولانا

شاہ محمد شائق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اختیار کی۔

پرائمری تک کے استاد ماسٹر سمیع اللہ صاحب تھے جو چک ہذا میں ہی پڑھاتے تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دنیاوی تعلیم میٹرک ہے۔میٹرک کی سند گورنمنٹ ہائی سکول یزمان سے 1975ء میں حاصل کی۔میٹرک کے اساتذہ میں ماسٹر غلام نبی لاہوریا صاحب اور منڈی یزمان کی مشہور روحانی شخصیت پیر طریقت حضرت خوشی محمد بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔

خوشی محمد بھٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پُر انوار یزمان شہر کی حافظ کالونی میں واقع ہے جہاں حکیم حسین محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر جمعہ کو پابندی سے حاضری دیا کرتے تھے۔علم طب آپ نے ملتان شہر میں ایک حکیم صاحب سے حاصل کیا اور پھر تجدید طب کالج دنیاپور سے امتحان فاضل نظریہ مفرد اعضاء منعقدہ مارچ 1978ء میں شرکت کی اور کامیاب ہونے پر سند حاصل کی۔

اساتذہ کا احترام:

کہتے ہیں متعلم کی کامیابی معلم کی تعظیم و احترام میں ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ اساتذہ کی بڑی تعظیم کرنے والے تھے۔خود فرمایا کرتے میں اپنے اساتذہ کے گھر جھاڑو دے دیا کرتا۔برتن، کپڑے دھو دیتا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ملتان کے استاد صاحب جن سے میں نے طب کا علم حاصل کیا، کئی بار ان کے لیے روٹی میں بنا دیتا۔استاد صاحب قبض کی شکایت محسوس کرتے تو آٹا میں تیز لال مرچ ڈال کر روٹی بنانے کی ہدایت کرتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اسی ادب احترام اور خدمت کا نتیجہ تھا کہ آپ کے اساتذہ بھی آپ سے بڑی محبت و شفقت فرماتے تھے۔کئی بار ہم نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کو دیکھا کہ آپ کو ملنے کے لیے تشریف لاتے۔

حکیم حسین محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے کوئی ایک دو سال پہلے پنجاب کالج یزمان کے پرنسپل محمد اقبال صاحب کی فون پر کال آئی اور استفسار فرمایا کہ کیا یہ حسین محمد صاحب کا گھر ہے؟ کیا آپ 59 چک کے رہنے والے تھے؟ پھر اطلاع دی کہ قائم پور کے رہنے والے ماسٹر سمیع اللہ صاحب انتقال کر گئے ہیں۔ان کی وصیت تھی کہ میرا جنازہ حسین محمد پڑھائے۔راقم الحروف محمد حقانی نے عرض کی ابو جی یہ سمیع اللہ صاحب کون ہیں؟ فرمایا وہ میرے پرائمری کے استاد تھے۔ یہ تو کوئی پچاس سال پہلے کی بات ہے۔ان کو میرا نام کیسے یاد ہے؟ وہ 59 چک میں رہتے تھے اور سکول میں پڑھاتے تھے۔ پھر ان کا تبادلہ ہو گیا اور وہ قائم پور چلے گئے۔تیاری کرنے کے بعد والد صاحب پنجاب کالج چلے گئے۔وہاں سے ماسٹر محمد اقبال صاحب کے بھائی کے ساتھ کار پر قائم پور گئے اور اپنے استاد کا جنازہ پڑھایا۔ ان کی اہلیہ اور بچے بڑی محبت اور شفقت سے پیش آئے۔ان کی اہلیہ نے کہا ''بیٹا وعدہ کر میرا جنازہ بھی تو پڑھائے گا'' والد صاحب فرماتے تھے کہ میں نے عرض کی ماں جی یہ تو تقدیر کے فیصلے ہیں۔

بیعت:

حکیم حسین محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فخر المشائخ پیر طریقت رہبر شریعت حضرت میاں جمیل احمد صاحب نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے دست کرم پر بیعت کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ساری اولاد جس میں ہم چار بھائی حبیب ربانی، حفیظ نورانی، احمد، دو بہنیں، ہمارا بھانجا محمد ذوالقرنین اور راقم الحروف محمد حقانی سب حضرت میاں خلیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلے مریدین میں سے تھے۔آپ فرماتے تھے میں نے میاں خلیل احمد صاحب نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی شادی میں

شرکت کی ہے۔آستانہ عالیہ کی ان پر بڑی شفقت تھی۔ایک گرم چادر آستانہ کی طرف سے اور میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے استعمال کا جبہ مبارک آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھا۔اب وہ جبہ مبارک راقم الحروف کے پاس ہے۔

منظور نظر:

حکیم حسین محمد صاحب حضور میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے بہت ہی منظور نظر تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ حکیم صاحب پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔جب بھی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ یزمان کے علاقہ میں تشریف لاتے تو حکیم صاحب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش پیش رہتے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے غریب خانہ پر تشریف لانے کی عرض کرتے۔وقت کے پیش نظر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ شفقت بھی فرماتے۔حب میاں صاحب وقت عنایت فرماتے تو حکیم صاحب پھولے نہ سماتے۔گھر کی صفائی تو لازمی بات ہے۔ساتھ گلیوں کی صفائی بھی کرواتے، پانی کا چھڑکاؤ کراتے۔عرس مبارک پر جب جاتے تو وہاں کام کرنے کو اپنے لیے فخر اور سعادت سمجھتے، کام بڑے ذوق وشوق اور بڑی محبت سے کرتے۔آستانہ عالیہ کے دیگر کاموں کے ساتھ ساتھ چھپائی کے کام کے لیے بھی کوشش کرتے۔جس میں شجرہ طیبہ کی تقسیم کے ساتھ ساتھ اسٹیکر "بندے کو رب سے زیادہ قرب نماز میں ہوتا ہے، اطاعت رسول ﷺ کے بغیر دین حق کا دعویٰ باطل ہے، وہ نماز ہی ہے جس میں پیغمبر اپنی راحت ڈھونڈ تے تھے۔شامل ہیں"۔

پابندی شریعت:

حضرت علامہ مولانا محمد عمر اچھروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے حضرت مولانا عبدالتواب صدیقی صاحب 8/DNB مدرسہ شیر ربانی آئے تو جلسہ میں خطاب کرتے

ہوئے فرمانے لگے، میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی بوڑھے سے بوڑھا مرید کیوں نہ ہو، تہجد کا پابند ضرور ہوتا ہے۔ حکیم حسین محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ایسا ہی پایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ شریعت مطہرہ پر سختی سے عمل کرنے والے تھے۔ جھوٹ غیبت چوری بری یاری سے دور تھے۔ نماز روزہ کی پابندی کرتے۔ زندگی میں کئی بار رمضان المبارک سخت بیماری کی حالت میں بھی آیا مگر روزہ چھوڑنے کا تصور بھی نہ تھا۔

راقم الحروف نے تقریباً تیس برس میں ان کی نماز تو کیا تہجد بھی قضا ہوتے نہ دیکھی، ان کو شریعت مطہرہ کا بڑا پاس تھا۔ ایک بار ستر کے مقام پر ناصور بن گیا۔ درد کرتا رستا رہتا۔ روزانہ پٹی تبدیل کرتے کپڑوں کی حفاظت کرتے۔ نیچے بیٹھنا مشکل ہو گیا۔ بیٹھنے کے لیے گدّا بنوالیا، اس پر بیٹھتے سجدہ نیچے سخت جگہ پر کرتے۔ لاکھ کوشش کے باوجود شفا کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ عقیدت مندوں نے آپریشن کا مشورہ دیا، ہسپتال داخل ہو گئے۔ راقم الحروف کو ہسپتال میں ان کی خدمت کا موقع ملا۔ ابھی آپریشن نہ ہوا تھا، رات مشکل سے بسر کی، تہجد کے وقت مجھے آواز دی، بیدار کیا اور فرمانے لگے وضو کرنا ہے۔ وضو کے بعد بیڈ پر ہی کھڑے ہو کر تہجد پڑھنے لگے۔ میں یہ تو نہ کہہ سکتا تھا کہ تہجد نہ پڑھیں کہ ان کی طبیعت سے واقف تھا، بس یہ کہا کہ بیٹھ کر پڑھ لیں۔ آپ گر سکتے ہیں، سنجیدہ لہجے میں بولے، چپ کر کے لیٹ جا۔ میں اس حالت میں انہیں چھوڑ تو نہ سکتا تھا۔ بس پھر ان کے پیچھے کھڑا رہا۔ جب تک وہ تہجد کے نوافل پڑھ کے بیٹھ نہ گئے۔ محافل پہ جاتے اگر رات لیٹ ہو جاتی تو آ کر سوتے نہ تھے، فرماتے اب اٹھنے کا وقت ہے سونے کا نہیں یعنی سونا ترک کر دیتے تھے۔ تہجد و وظائف میں ناغہ نہ کرتے۔ بڑے بتاتے ہیں کہ حکیم صاحب بچپن سے ہی نماز کے پابند تھے بلکہ نماز تہجد بھی مسجد میں ادا کرتے تھے۔

ذریعہ معاش:

میٹرک کے بعد مختلف سرکاری دفاتر میں آپ نوکری کی تلاش میں گئے۔سی وی جمع کروائی مگر بات نہ بنی۔ پھر دعا کے لیے شرقپور شریف حاضر ہوئے اور میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کے لیے عرض کی تو میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے'' بیلیا نوکری تو مل جائے گی مگر آپ نے کرنی نہیں ہے'' دعا لینے کے بعد حکیم صاحب گھر واپس آ گئے اور فرمانے لگے میاں صاحب سے دعا کروالی ہے۔ اب نوکری مجھے تلاش کرے گی میں نوکری کو نہیں۔ دعا کو ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ ملتان واپڈا دفتر سے نوکری کا لیٹر گھر آ گیا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نوکری اختیار کر لی۔

خط مبارک:

حکیم حسین محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حضور میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک سے لکھا ہوا خط موجود تھا۔ جو میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم حسین محمد صاحب کے نام لکھا تھا۔ پوسٹ کارڈ پر تحریر کچھ اس طرح ہے۔

۷۸٦/۹۲

<u>از شرقپور شریف</u>

12/6/79

گرامی قدر جناب حسین محمد صاحب

سلام مسنون، دعا کثیر۔آپ کا محبت نامہ ملا، پڑھ کر حالات سے آگاہی ہوئی۔اللہ تبارک و تعالی اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کے طفیل دین و دنیا کی

نعمتوں سے نوازیں اور خاتم بالخیر فرمائیں۔ صوم وصلوٰۃ کی پابندی فرمائیں۔ جملہ احباب کی خدمت میں سلام مسنون۔

خاکپائے شیر ربانی وگدائے آستانہ لاثانی صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری

(اس پوسٹ کارڈ کی دوسری طرف یہ ایڈریس تحریر ہے۔)

بخدمت جناب حکیم حسین محمد ثاقب مکان نمبر 53 گلی نمبر 13 عثمان آباد کالونی ملتان شہر یعنی یہ خط حکیم حسین محمد صاحب کو اس وقت وصول ہوا جب آپ ابھی ملتان شہر واپڈا میں نوکری کر رہے تھے۔ یہ خط اب راقم کے پاس محفوظ ہے۔

اِستعفا:

میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی وہی بات کہ ''بیلیا نوکری تو مل جائے گی مگر آپ نے کرنی نہیں ہے'' دفتر میں رشوت کا ماحول دیکھ کر نوکری سے دل بیزار ہو گیا۔ چھٹی کے وقت دفتر کے قریب حکیم صاحب سے طب کی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی۔ حکیم بننے کے کچھ عرصہ بعد نوکری چھوڑ کر گھر واپس آ گئے اور 59 چک میں ہی مطب قائم کر لیا، جو گھر کے ساتھ ہی تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب بھی کوئی دینی مدارس کے طالب علم، اساتذہ یا کوئی عالم دین علاج کی غرض سے تشریف لاتے تو آپ نے کبھی بھی ان سے کوئی فیس یا دوا کی قیمت وصول نہ کی۔ دین کی خدمت کرنے والوں کا علاج مفت کرتے تھے۔

کامل پیر کی نظر صادق:

2008-9ء کے قریب قریب کی بات ہے کہ راقم محمد حقانی کو شرقپور شریف سالانہ عرس مبارک پر حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ میرے ماموں زاد محمد انور صاحب

میرے ہمراہ تھے۔ 16 اکتوبر کو ہم شرقپور شریف میں حاضر تھے۔ میرے شرقپور شریف چلے جانے کے بعد میرے برادران اکبر حبیب ربانی، حفیظ نورانی کا بھی عرس پر حاضری کا ارادہ ہوا، کار (گاڑی) نکالی اور 16 اکتوبر کی شام لاہور کو روانہ ہوئے۔ والد محترم حکیم حسین محمد صاحب نے انہیں اس تاکید کے ساتھ گھر سے رخصت فرمایا کہ عرس پہ جا کے ڈیوٹی دینا، وہاں کام کرنا، لنگر کھلانا۔ ان دنوں میرے پھوپھی زاد عبدالقدوس صاحب لاہور سے یزمان والد صاحب اور دیگر رشتے داروں کو ملنے آئے ہوئے تھے۔ لاہور واپسی پر وہ بھی ساتھ ہو لیے۔ 17 اکتوبر کی صبح لاہور پہنچے، مشورہ ہوا کہ دن بھر لاہور کی سیر کرتے ہیں اور شام کو شرقپور شریف چلے جائیں گے۔ سارا دن سیر کرتے گزر گیا رات کو تھکے ماندے عبدالقدوس صاحب کے ہاں لاہور ہی سو گئے۔ اِدھر تہجد کے وقت حکیم حسین محمد صاحب کو خواب میں میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری کی زیارت نصیب ہوئی۔ میاں صاحب نے فرمایا آپ کے بیٹے جنہیں آپ نے عرس پہ کام کرنے بھیجا ہے وہ لاہور کی سیر کر رہے ہیں۔ بس آنکھ کھلی تو حکیم حسین محمد شدید غصہ کی حالت میں حبیب بھائی کو کال کرنے لگے۔ مگر موبائل چارجنگ پر ہونے کی وجہ سے وہ نہ سن سکے۔ 18 اکتوبر کی صبح 8 بجے کے قریب راقم کو والد صاحب کی کال آئی اور پوچھا حبیب اور حفیظ کدھر ہیں؟ میں نے عرض کی، جی میں تو شرقپور شریف ہوں اور وہ ابھی تک ادھر مجھے نظر نہیں آئے۔ ''وہ لاہو میں رآوارہ پھر رہے ہیں، کہو کچھ کرتے ہیں'' سخت لہجے میں کہا اور کال بند کر دی۔ بھائی حبیب نے صبح جب فجر کی نماز کے بعد موبائل دیکھا تو والد صاحب کی کالیں آئی ہوئی تھیں، اک دم پریشان ہو کر حفیظ کو خبر کی کہ ابو کی 67 کالیں آئی ہوئی ہیں۔ حکیم صاحب چونکہ سخت مزاج رکھتے تھے اس لیے ڈرتے کانپتے حبیب ربانی صاحب نے واپس والد محترم حکیم حسین محمد صاحب کو کال کی، کال سنتے ہی ڈانٹنے لگے لاہور آوارہ پھرتے رہے ہو، میاں صاحب کو بھی پریشان کیا اور

مجھے بھی، فوراً شرقپور شریف پہنچو، میاں صاحب ناراض ہو رہے ہیں۔ حکیم حسین محمد صاحب کو جس خواب میں اپنے پیر مرشد کی زیارت ہو جاتی اسے حقیقت کی طرح لیتے کبھی خواب خیال تصور نہ کرتے۔

تعبیر خواب کا علم:

خیالات بے لگام ہوتے ہیں جس طرف کا رخ ہو کر گئے۔ راقم کے ذہن میں یہ خیالات ابھرتے رہتے تھے کہ دوسرے طبقے کے حضرات بڑے اچھے ہیں، لوٹا، بستر اُٹھائے کریا کریا بستی بستی گومتے ہیں، ہر وقت دین کی تبلیغ کے لیے سفر میں رہتے ہیں۔ اور دوسرا خیال اس طرح ایمان پر حملہ کرتا کہ ''اس کائنات سے پہلے کیا ہوگا؟ اللہ سے پہلے کیا ہوگا؟ اچھا اللہ کو تو پتا ہی ہوگا۔ یہ خیالات اکثر میرے ذہن میں گردش کرتے رہتے۔ ذہن ایک عجیب کشمکش میں مبتلا تھا۔ اللہ پاک کا فضل ہوا اور میاں خلیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی رحمتہ اللہ علیہ کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔ آپ ہمارے یزمان والے مکان کی بیٹھک میں چار پائی پر تشریف فرما تھے۔ آپ کے ہاتھ مبارک میں تسبیح تھی، جب کہ اولیائے شرقپور شریف آستانہ عالیہ شربانی کا یہ معمول رہا ہے کہ ذکر دل میں کیا جاتا ہے تسبیح ہاتھ میں رکھنے کا مزاج نہیں ہے۔ مگر میں نے خلاف معمول آپ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی اور آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مجھ سے استفسار فرمایا ''محمد حقانی تو ہے؟'' میں نے عرض کی ''جی حضور'' تو آپ نے فرمایا ''بیلیا تسبیح سے باہر نہ نکل جانا''۔ حکیم حسین محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ چونکہ خواب کی تعبیر کا علم رکھتے تھے۔ لوگ آپ رحمتہ اللہ علیہ سے خواب کی تعبیر پوچھنے کی غرض سے حاضر ہوتے رہتے۔ میں نے یہ خواب حکیم حسین محمد صاحب سے بیان کیا تو فرمایا کہ میاں صاحب کا یہ فرمانا ہے کہ اپنے سلسلے سے باہر نہ نکل جانا۔ تب مجھے اپنے خیال کے باطل ہونے کا ثبوت ملا۔ پھر میں نے حضرت میاں خلیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی

مجددی رحمتہ اللہ علیہ کو خط لکھا، حالات بیان کرنے کے بعد لکھا کہ حضور ایمان خطرے میں ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی طرف سے جواب میں خط کے ذریعے یہ وظیفہ ملا کہ ''یا کریم'' کا ورد کرو۔ دل میں پڑھنا ہے، زبان سے نہیں۔ چند دن پڑھنے کی برکت سے سارے باطل خیالات چھٹ گئے، اللہ کے فضل سے ایمان کو تقویت ملی اور اللہ کا فضل اِتمام ہوا۔ تب پتا چلا کہ ایمان کی سلامتی کے لیے کسی کامل شیخ سے تعلق کس قدر ضروری ہے؟ علامہ سید شاہ تراب الحق قادری اپنی تصنیف تصوف و طریقت میں لکھتے ہیں کہ'' ائمہ کرام فرماتے ہیں آدمی کتنا ہی بڑا عالم عامل زاہد کامل ہو۔ اس پر واجب ہے کہ ولی عارف کو اپنا مرشد بنائے، بغیر اس کے ہرگز چارہ نہیں'' یاد رکھیں! پیر کی نسبت وہ مضبوط قلعہ ہے جو مرید کے ایمان کی حفاظت کرتا ہے۔

مدرسہ کا قیام:

شروع شروع میں مطلب پر ہی ایک لکڑی کے پھٹے پر بچوں کو بٹھا کر قرآن پاک کی ناظرہ تعلیم دیتے۔ کچھ عرصہ یوں گزرا، ناظرہ تعلیم کے ساتھ ساتھ حفظ کی کلاس بھی شروع کر دی۔ مطب ختم کر کے دواخانہ کے لیے گھر میں ہی جگہ مخصوص کر لی، یوں تقریباً 1987 کے قریب باقاعدہ مدرسہ عربیہ شیر ربانی کے نام سے مدرسہ کا آغاز ہوا۔ رہائش کی جگہ ہی مدرسہ کا ایک بڑا ہال بنانے کا فیصلہ ہوا۔ مدرسہ کے لیے کچی اینٹوں کے ساتھ بنیاد کے لیے کچھ پکی اینٹیں بھی منگوائی گئیں۔ کسی دوست نے مشورہ دیا کہ پکی اینٹیں اندر رکھ لو کوئی اُٹھا نہ لے جائے۔ اینٹیں تو نہ اٹھا سکے بس فرمانے لگے میاں صاحب جانے یا خدا جانے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جب بھی کوئی مشکل گھڑی آئی اپنے شیخ کو یاد کرتے۔ نماز تہجد کے بعد اذکار کے لیے بیٹھے تھے کہ اُونگھ آ گئی کیا دیکھتے ہیں کہ میاں خلیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور فرمایا حسین محمد میرے

پاؤں دباؤ۔ حکیم صاحب نے پاؤں دباتے ہوئے دیکھا کہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں مبارک کے نیچے نشان ہیں تو پوچھا حضور یہ نشان کیسے؟ تو میاں صاحب نے فرمایا ''او بیلیا ساری رات تو تیری اینٹوں پہ پہرہ دیا ہے'' یہ واقع سناتے اور بتاتے کہ کس طرح کامل شیخ کی نظر ہمیشہ اپنے مرید پر ہوتی ہے؟ اللہ تعالی کے فضل و کرم سے بزرگوں کی نظر شفقت سے مدرسہ کی تعمیر مکمل ہوئی اور یوں قرآن پاک کی تعلیم کا یہ سلسلہ گاؤں میں رہتے ہوئے 1996ء تک جاری رہا۔ میاں خلیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ جب بھی 59 چک تشریف لاتے تو مدرسہ میں ضرور تشریف لاتے۔ چک والی جگہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بڑے بھائی حسن محمد کے ہاتھ فروخت کر کے شہر یزمان کی خورشید کالونی میں آٹھ مرلے جگہ خریدی۔ ساڑھے چار مرلے میں گھر اور ساڑھے تین مرلہ میں مدرسہ بنالیا۔ 1997ء میں یزمان شہر میں سکونت اختیار کرلی۔ تادم آخر یہی قیام پذیر رہے اور اللہ کے پاک کلام کی تعلیم دیتے رہے۔ رہائشی بچے، بچیوں کی کوئی فیس وغیرہ نہ لیتے نہ چندہ۔ بس اللہ کے فضل سے اور بزرگوں کی دعاؤں سے نظام چلتا جاتا۔ آپ کے شاگروں کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔

مسجد کی تعمیر:

مدرسہ کی دیوار کے ملحق ایک کنال رقبہ مسجد کا تھا۔ مسجد زیر تعمیر تھی۔ بنیادوں کے ساتھ ایک عارضی کمرہ پر کام رکا ہوا تھا۔ مسجد کے احاطہ میں کانٹے دار جھاڑیوں، بکھرے پتھروں، کانٹوں کا سلسلہ دراز تھا۔ مسجد کی حالت سے ظاہر تھا کہ ابھی تک نماز پڑھنے کا عمل شروع نہیں ہوا۔ کُتے دن بھر مسجد کے کمرہ میں ٹھنڈی جگہ بیٹھے رہتے۔ پہلے دن تو مارے خوف کے کتوں کو کچھ نہ کہا کہ تعداد میں زیادہ تھے۔ دوسرے دن نو دس بجے کے قریب پتھر لے کر مسجد میں کھڑے ہوگئے جو کتا آتا اسے بھگا دیتے۔ شہر والا مکان جب تک زیر تعمیر رہا

صبح کو شہر چلے جاتے اور شام کو واپس گھر چک آ جاتے ایک دن شام کو جب گھر آئے تو ہاتھ پر سوجن تھی ہم نے وجہ پوچھی تو فرمانے لگے اپنے گھر کے ساتھ مسجد کی جگہ ہے۔ اس کے کمرہ کی آج صفائی کی ہے۔ بھڑ کے چھتے اُتارتے بھڑ لڑ گئی۔ ایک دو دن کی کوشش کے بعد کُتے مسجد آنا چھوڑ گئے، مسجد کو بھی صاف کر لیا گیا، یہ کوئی 1996ء کی بات ہے۔ نئی صفیں منگوا کر نماز باجماعت ادا کی، جماعت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود کروائی۔ گھر کی تعمیر کے ساتھ ساتھ مسجد کی تعمیر کا کام بھی شروع ہو گیا مسجد کی امامت ذمہ داری آپ نے تادمِ حیات نبھائی۔ کبھی بھی امامت کی تنخواہ وصول نہ کی۔ بلکہ مسجد کی تعمیر میں بھی مستری، مزدور اور میٹریل تک کی مکمل ذمہ داری ان کے سپرد تھی۔ سیمنٹ، بجری، سریا کی خرید کے لیے پیدل ہی بازار چلے جاتے۔ مسجد کی تعمیر میں بڑی کوشش کرتے رہے۔

تکمیل تعمیر:

مسجد کی تعمیر کا کام تقریباً 98 فیصد مکمل ہے۔ ان کی زندگی کے آخری ایام میں یہاں ایک شاندار ڈبل سٹوری مسجد، جس کے فرنٹ پر لگی چینی کو خوب صورت نقش ونگار، سے آراستہ کیا گیا ہے۔ مسجد کے ساتھ بنے مینار کی اونچائی تقریباً سو فٹ ہے جسے سفید اور برگنڈی رنگ کی چینی سے سجایا گیا ہے۔ چھت پر ایک خوب صورت گنبد ہے جو تقریباً پچانوے فیصد گنبد خضری کا عکس ہے۔ وصال کے بعد کئی لوگوں نے بتایا کہ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے مسجد کا فرنٹ مکمل کروانا ہے۔ بس، باقی محلّہ والے جانے اور مسجد جانے۔ قدرت خدا کی وصال کا دن مسجد کا فرنٹ مکمل ہونے میں مستری کا آخری دن تھا۔ مسجد کی خوبصورتی کے لیے چار لاکھ انہوں نے فرنٹ پر اپنی جیب سے لگایا۔ گنبد خضری کی نسبت سے مسجد کا نام مسجد خضری رکھا گیا مگر ساتھ مدرسہ شیر ربانی کی وجہ سے مسجد کا نام بھی مسجد شیر ربانی مشہور ہے۔ یوں تو یزمان شہر میں مسجد شیر ربانی کے نام سے دو

مساجد اور بھی ہیں۔

۱۔ مسجد شیر ربانی، قینچی موڑ والی ۲۔ مسجد شیر ربانی کچی غلہ منڈی والی

اور اب تیسری مسجد شیر ربانی، خورشید کالونی والی ہے۔

اسم اللہ کا عکس:

مسجد کی چھت یعنی دوسری منزل پر محراب کی جگہ اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری کے دست مبارک سے تحریر کردہ اسم اللہ کا وہ عکس مبارک بنایا گیا ہے۔ جو گول دائرہ کی شکل میں ہے۔ گول دائرہ میں حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل کا تکرار اور دائرہ میں پھول پتیوں میں اسم ''اللہ'' لکھا گیا ہے۔ یہ اسم اللہ کا نقش 36 مربع فٹ بڑا بنایا گیا ہے۔

جمعہ کا آغاز:

حکیم حسین محمد صاحب نے چونکہ باقاعدہ درس نظامی نہ کیا تھا گو دینی معلومات تو کافی تھی مگر جمعہ خود نہ پڑھاتے تھے۔ فرماتے جمعہ کسی عالم دین کو پڑھانا چاہیے۔ حضرت علامہ مولانا حافظ محمد رمضان مہروی صاحب کا تقرر کیا گیا۔

اولاد:

ہم چار بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ بڑے دو بھائی حبیب ربانی اور ان سے چھوٹے حفیظ نورانی حافظ ہیں۔ ان سے چھوٹے راقم الحروف محمد حقانی اور احمد ہیں۔ ایک بہن عالم دین ہے مگر ہم بھائیوں میں سے کوئی عالم نہ تھا۔ حکیم صاحب کا بڑا شوق تھا کہ میرا کوئی بیٹا بھی عالم ہو۔ ایک دن اس خواہش کا اظہار قبلہ استاد محترم حافظ محمد رمضان مہروی سے کیا تو استاد صاحب فرمانے لگے اپنا کوئی بیٹا دو جسے میں پڑھاؤں تاکہ میرے بعد آپ کو کوئی پریشانی نہ ہو۔ والد صاحب نے راقم یعنی میرا ہاتھ پکڑا اور استاد صاحب کو پکڑاتے ہوئے کہا

اسے لے جاؤ اگر جاتا ہے تو۔ میں ایک دنیاوی ذہن رکھنے والا شخص تھا۔ مذہبی گھرانے کی برکت سے نماز، روزے کی پابندی تو تھی مگر امام مسجد، عالم بننے کا ذہن نہیں تھا۔ اپنی فوٹو اسٹیٹ اور کمپوزنگ کی دکان بنا رکھی تھی۔ میں استاد صاحب کو انکار تو نہ کر سکا مگر ذہن میں یہ تھا چلو دو چار دن چلا جاتا ہوں۔ ان کی بات بھی رہ جائے گی اور پھر دکان پر.... میں نے استاد صاحب کو ایک کامل روحانی شخصیت کے طور پر پایا، دین کے لیے مخلص پایا۔ دنیا کی محبت، مال ہوس کا دور دور تک استاد صاحب سے کوئی تعلق نہیں۔

استاد محترم حضرت علامہ مولانا حافظ محمد رمضان مہروی صاحب کی تربیت کا یہ اثر ہے کہ آج الحمد اللہ میرا درس نظامی شھادۃ العالیہ تک مکمل ہے اور شھادۃ العالمیہ کی تیاری جاری۔ میں خود کو عالم تو نہیں سمجھتا، لیکن کہتے ہیں کہ ''نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہے'' کم از کم علماء سے نسبت تو ہے۔ ان کی محبت، صحبت، اور خدمت کا موقع تو میسر ہے مجھ کو۔ اللہ پاک استاد محترم کے علم میں عمل میں برکتیں عطا فرمائے اور ان کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم دائم فرمائے۔

بزمِ جمیل کا قیام:

اعلی حضرت شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام عام کرنے کے لیے بزم جمیل کا قیام عمل میں لایا گیا۔ محمد عبدالحمید غالب نقشبندی مجددی اپنی تصنیف ''خوشبوئے جمیل'' کے صفحہ نمبر 45 میں راقم طراز ہیں کہ 22 جنوری 1988ء کو حاجی اکبر علی کریانہ مرچنٹ یزمان کی دکان پر تمام پیر بھائیوں کا اجلاس ہوا، اس اجلاس میں تقریباً تمام پیر بھائیوں نے شرکت کی اور اس اجلاس میں بزم جمیل کی تشکیل کی گئی تمام عہدے داروں کا انتخاب متفقہ طور پر ہوا۔ عہدے دار حسب ذیل منتخب کیئے گئے۔

سرپرست:

قبلہ صوفی جمیل احمد نقشبندی مجددی مرید خاص میاں صاحب۔ مہتمم مدرسہ عربیہ شیر ربانی 8/DNB یزمان

صدر:

حکیم حسین محمد صاحب 59/DB (مہتمم مدرسہ عربیہ صدیقیہ شیر ربانی یزمان)

نائب صدر: عبدالستار دکاندار 104DB

جنرل سیکرٹری: محمد عبدالحمید غالب نقشبندی مجددی 99/DB

سیکرٹری نشر و اشاعت: چوہدری ناظر حسین 99/DB

22 فروری 1988ء کو بزم جمیل کا پہلا اجلاس منعقد ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ اپنے بزرگوں کے مشن کو گھر گھر پہنچانے کے لیے ہر ممکن کوشش کریں۔ حکیم حسین محمد صاحب تا دم آخر بزم جمیل کے صدر ہی رہے۔

معمولات:

حکیم حسین محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی سادہ زندگی بسر کی۔ سفید لباس پہنتے جو گھر ہی سلائی کر دیا جاتا، سر پر آستانہ عالیہ کی پانچ کلیوں والی ٹوپی پہنتے اور عام سادہ کھلا جوتا پہنتے تھے۔ میاں جمیل احمد صاحب نقشبندی مجدی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے مطابق ہر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ سورۃ اخلاص، روزانہ پانچ سو مرتبہ درود پاک پڑھنے کے علاوہ سبق، سبقی، منزل سے فارغ ہو کر باقی سارا دن بھی درود پاک پڑھتے رہتے تھے۔ چاہے جماعت کا وقت ہو جاتا، جماعت دیر سے کروا دیتے مگر سنت غیر موکدہ بھی ترک نہ کرتے تھے۔ کھانا کم کھاتے۔

حکیم حسین محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی مصروف زندگی بسر کی۔ صبح دو یا

تین بجے جب بھی آنکھ کھل گئی اٹھ جاتے نماز تہجد پڑھنے کے بعد ورد وظائف پڑھنے کا سلسلہ نماز فجر تک رہتا۔ اذان فجر سے گھنٹہ پہلے مدرسہ کے بچیوں کو اٹھنے کا کہتے، تہجد پڑھ کے کلاس لگ جاتی۔ نماز فجر کے بعد سبق سنتے، ایک گھنٹہ کی چھٹی ناشتہ کی ہوتی، پھر کلاس میں بیٹھ جاتے، سبقی سنتے، یہ کلاس بارہ بجے تک جاری رہتی۔ نماز ظہر کے بعد منزل سن کر عصر کی نماز پڑھ کے چھٹی ہوتی، پھر مغرب کے بعد کلاس میں بیٹھ جاتے اور یہ سلسلہ عشاء کی نماز تک رہتا۔ عشاء کی نماز کے فوراً بعد سو جاتے۔

مدرسہ میں روزانہ ایک گھنٹہ تیس منٹ درود پاک کا حلقہ ہوتا۔ پندرہ منٹ صبح اور پندرہ منٹ شام اور ایک گھنٹہ دن گیارہ بجے سے بارہ بجے تک۔ ہر ماہ تحریک تبلیغ الاسلام ادارہ کو ایک لاکھ پچاس ہزار دورد پاک جمع کرواتے۔ ہر ماہ دو جگہ مسجد، مدرسہ میں گیارہویں شریف کا ختم شریف ہوتا جس میں ختم خواجگان پڑھا جاتا جو کہ ان کے وصال کے بعد بھی تا دمِ تحریر جاری ہے۔

وصال پُر ملال:

یہ یکم نومبر 2020ء کی بات ہے کہ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ علیل تھے۔ علاج کا سلسلہ جاری رہا مگر صحت کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ کمزوری کی وجہ سے چلنا پھرنا کم ہو گیا۔ سہارا کے ساتھ چلنے لگے۔ نماز کے وقت وضو کروا کے مصلہ چارپائی کے قریب بچھا دیا جاتا، خاموش ہونٹوں کے ساتھ مصلہ پر نماز ادا کرتے اور پھر چارپائی پر لیٹ جاتے۔ عقیدت مند اور رشتے دار حال دریافت کرنے آتے اور یوں ملاقات کا سلسلہ رہتا۔

پہلے بھی اکثر بخار آجاتا تھا، ہمارا خیال تھا وہی معمول کا بخار ہے، مگر اس بار چند نام لینے کے بعد فرمایا ان کو فون کر دو مجھے مل جائیں۔ ہماری مسجد کے نمازی بابا شاہ محمد سلطانی جو کوئی عرصہ دس سال سے مسجد میں صبح نو بجے کے قریب آجاتے ہیں اور عصر کی نماز پڑھ کر

چلے جاتے ہیں۔ان کا گھر مسجد سے دور ہے، نے ہمیں ان کے وصال کے بعد بتایا کہ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ابھی چلتے پھرتے تھے، مجھے فرمانے لگے'' میرا وقت آ گیا ہے اور میں جانے والا ہوں لیکن میری اولاد کو ابھی نہ بتانا۔ مجھے سن کے رونا آ گیا اور ان سے کہا کہ آپ کیسی باتیں کرتے ہیں؟ اللہ فضل کرے گا۔اب بھی ذکر کرتے، سنتے، سلطانی کا۔اب بھی ذکر کرتے، سنتے سلطانی صاحب کی پُرنم آنکھیں حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے محبت کا ثبوت دیتی ہیں۔

ایک رات میں سویا ہوا تھا کہ گیارہ بجے گھر والوں نے بیدار کیا کہ ابو کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ باقی بہن بھائی بھی ان کے پاس موجود تھے۔ والد صاحب آنکھیں کھولے لیٹے تھے۔ہمیں فرمانے لگے سارے جا کے سو جاؤ، میں اب ٹھیک ہوں اور ساتھ ہی کہنے لگے اگر نیند نہیں آتی تو پاس بیٹھ کے سورۃ یٰسین کی تلاوت کرو۔یعنی طبیعت کی بہتری سے تسلی بھی دیتے اور یٰسین شریف کی تلاوت سے جانے کا اشارہ بھی بھی۔

وصال سے پانچ روز قبل مجھ سے فرمانے لگے بیٹا میرے بعد مدرسہ کی بچیوں کا خیال رکھنا اپنی بہنوں کا خیال رکھنا۔مدرسہ کی بچیوں سے فرمانے لگے جو چادر میاں صاحب کی طرف سے آئی ہے وہ الماری سے نکال کر مجھ پر ڈال دو۔طبیعت زیادہ خراب محسوس ہوئی تو ہم انہیں رات تین بجے بہاولپور وکٹوریہ ہسپتال لے گئے۔ہسپتال بیڈ پر لیٹے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھاتے اور اشارے سے چہرے پر پھیر لیتے۔دن بھر وکٹوریہ ہسپتال رہے شام مغرب کے بعد بہاولپور سے سول ہسپتال منتقل کر دیا گیا۔ چار دن ہسپتال داخل رہنے کے بعد 29 نومبر 2020ء بروز اتوار نماز فجر کے وقت اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ طاِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ط۔ان کے وصال کے وقت ہم تین بھائی حبیب ربانی، احمد اور راقم الحروف محمد حقانی ان کے پاس موجود تھے۔ان کی وصال

کی خبر آستانہ عالیہ شیر ربانی شرقپور شریف تک پہنچ گئی۔ میاں محمد صالح صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی کی شفقت کہ ان کی طرف سے فون آیا کہ ہم نماز جنارہ پڑھانے کے لیے آرہے ہیں۔

تدفین:

ہمای خوش بختی کہ میاں محمد صالح صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی وقت پر تشریف لے آئے اور میاں صاحب نے حکیم حسین محمد صاحب نقشبندی مجددی کی نماز جنازہ پڑھائی۔ 29 نومبر 2020ء بروز اتوار کو نماز مغرب کے بعد 6:00 بجے گلشن پارک یزمان میں ان کی نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد یزمان کے قبرستان میں آپ کی تدفین کی گئی۔ان کی مرقد شروع قبرستان میں جہاں مقدس اوراق جمع کرنے کے لیے گنبد نما کمرے بنائے گئے ہیں ان کے پاس مشرق کی جانب قبرستان کی دیوار کے ساتھ مرکز انوار ہے۔اللہ عزوجل کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ امین

ان کے وصال کے بعد:

مسجد کی امامت اور مدرسہ کی ذمہ داری راقم الحروف محمد حقانی کو سونپی گئی۔ مسجد میں ناظرہ بچوں کی کلاس بندہ ناچیز کے سپرد ہے۔ جمعتہ المبارک اب بھی استاد محترم حضرت علامہ مولانا حافظ محمد رمضان مہروی صاحب پڑھاتے ہیں۔ مدرسہ میں بچیوں کی ناظرہ وحفظ کی کلاس کے لیے تین عورت ٹیچرز ہیں جو اپنی اپنی ذمہ داری احسن طریقہ سے نبھا رہی ہیں۔

خاکپائے خلیل

محمد حقانی بن حکیم حسین محمد

مہتمم مدرسہ عربیہ صدیقیہ شیر ربانی

خورشید کالونی یزمان 0321-7574737

حصہ دوم

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے منتخب موجود (زندہ) معاصرین

انسان کی حقیقت

اللہ تعالیٰ نے انسان کی سرکشی کو اس طرح فرمایا اور اس کی حقیقت بھی اس پر واضح کردی۔ ارشاد ہوتا ہے یعنی زمین پر اکڑ اکڑ کر اتر تے ہوئے مت چلو کیونکہ نہ تم زمین کو پھاڑ سکو گے اور نہ پہاڑوں کی طرح بلند ہو سکو گے۔ انسان ذرا اپنی تخلیق پر غور کرے کہ وہ کس چیز سے بنا ہے۔ اس صورت میں کیا غرور و تکبر اس کو شایاں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: انسان ذرا غور کرے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے یعنی محض ایک اچھلتے ہوئے پانی سے۔ ایک بزرگ نے ایک متکبر سے کہا تمہاری پیدائش نطفہ ناپاک سے ہوئی ہے اور تمہارا انجام ایک گندی لاش ہے اور تم ان دونوں کے درمیان (پیٹ) گندگی اٹھائے پھرتے ہو۔ اسی مفہوم کو ایک شاعر نے اس طرح ادا کیا ہے:

اس نجاست پر گھمنڈ اندھیر ہے
گندگی کا جب تو ایک ڈھیر ہے

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور محمد عبد الغفور الوری

تحریر: محمد عبد الغفور الوری

مہتمم جامعہ مجددیہ فیاض العلوم، غلہ منڈی رائے ونڈ، لاہور

رہبر شریعت پیر طریقت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب قدس سرہ العزیز کے فخر المشائخ ہونے کے لیے یہ بات ہی کافی ہے کہ آپ شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی پیش گوئی کا نتیجہ ہیں جس کا واقعہ کچھ یوں ہے کہ اس ادنیٰ خادمِ از خُدّ امِ آستانہ عالیہ شرقپور شریف محمد عبد الغفور الوری نے اعلیٰ حضرت شرقپوری سرکار کے تین خاص مقرب مریدوں سے سنا ہے کہ اعلیٰ حضرت شرقپوری سرکار کے گھر سے جب مائی صاحبہ کا انتقال ہو گیا تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آپ کے خاص مریدوں نے عرض کیا کہ حضور آپ کوئی عقد فرمالیں تو اللہ تعالیٰ کوئی نرینہ اولاد عطا فرمادے تو یہ روشنی جاری رہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بھائی (میاں غلام اللہ) کے گھر ایک بیٹا ہوگا جس کا نام جمیل احمد ہوگا وہ ہمارے نام کو روشن کرے گا۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت میاں جمیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کی جتنی بھی خوبیاں بیان کی جائیں ان تمام خوبیوں سے یہ خوبی سب سے بڑھ کر ہے جو بات اپنے وقت کے غوث زمان قطب دوراں کے منہ سے نکلی وہ بات روز روشن کی طرح اللہ تعالیٰ نے مجسم طور پر قبلہ میاں جمیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں ظاہر فرمادی جو دنیا کے سامنے موجود فیض رساں رہی۔

وہ تین خاص مقرب مرید جنھوں نے یہ واقعہ سنایا:۔

(1) جناب شیخ حاجی فضل الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مونگہ شرقپوری والد ماجد حاجی فضل احمد مونگہ مرحوم مؤلِّف حدیث دلبراں سوانح حیات اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپوری سرکار۔

(2) جناب شیخ حاجی کرم الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اوکاڑوی والد ماجد خطیب پاکستان علامہ حافظ محمد شفیع اکاوڑوی رحمۃ اللہ علیہ۔

(3) استاذ الحفاظ قبلہ حافظ شیخ کرم الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ حافظ صاحب (کوکانوالی) مسجد کے امام تھے۔ جسے اب نور مسجد کہتے ہیں۔ اس ناچیز (الوری) نے دس سال وہاں جمعہ پڑھایا ہے اور حافظ صاحب کو دیکھا کہ اکثر اپنے شیخ اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپوری سرکار کا تذکرہ کرتے اور درمیان میں اگر میاں جمیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر آتا تو حافظ صاحب یہ مذکورہ واقعہ بھی سناتے۔

اس کے علاوہ جو آپ کے اندر اللہ تعالیٰ نے خوبیاں پیدا فرمائیں ان میں عاجزی ،فروتنی ،انکساری اور ملک وملت کی ترقی وسلامتی کا درد اور اشاعت سنت مصطفیٰ ﷺ کا جذبہ اعلیٰ درجے کا پیدا فرمایا۔ یہ اوصاف آپ کے اندر ایک فطری چیز تھی کیوں کہ جو اچھا ہے وہ ماں کے پیٹ میں ہی اچھا ہے اور جو برا ہے وہ ماں کے پیٹ میں ہی برا ہے اور یہی وہ فطرتی چیز ہے جس کے متعلق قرآن پاک میں آتا ہے۔

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ۔۔۔۔[پ15، بنی اسرائیل 84] فرمادیجیے ہر شخص اپنی طبیعت کے مطابق عمل کرتا ہے۔یعنی جن لوگوں کی روحیں نیک اور پاک ہیں۔ ان کے سامنے جب احکام قرآن بیان کیے جاتے ہیں تو ان سے قرآن مجید کے تقاضوں کے مطابق عمل کا اظہار ہوتا ہے کیوں کہ ان کی سرشت اور فطرت تقویٰ وطہارت

پر ہوتی ہے اور جن کی روحیں ناپاک اور مکدّر ہوتی ہیں ان کے سامنے جب قرآن کے احکام پیش کیے جاتے ہیں تو ان سے گمراہی اور سرکشی کا اظہار ہوتا ہے۔ جیسے بارش اگر زرخیز زمین پر ہو تو اس میں سبزہ اور ہریالی اور زیادہ ہوتی ہے اور بنجر اور شور والی زمین پر ہو تو اس سے یہ نتائج ظہور پذیر نہیں ہوتے۔ اسی قانون فطرت کے مطابق جب ہم حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو ان کی پوری زندگی کا ہر گوشہ دین اسلام کے احکام کے مطابق بسر ہوتا نظر آتا ہے اور یہ سب کچھ بزرگان دین اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اور قطب صمدانی شیر یزدانی اور حضرت ثانی لاثانی کے فیضان کے شامل حال ہونے کا نتیجہ ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ انکساری کا مظاہرہ کیا۔ آپ نے اپنے کمالات کو اپنے بزرگوں کا فیض سمجھا۔ ہر تحریر کے آخر میں یہی لکھتے چلے آئے۔ خاک پائے شیرِ ربانی و گدائے آستانہ لاثانی میاں جمیل احمد شرقپوری۔ یہی آپ کے اندر فطرتی کمال تھا۔ جس نے آپ کو بام عروج کی بلند منزلوں تک پہنچایا۔ جس کی ایک مثال پیش کرتا ہوں کہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری مرحوم نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے حساب رکھا ہے کہ کتنی مالیت کی کتابیں آپ چھپوا کر تقسیم کر چکے ہیں؟

آپ نے فرمایا مَیں نے تو کبھی ایسا حساب نہیں رکھا۔ حکیم صاحب نے فرمایا میرے اندازے کے مطابق آپ قریباً دو کروڑ روپے کی کتابیں بلا قیمت تقسیم کر چکے ہیں۔ یہ ہے فطرتی سعادت جو ماں کے پیٹ میں ہی انسان کے اندر اللہ تعالیٰ پیدا فرما دیتا ہے۔ جیسا کہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عمل سے آپ کو ظاہر ہوا۔ بقول تو نیکی کن باب انداز اے شاہ اگر ماہی نداند داند الہ یعنی تو نیکی کر اور دریا میں ڈال دے۔ اگر مچھلی کو پتہ نہ چلے گا تو خدا کو تو پتہ ہے۔ یعنی نیکی کو خاموشی سے کرنا چاہیے۔ جیسے حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا مَیں نے تو کبھی حساب نہیں رکھا۔ یہی فطرتی چیز ہے۔ جس کا احادیث میں مفصل ذکر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر آدمی کا مقام وٹھکانہ جنت اور جہنم میں رکھ دیا گیا ہے (یعنی یہ مقرر کر دیا گیا ہے کہ کون لوگ جنتی اور کون لوگ جہنمی ہیں) یہ سن کر صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ کیا ہم لکھی ہوئی تقدیر پر توکل اور اعتماد کر کے بیٹھ جائیں اور عمل کرنا چھوڑ دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُّيَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَهٗ یعنی تم لوگ عمل کیے جاؤ اس لیے کہ جو آدمی جس چیز کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ اس پر اس کو آسانی اور توفیق دی جاتی ہے۔ لہٰذا جو آدمی نیک بختی کا اہل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو نیک بد بختی کے اعمال کی توفیق دے دیتا ہے اور جو آدمی بدبختی کا اہل ہوتا ہے۔ اس کو بدبختی کے اعمال کا موقع دیا جاتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی جس کا ترجمہ ہے۔ جس نے راہ حق میں دیا اور پرہیز گاری اختیار کی اور اچھی بات کو سچ مانا تو عنقریب ہم اس کے لیے آسانی کا راستہ آسان کر دیں گے۔۔۔۔ [سورت 92، آیت 5 تا 7]

بارگاہ فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ میں نام لکھوانے والوں کی فہرست میں مَیں نے بھی حسب الحکم صاحبزادہ قبلہ ولید احمد جواد صاحب زیب سجادہ آستانہ عالیہ شرقپور شریف اپنا نام لکھوانے کے لیے یہ مختصر تحفہ تحریر پیش خدمت ہے کہ

سوئے دریا تحفہ آور دم صدف گر قبول افتدز ہے عزو شرف

حواشی

ماہنامہ نور اسلام کا فخر المشائخ نمبر (2015ء: جلد دوم)، ص۔82

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور علامہ مفتی بشیر احمد نقشبندی مجددی

تحریر: علامہ مفتی بشیر احمد نقشبندی مجددی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد فرمان باری تعالیٰ ہے ”کل من علیھا فان“ جو بھی اس زمین پر (جہان میں) ہے۔ اسے فنا ہے۔ ویسے تو جو بھی دینا میں آیا، اسے جانا ہے۔ لیکن اہل ایمان، اہل محبت، اہل عقیدت، اہل طریقت، اہل شریعت، اہل سنت مسلمانوں پر یہ خبر بجلی بن کر گری کہ آستانہ عالیہ شیر ربانی کے عظیم سجادہ نشین وجانشین حضرت قبلہ میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ انتقال فرما گئے ہیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ط

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال سے طریقت کے میدان میں ایک بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے جو شائد ایک مدت تک پُر نہ ہو سکے کہ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

جناب میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ علم و علماء دین سے محبت فرمانے والے اور اہلسنت وجماعت بالخصوص نقشبندی مجددی سلسلہ سے بہت زیادہ عقیدت ومحبت فرماتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یوم حضرت مجدد الف ثانی منانے کا رواج ملک بھر میں عام کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ہر سال ماہ صفر میں پیغام شائع ہوتے کہ اہلسنت مسلمانوں

کو ماہ صفر میں یوم حضرت مجدد الف ثانی منانا چاہیے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اہلسنت کے اتحاد و اتفاق کے داعی، اہل طریقت کے عظیم رہنما تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات سے عقیدت و محبت کے پھول کھلتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے اسلاف کی طرح اپنے متعلقین کو طریقت کے ساتھ ساتھ شریعت مطہرہ پر پابندی کی بھی سخت تاکید فرماتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ محبّ رسول ﷺ، خادم دین وملت، رہبر شریعت و طریقت تھے۔ دیگر سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ بانی تحریک یوم مجدد الف ثانی اور نظریہ پاکستان ٹرسٹ کی ایڈوائزری کونسل کے رکن بھی تھے۔

حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ اہل علم و عمل سے محبت فرماتے تھے۔ میری ان سے ایک ملاقات اس بات کی بڑی دلیل ہے۔ میرے ایک عزیز پیر بھائی جناب میاں اشفاق احمد صاحب کے ذریعے میرا آسان لفظی ترجمہ قرآن پاک ''کنز العرفان'' جناب میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا مطالعہ کیا تو بہت پسند فرمایا۔ اس کے ساتھ ساتھ ادارہ تعلیمات قرآن پاکستان کی خط و کتابت کورسز اور ان کی کتابیں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ملاحظہ فرمائیں تو خواہش ظاہر فرمائی کہ وہ خود مجھے ملنے کے لیے لاہور آنا چاہتے ہیں۔ لیکن چونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں میں علیل تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تشریف لانا بہت مشکل تھا۔ اس لیے میں نے پیغام بھیجا کہ میں خود کسی وقت حاضر ہو کر زیارت کرلوں گا۔ پھر میں نے پروگرام بنایا اور جناب میاں اشفاق صاحب کے ساتھ شرقپور شریف پہنچا۔ وہاں ہمارے ایک پیر بھائی جناب حاجی محمود احمد صاحب ہمارے انتظار میں تھے۔ انہوں نے پہلے ہی جناب میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو میرے آنے کی اطلاع کردی تھی۔ ہم نے وہاں پہنچ کر حضرت میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ اور میاں غلام اللہ ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات پر حاضری دی۔ فاتحہ خوانی اور دعا سے فارغ ہوئے تو پیغام ملا کہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کا بڑی دیر سے انتظار فرما رہے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ کے پاس پہنچے تو معلوم

ہوا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے لیے دو گھنٹے پہلے ہی دیگر حاضرین سے ملاقات بند کی ہوئی تھی۔ ہم نے جب حاضر ہو کر سلام پیش کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی محبت وشفقت کا اظہار فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی محبت وچاہت کے ساتھ ہمارے لیے تواضع کا خصوصی انتظام کرایا۔ خورد ونوش کے دوران کچھ گفتگو بھی ہوتی رہی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ ادارہ تعلیمات قرآن پاکستان کے جملہ کورسز دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ بالخصوص لفظی محاورہ ترجمہ قرآن پاک ''کنز العرفان'' دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے۔ اس کے ہر پارہ کے آخر میں خلاصہ بھی بہت اچھا ہے۔ اس میں آپ نے بڑی محنت اور کوشش کی ہے کہ ترجمہ قرآن پاک پڑھنے پڑھانے اور سیکھنے سکھانے والوں کے لیے آسانی ہو جائے گی۔ اہلسنت وجماعت کے پلیٹ فارم سے اور بالخصوص نقشبندی مجددی آستانہ سے یہ ایک عظیم کارنامہ ہے جو اس سے پہلے نہیں دیکھا گیا۔ دربار شاہ لاثانی ونقش لاثانی سے متعلق احباب کی یہ بہت بڑی خدمت ہے جس سے بہت سے اہل محبت فیض حاصل کریں گے۔ اس عظیم خدمت دین وملت پر آپ کے ساتھ دربار شاہ لاثانی کے سجادہ نشین حضرت پیر سید محمد ظفر اقبال شاہ صاحب بہت مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اللہ کریم ان آستانوں کو سلامت رکھے اور ایسی مزید خدمات سرانجام دینے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔

جناب میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی خبر سن کر نہایت افسوس ہوا کہ دین مبین اور شریعت وطریقت کا داعی، علم اور علمائے حق کا ایک عظیم قدردان اس جہان فانی سے رخصت ہو گیا۔ دعا ہے کہ اللہ کریم میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درجات کو بلند فرمائے اور ہمیں بالخصوص ان کے ورثاء سجادہ نشینان اور متعلقین کو ان کی حیات طیبہ کو مشعل راہ بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین ﷺ۔[1]

حواشی

1۔ ماہنامہ نوائے شرقپور شریف (اکتوبر۔ 2013ء)، ص۔ 44

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور حاجی انعام اللہ طبی

ولادت و تعلیم و تربیت:

حضرت پیر حاجی انعام اللہ نقشبندی طبی دامت برکاتہم العالیہ 1943ء میں رحمت سٹریٹ نزد تکیہ بابا محمود شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ میں پیدا ہوئے۔ گھریلو ماحول مذہبی تھا۔ والدگرامی کی نگرانی میں محلّہ کی مسجد میں قرآن پاک پڑھا۔ مسلم ماڈل ہائی سکول، لاہور میں تعلیم حاصل کی۔ دینی تعلیم ''جامعہ ہجویریہ'' زیر سایہ حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ میں حاصل کی۔ حضرت علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی دامت برکاتہم العالیہ آپ کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ حضرت حاجی صاحب نے ایک دن اپنے والدگرامی جناب صوفی برکت علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا: ابا جان! میں اللہ اللہ سیکھنا چاہتا ہوں۔ والدگرامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیرومرشد حضرت سید محمد اسماعیل شاہ بخاری المعروف حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت ہونے کی اجازت دی۔ آپ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ بیعت کے موقع پر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا: آپ کس کے لڑکے ہیں؟ جواب میں عرض کیا: حاجی صوفی برکت علی نقشبندی صاحب کا لڑکا ہوں۔ آپ جواب سن کر خوش ہوئے اور بیعت میں قبول فرمایا۔ سلسلہ نقشبندیہ کے مطابق باقاعدگی سے نماز تہجد ادا کرنے اور پانچ سو (500) مرتبہ درود خضری پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ عرض کیا: حضور! اگر اجازت ہو تو ہر نماز کے بعد ایک سو بار درود شریف پڑھ لیا

کروں؟ فرمایا: ہاں! آپ کو اجازت ہے۔ آپ جس طرح چاہیں پڑھ سکتے ہیں۔ 1962ء میں حاجی صاحب نے بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ زمانہ بیعت سے لے کر تا حال نماز تہجد کی ادائیگی اور وظیفہ میں ناغہ نہیں ہوا۔

علماء ومشائخ سے عقیدت:

حضرت حاجی صاحب کو علماء ومشائخ سے گہری عقیدت ومحبت ہے۔ آپ نے بے شمار علماء ومشائخ کی زیارت کی اور ملاقات بھی۔ ان میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

☆ حضرت علامہ ضیاء الدین قادری مدنی۔

☆ حضرت بابا غلام رسول (بلیاں والے)۔

☆ حضرت علامہ فیض احمد اویسی۔

☆ حضرت علامہ ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی رحمۃ اللہ علیہ۔

☆ حضرت علامہ سعید احمد نقشبندی (رحمہ اللہ تعالیٰ)

☆ حضرت علامہ مقصود احمد چشتی صاحب۔

☆ حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ۔

☆ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ۔

☆ حضرت علامہ سید منظور احمد شاہ صاحب (ساہیوال)۔

☆ حضرت سید میر طیب علی شاہ بخاری صاحب۔

☆ حضرت سید صمصام علی شاہ بخاری صاحب دامت برکاتہم العالیہ۔

زیارت حرمین شریفین:

حضرت حاجی صاحب نے آٹھ بار حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ ایک حج اپنے مرشد گرامی حضرت سید محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان حضرت سید محمد علی شاہ بخاری اور حضرت سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں کیا۔ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ شیر ربانی وثانی لاثانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم کی معیت میں متعدد حج اور عمرے ادا کیے۔ 1970ء سے تاحال آپ ہر سال رمضان المبارک میں عمرے کی ادائیگی اور زیارت حرمین شریفین کا شرف حاصل کرتے چلے آرہے ہیں۔

اولیاء کرام سے محبت اور مزارات پر حاضری:

حضرت حاجی صاحب اولیاء کرام سے دلی محبت رکھتے ہیں۔آپ نے کثیر اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری کی سعادت حاصل کی ہے۔ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

☆ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)۔

☆ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ (بغداد شریف، چار مرتبہ)۔

☆ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ۔

☆ حضرت علی احمد رحمۃ اللہ علیہ کلیر شریف۔

☆ حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ۔

☆ حضرت پیر بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ۔

☆ حضرت سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ۔

☆ حضرت سید بابا شاہ جمال قادری رحمۃ اللہ علیہ۔

☆حضرت پیر مکی شاہ رحمۃ اللہ علیہ۔

☆حضرت سید نوشہ گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ۔

☆حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ۔

☆حضرت بہاء الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ۔

☆حضرت شیر ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ۔

☆حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ۔

☆حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ (وغیرہم)۔

اعزازات خلافت کا حصول:

مشائخ کرام اپنے سلسلہ کی ترویج واشاعت کی غرض سے تربیت کے بعد خدام کو اجازت وخلافت سے نوازتے ہیں۔ حضرت صاحبزادہ سید میر طیب علی شاہ بخاری دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف نے حضرت حاجی صاحب کو خرقۂ خلافت سے بھی نوازا ہے۔ ایک سو سے زائد خلفاء میں سے آپ کا گیارھواں نمبر ہے۔ مقام کے پیش نظر اپنے صاحبزادگان کو حضرت پیر سید میر طیب علی شاہ بخاری دامت برکاتہم العالیہ کے دست اقدس پر بیعت کرایا۔

اولاد امجاد:

1976ء میں آپ کی شادی خانہ آبادی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے عطا فرمائے۔ ایک صاحبزادہ کا انتقال ہو چکا ہے۔ دو صاحبزادے بقید حیات ہیں۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

☆سمیع اللہ برکت صاحب

☆سیف اللہ برکت صاحب

صاحبزادگان پر آپ کی تربیت کے آثار نمایاں ہیں۔ وہ اخلاق واخلاص کے

پیکر، اعجز وانکسار کا مجسمہ اور مہمان نواز ہیں۔ آپ دعا کیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ میرے لڑکوں کو دین کے خادم بنائے۔ وہ دعا ادارہ ''حضرت کرمانوالہ بک شاپ'' کے قیام وکامیابی کی شکل میں قبول ہوئی۔ صاحبزادگان شب وروز اشاعت دین میں مصروف ہیں۔ ادارہ کے زیر اہتمام تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت، تصوف، اور وعظ وتبلیغ وغیرہ موضوعات پر معیاری کتب شائع کی جاچکی ہیں۔ اب تک مطبوعہ کتب کی تعداد (80) سے زائد ہے۔ ان میں سے چند کتابوں کے نام یہ ہیں:

☆ کنز العمال (مترجم)

☆ شمائل بغوی

☆ صحیفہ ہمام بن منبہ

☆ جامع الکبیر

☆ مسند اسحاق بن راہویہ

☆ فضائل حجر اسود ومقام ابراہیم

☆ معدن کرم

☆ تذکرہ حضرت شیر ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خلفاء

☆ چشمہ فیض شیر ربانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

☆ فضائل علم وعلماء

☆ آئینہ جمال مصطفیٰ ﷺ وغیرہ۔1

حواشی

1۔محمد یٰسین قصوری نقشبندی، خانوادہ حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ، ادارہ تعلیمات نقشبندیہ، لاہور، (سن اشاعت نامعلوم)، ص۔800-802

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور پیر ثناء اللہ طبی نقشبندی مجددی

پیر ثناء اللہ طبی صاحب فرماتے ہیں کہ تقریباً 12 سال قبل میاں جمیل احمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں مجھے پہلی مرتبہ حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ آپ عالم اسلام کی عظیم روحانی شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مبلغ بھی تھے۔ جہاں آپ نے صوفیہ کے طریق اور اندازِ تربیت کی ترویج فرمائی وہاں تصوف کے سلاسل کی شناخت کو محفوظ رکھنے کے لیے بھی عملی قدامات اُٹھائے۔ مساجد سے لے کر مدارس تک خدمتِ خلق سے لے کر تحقیق و اشاعت تک میاں جمیل احمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ نے تن تنہا اتنا کام کیا کہ جس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ میاں جمیل احمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ دینی کاموں کی اشاعت کے سلسلہ میں جدید ذرائع ابلاغ کے استعمال کو ضروری قرار دیتے تھے۔ میں نے آستانہ عالیہ حضرت کرماں والا شریف کی ویب سائٹ لانچ کی تھی۔ آپ نے میری بھرپور حوصلہ افزائی فرمائی اور خوب شاباش دی۔ بعدازاں گاہے گاہے مجھے شرقپور شریف بلا کر نہایت شفقت فرمایا کرتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی دین کی اشاعت عشقِ رسول ﷺ اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجدد الفِ ثانی رحمتہ اللہ علیہ کو تمام مسلمانوں کے لیے ایک متفقہ رہبر و رہنما کے طور پر پیش کیا۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ''یومِ مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ'' منانے کی تحریک کا آغاز کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خیال میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی پیروی کرنے والے ہر ''نقشبندی'' کو اپنی شناخت برقرار رکھنے کی اشد ضرورت ہے۔ کیونکہ نئے مسالک یا

مکاتبِ فکر ایک ڈیڑھ صد سال پہلے متعارف ہوئے ہیں۔ جبکہ سلاسل کی ابتداء صحابہ، تابعین اور تبع تابعین سے ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ذاتی کتب خانہ میں ہزاروں کی تعداد میں کتابیں موجود تھیں۔ چند سال قبل آپ رحمۃ اللہ علیہ اِس بات کے لیے فکر مند ہو گئے کہ میرے بعد اِن کتابوں کو ضائع نہیں ہونا چاہیے۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فیصلہ کیا کہ تمام کتابیں پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری کو وقف کر دینی چاہئیں۔ میں اُن دنوں پنجاب یونیورسٹی کے شیخ زید اسلامک سنٹر میں پڑھ رہا تھا۔ چنانچہ اکثر مرکزی لائبریری میں جا کر تحقیق کی غرض سے کتابیں کھنگالتا رہتا تھا۔ مجھے بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فیصلہ اچھا لگا۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پنجاب یونیورسٹی کو اپنی ہزاروں کتابیں عطیہ کر دیں۔ جو آج بھی پنجاب یونیورسٹی کی مرکزی لائبریری میں علم کے پیاسوں کو سیراب کر رہی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ذاتی طور پر اصلاح و تبلیغ کی غرض سے کتابیں شائع کروا کر تقسیم کروانا بے حد پسند تھا۔ اکثر اپنے معتقدین اور وابستگان کو بھی تاکید فرمایا کرتے تھے کہ تبلیغی لٹریچر شائع کروا کر تقسیم کریں۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انگریزی زبان میں ''شیر ربانی ڈائجسٹ'' کا اجراء کروایا تو بے حد خوش ہوئے۔ مجھے بطورِ خاص لاہور مدعو کیا اور انتہائی مسرت کے ساتھ ''شیر ربانی ڈائجسٹ'' کا پہلا شمارہ عنایت فرمایا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں ابھی تک کسی سلسلہ عالیہ میں باقاعدہ شامل نہیں ہوا تھا۔ ان دنوں آپ رحمۃ اللہ علیہ مجھے اکثر بلوایا کرتے بے حد محبت و شفقت فرماتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تقویٰ پسند طبیعت، اندازِ محبت، دین کی تبلیغ کا جذبہ اور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اُن کی نسبت میرے من کو بھا گئی۔ حتیٰ کہ میں نے یہ بات سوچ لی کہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی بیعت اختیار کروں۔ میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا ارادہ ظاہر کرنے کی ٹھان لی۔ جب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا تو

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے لنگر شریف منگوایا۔ لنگر شریف کھانے کے بعد میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ آپ کی خدمت میں درخواست پیش کروں۔ اچانک آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا: ''اِس سے بڑھ کر تمہاری خوش قسمتی اور کیا ہو گی! کہ تمہارا مرشد سیّد بھی ہو۔ سخی بھی ہو، اور سوہنا بھی ہو'' مجھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اشارے کی سمجھ آ گئی۔ میں نے اُسی وقت فیصلہ کر لیا کہ میں بابا جی سیّد میر طیب علی شاہ بخاری مدظلہ العالی سجادہ نشین حضرت کرماں والا شریف کی بیعت اختیار کروں گا۔ درحقیقت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ میرے محسن ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے نکلے ہوئے وہ تین الفاظ آج بھی میرے کانوں میں گونجتے ہیں۔ میرا دل آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت سے لبریز ہو جاتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بیشمار مقامات پر میری رہنمائی فرمائی۔ ہمارے شجرۂ طریقت میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اسم مبارک کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بیٹے خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کا نام درج تھا۔ اُن کے بعد حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کا نام درج تھا۔ میرے لیے یہ بات الجھن کا باعث بن گئی۔ کیونکہ حضرت مجدد الفِ ثانی زندگی میں ہی حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا تھا۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ نقشبندیہ کی خلافت حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کو عطا کی۔ اِس لیے شجرۂ طریقت میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کا نام آنا چاہیے۔ جبکہ حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کا نام شجرہ میں شامل ہی نہیں ہونا چاہیے تھا۔ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اِس بات کا ذکر کیا۔ آپ میری بات سن کر مسکرائے، کچھ دیر توقف کیا اور پھر ارشاد فرمایا: کرماں والیو! آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شجرہ میں بابا جی سیّد محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی شامل کیا ہوا ہے اور بابا جی سیّد عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور پھر اُن کے صاحبزادے کی طرف آیا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ بابا جی سیّد میر طیب علی شاہ بخاری مدظلہ العالی سجادہ نشین حضرت کرماں والا شریف نے ہمیں تاکید فرمائی ہے کہ میرے تایا جان کا نام شجرۂ طریقت میں شامل رکھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر ارشاد فرمایا: بس ایسا ہی کچھ معاملہ وہاں بھی ہے، ہم نے خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کا نام شجرۂ طریقت میں شامل رکھنا ہے۔ بلاشبہہ آپ رحمۃ اللہ علیہ، اللہ کے ولی اور نہایت برگزیدہ ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شان سمجھنے کے لیے اتنی بات کافی ہے۔ اگر ایک طرف آپ میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے اور میاں غلام اللہ ثانی لاثانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں۔ تو دوسری طرف میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ گرامی ہیں۔ والسلام الی یوم القیام۔

حواشی

ماہنامہ نوائے شرقپور شریف (اکتوبر۔2013ء)، ص۔34

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور حاجی فقیر اثر انصاری فیض پوری

تحریر: پیر علامہ ریاست علی مجددی آف گوجرانوالہ

خراجِ تحسین:

ہم خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔ ان رفقاء کو اور احباب کو جنہوں نے فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ طیبہ اور ان کی اسلامی خدمات کا تعارف کروایا اور فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اور کرامات پر کتابیں تصنیف کیں، شائع کروائیں اور عوام میں بانٹیں۔ ان حضرات کی فہرست تو بہت طویل ہے۔ ان چمکتے انمول ہیروں میں سے ایک تابناک ہیرے کو ہم ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں اور وہ ہیں:

ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری نقشبندی مجددی اسسٹنٹ رجسٹرار (ر) جامعہ پنجاب، لاہور۔ انہوں نے آج تک اس نفسا نفسی اور افراتفری کے دور میں دو درجن کے لگ بھگ کتابیں لکھی ہیں اور یہ ساری کتابیں آستانہ عالیہ کے عنوانات سے لکھی گئی ہیں۔ انہیں خطۂ شرقپور شریف اولیائے نقشبند سے بڑا پیار ہے اور اُنس ہے اور ڈاکٹر صاحب بھی اسی مردم خیز علاقے کے باسی ہیں۔ قلعہ غوث میں انہوں نے جنم پایا اور آجکل لاہور میں قیام پذیر ہیں۔ ہم انہیں خصوصی طور پر ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ آپ لمبی اور صحت والی زندگی پائیں اور اپنے قلم سے اسی طرح گوہر افشانی فرماتے رہیں۔

ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری نقشبندی مجددی کی فیض پور خورد آمد:

ان دنوں حاجی فقیر اثر انصاری فیض پوری ٹریفک کے ایک حادثہ میں شدید زخمی ہونے کے باعث زیر علاج ہیں اور چند روز پہلے ہسپتال سے گھر آئے۔ فون پر ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ تیمارداری کے لیے آئیں گے اور آپ وعدہ کے مطابق عین وقت پر فیض پور خورد میں تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ ان کا صاحبزادہ محمد اویس ندیم بھٹی اور ڈاکٹر صاحب کا پوتا محمد احمد ایان تشریف لائے۔ ان دنوں پانی کے نکاس کا نامناسب سامنا ہے۔ فیض پور خورد کی گلیاں اور بازار پانی اور کیچڑ سے بھرے پڑے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب گاڑی پر سوار اثر منزل تک تشریف لے آئے۔

تاج پوشی اور دستار بندی:

اثر صاحب علالت کے باعث کراہتے ہوئے اُٹھے اور ڈاکٹر صاحب سے بغل گیر ہوئے۔ اثر صاحب کے چھوٹے بیٹے سردار محمد عبداللہ اور پوتے عبدالہادی نے مل کر تینوں مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ مالائیں ڈالیں۔ کاندھوں پر چادر اوڑھا کر ڈاکٹر صاحب کی تاجپوشی کی گئی۔ صاحبزادہ محمد اویس ندیم بھٹی اور محمد احمد ایان کی دستار بندی کی گئی۔ انہوں نے صرف پانی پیا اور مختصر سا وقت دیا اور لوٹ گئے۔

کتابوں کے تحائف:

ڈاکٹر صاحب نے اثر صاحب کو اپنی درجن بھر کتابیں عطا کیں اور اثر صاحب نے بھی کچھ راوی لہر رسائل اور کتب ڈاکٹر صاحب کو پیش کیں اور ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ میری کتاب ''فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے منتخب معاصرین'' کا پہلا حصہ شائع

ہو چکا ہے اور اب کتاب کا دوسرا حصہ طباعت کے مراحل سے گزر رہا ہے۔ اس لیے اثر صاحب اپنے حالات اور فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت اور شفقت کے حالات لکھوا کر جلد بھیجیں اور یہ کام (راقم) ریاست علی مجددی نے انجام دیا۔

اثر صاحب کا جنم مقام:

حاجی فقیر اثر انصاری فیض پوری کی ولادت فیض پور خورد میں ہوئی ۔ یہ گاؤں دریائے راوی کے کنارے پر آباد ہے۔ پنجاب کے تخت لاہور سے مغرب کی طرف بارہ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ کبھی لاہور سے ایک چھوٹی سی سڑک شاہدرہ موڑ، بیگم کوٹ سے ہوتی ہوئی فیصل آباد تک تھی اور آج سڑکوں کا جال بچھ گیا ہے۔ کشادہ سڑک شرقپور شریف، جڑانوالہ سے گزرتی فیصل آباد تک چلی گئی ہے۔ فیض پور خورد آج سے پونے چار سو سال پہلے آباد ہوا۔ دریائے راوی میں ساون کے مہینے میں جب سیلاب آتا ہے تو فیض پور خورد اور اس کے اردگرد کے مواضعات کے مکانوں کو گرا دیتا ہے۔ اناج، مویشیوں کا چارا بہہ جاتا ہے۔ فصلیں ڈوب جاتی ہیں اور اس علاقہ کے مکین بڑی مشکل سے اپنی جانیں بچاتے ہیں۔

اثر انصاری صاحب کے آباؤ اجداد:

جب سندھ کے راجہ داہر کے ڈاکوؤں نے مسلمان حجاج کرام کا جہاز دیبل بندرگاہ (بحیرہ عرب) میں لوٹا اور حجاج کو قیدی بنایا تو محمد بن قاسم نے سندھ کو فتح کیا۔ شورکوٹ اور ملتان تک پیش قدمی کی ۔ محمد بن قاسم اثر صاحب کا آباؤ اجداد ہے۔ جب محمد بن قاسم کو واپس بلا کر اس کے چچا نے مروا دیا تو محمد بن قاسم کے بیٹے نے چند سال سندھ کا راج چلایا۔ جب راجہ داہر کے خاندان کے گوپی رائے نے دوبارہ تخت چھین لیا تو حضرت

عبداللہ پیر ہرات کی اولاد المنصورہ کالونی سندھ (نزد نواب شاہ) سے ہندوستان کے مختلف شہروں میں تبلیغ دین اسلام کے لیے نکل پڑی اور ان کی اولادیں آج پنجاب کے علاوہ برصغیر میں آباد چلی آرہی ہیں۔ مثلاً کاکور، لکھنو، امرتسر، فیصل آباد، کراچی، لاہور، برلب دریائے راوی، اٹک اور دیگر بے شمار مقامات پر چمکتے ستاروں کی طرح آباد ہیں۔

اثر صاحب کے آباؤ اجداد راجہ سوہڈھی کی رکھ میں پہنچے۔ وہاں اسلامی تبلیغ کی۔ راجہ سوہڈھی مسلمان ہو گیا۔ راجہ کی چھ بیٹیاں تھیں اور گرد کے راجاؤں نے راجہ سوہڈھی سے ناطہ ختم کر لیا اور راجہ نے اپنی چھ بیٹیوں کو انصاری عربیوں سے بیاہ دیا۔ اس لیے اثر صاحب کا خاندان ننہال کی طرف سے سوہڈھی جٹ ہے۔ اثر صاحب کے بزرگ چلتے چلتے لاہور کے قریب نین سکھ میں آباد ہو گئے۔ یہاں پارچہ بافی بھی کرتے رہے اور درس و تدریس بھی جاری رکھا۔

اثر صاحب کی تاریخ ولادت:

آپ کی تاریخ ولادت 1942ء ہے۔ جب پاکستان بنا تو پانچ سال کی عمر تھی۔ ایک بار افواہ اُڑی کہ سکھوں نے فیض پور خورد پر حملہ کرنا ہے تو اثر صاحب بھی ایک پٹ سن کی لکڑی کاندھے پر رکھ کر بولے: مَیں بھی سکھوں سے لڑوں گا۔

والدہ اور والد:

اثر صاحب کی والدہ کا نام زینب بی بی ہے۔ ان کے میکے کالر گاؤں میں تھے اور والد کا نام شمس دین ہے جو کہ قلعہ غوث کے رہنے والے تھے اور ملک پور، تر ڈے والی کے اردگرد کے باغات خریدتے تھے۔ شمس دین فوت ہوا تو زینب بی بی اور اُس کا بھائی

میاں خوشی محمد اپنی والدہ مہتاب بی بی کے ساتھ کالر میں آ گئے۔ مہتاب بی بی نے میاں امام دین سے عقد ثانی کیا اور میاں امام دین نے ان دونوں کو اپنے دوسرے بچوں سے زیادہ عزیز رکھا۔ والد کا نام پیر حکیم محمد ابراہیم نقشبندی مجددی ہے۔ مڈل تک تعلیم پائی۔ نین سکھ میں پیدا ہوئے اور اپنے خاندان کے ہمراہ فیض پور خورد میں آ بسے۔ بڑے حسین وجمیل اور بانکے تھے۔ کاشت کاری بھی کی۔ ایک بیگھہ گندم ہر روز کاٹتے۔ دھان بھی ایک بیگھہ کاٹتے، دوسرے روز جھاڑ لیتے۔ انہیں پارچہ بافی میں بھی کمال حاصل تھا۔ عامل تھے۔ قبروں اور دریا کے کنارے پانیوں میں چلّے کرتے۔ متعدد شادیاں کیں۔ کثیر اولاد پیدا ہوئی۔ آپ بہت بڑے وید حکیم بھی تھے۔ آخری ایام میں کوٹ عبدالمالک تشریف لے گئے۔ وہاں زمین خریدی اور سکونت اختیار کی۔ رحلت کے بعد اپنی خریدی ہوئی حویلی میں دفن ہوئے۔ ہر سال ۳ روزہ عرس منایا جاتا ہے۔ پہلے دور میں اپنے والد بزرگوار میاں اللہ دتا رحمۃ اللہ علیہ، بھائی میاں فیروز دین، میاں محمد اسماعیل کے ہمراہ خواجہ نور عالم نقشبندی مجددی توکلی آف سید اشرف (سَید اشریف) تحصیل پھالیہ ضلع گجرات کے ہاتھ پر بیعت کی اور خلافت پائی۔ اثر صاحب نے اپنے باپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

ابتدائی تعلیم:

اثر صاحب نے جب ہوش سنبھالی تو عزیز بیگم نامی خاتون سے بغدادی قاعدہ پڑھا۔ پھر جامع مسجد قاریاں کے مہتمم اعلیٰ قاری غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ اوران کے نائب حافظ محمد اسماعیل سے قرآن پاک پڑھا۔ بچپن ہی سے مطالعہ کا شوق تھا۔ جو کتاب مل جاتی پڑھ کر سنبھال لیتے اوران کے پاس گران قدر ذخیرہ لائبریری کی زینت ہے۔

سکول کی تعلیم:

گورنمنٹ پرائمری سکول فیض پور خورد میں داخلہ لیا۔صرف پانچویں جماعت تک تعلیم پا سکے۔وقت کی پابندی کرتے۔سکول کی بزم ادب میں ’’اسلام کا ہم سکہ دنیا پہ بٹھا دیں گے‘‘ ترنم سے سناتے۔ہر کلاس میں مانیٹر بنائے جاتے۔

نام اور تخلص:

اثر صاحب کے والدین نے محمد بوٹا نام رکھا۔مگر سکول کے اندراج میں عبدالحمید لکھوایا جبکہ ادبی نام اثر انصاری ہے جو کہ گورنمنٹ پائیلٹ سیکنڈری ہائی سکول شیخوپورہ میں منعقدہ مشاعرہ میں اثر صاحب کو ان کے استاد شاکر سروری نے تخلص دیا اور اسی تخلص سے آج دنیائے علم وادب میں پہچانا جاتا ہے۔

کچھ باتیں بچپنے کی:

پنجاب کی سرزمین صوفیوں ، ولیوں اور اقطاب وابدال سے بھری پڑی ہے۔ انہوں نے اس خطہ پنجاب میں علم وعرفان ،رشد وہدایت ،فقر وغنا کی سوغاتیں بانٹی ہیں۔ ضلع شیخوپورہ کی تحصیل فیروز والا معرضِ وجود میں آئی تو شرقپور شریف کا قصبہ اسی تحصیل میں درج ہوا۔

شرقپور شریف لاہور سے بیس کلومیٹر کے فاصلے پر مغرب کی طرف دریائے راوی کے کنارے آباد ہے۔ یہ قصبہ پُھولوں ، باغات اور سرسبز وشاداب کھیتوں میں گھرا ہوا ہے۔ یہاں بہت سارے صوفیائے کرام نے رشد وہدایت کی مشعلیں روشن کی ہیں۔ان میں سرِ فہرست ایک نام ہے۔جیسا کہ ستاروں کے جھرمٹ میں چاند چمک دمک رہا ہو وہ ہستی

ہیں، شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خانوادہ۔ یہاں ان سبھی کا ذکر کرنا عین سعادت ہے۔

۱۔ثانی لاثانی حضرت میاں غلام اللہ شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

۲۔حضرت میاں غلام احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

۳۔فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ بانی تحریک یوم مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

۴۔پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت میاں خلیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

۵۔صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری نقشبندی مجددی

۶۔صاحبزادہ میاں جلیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی

۷۔صاحبزادہ میاں ولید احمد جواد شرقپوری نقشبندی مجددی

۸۔صاحبزادہ میاں محمد صالح شرقپوری نقشبندی مجددی

۹۔صاحبزادہ میاں محمد ابوبکر شرقپوری نقشبندی مجددی

انہوں نے اپنی زندگیاں، اپنا مال واسباب سب اللہ پاک کے دین اسلام کو پھیلانے حضور پاک ﷺ کے فرمان کو فروغ دینے کے لیے وقف کر رکھی ہیں۔

حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس پاک میں شرکت کرنے کے لیے ہر سال حاضری دینے کے لیے اثر دن گنتا رہتا ہے اور اب تک شمولیت کو سعادت سمجھتا ہے۔

پہلی بار:

پہلی بار اثر صاحب میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس پاک میں اپنے دادا

میاں اللہ دتہ اور چچا محمد صدیق کے ساتھ شامل ہوا۔ اس دور میں بسیں گاڑیاں کوئلہ پر چلتی تھیں اور عرس کے موقع پر اتنا رش ہوتا تھا کہ بسوں میں بیٹھنے کی جگہ نہ ملتی تھی۔ اس لیے ہم تینوں فیض پور خورد سے پیدل ہی شرقپور شریف پہنچے۔ وہاں رات گزاری اور صبح پھر پا پیادہ لوٹے۔ ان دنوں بھی لنگر عام تقسیم ہوتا تھا۔ انڈیا سے بھی زائرین لمبی لمبی بسوں پر آتے تھے۔

عالم شباب میں:

جب اثر صاحب نے جوانی میں قدم رکھا تو شرقپور شریف کے قصبہ اور اس کے مکینوں سے اور محبت بڑھی۔ باقاعدگی سے حضرت شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبزادہ میاں غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اعراس میں شرکت کرتا اور اس طرح ہر بار فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے بھی بہرہ ور ہوتا رہا۔ کبھی اعراس میں، کبھی مختلف پروگراموں کے موقع پر سٹیج پر، سرِ راہ چلتے اور اس طرح ان کا شباب بھی صوفیائے عظام اور علمائے کرام کی رفاقت میں گزرتا گیا۔

شرقپور شریف کے اہلِ اَدب کے ساتھ:

جب اثر صاحب نے شاخِ ادب کی داغ بیل ڈالی اور ہر ماہ مشاعرے کروانے لگا تو انہیں شرقپور شریف کے شعراء، ادباء، محقق نقاء، مورخ حضرات کا پتہ چلا اور ان کو بُلا بُلا کر ان کے ساتھ ادبی نشستیں رکھیں۔ نئی کتابوں کی رونمائیاں کروائیں۔ مشاعرے رکھے۔ اسناد اور ایوارڈ دیے۔ مالائیں ڈالیں۔ دستار بندیاں اور تاجپوشیاں کیں۔ چادریں اوڑھائیں۔ نقد انعامات پیش کیے تو شرقپور شریف سے بھی ان حضرات کو فیض پور خورد میں بلایا:

۱۔علامہ محمد انور قمؔر شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ مصنف کتب کثیرہ

۲۔علامہ فضل حق خان گلشن، ایڈیٹر نوائے افغان شرقپور شریف

۳۔احمد علی قائد شرقپوری

۴۔علامہ نور محمد نصرت نوشاہی

۵۔بشیر احمد کھوکھر

۶۔ن ع صابر

۷۔میاں محمود احمد شرقپوری

۸۔خلیل احمد شیخ

۹۔اللہ دیہ کھوکھر

۱۰۔ڈاکٹر حبیب اللہ نثار

۱۱۔مولا شرقپوری

۱۲۔بشیر احمد گوندل نامور نعت خواں

۱۳۔الحاج ظہیر احمد نیاؔز بیگی۔

۱۴۔ارسلان اطہؔر

۱۵۔ملک انور ارائیں

۱۶۔جمیل احمد گلزار

۱۷۔سردار ارشد علی ڈوگر ایڈیٹر نوائے ڈوگر

۱۸۔اکبر علی اکبر ارائیں

۱۹۔نعت خوان عبدالرحمٰن چشتی

۲۰۔صاحبزادہ محمد مغیث نوشاہی

شادی و اولاد:

اثر صاحب کی شادی ماموں زاد رضیہ بیگم گاؤں کالر ضلع شیخوپورہ سے ہوئی۔ جن کے بطن سے چار بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ اثر صاحب ہنی مون منانے کے لیے مغلوں کی بنائی دریائے راوی کے اندر بارہ دری دیکھنے کے لیے لاہور آئے۔ بیڑی (کشتی) میں بیٹھ کر پہلے دریائے راوی کی سیر کی بعد میں بارہ دری کی سیر سے خوب لطف اندوز ہوئے۔ شام کو واپس گھر آ گئے اور کولہو والے بیل کی طرح دن رات کام میں مصروف ہو گئے۔

اثر صاحب کا ذریعہ معاش:

اثر صاحب تساہل پسند نہیں۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھتے۔ ان کے ہاتھ میں

خوشنویسی کا فن ہے۔ سکولوں، مساجد میں آرٹسٹی، پینٹری اور خطاطی کر کے رزق حلال کماتے ہیں اوراس سے بچوں کی کفالت کی۔ جلد سازی بھی کی۔

اردو عربی اور انگلش رسم الخط میں سکول کے بچوں کے چارٹ تیار کرتے رہے۔

اسی کتابت کے باعث ان کی کتابیں جلد کتابت کے مراحل سے گزرتی رہی ہیں۔ ایک دن میں شعروشاعری کی۔ دوسرے دن کتابت کرلی اور تیسرے روز کتاب منظرعام پرآجاتی رہی۔ ورنہ شعراء کے لیے کاتب بڑی مشکلات پیدا کردیتے ہیں۔

اثر صاحب نے ڈاکٹر رشید انور اور حفیظ صدیقی کے رسائل کی بھی کتابت کرکے بروقت رسالے شائع ہونے میں معاونت کی۔

شاہ عالم گیٹ لاہور سے رسالہ بچوں کی دنیا اور طالب حسین طالب کے رسالہ بچوں کا کھلونا کی کتابت کی۔ اس کے بعد کتابوں کے بازار میں بے شمار پبلشرز کی کتابوں کی کتابت کی۔

اپنے ماہانہ رسالے بھی کتابت کرتے رہے۔

نقش ہاشمی مرید کے، محمد شریف بیکس قادری ننکانوی اور سندھ میرپورخاص کے شہرہ آفاق لکھاری مہر کا چیلوی کی تمام کتابیں کتابت کیں۔

برانچ پوسٹ ماسٹر:

فیض پورخورد کے ڈاکخانہ کے پوسٹ ماسٹر بن کر آدھی صدی تک اس علاقہ کے گاؤں، دیہات اور مواضعات کی خدمت کی۔ اس علاقہ کے غریب لوگوں میں بے نظیر انکم سپورٹ اور میاں محمد نواز شریف کی طرف سے آمدہ رقمیں تقسیم کرتے رہے اور آج تک ایک ایک پائی بھی ادھرادھر نہ ہونے دی۔

تصانیف:

(۱) ابوالبشر صفی اللہ حضرت آدم علیہ السلام (۲) قصہ ہابیل وقابیل (۳) حضرت شیث علیہ السلام (۴) حضرت ادریس علیہ السلام (۵) حضرت نوح علیہ السلام (۶) عوج بن عنق (۷) قصہ ہاروت وماروت (۸) حضرت ہود علیہ السلام (۹) حضرت صالح علیہ السلام (۱۰) حضرت ابراہیم علیہ السلام (۱۱) حضرت اسماعیل علیہ السلام (۱۲) حضرت اسحاق علیہ السلام (۱۳) حضرت یعقوب علیہ السلام (۱۴) حضرت یوسف علیہ السلام (۱۵) حضرت لوط علیہ السلام (۱۶) حضرت ایوب علیہ السلام (۱۷) حضرت ذوالکفل علیہ السلام (۱۸) حضرت یونس علیہ السلام (۱۹) حضرت شعیب علیہ السلام (۲۰) حضرت موسیٰ علیہ السلام (۲۱) حضرت یوشع علیہ السلام (۲۲) حضرت خضر علیہ السلام (۲۳) حضرت مہتر الیاس علیہ السلام (۲۴) حضرت المسیح علیہ السلام (۲۵) حضرت حزقیل علیہ السلام (۲۶) حضرت شموئیل علیہ السلام (۲۷) حضرت داؤد علیہ السلام (۲۸) اسرائیلیاں دا بادشاہ طالوت (۲۹) حضرت سلمان علیہ السلام (۳۰) حضرت ملکہ سبا (۳۱) حضرت شعیا علیہ السلام (۳۲) حضرت آرمئیا علیہ السلام (۳۳) حضرت دانیال علیہ السلام (۳۴) حضرت عزیز علیہ السلام (۳۵) حضرت برصیصا عابد علیہ السلام (۳۶) حضرت ذوالقرنین سکندر (۳۷) حضرت مریم سلام اللہ علیہا (۳۸) حضرت زکریا علیہ السلام (۳۹) حضرت یحیٰ علیہ السلام (۴۰) حضرت عیسیٰ علیہ السلام (۴۱) حضرت محمد ﷺ (۴۲) حاتم طائی باتصویرے جلدیں (۴۳) گلزار تے حنیف (۴۴) پکی روٹی مروجہ پکی روٹی کو ترمیم کیا (۴۵) پنجابی گلستان (۴۶) پنجابی حکایات (۴۷) مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ (۴۸) پنجابی بوستان (۴۹) نکی قیامت (۵۰) خونی بھوچال (۵۱) ریحان داچن (۵۲) راوی ریان داچن (۵۳) آفتاب قندھار (۵۴) نشانِ حیدر منظوم باتصویر

(۵۵)اکی نگینے(۵۶)ایہہ دھرتی پنج دریاواں دی (۵۷)پورن بھگت تے رانی لوناں(۵۸)سیدملوک تے چن پری(۵۹)سوہنی مہینوال (۶۰)ڈھول شمس (۶۱)لیلیٰ مجنوں(۶۲)شاہ بہرام تے حسن بانو(۶۳)انارکلی (۶۴)نوراتے دُلا بھٹی (۶۵)سہتی مراد(۶۶)بھاگ بھری تے وارث شاہ رحمۃ اللہ علیہ (۶۷)سیف الملوک تے بدیع الجمال (۶۸)بُکامل بشنو(۶۹)شیریں فرہاد (۷۰)ہیررانجھا(۷۱)مرزاصاحباں (۷۲)سسی پنوں (۷۳)یوسف زلیخاں (۷۴)دل خورشید(۷۵)دشتِ نینوا(۷۶) کلیلہ دمنہ(۷۷)پانچ پھول(۷۸)پنج مسلمان بادشاہ(۷۹)پنج کافر بادشاہ(۸۰)نامور بیبیاں (۸۱)دوروحاں دی ملاقات (۸۲)آسمان اورزمین کی بحث(۸۳)حاجیاں دی شہادت(۸۴)اج دااخبار (۸۵)قصیدہ بردہ شریف دا ترجمہ (۸۶)سورت یٰسین دا ترجمہ(۸۷)چالی حدیثاں (۸۸)زکوٰۃ دے مسلے(۸۹)اِک سواِک ستارے(۹۰) درویش نامہ (۹۱) مختلف شخصیتاں دے اَڈواَڈ نمبر(۹۲) اسلامی غزوات(۹۳) شکنتلا (۹۴)نویاں رُتاں تے پرانیاں یاداں(۹۵)رنگلی کہکشاں (۹۶)عالمی رومان (۹۷)سوہنے نبی ﷺ دے سوہنے ناں(۹۸)اللہ پاک دے سوہنے ناں(۹۹)مسنون دعاواں۴ حصے(۱۰۰)ضلع شیخوپورہ دی تاریخ(۱۰۱)قبردی زندگی تے موت کجھ مناظر تین حصے (۱۰۲)عہدنامے داپنجابی ترجمہ(۱۰۳)ازواجِ مطہرات (۱۰۴)وضودے مسئلے (۱۰۵) انصاری پنجابی قاعدہ (۱۰۶)حج دے احکام(۱۰۷)تن مثالی قصے(۱۰۸) انمول انصاری(۱۰۹)عشرہ مبشرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم(۱۱۰)نشئیاں دی ٹولی(۱۱۱)رستم زماں گاماں پہلوان نمبر(۱۱۲)ضلع شیخوپورہ دے ادبی ستارے

کتاب لڑیاں:

(۱) ون سونے پھل (۲) پنج ند (۳) راوی لہر (۴) چاننی (۵) تتلی ''بچوں کا

رسالہ" (۶) قوس وقزح انصاری (۷) جگنی (۸) پتن (۹) روپ کلی (۱۰) کندن (۱۱) صدف (۱۲) سدا۔

حضرت فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ ملاقات:

ا۔ان دنوں اتنی ٹریفک کا ازدہام نہ تھا۔ تانگوں، ریڑوں کا دَور تھا۔موٹر سائیکل، سکوٹر، کاروں اور رکشوں کی اتنی بہتات نہ تھی ۔ آبادی بھی کم تھی۔ شاذونادر لوگ سرکاری اور غیر سرکاری ملازمت کرنے لاہور جاتے تھے۔

اثر صاحب نے بتایا کہ وہ سارا دن کتابت کر کے لاہور سے گھر جانے کے لیے بادامی باغ لاری اڈہ پہنچے ۔گاڑی میں فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ اوران کا ایک درویش اگلی سیٹوں پر تشریف فرما تھے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے ایک سیٹ خالی تھی۔ کنڈیکٹر اثر صاحب کو بار بار گاڑی پر سوار ہونے سے روکتا رہا کہ راستے کی کوئی سواری نہ بیٹھے۔حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ اثر صاحب پر پڑی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کنڈیکٹر کو اشارہ سے روکا اور اثر صاحب کو سوار ہونے کا اشارہ کیا۔اس طرح اثر صاحب کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قریب رفاقت اور شفقت میں فیض پور خورد تک باعزّت سفر کرنے کا موقع مل گیا۔

۲۔حاجی غلام صابر ایم پی اے قصور نے فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور پندرہ روز کے بعد شرقپور شریف پہنچ کر حاضری دیتے۔ راستے میں اثر صاحب کو ملنے کے لیے رُکتے اور پھر آگے روانہ ہو جاتے ۔حاجی غلام صابر صاحب کے چھوٹے بیٹے حافظ صاحب کی شادی خانہ آبادی تھی۔ حاجی صاحب خصوصی طور پر فیض پور خورد میں آئے اور اثر صاحب کو اپنے بیٹے کی شادی میں شرکت کی دعوت دی۔

شادی کے روز اثر صاحب قصور پہنچے اور دلہا کے لیے سہرا لکھ کر شیشے کے فریم

میں بنوا کر پہنچے۔ باراتی کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ ایک تخت پوش پر دو نورانی صورت والے بزرگ تکیوں سے ٹیک لگائے تشریف فرما تھے۔ یہ اثر صاحب کے لیے عید کے روز سے بڑھ کر خوشی کا دن تھا۔ حاجی غلام صابر انصاری صاحب نے اثر انصاری صاحب کو اپنے پاس بلایا اور فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے ملایا۔ دوسرے بزرگ کوٹلہ شریف کے آستانہ عالیہ کے صاحبزادے تھے۔ اثر انصاری صاحب نے بلند آواز سے سہرہ کے اشعار سنائے۔ براتی بھی محظوظ ہوئے اور فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے۔

۳۔ دائم اقبال دائم قادری آف واسونز دمنڈی بہاء الدین اثر انصاری کے ہاں متعدد بار تشریف لائے اور ایک رات قیام بھی کیا۔ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں شامل ہونے کے لیے آئے تھے۔ عرس مبارک کی محفل میں اثر صاحب بھی دائم صاحب کے ساتھ پہنچے۔ اسٹیج پر فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ جلوہ گر تھے۔ دائم صاحب نے شعر پڑھے اور بڑی داد پائی۔ پہلا شعر ملاحظہ ہو:

میاں صاحب دے فیض دی حد مُکی جدھر دیکھیا دیوا جگا دتا
کرموں والیوں بنیا حضرت کرماں والا شیر رب دے کرم فرما دتا

۴۔ حضرت فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر اثر صاحب کی شرقپور شریف حاضری:

ایک روز علامہ محمد انور قمر شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ اثر صاحب کے ہاں فیض پور خورد میں پہنچے اور اپنی نئی کتاب ''امراء بردرِ فقرا'' عطا کی اور خاص پیغام دیا کہ حضرت فخر المشائخ میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بلایا ہے اور آپ کے لیے ایک شفقت بھری محفل کا اہتمام کیا ہے۔ اثر صاحب اگلے روز بتائے ہوئے وقت پر شرقپور شریف پہنچے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک کمرے میں چارپائی پر تکیہ سے ٹیک لگائے تشریف فرما

تھے۔ علامہ محمد انور قمر شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر اثر صاحب کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور ایک درویش کو دسترخوان بچھانے کو فرمایا اور اس دسترخوان پر لنگر پھل چُن دیے گئے۔ اثر صاحب اور علامہ محمد انور قمر شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کو اکٹھا بیٹھ کر کھانا کھانے کو فرمایا۔ یہ اثر صاحب کے لیے بڑا اعزاز تھا۔ صرف پھل اور لنگر کھانے موقع نہ ملا۔ اس کامل ولی کی نگاہ کا فیض بھی ملا۔ روحانیت کا تبّرک بھی پایا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے الوداع کہا اور اثر صاحب کو شیرینی بھی دی۔

۵۔ ایک سال کے بعد پھر اثر صاحب کو علامہ محمد انور قمر شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے بلایا گیا اور پھر بھی پہلے کی طرح تواضع بھی کی اور شفقت بھری نگاہوں سے روحانی فیض بھی دے کر نوازا۔

۶۔ ۱۹۶۲ء میں اثر صاحب نے ایک محفل نورانی کا انعقاد کیا۔ فیض پور خورد میں علمائے کرام صوفیائے عظام کا ایک اکٹھ کیا۔ اس محفل میں یہ حضرات تشریف لائے:

۱۔ فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ مولانا محمد بخش مسلم بی اے رحمۃ اللہ علیہ، لاہور ۳۔ مولانا محمد صدیق سانگلہ ہل

۴۔ مولانا محمد یعقوب علی شاہ پھالیہ والے ۵۔ مولانا حافظ محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ

علمائے کرام کی تقاریر سننے کے لیے اردگرد کے دیہات اور گاؤں کی مساجد کے امام، خطیب، قاری، حفاظ، نعت خوانوں کا ایک ہجوم تھا۔

۷۔ اثر صاحب نے حضرت فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے ایک نظم صنفِ توشیح میں لکھی جو لاہور سے شائع ہوئی۔ دوسری بار ''راوی لہر رسالہ'' کی زینت بنی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید مخلص پیر شہزاد شفیق نقشبندی مجددی آف گجرات نے اس نظم کو بڑا سراہا اور اثر صاحب کی ہمت بڑھائی اور ان کے نمبر میں بھی شامل کی گئی۔

۸۔ گزشتہ برسوں میں صاحبزادہ میاں ولید احمد جوادؔ شرقپوری نقشبندی مجددی نے شرقپور شریف میں شعراء کو بلایا اور ایک نعتیہ مشاعرہ کا اہتمام کیا۔ اثر صاحب اس محفل کے مہمان خصوصی تھے۔ یہ شاعر اس مشاعرہ میں شامل ہوئے:

۱۔ شاعر اہلسنت محمد ابراہیم کلیم مرزا پوری ۲۔ الحاج حکیم نذیر احمد نذیر منڈی فیض آباد

۳۔ محمد جمیل گلزار منڈی فیض آباد ۴۔ علی احمد جواہر پوری

۵۔ عبدالجبار اثر:

اور دیگر مقامی شعراء مدعو تھے۔ صاحبزادہ میاں ولید احمد جوادؔ شرقپوری نقشبندی مجددی نے پر تکلف دعوت کا اہتمام کیا۔ مدینہ پاک سے آئی ہوئی خستہ کھجور، گلاب جامن، رنگ برنگے کھانوں سے شعراء کی تواضع کی اور لفافوں میں کرایہ کے طور پر پانچ سو روپے بھی عطا کیے۔ اس موقع پر اثر صاحب نے ''ذکرِ جمیل کتابچہ'' سے فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے شعر سنا کر داد پائی۔

مشکور وممنون ہوں:

اثر صاحب ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری نقشبندی مجددی کے دلی طور پر شکر گزار ہیں کہ انہوں نے حقیر ناچیز آدمی کو اس قابل سمجھا کہ ''فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ اوران کے منتخب معاصرین'' کی فہرست میں شامل کرلیا ہے۔ یہ اثر صاحب کے لیے اوران کے خاندان کے لیے بڑا اعزاز اور سعادت ہے۔

اثر صاحب اس بات پر بھی شکر گزار ہیں کہ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب شرقپوری اپنے صاحبزادہ اور پوتا کے ہمراہ فیض پور خورد میں تشریف لائے اور یہ خوشخبری دی کہ اثر صاحب کو فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے منتخب معاصرین کی فہرست میں شامل کیا جارہا ہے۔

اثر صاحب کی تفسیر ''القرآن فی اثر البیان'' ان دنوں طباعت کے مراحل سے

گزر رہی ہے۔ اثر صاحب نے ڈاکٹر صاحب کی لائبریری کے لیے سورۃ الرحمٰن کا قلمی نسخہ بھی پیش کیا۔ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کا اثر منزل پر آنا:

''کیڑی گھر نرائن آنے کے مصداق ہے''

مولا کریم ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری نقشبندی مجددی کو لمبی صحت والی زندگی سے نوازے اور آپ اسی طرح اپنے نورانی قلم سے ہیرے جواہر صفحۂ قرطاس پر بکھیرتے رہیں۔

طالبِ دعا خیر:

علامہ ریاست علی مجددی آف گوجرانوالہ

اثر انصاری صاحب سے ملاقات کا سبب:

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے فیض سے جولائی 1996ء میں ماہنامہ ''نور اسلام'' میں راقم السطور (ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری) کا پہلا مضمون بعنوان ''بچے کی نگہداشت'' شائع ہوا۔ اس کے بعد تسلسل سے ماہنامہ ''نور اسلام'' میں میرے مضامین شائع ہونے لگے۔ اس وقت تک ماہنامہ ''نور اسلام'' میں چھپنے والے مضامین کی تعداد 225 ہو چکی ہے۔ ماہنامہ ''نور اسلام'' میں مضامین شائع ہونے کی وجہ سے پڑھنے لکھنے کے شوق میں مزید اضافہ ہو رہا ہے۔ راقم نے آپ کے فیض کرم سے دن رات محنت کی اور ملک کے نامور اخباروں، رسائل و جرائد میں مضامین شائع ہونے لگے۔

راقم کی کتاب ''انوار شیر ربانی'' اگست 1999ء میں شائع ہوئی۔ آپ کی نظر فیض دیکھیے! راقم کی حوصلہ افزائی کے لیے اور اہل قلم حضرات سے متعارف کرانے کے لیے آپ نے اس کتاب کی ''تعارفی تقریب'' 5 ستمبر 1999ء بروز اتوار بعد نماز ظہر بمقام

''دارالمبلغین حضرت میاں صاحب'' شرقپور شریف میں اپنی زیرسرپرستی ونگرانی کروائی۔ جس میں بہت سے علمائے دین نے شرکت فرمائی اور اس کتاب پر اپنے مقالے پیش کیے۔اس تقریب میں ہزاروں لوگوں نے شرکت اختیار کی۔اس تقریب میں جناب قدر آفاقی رحمۃ اللہ علیہ،اثر انصاری فیض پوری صاحب ،علامہ محمد منشاء تابش قصوری صاحب، علامہ قاضی ظہور احمد اختر صاحب، علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی صاحب، علامہ محمد انور قمر شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ، پروفیسر قاری مشتاق صاحب ،ڈاکٹر محمد اختر اقبال صاحب ،سید ابرار حسین شاہ صاحب (مرحوم)، محمد توقیر اختر، ظہیر الدین غوری صاحب ،صوفی اللہ رکھا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا اپنا مقالہ پیش کیا۔کتاب ''انوار شیر ربانی'' پر بہت سے اخبارات و رسائل وجرائد میں بھی تبصرے شائع ہوئے۔علامہ محمد انور قمر شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے منقبت پیش کی جس کے چند اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

ہزاروں میکشوں کے واسطے اک ایسا میخانہ
کہ ساقی لے کے بیٹھا ہے قدح و جام عرفانی
نذیر احمد اسی در سے ہے تحفے آج لے آیا
کتاب انوار شیر ربانی بفیض چشمہ روحانی

اثر انصاری فیض پوری صاحب نے اپنی منقبت بعنوان ''کتاب انوار شیر ربانی دی رونمائی'' پڑھی۔منقبت بڑی دلکش ہے جو ذیل میں درج کی جاتی ہے:

میاں صاحب دا فیض سبحان اللہ چھیڑی ہر پاسے عرفان دی گل
ساری عمر لوکاں نوں جنہاں دسی کائنات دے رب یزدان دی گل
دن رات ہے جنہاں تبلیغ کیتی وس جگ نوں مدنی سلطان دی گل
میاں صاحب دا اج ہے ذکر ہندا کرامات دی گل، ایمان دی گل
ڈاکٹر نذیر احمد نے لکھی ولی کامل تے کامل انسان دی گل

ہے زہد ریاضت عبادتاں دی چنگے عمل تے کیف وجدان دی گل
چھاپی مکتبہ نوراسلام شوقوں زور لا کے اوس جوان دی گل
اج اوسدی رونمائی ہوئی حضرت شیر محمد مہان دی گل
محفل سجی اے شیخ مشائخاں دی اج ہو رہی اے طرز بیان دی گل
ذوقاں والیاں رل چھپوائی دتی ایہہ پیار دی گل ،سیہان دی گل
اللہ اجر دیوے شالا پھلن پھلن ہندی جگرے دی گل تے دان دی گل
اثر لکھ مبارکاں اوہناں تائیں جنہاں کر دسی سو جھوان دی گل

راقم اثر انصاری فیض پوری صاحب کے متعلق اس وقت تک کچھ نہیں جانتا تھا اور نہ ہی ان کے نام اور چہرے سے واقف تھا۔اس منقبت کی وجہ سے ان کا نام اور چہرہ میرے سامنے آیا۔

راقم کی کتاب ''فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے منتخب معاصرین'' جون ر 2021ء میں شائع ہوئی تو میرے ایک مخلص دوست محبوب عالم تھابل نے میری بیماری کو جانچتے ہوئے کہا کہ فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے کسی خاص عقیدت مند کا نام رہ گیا ہے جس کی وجہ سے تمہاری بیماری میں اضافہ ہوا ہے۔مَیں نے سوچا کہ کتاب ''فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے منتخب معاصرین'' کی ایک مزید جلد تیار کر لیتے ہیں ،جن خاص معاصرین کے نام رہ گئے ،اس میں ان کے نام شامل کر لیتے ہیں۔راقم اثر انصاری فیض پوری کی رہائش گاہ کو نہیں جانتا تھا۔مَیں نے میاں نور محمد نصرت نوشاہی صاحب سے شرقپور شریف میں رابطہ کیا تو انہوں نے محبت اور مہربانی کرتے ہوئے اثر انصاری صاحب کا فون نمبر دے دیا۔مَیں نے فون پر رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر جواب نہ ملا۔بہر حال مورخہ 4رستمبر 2021ء بروز ہفتہ ان سے فون نمبر 4756725-0321 پر رابطہ ہو گیا اور انہوں نے اگلے دن مورخہ 5رستمبر 2021ء بروز اتوار کا وقت دیا اور ان سے مورخہ 5رستمبر 2021ء بروز اتوار ملاقات ہوگئی۔ملاقات میں بہت سی مفید باتیں ہوئیں۔

[یہ آرٹیکل صاحبزادہ قاضی محمد نور اللہ نقشبندی مجددی شرقپوری کو برائے نظر ثانی بھیجا گیا تھا اور انہوں نے نظر ثانی کے بعد مورخہ 3 فروری 2022ء کو واپس کیا]

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور ڈاکٹر ساجدہ سلطانہ علوی صاحبہ

تحریر: ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری

نظر ثانی: سید جمیل احمد رضوی

ڈاکٹر صاحبہ کا دستیاب وسائل کے مطابق مختصر تعارف یہ ہے:

ڈاکٹر ساجدہ سلطانہ علوی صاحبہ پوسٹ ڈاکٹر فیلو پر (از جون۔1968ء تا جنوری۔1976ء) ٹورنٹو کینیڈا گئیں۔Universtiy Minnesota میں 1977ء میں دوبارہ میکگل یونیورسٹی (کینیڈا) میں آ گئیں۔1986ء میں پروفیسر آف انڈو اسلامک ہسٹری مقرر ہوئیں۔

حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ سے ڈاکٹر صاحبہ کی پہلی ملاقات:

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ0

اور جسے اللہ چاہتا ہے، اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

ڈاکٹر ساجدہ سلطانہ علوی صاحبہ انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز، میکگل یونیورسٹی مانٹریال (کینیڈا) میں تاریخ کی پروفیسر تھیں۔ یہ نقشبندی مشائخ پر تحقیق کے سلسلے میں لاہور آئی ہوئی تھیں۔ لائبریری میں ان کی سید جمیل احمد رضوی سے ملاقات ہوئی۔ غالباً سال 1989ء تھا۔ مَیں (رضوی) نے ان سے کہا کہ آپ اس تحقیق کے سلسلے میں حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (55۔ ریلوے روڈ، لاہور) سے ضرور ملیں۔ مَیں اس زمانے میں حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مطب میں فہرست سازی کا کام کر رہا تھا۔ ایک

کام کے سلسلے میں لائبریری میں آیا تھا۔ اس طرح میری ملاقات ڈاکٹر صاحبہ سے ہوگئی۔ چنانچہ ایک روز پروفیسر صاحبہ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مطب میں آگئیں اور حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی ملاقات ہوئی، اس وقت فہرست سازی کے سلسلے میں، مَیں بھی وہاں موجود تھا۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلقہ کتب منگوا کر ان کو دی تھیں۔ پروفیسر صاحبہ ہر سال لاہور آتی تھیں۔ لائبریری میں ان سے ملاقات ہوتی۔ وہ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لیے بھی ان کے مطب میں حاضر ہوتیں۔ دسمبر 1999ء میں میری ان سے ملاقات لائبریری میں ہوئی۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا ذکر ہوا۔ مَیں نے ان سے کہا کہ آپ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایک تعزیتی مکتوب لکھ کر بھیج دیں، شائع ہوجائے گا، چنانچہ انہوں نے ایک چٹھی لکھ کر مجھے پہنچادی۔ مَیں نے ابوالطاہر فدا حسین فدا صاحب کے پاس بھجوادی، چنانچہ یہ مکتوب ماہنامہ ''مہروماہ'' لاہور کے خصوصی نمبر ''یادگارِ موسیٰ'' جنوری۔ فروری 2000ء) میں صفحہ 204 اور 205 پر شائع ہوگیا......1

ڈاکٹر صاحبہ کی تدریسی خدمات:

1۔ لیکچرر، انسٹیٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز، میکگل یونیورسٹی، کینیڈا میں از 1972ء تا 1974ء کام کیا۔

2۔ اسی ادارے میں اسسٹنٹ پروفیسر کی حیثیت سے از 1974ء تا 1977ء خدمات سرانجام دیں۔

3۔ مینیسوٹا (Minnesota) کے شعبہ ساؤتھ ایشین سٹڈیز میں از 1977ء تا 1980ء کے عرصہ میں اسسٹنٹ پروفیسر کی حیثیت کام کیا۔

4۔ مینیسوٹا (Minnesota) یونیورسٹی کے شعبہ ساؤتھ اور ساؤتھ ایشیا میں 1980ء سے لے کر 1986ء تک ایسوسی ایٹ پروفیسر کی حیثیت سے تدریسی کام کیا۔

5۔ انسٹیٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز، میکگل یونیورسٹی، مانٹریال میں اردو زبان وادب کی چیئر پر 1986ء تا 1991ء تدریسی خدمات سرانجام دیں۔

6۔ انڈونیشیا میں وزٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے جنوری سے مارچ 1993ء اور ستمبر تا دسمبر 1996ء کام کیا۔

7۔ ڈاکٹر صاحبہ 31 مئی 2010ء کو اردو زبان وکلچر اور انڈو۔اسلامک ہسٹری، انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز، میکگل یونیورسٹی، مانٹریال سے بحیثیت پروفیسر ریٹائر ہوگئیں۔

ڈاکٹر صاحبہ کا علمی سرمایہ:

ڈاکٹر صاحبہ نے تدریس کے علاوہ تصنیف وتالیف کا بھی گراں قدر کام کیا ہے۔ ان میں کتابیں اور تحقیقی مقالات شامل ہیں۔ پہلے کتابوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ پھر چند مقالات کے متعلق لکھا جائے گا۔ اس کا ماخذ وہ غیر مطبوعہ چند صفات ہیں جو انہوں نے 2012ء میں لاہور آنے سے پہلے سید جمیل احمد رضوی صاحب کو بھیجے تھے۔

1۔ ڈاکٹر صاحبہ کا پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ دو جلدوں میں شائع ہوگیا۔ اس کی کتابیاتی تفصیل درج ذیل ہے:

محمد بختاور خان ، مرأۃ العالم ،تاریخ اورنگ زیب ، بہ تصحیح ومقدمہ وحواشی ساجدہ س‘علوی لاہور: ادارہ تحقیقات پاکستان، دانشگاہ پنجاب، 1979ء۔ 2 جلدیں۔ یہ کتاب 1658ء تا 1668ء کے دور کا احاطہ کرتی ہے۔ جلد اول (مشتمل براحوال و وقائع سیاسی)،جلد دوم (مشتمل تذکرہ ہائے مشائخ وخطاطان وشعراء وغیرہ)

[بحوالہ ہفت مجالس علمیہ، مرتبہ محمد عالم مختار حق (لاہور: حوزۂ نقشبندیہ، 2009ء)، ص۔48]

2۔ دوسری اہم کتاب انگریزی میں ہے۔ اس میں سلسلہ نقشبندیہ کے چار مشائخ پر بھی مقالات شامل ہیں۔ اس کی کتابیاتی تفصیل درج ذیل ہے:

Perspective On Mughal India, Rulers , Historians , Ulama, and Sufis by Sajida Sultana ,Alvi,Karachi ;Oxford University Press

اس کتاب کے چار مقالات سلسلہ نقشبندیہ سے متعلق ہیں:

3۔ ڈاکٹر صاحبہ نے غیر ملکی طلبہ/طالبات کو اردو پڑھانے کے لیے چار کتابیں لکھیں۔

4۔ پنجاب میں سلسلہ چشتیہ کی تجدید وارتقاء (باشتراک (1918ء) پر مبنی۔‘‘ حصہ اول دارالفیض گنج بخش، لاہور (باشتراک سید جمیل احمد رضوی)۔

5۔ غیر ملکی دوروں کی روداد (proceedings)’’باشتراک دیگرے‘‘ (2003ء)

6 انڈونیشیا کی سوسائٹی میں عورتیں۔۔۔ جکارتہ کانفرس کی روداد (proceedings)2002ء

7 ان کے علاوہ متعدد مقالات لکھے جو مختلف کتب اور رسائل میں شائع ہوئے۔

اہل علم حضرات کی قدردانی:

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ اہل علم، اہل قلم اور دانشوروں کی بہت قدر کرتے تھے۔

اس سلسلے میں سید جمیل احمد رضوی صاحب فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی اہل قلم ،اہل علم، دانشوروں، علماء و مشائخ، صوفیوں کی قدردانی کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

''حضرت فخر المشائخ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ظاہری حیات میں علمی اور تحقیقی ماحول قائم کیا ہوا تھا۔ وہ علمی مجالس کا اہتمام کرتے رہتے تھے۔ ان میں تحقیقی منصوبوں کی رفتارِ کار کا جائزہ لیا جاتا تھا اور آئندہ کے لیے علمی کاموں کی منصوبہ بندی کی جاتی تھی۔ ایسی علمی مجالس کے حوالے سے راقم السطور کی کتاب ''فخر المشائخ صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی (یادداشتوں کے آئینے میں)'' کا ایک اقتباس یہاں پر درج کیا جاتا ہے:۔

......آپ علمی مجالس بلایا کرتے تھے۔ ان میں علماء اور دانشور حضرات کو شرکت کی دعوت دی جاتی تھی۔ علمی امور زیر بحث آتے تھے۔ ایسا بھی ہوتا تھا حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی اسکالر کے اعزاز میں چائے یا دعوت کا اہتمام کسی ہوٹل میں کرتے تھے اور اپنے قریبی احباب اور نیاز مندوں کو بھی اس میں بلا لیتے تھے۔ جب ڈاکٹر ساجدہ سلطانہ علوی صاحبہ (موجودہ پروفیسر امیریطس، میکگل یونیورسٹی، مونٹریال، کینیڈا) پاکستان میں تشریف لاتی تھیں تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے اعزاز میں ایسی تقریب کا اہتمام کرتے تھے۔2

ڈاکٹر صاحبہ کا مضمون جو ماہنامہ ''نور اسلام'' کے پچاس سالہ گولڈن جوبلی میں شائع ہوا:

یہ مضمون انگریزی میں تھا۔ اس کی تلخیص و ترجمہ سید جمیل احمد رضوی (سابق چیف لائبریرین، پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور) نے کیا تھا۔ یہ بڑا معلوماتی ہے۔ اس

کا عنوان ہے: ''وسط ایشیا میں سلسلہ نقشبندیہ کا عروج مجددی مشائخ اور خلفاء کی تصانیف (12 ویں تا 18 ویں صدی میں) اس کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

''ماوراء النہر کے علماء و مشائخ شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے حقوق ہم دور افتادہ اور پس ماندوں بلکہ ہندوستان کے تمام مسلمانوں پر اس قدر ہیں کہ تحریر و تقریر میں نہیں آسکتے۔ اہل سنت و جماعت کے عقائد اور آراء صائبہ کے موافق اعتقاد کی درستی اور علماء حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذہب کے بموجب عمل کی صحت انہی بزرگواروں کی تدقیقات و تحقیقات سے حاصل ہوئی ہے اور طریقہ صوفیہ قدس سرہم کا سلوک بھی اسی مکان شریف سے میسر ہوا۔ (شیخ احمد سرہندی)۔

اس طرح سلسلہ نقشبندیہ کی مجددیہ شاخ کے بانی نے وسط ایشیا سے ہندوستان میں نقشبندیہ سلسلہ کی منتقلی (شجر کاری) کے بارے ذکر کیا۔ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندانی اور روحانی اخلاف آنے والی صدیوں میں اپنی وسطی ایشیائی میراث پر مسلسل فخر کرتے رہے ہیں اور تحریروں میں اپنی پسماندگی کا اعتراف بھی کرتے رہے ہیں۔

تصوف کا نقشبندیہ سلسلہ جو جنوبی ایشیا میں قدرے بعد میں آنے والی شاخ ہے، 16 ویں صدی کے شروع میں مغلوں کے ساتھ یہاں آیا۔ اس سلسلے کی مجددیہ شاخ کو جس نے ہندوستان میں ترقی کی، وہ وسطی ایشیا کے ساتھ اپنے روابط کا اعتراف کرنے میں کبھی ناکام نہیں ہوئی۔ دوسرا بڑا عامل جس نے ہندوستانی مسلمانوں کے رشتہ کو وسطی ایشیا کے ساتھ مضبوط بنانے میں خدمات سرانجام دیں وہ ترک اسلامی میراث تھی جس نے ہند اسلامی معاشرہ تشکیل دیا۔ محمود غزنوی (م۔ 421ھ...... 1030ء) کے اخلاف جنہوں نے ہندوستان کی سرزمین میں ترک اسلامی میراث کے بیج بوئے، لیکن مغلوں کے آنے سے یہ اپنے عروج پر پہنچی جو مغل وسطی ایشیا فاتح امیر تیمور لنگ (عہد حکومت

771۔805ھ 1370ء......1405ء) کے اخلاف تھے۔ اور مغلوں کے زوال کے بعد یہ (میراث) کافی دیر تک موثر رہی۔ یہ زوال 1119ھ......1707ء میں شروع ہوا تھا۔ یہ مقالہ انگریزی زبان میں ہے۔اس کی تلخیص اردو زبان میں شائع کی جارہی ہے۔

نقشبندی اورنقشبندی مجددیہ نے جدید دور میں کچھ عالمانہ اور فاضلانہ توجہ حاصل کی ہے۔لیکن وسط ایشیا میں نقشبندی مجددیہ کے بارے میں زیادہ نہیں لکھا گیا۔اس مطالعہ کے لیے دوتازہ مقالات متعلقہ ہیں۔جن کو Buehler اور Foltz نے لکھاہے۔ بوہلر Buehler مغلیہ ہندوستان میں وسطی ایشیائی مجددیہ میراث کی موجودگی کا سراغ لگاتا ہے اوران عوامل کی نشاندہی کرتا ہے جنہوں نے سلسلہ نقشبندی کو ہندوستان اور وسط ایشیامیں ہردل عزیز بنایا۔فولٹز (Foltz) کا مقالہ وسطی ایشیائی مجددیہ کے حکمرانوں کے ساتھ تعلقات کا خاکہ پیش کرتا ہے۔ زیرنظر مطالعہ (مقالہ)ان دومقالات کا تتمہ ہے۔ اگرچہ یہ صرف ابتدائی نوعیت کا ہے۔اوراس کا انحصار بعض اہم ہندوستانی مجددیہ تحریروں پرہے۔

شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ جیسا کہ پہلے کہا گیاہے، نے اس حقیقت پرفخر کیا کہ نقشبندیہ صوفی سلسلہ نے برصغیر میں وسط ایشیا سے جڑ حاصل کی اور 17ویں عیسوی میں مجددی شاخ کی عظیم اصلاح کے ساتھ وسط ایشیا میں لوٹ گیا۔شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ایک روحانی پیر، ایک روحانی مرشداورایک مکمل زندہ صوفی تھے۔جن کواللہ تعالیٰ نے نظام کائنات (قیوم۔قطب الاقطاب) کی حمایت کا کام سونپا تھا۔جن کے معاصرین کی اکثریت ان کا بہت ادب واحترام کرتی تھی اوربعض نے ان پرتنقید بھی کی تھی۔بعد میں آنے والی نسل (اخلاف)ان کو ہندوستان میں اجتماع ضدین کی ابھرتی ہوئی لہر کے سامنے سرمایہ اسلام۔سرمایہ ملت کا نگہبان سمجھتی ہے۔

ایک معاصر فاضل ، عبدالحکیم سیالکوٹی (م۔ 1067ھ/ 1657ء)، نے شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے عبدالاحد (م۔ 1417ء) نے وسطی ایشیائی اسلام پر اپنے دادا کے اثرات کو ان مجدد ہونے کے ایک شاہد کی حیثیت سے دیکھا۔ انہوں نے اپنے دادا کی شعوری کوشش کو سراہا جو انہوں نے مشرق اور مغرب میں اپنے خیالات کی ترویج واشاعت کے لیے کی ،جس سے بہت سے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اوران ہزاروں مسلمانوں کی مذہبی رسوم اور عقائد کی اصلاح ہوگئی۔

1۔ باہمی جماعتی روابط (The Networking)

تمام دستیاب مآخذ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے اتحاد عالم اسلامی کے پیغام کی اپیل اور مجددی طریقہ کی اشاعت کے لیے ان کے خلفاء کے باہمی روابط کے نظام پر زور دیتے ہیں: تجدید کے 14 ویں سال ستر خلفاء ترکستان اور قبچاق کی طرف محمد خان طالقانی کی قیادت میں بھیجے گئے۔ چالیس یمن، شام اور روم (ترکی) کی طرف فرخ حسین کی نگرانی میں بھیجے گئے۔ اور شیخ احمد برکی نے توران ، بدخشان اور خراسان کی جانب تین بڑے خلفاء کی راہنمائی کی۔

مکتوبات کی پہلی جلد جس کو شیخ یار محمد جدید طالقانی نے مرتب کیا تھا، کی تکمیل کے بعد اس کے بہت سے نسخے تیار کیے گئے اوران کو ایران، توران اور بدخشان میں پھیلایا گیا۔ جس سے اچھا اثر ہوا۔ یہاں پر دی گئی خاص تفاصیل ثانوی مآخذ سے ماخوذ ہیں۔ جن کی جانچ پرکھ مشکل ہے، لیکن یہ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح نگاروں کی آراء سے مماثلت ومطابقت رکھتی ہیں۔...... قابل اعتماد بنیادی ماخذ میں دو سوانح حیات ہیں، زبدۃ المقامات اور حضرات القدس جن کو شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے دو نہایت ممتاز خلفاء نے علی الترتیب لکھا ہے۔ محمد ہاشم کشمی (1056ھ...... 1644ء) اور بدرالدین

سرہندی (زندہ در 1048ھ...... 1648ء) عہد مغلیہ کے ہندوستان کی سوانح نگاری کے رواج کے مطابق وہ شیخ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے افغانستان اور وسط ایشیاء میں بڑے بڑے خلفاء کے مفصل حالات تحریر کرتے ہیں۔ زبدۃ المقامات میں کشمی نے چھوٹے بڑے تینتالیس خلفاء شامل کیے ہیں۔ (شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹوں کے علاوہ) ان میں سے تیرہ ہندوستان سے باہر کے ہیں۔ حضرات القدس میں انیس میں سے نو اور بعد کے کم اعتبار (ماخذ) روضۃ القیومیہ میں ستائیس خلفاء میں سے چودہ غیر ہندوستانی تھے۔ ہندوستان میں آنے والوں میں سے جو رُوحانی طور پر امتیازی حیثیت حاصل کر لیتے تھے ان کو خلافت دی جاتی تھی۔ اور لوگوں سے بیعت لینے اور ان کی تربیت کرنے کی اجازت دی جاتی تھی۔ بعض گھروں کو لوٹ گئے اور دوسروں نے ہندوستان میں رہنے کا فیصلہ کیا۔ ان باہمی روابط سے شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات مغلیہ ہندوستان سے باہر پھیل گئیں۔ خلفاء اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے مکتوبات کے ذریعے رابطہ رکھتے تھے۔ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کی تین جلدیں، جن میں سے 536 مکتوبات ہیں، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے فلسفے کے بڑے ماخذ ہیں، ایک ایسا ذریعہ جس سے شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی میراث پھیلی اور سب سے بڑھ کر ایک ایسا مخزن جس سے صوفیانہ، دانش ورانہ اور اپنے عہد کی معاشرتی زندگی کی تشکیل جدید ہوئی، پہلی اور تیسری جلد کے مرتبین علی الترتیب یار محمد جدید طالقانی اور محمد ہاشم کشمی بدخشانی کا تعلق وسط ایشیا سے تھا جیسا کہ ان کے ناموں سے ظاہر ہے......

2۔ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ کا پیغام:

وسط ایشیا کے لوگوں اور افغانوں کو بھیجے مکتوبات صرف تصوف سے متعلقہ مسائل تک محدود نہیں ہیں۔ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ایک فاضل عالم تھے، ایک صوفی جن کی

بصیرت بہت گہری تھی۔ انہوں نے خود بھی سنت پر عمل کیا اور اس کو ہر دلعزیز بنایا، مذہب میں بدعت کو روکا، دینی اور روحانی معاملات میں قیادت فراہم کی اور اپنے مضبوط عقائد پر قائم رہے۔ اور ان کی سیاسی دباؤ اور دھمکی سے حوصلہ شکنی نہیں ہوئی۔ وہ اس کے قائل تھے کہ نقشبندیہ کی تعلیمات خدا تک رسائی حاصل کرنے کے لیے سب سے زیادہ مؤثر ہیں۔ جو دوسرے صوفی سلاسل میں منزل مقصود ہوتی ہے، وہ نقشبندیہ میں نقطہ آغاز ہوتا ہے۔

کیونکہ اس سلسلہ کے دو بنیادی اصول ہیں: ''سنت کی مضبوطی سے پیروی اور بدعت سے احتراز کرنا۔ انہوں نے محمد اشرف کابلی کو لکھا، یہ سلسلہ سماع، رقص اور تواجد سے احتراز کرتا ہے۔ کیونکہ یہ چیزیں پیغمبر ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں رائج نہ تھیں۔ انہوں نے خواجہ محمد قاسم املنگی اور میر سید حسین کو خبردار کیا: اس سلسلہ میں خود نظمی روح کو زیر نگیں کرنے کے لیے، جو نفس امارہ کو ابھارتی ہے، شرعی احکام پر عمل کرنے اور سنت کے لازم پکڑنے سے حاصل کی جاتی ہے۔

شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت ایک عالم کی حیثیت سے ہوئی تھی۔ اس لیے وہ علماء، بحیثیت ایک جماعت، کی اہمیت سے خوب واقف تھے اور ان سے توقع رکھتے تھے کہ وہ ہند کے اسلامی معاشرے میں ایک مرکزی کردار ادا کریں۔ انہوں نے قطعی طور پر کہا کہ شریعت میں نسخ اور تبدیلی نہیں ہے۔ اور یہ علماء ہی ہیں جن کو پیغمبر ﷺ کے وصال کے بعد ان کے فرض کو ادا کرنا ہے۔ انہوں نے معاصر علماء کی بے حسی اور بدعت کے خلاف کام نہ کرنے پر تاسف کا اظہار کیا۔ انہوں نے احمد برکی کے نام مکتوب میں کہا کہ ان کو اپنے علاقے برک میں شریعت کی اشاعت و ترویج کرنی چاہیے، فقہی احکام کو پھیلانا چاہیے۔ اور علماء کے گروہ میں شامل ہو جانا چاہیے۔ ان کو چاہیے کہ افراد کو دینی علوم کی تعلیم دیں اور فقہی احکام کو عام کریں کیونکہ یہ دونوں چیزیں (اس سلسلے کا) اصل مقصود ہیں۔ ان پر افراد

کی روحانی ترقی اور نجات کا دارومدار ہے۔

ہم شیخ سرہندی کے خلفاء کے ساتھ قریبی رابطے اور علاقے میں ان کی فلاح و بہبود کی حساسیت کو معلوم کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر احمد برکی کی وفات پر اپنے تعزیتی مکتوب میں ان کی وفات پر اظہار افسوس کرتے ہوئے انہوں نے مولانا حسن کو نیا خلیفہ مقرر کیا۔ ان کی نئی ذمہ داریوں کا خاکہ پیش کیا۔ اور حسن کے پیروکاروں/مریدوں سے کہا کہ وہ ان کی اپنے روحانی پیشوا کی حیثیت سے عزت کریں۔

یہ زیادہ اہم ہے کہ نقشبندیہ مجددیہ صوفیہ نے وسط ایشیا میں تجدید کے پیغام کی سرگرمی سے اشاعت وترویج کم سے کم دو سال تک کی۔ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ م۔ 1624ء تا شاہ غلام علی م 1824ء۔ یہ مظہر مکتوبات اور ملفوظات کے اس ادب میں میں تحریر کیا گیا ہے جو برصغیر میں لکھا گیا ہے۔ اس ادب سے بعد میں آنے والی نسلوں کی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی تحریروں سے دلچسپی کی عکاسی بھی ہوتی ہے''۔3

علمی مجلس 13 دسمبر۔2003ء میں ڈاکٹر صاحبہ کی شرکت:

ڈاکٹر ساجدہ سلطان علوی صاحبہ میکگل یونیورسٹی مانٹریال (کینیڈا) سے پاکستان تشریف لائی ہوئی ہیں۔ ''اٹھارویں صدی عیسوی (1707۔1803ء) کے صوفیہ وعلماء کے احوال وآثار اور تدریسی وتبلیغی سرگرمیوں میں ان کے خانقاہی نظام کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' کے موضوع پر تحقیقی کام کر رہی ہیں۔ چونکہ اس عہد میں سلسلہ نقشبندیہ کا بھی اہم کردار ہے۔ اس لیے انہیں حوزۂ نقشبندیہ میں مدعو کیا گیا۔

اس سلسلے میں انہیں بعض مشکلات درپیش تھیں۔ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے حوزہ کی طرف سے معاونت کی پیشکش کی اور اس سلسلے میں بعض دانشوروں نے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر آج کی منعقدہ مجلس بمقام چودھری

خوشی محمد (سبزہ زار) میں شرکت کی۔ چنانچہ محترمہ ڈاکٹر صاحبہ کی بیان کردہ بعض مشکلات کے سلسلے میں پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب نے کہا کہ آپ کو اس سلسلے میں پیشتر ازیں فلاں فلاں کتابیں بھیجی جا چکی ہیں۔ اور مزید مآخذ کی نشاندہی بھی کی۔ ڈاکٹر انجم رحمانی صاحب (ڈپٹی ڈائریکٹر لاہور میوزیم) نے اپنے بیرونی ممالک کے اسفار کے علمی تجربات بیان کیے اور محترمہ ڈاکٹر صاحبہ کے لیے جناب متین کاشمیری اور ڈاکٹر خضر نوشاہی کا نام بطور کارکن تجویز کیا جو ان دنوں پاکستان کے شمالی علاقہ جات کی خانقاہوں اور مدرسوں میں جا کر مخطوطات پر کام کر رہے ہیں۔ محترمہ ڈاکٹر صاحبہ نے انہیں مناسب صلہ دینے کی پیشکش کی۔ آخر طے پایا کہ کل گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور میں ہم لوگ متین کاشمیری صاحب اور ڈاکٹر خضر نوشاہی صاحب کو بلائیں گے۔ آپ بھی تشریف لے آئیں۔ معاملہ طے کر لیں گے۔4

شرقپور شریف میں علمی اجلاس 23 جنوری 2006ء میں ڈاکٹر صاحبہ کی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آخری ملاقات:

اس اجلاس کا حال سید جمیل احمد رضوی صاحب کی زبانی درج ذیل ہے:

ڈاکٹر ساجدہ علوی صاحبہ، پروفیسر اسلامی تاریخ، انسٹیٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز، میکگل یونیورسٹی مانٹریال (کینیڈا) کی فرمائش پر معروف صاحب نے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کا وقت لیا تھا۔ یہ 23 جنوری 2006ء بروز سوموار 12 بجے دن کے قریب طے تھا۔ لاہور سے 11 بجے قبل دوپہر روانہ ہونا تھا۔ حسب پروگرام علیم تفضّل صاحب گاڑی لے کر ساڑھے دس بجے میری (رضوی) کی طرف آ گئے۔ مَیں اور علیم تفضّل صاحب دونوں ڈاکٹر ساجدہ علوی صاحبہ کی رہائش گاہ پر گیارہ بجے پہنچ گئے۔ ہم تینوں لاہور

سے شرقپور شریف کے لیے براستہ موٹروے (Motor way) روانہ ہو گئے۔ قریباً پونے بارہ بجے وہاں پہنچ گئے۔ ڈاکٹر صاحبہ کے تحفہ (شیرینی کی ٹوکری) کو علیم صاحب نے اٹھا لیا۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش گاہ کے صدر دروازے سے داخل ہوئے تو معروف صاحب ملے۔ وہ ہمیں اندرونی دروازے سے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمرے میں لے گئے۔ وہاں پہلے سے محمد شیراز فیض بھٹی صاحب (ایڈووکیٹ) موجود تھے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف فرما تھے۔ ڈاکٹر ساجدہ علوی صاحبہ سے کہنے لگے کہ اس شیرینی کی کیا ضرورت تھی۔ مجھے (رضوی) دیکھ کر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: شاہ صاحب تشریف لے آئے ہیں۔ کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ ہم ان پر بیٹھ گئے۔ معروف صاحب اور شیراز صاحب فرش پر بیٹھے رہے۔

ڈاکٹر صاحبہ نے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مزاج پُرسی کی۔ میاں صاحب فرمانے لگے کہ کافی عرصے سے بیمار ہوں۔ گردوں کا عارضہ رہا، دل کا بھی۔ میڈم صاحبہ نے کہا گردے تو اب ٹھیک ہیں۔ فرمانے لگے کہ ہاں۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے معروف سے کہا کہ میری میڈیکل رپورٹس ڈاکٹر صاحبہ کو دکھائیں۔ انہوں نے کہا کہ مَیں میڈیکل ڈاکٹر نہیں ہوں۔ میاں صاحب نے کہا کہ آپ کے نام کے ساتھ ڈاکٹر تو لگا ہوا ہے۔ بہر حال معروف صاحب نے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی میڈیکل رپورٹیں نکالیں۔ میڈم صاحبہ نے کہا کہ آپ کو ہارٹ اٹیک بھی ہوا تھا۔ معروف صاحب نے کہا کہ ہاں میاں صاحب کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک ایم بی بی ایس ڈاکٹر صاحب تھا۔ اس وقت (غالباً 2001ء) میں چوتھے سال میں پڑھتا تھا۔ اس نے رپورٹیں دیکھ کر کہا تھا کہ ایسا مریض تو بچتا نہیں ہے۔ اس کا خیال تھا کہ میرا دل 42 فیصد کام کرتا ہے، لیکن جب دل کے ماہر ڈاکٹر صاحب نے چیک کیا تو تعجب سے کہا کہ آپ

کا دل 72 فیصد کام کرتا ہے۔

ڈاکٹر صاحبہ نے کہا کہ ایسے مریض کے لیے پیدل چلنا ضروری ہوتا ہے۔ معروف صاحب نے کہا پیدل چلنے سے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تھکاوٹ ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر صاحبہ نے کہا کہ ڈاکٹر کے مشورے کے مطابق تھوڑا چلیں، پھر اس میں وقت کا اضافہ کرتے جائیں۔ اس طرح صورت حال بہتر ہو جاتی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ میرے شوہر (ڈاکٹر صابر علوی صاحب) کو کینیڈا میں ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ ان کا دل 10 فیصد متاثر ہوا تھا۔ ڈاکٹر کے مشورے کے مطابق دو چار میل فی گھنٹہ روز چلتے ہیں۔ اب ماشاء اللہ ٹھیک ہیں۔ اگر پیدل نہ چلا جائے تو آدمی بس بیٹھ جاتا ہے۔ اور مریض خطرے میں رہتا ہے۔

اتنے میں چودھری محمد حنیف (مرحوم) کا معروف صاحب کو فون آیا۔ انہوں نے بتایا کہ چودھری محمد حنیف (مرحوم) آ رہے ہیں۔ مَیں نے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ چودھری محمد حنیف (مرحوم) آپ کو سلام پیش کرتے تھے۔ اور انہوں نے دعا کے لیے التماس بھی کی تھی۔

ماہنامہ نور اسلام کے پچاس سالہ گولڈن جوبلی نمبر کی بات ڈاکٹر صاحبہ نے شروع کی۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہاں کام ہو رہا ہے۔ شاہ صاحب (راقم السطور) نے بھی توجہ کی۔ ڈاکٹر صاحبہ نے اپنے دو مضامین کی نقول کروانے کے لیے پہلے سے ہی کہا ہوا تھا۔ وہ مَیں نے کروالی تھیں۔ مَیں نے اصل مضامین لفافے میں ڈال کر ساتھ لے لیے تھے۔ میڈم نے کہا کہ ان میں سے ایک تو ابھی شائع ہوا ہے۔ دوسرا 1941ء میں شائع ہوا تھا۔ ایک مضمون وسط ایشیا میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اثرات کے بارے میں ہے۔ ایک کا اردو میں خلاصہ مع حوالہ جات شاہ صاحب (راقم

السطور) کر دیں گے اور وہ نور اسلام کے پچاس سالہ نمبر میں شائع ہو جائے گا۔ شیراز فیض بھٹی صاحب نے مضامین دیکھے۔ علیم تفضّل صاحب نے بھی ان کو دیکھا۔ علیم صاحب ایک کالج میں انگریزی کے استاد ہیں۔ آج کل ڈی پی آئی (DPI) آفس، لاہور میں انتظامی امور پر فائز ہیں۔ شیراز صاحب نے ڈاکٹر صاحبہ سے پوچھا کہ آپ نے سلسلہ نقشبندیہ پر کتنے مضامین لکھے ہیں۔ انہوں نے پانچ یا چھ بتایا اور کچھ کے عنوانات بھی بتائے۔

اس سے پہلے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ جب میری عمر تئیس (23) سال کی تھی تو میرے والد صاحب بیمار ہو گئے اور ان کی حالت ایسی ہو گئی کہ جہاں آدمی کو دنیا سے متعلق پتا چل جاتا ہے۔ انہوں نے مجھے کہا تھا کہ تمہارا کوئی کام نہیں رُکے گا یعنی تم جس کام کو شروع کرو گے، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے وہ پایۂ تکمیل کو پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں عزت بھی دے گا۔ بزرگوں کی دعا سے یہ سارے کام چل رہے ہیں، ورنہ ہم کیا کرتے ہیں۔ مَیں (راقم السطور) نے کہا کہ دوسرے تو جانتے ہیں کہ آپ بہت تگ و دو کرتے رہتے ہیں۔

میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آپ مجھے صاحب کرامت بھی مانتے ہیں۔ مَیں نے اثبات میں جواب دیا اور کہا کہ مَیں نے تو اس بارے میں فہرست کی پہلی جلد کے تعارف میں لکھا ہے کہ اتنے کم وقت میں اتنی بڑی فہرست کا تیار ہو جانا میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کرشمہ ہی ہے۔ مَیں نے ڈاکٹر صاحبہ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہ اب کرشمہ (Chrishma) کی بات ہو رہی ہے۔ اس پر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے۔

پھر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود بتایا کہ جب نور اسلام کا ''شیر ربانی'' نمبر شائع ہوا تو حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا کہ آپ پرچہ تو نکالتے ہیں لیکن یہ پرچہ شیر ربانی پر بہت جاندار ہے۔ مَیں نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ اس

میں میٹر (Matter) تو ہے۔ پھر حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ امام اعظم نمبر نکالیں۔ مَیں نے پوچھا کہ لکھے گا کون؟ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے کہ اس کا انتظام بھی ہو جائے گا۔ حضرت امرتسری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اپنا حلقہ تھا جس میں لکھنے والے بھی شامل تھے۔ چنانچہ مضامین لکھوانے کا انتظام ہو گیا۔ اور امام اعظم نمبر شائع ہو گیا۔ مَیں نے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ازراہ استفسار کہا کہ نور اسلام کے جو باقی خصوصی نمبر شائع ہوئے ہیں۔ مثلاً حضرت مجدد الف ثانی نمبر (تین جلدوں میں)۔ کیا ان میں بھی حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مشورہ اور مدد شامل تھی۔ انہوں نے اعتراف کیا کہ ہاں حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہت مدد کی اور مشورے بھی دیے۔ یہ باتیں دیگر تین افراد (چودھری محمد حنیف صاحب (مرحوم)، ڈاکٹر سعید نیازی صاحب اور ان کے خالو صاحب) کی موجودگی میں ہوئیں۔

اس کے بعد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اندر تشریف لے گئے۔ ان کے جانے کے بعد مَیں نے ڈاکٹر ساجدہ سلطانہ علوی صاحبہ کا تعارف ڈاکٹر سعید نیازی صاحب سے کرایا۔ مَیں نے کہا کہ یہ پنجاب یونیورسٹی ہیلتھ سنٹر میں ماہر امراض چشم (Eye Specialist) کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحبہ کا تعارف بھی ان سے کروایا کہ یہ میکگل یونیورسٹی مانٹریال (کینیڈا) میں اسلامی تاریخ کی پروفیسر ہیں۔ ڈاکٹر نیازی صاحب نے ازراہِ مزاح مجھ سے کہا کہ آپ اور آپ کی بیگم صاحبہ آنکھوں کا معائنہ کروا کر چلے جاتے ہیں، ایسے پڑھے لکھے لوگوں کے بارے میں ہمیں بتاتے نہیں۔ مَیں نے فوراً کہا کہا آپ کا تعارف تو مَیں نے ہی کروایا ہے، اس پر قہقہہ بلند ہوا۔ ڈاکٹر نیازی صاحب کہنے لگے کہ میڈم صاحبہ کا پتا اور ای۔ میل ایڈریس لے لیجئے۔ ڈاکٹر صاحبہ نے اپنے دو تین تعارفی کارڈ حاضرین کو دیے۔ ایک کارڈ ڈاکٹر سعید نیازی صاحب کو بھی دیا۔

پھر ڈاکٹر ساجدہ سلطانہ علوی صاحبہ اردو زبان کی اہمیت کے بارے میں باتیں کرتی رہیں۔اوراپنی ان اردو کی کتابوں کا ذکر کیا جوانہوں نے بیرون ملک بچوں کی تدریس کے لیے لکھی ہیں۔انہوں نے کہا کہ جب تک بچہ اپنی زبان سے واقف رہتا ہے، وہ اپنے آبائی رقومی کلچر سے بھی واقف رہتا ہے۔اس لیے مَیں نے اس کام کے لیے کئی سال صرف کیے ہیں تاکہ اردو زبان کی ترویج ہو۔ یہاں بھی بہت کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے ہاں زبان کو بگاڑا جارہا ہے۔ ہمارے ملک میں اردو زبان کو وہ مرتبہ نہیں ملا جو اسے ملنا چاہیے تھا۔اس بحث میں چودھری محمد حنیف (مرحوم) نے بھی حصہ لیا اور حکومتی سطح پر اس طرز عمل کے سیاسی محرکات بیان کیے۔

پھر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے پیغام آیا کہ کھانے کے لیے مہمان آجائیں۔جب ہم کھانے کے لیے ڈائننگ روم (Dinning Room) میں جارہے تھے تو اس وقت میڈم صاحبہ نے اس خوبصورت لان کو دیکھا جس کا ایک حصہ اس کمرے کے سامنے ہے اور اس لان کی بہت تعریف کی۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور میاں خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ اس کمرے میں تشریف فرما تھے۔مَیں نے میاں خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ کیا۔ جب ہم کرسیوں پر بیٹھ گئے تو میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میاں خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف کروایا۔ڈاکٹر ساجدہ سلطانہ علوی صاحبہ نے ان سے پوچھا کہ آپ نے فارسی تو پڑھی ہوگی۔انہوں نے فرمایا کہ گزارہ کر لیتے ہیں۔اور پشتو کا بھی گزارہ کر لیتے ہیں۔ یہ زبانیں بولنے والے ہمارے مرید ہیں۔میڈم صاحبہ نے پوچھا کہ آپ سجادہ نشین ہیں؟اس کے جواب میں میاں خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ سجادہ نشین تو حضرت صاحب ہیں۔ (میاں جمیل احمد صاحب)۔ پھر مہمانوں نے کھانا شروع کیا۔میڈم صاحبہ نے میاں خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ بھی

کھائیں۔انہوں نے کہا کہ آپ کی آمد کی خبر سے پہلے مَیں نے کھانا کھالیا ہے۔

ڈائننگ روم میں میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے مہمانوں کو پُر تکلف کھانا کھلایا گیا۔حسب سابق معروف صاحب کھانا کھلانے پر مامور تھے۔اور حسب معمول ضرورت سے زیادہ پلیٹوں میں ڈال دیتے تھے۔ پھر فروٹ بھی مہمانوں کو پیش کیا گیا۔ اور چائے بھی پیش کی گئی۔کھانے کے بعد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دعا مانگی۔کھانے پر مَیں نے میڈم صاحبہ کو بتایا کہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بتایا کہ ایک بار حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ نے حساب رکھا ہے کہ کتنی مالیت کی کتابیں آپ نے بلا قیمت تقسیم کی ہیں۔ میاں صاحب نے کہا کہ میں نے ایسا حساب نہیں رکھا۔ اس پر حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میرے اندازے کے مطابق اب تک آپ تقریباً دو کروڑ روپے کی کتابیں بلا قیمت تقسیم کر چکے ہیں۔اس پر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی تصدیق کی کہ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہی بات ہوئی تھی۔

کھانے کے بعد ڈاکٹر ساجدہ سلطانہ علوی صاحبہ نے میاں خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ پاکستان میں سلسلہ نقشبندیہ کی خانقاہیں کون کون سی ہیں۔میاں خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد خانقاہوں کے نام لیے اپنی درگاہ کا نام نہ لیا۔ حضرت میاں جمیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اور پنجاب میں شرقپور شریف کی خانقاہ۔ دوران گفتگو میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فارسی شعر پڑھا تھا:

ہر کجا چشمۂ بود شیریں
مردم و مرغ و مور گرد آیند

میاں خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فارسی کا ایک شعر پڑھا تھا، لیکن اس کو میں اپنے روزنامچہ میں محفوظ نہ کر سکا۔

اس کے بعد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مہمانوں سے کہا آپ تشریف لے جائیں۔ ڈاکٹر صاحبہ سے کہا کہ آپ تشریف رکھیں۔ چنانچہ سب اُٹھ کر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمرے میں آ گئے۔ اس کے بعد ہم نے نمازِ ظہر ایک اور ملحقہ کمرے میں ادا کی۔ بعد ازاں میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمرے میں آ گئے۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحبہ بھی تشریف لے آئیں۔ انہوں نے بتایا کہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی ملاقات میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے افراد خانہ (خواتین اور بیٹیوں) سے کروائی۔ ان میں ان کی بیگم صاحبہ، بہوئیں، پوتیاں اور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے بھی شامل تھے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ڈاکٹر صاحبہ کا تعارف افراد خانہ سے کروایا اور کہا کہ اس طرح تعلیم حاصل کرنی چاہیے جیسی ڈاکٹر صاحبہ نے کی ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ اگر آپ (ڈاکٹر صاحبہ) کے پاس وقت ہو تو مدرسے کی طالبات کو کسی دن لیکچر بھی دیں۔ بقول ڈاکٹر صاحبہ یہ ملاقات بہت اچھی رہی۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ڈاکٹر صاحبہ کو تحفہ (ایک سوٹ) بھی دیا جس کے بارے میں ڈاکٹر صاحبہ نے ہمیں بعد میں بتایا۔

بعد میں حضرت میاں جمیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لے آئے۔ اس دوران نور اسلام کے اشاریے کے بارے میں بات شروع ہو چکی تھی۔ میں (رضوی) نے ڈاکٹر ساجدہ سلطانہ علوی صاحبہ کو بتایا کہ اس کا خاکہ میرے مشورے سے بنایا گیا ہے۔ اس میں صرف لکھنے والے (Contributor) کے نام سے رسائی (Approach) ہو گی۔ میں نے بتایا کہ شروع میں تین طرح کی رسائی دینے کا سوچا تھا۔ مصنف، عنوان اور موضوع لیکن جب معروف صاحب سے میٹنگ ہوئی تو کام کرنے والے فنی ماہرین کی کمی اور وقت

کی کمی کی وجہ سے لکھنے والوں کے نام سے رسائی دینے کا فیصلہ کیا۔

معروف صاحب نے نمونے کے طور پر اشاریے کے اندراج کی ایک سلپ ڈاکٹر صاحبہ کو دکھائی۔ ڈاکٹر صاحبہ نے کہا کہ عنوان سے رسائی (Title approach) بھی ہونی چاہیے۔ چودھری محمد حنیف صاحب (مرحوم) نے کہا کہ محققین عام طور پر موضوع سے رسائی کرتے ہیں۔

معروف صاحب نے وضاحت کی کہ اگر اشاریہ تین سو صفحات کا ہو اور باقی مقالات دو سو صفحات کے ہوں تو کیا یہ اچھا لگے لگا یعنی نور اسلام کے پچاس سالہ نمبر کے مقالات کے صفحات۔ ان کی یہ بات بہت معقول تھی۔ آخر میں ڈاکٹر صاحبہ نے کہا جیسے مناسب ہو کر لیں۔ میں نے اس مقام پر وضاحت کی کہ ہم نے بنیادی طور پر اشاریے کے یہ حصے بنائے ہیں۔ مقالات، منظومات اور اداریے۔ منظومات میں حمد، نعت اور منقبت ہے اور اس کی ذیلی ترتیب شاعر کے نام سے الفبائی ہے۔ اس طرح ایک لکھنے والے کی تمام تخلیقات اکٹھی ہو جائیں گی۔ اس طرح مقالات میں بھی ایک لکھنے والے کی تمام تحریریں اکٹھی ہو جائیں گی۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہماری گفتگو بہت غور سے سنتے رہے۔ اس موضوع پر بات کرنے کے لیے میں نے میاں صاحب سے بطور خاص جازت لی تھی ورنہ تو مہمانوں کے جانے کی باتیں ہو رہی تھیں۔ میں نے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا تھا، کہ اگر اجازت ہو تو اشاریے کے متعلق بات کر لیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں ضرور بات کر لیں۔

بعد میں ہم نے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت لی۔ آخر میں مَیں نے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کی استدعا کی۔ ہم تینوں (ڈاکٹر صاحبہ، علیم تفضّل صاحب اور راقم السطور) گاڑی تک آئے اور اس میں بیٹھ کر آستانہ عالیہ حضرت میاں شیر محمد

شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آستانہ عالیہ کے قریب ایک قبرستان ہے۔ وہاں ایک جنازہ کے ساتھ بہت سے لوگ آئے ہوئے تھے اور تدفین کے بعد واپس جا رہے تھے۔ ہم آستانہ عالیہ تک پہنچے۔ ایک درویش نے میڈم صاحبہ کو ایک خاص مقام سے آگے جانے سے روکنے کی کوشش کی، لیکن ان کو بتایا گیا کہ یہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مہمان ہیں۔ آستانہ عالیہ کا دروازہ بھی کھلوایا گیا۔ میں گلاب کے پھولوں کے دو شاپر لے گیا تھا۔ ایک میڈم صاحبہ کو دینے کے لیے اور ایک اپنے لیے۔ ہم تینوں حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب کھڑے ہو گئے۔ مزار پر پھول ڈالے۔ سلام پیش کیا اور دعا پڑھی۔ کچھ دعائیں بھی کرتے رہے۔ علیم تفضّل صاحب نے میڈم صاحبہ کو کمرے میں موجود تین مزارات کے بارے میں بتایا۔ پھر ہم وہاں سے واپس ہوئے۔ راستے میں میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بیٹے غلام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا مزار تھا۔ میں نے اس کے بارے میں ڈاکٹر صاحبہ کو بتایا۔ پھر ہم گاڑی کی طرف آئے۔ ہمارے ساتھ محمد شیراز فیض بھٹی صاحب اور امام علی صاحب بھی بیٹھ گئے۔ ہم قریباً پونے چار بجے ڈاکٹر صاحبہ کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ پھر علیم صاحب نے مجھے مسجد حمزہ کے قریب ڈراپ کیا۔ میں قریباً سوا چار بجے گھر پہنچ گیا۔ علیم صاحب، شیراز صاحب اور امام علی صاحب گاڑی میں چلے گئے۔ 5

ڈاکٹر صاحبہ کے اعزاز میں بیت النور ہوٹل میں دعوت:

فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بمقام بیت النور جوہر ٹاؤن، لاہور میں مورخہ 25 رفروری 2009ء کو پروفیسر ڈاکٹر ساجدہ علوی صاحبہ کو چار بجے چائے پر بلایا۔ اس میں درج ذیل حضرات شامل ہوئے:

1۔ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ (صدر)

2۔ ڈاکٹر ساجدہ علوی صاحبہ (مہمان خصوصی)

3۔ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ (ایڈیٹر ماہنامہ جہان رضا)

4۔ پروفیسر محمد اقبال مجددی (صدر شعبہ تاریخ، اسلامیہ کالج سول لائنز، لاہور)

5۔ محمد عالم مختار حق رحمۃ اللہ علیہ (سیکرٹری حوزہ نقشبند)

6۔ (ر) کمانڈر ظفر صاحب (میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید)

7۔ محمد اشرف صاحب (سابق ڈسٹرکٹ اٹارنی)

8۔ پروفیسر علیم تفضّل صاحب (ڈی۔ پی۔ آئی آفس، لاہور)

9۔ فیض شیراز بھٹی صاحب (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

10۔ محمد معروف احمد شرقپوری صاحب (مدیر روزنامہ شیر ربانی، سہ ماہی شیر ربانی ڈائجسٹ)

11۔ چوہدری محمد حنیف (مرحوم) (چیف لائبریرین، پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور)

12۔ سید جمیل احمد رضوی (سابق چیف لائبریرین، پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور)

13۔ ڈاکٹر سعید نیازی صاحب (ماہر امراض چشم، ہیلتھ سنٹر، جامعہ پنجاب، لاہور)

14۔ پروفیسر منور حسین صاحب (ریٹائرڈ پرنسپل، اسلامیہ کالج سول لائنز، لاہور)

پہلے سب حاضرین نے چائے پی، پھر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے معروف صاحب سے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں سترہ (17) کتابوں کی عکسی نقول (مجلد) ڈاکٹر صاحبہ کی خدمت میں پیش کریں، معروف صاحب نے کتابیں پیش کیں۔ ڈاکٹر صاحبہ نے ہر ایک کتاب کے عنوان پر نظر ڈالی اور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شکریہ ادا کرنے کے لیے ان کے بیڈ کے قریب آ کر ایک کرسی پر بیٹھ گئیں۔ اوران کا بہت شکریہ ادا کیا۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سب کتابیں وڈے میاں صاحب، یعنی بڑے میاں صاحب حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ہیں۔ شاہ صاحب (سید جمیل احمد رضوی) کی وساطت سے چودھری محمد حنیف

صاحب نے تیار کروائی ہیں ۔اصل کتب میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور (بجز تکرار کتب) حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے ذخیرہ کتب میں پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہیں۔ان کی فہرست (مشتمل بنام مصنف اور عنوان کتاب) درج ذیل ہے:

1۔ فضل احمد مونگا شرقپوری۔حدیث دلبراں

2۔ حسن علی شرقپوری۔ملک۔حیاتِ جاوید

3۔ محمد ابراہیم قصوری نقشبندی، مولانا۔خزینہ معرفت

4۔ محمد امین نقشبندی۔تذکرہ اولیائے نقشبند المعروف بہ سیرت پاک شیر ربانی عاشق یزدانی، مجدد عصر، قطب زمانہ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

5۔ محمد نذیر رانجھا۔تذکرہ زبدۃ اولالیاء شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددی قدس سرہ۔

6۔ جلیل احمد شرقپوری، صاحبزادہ میاں۔منبع انوار، شرقپور شریف۔

7۔ احمد علی شرقپوری نقشبندی مجددی، آفتاب ولایت یعنی سوانح عمری آفتابِ ولایت شیر ربانی، اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ۔

8۔ خلیل احمد رانا۔ مسلک شیر ربانی یعنی شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مشرب ومسلک حقہ پر ایک نظر۔

9۔ سالک، محمد طفیل۔حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ۔

10۔ غلام سرور، رانا۔ احوال وآثار برصغیر پاک وہند کے تین نقشبندی بزرگ یعنی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ لاثانی مخدوم جماعت علی نقشبندی مجددی

11۔ جلیل احمد شرقپوری ، صاحبزادہ مختصر حالات اعلیٰ حضرت شیر ربانی وحضرت ثانی لا ثانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہما۔

12۔ نذیر احمد شرقپوری، ڈاکٹر۔ درس عمل، سراپا سنت زندگانی حیات شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ

13۔ نذیر احمد شرقپوری، ڈاکٹر۔ انوار شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ۔

14۔ چراغ الدین ۔ شیر یزدانی ، یعنی مختصر سوانح حیات واقف حقیقت ماہر طریقت عارف اکمل عالم باعمل چشم ہدایت شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد صاحب نقشبندی مجددی شرقپوری قدس سرہ العزیز۔

15۔ محمد شریف نقشبندی، ابوالطیب ۔ شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ۔

16۔ محمد عمر بیربلوی۔ صاحبزادہ، اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

17 نامی، غلام دستگیر۔ سوانح حیات میاں شیر محمد شرقپوری قدس سرہ۔

سید جمیل احمد رضوی صاحب بھی فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے قریب کرسی پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے کہا کہ مَیں نے تو ان کے طلب نمبر (CALL Nos) چودھری محمد حنیف (مرحوم) کو لکھوا دیے تھے۔ تیاری کا کام انہوں نے کروایا۔ ڈاکٹر صاحبہ نے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شکریہ ادا کرتے ہوتے فرمایا کہ آپ کی ذات گرامی کا بہت فیض ہے۔ اتنے علماء اور سکالرز سے میری ملاقات ہوگئی ۔ یہ سب آپ کی توجہ اور کوشش کی وجہ سے ہوا۔ پانچ بج گئے تھے۔ محمد معروف احمد شرقپوری صاحب نے قریب آ کر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ ڈاکٹر صاحبہ کو پانچ بجے جانا ہے۔ اتنے میں پیرزادہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مخاطب ہوئے۔ اور ان کا شکریہ ادا کیا کہ آپ نے ہمیں یاد کیا۔ اور اتنے صاحبان علم جمع ہوگئے۔ انہوں نے کہا کہ ان کی گزارش ہے کہ ڈاکٹر صاحبہ سے کہا جائے کہ وہ اپنے علمی اور تحقیقی سفر کی کہانی کو دس پندرہ

منٹ میں ہمارے لیے بیان فرمائیں تا کہ ہمیں ان کے علمی وتحقیقی کام کے متعلق معلوم ہوسکے۔ ڈاکٹر صاحبہ نے اس بات سے اتفاق کیا۔ ان کو درمیان میں نشست پر تشریف رکھنے کے لیے کہا گیا۔

ڈاکٹر ساجدہ علوی صاحبہ کا انٹرویو:

ڈاکٹر صاحبہ کے تعلیمی سفر کا پہلا حصہ:

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ (سورۃ النمل 69:27)

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ (سورۃ الانعام 11:06)

چنانچہ ڈاکٹر صاحبہ نے اپنے بارے میں اور اپنے علمی سفر کے متعلق پندرہ بیس منٹ گفتگو کی۔ اور انہوں نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا:

''مَیں ایک عام سی پاکستانی عورت ہوں۔ میری زندگی کا انداز حیات اسی طرح کا رہا ہے۔ میرے اندر خواہش تھی کہ مجھے کچھ کرنا چاہیے۔ چنانچہ مَیں نے یونیورسٹی سے ایم۔اے (فارسی) کرنے کے بعد لاہور کالج فار ویمن میں فارسی پڑھانا شروع کر دی اور ساتھ ہی پی۔ایچ۔ڈی کرنے کے لیے اپنے استاد ڈاکٹر محمد باقر مرحوم سے مشورہ کیا۔

سوچ و بچار کے بعد مراۃ العالم (آرائش ہفتم) کو ایڈٹ کرنے کا کام میرے ذمے لگایا گیا۔ ڈاکٹر محمد باقر میرے گائیڈ تھے۔ ان کے کہنے پر پروفیسر فیروز الدین رازی (ایف۔ڈی رازی) نے میری مدد کی۔ اسی دوران مَیں نے صرف دو گھنٹے کے لیے مولوی محمد شفیع مرحوم سے ملاقات کی۔ وہ میری کلاس فیلو سیدہ اشرف کے گائیڈ تھے۔ ان کی ملاقات سے مجھے ترتیب وتدوین متن کے بہت سے اسرار و رموز واضح ہوئے۔ انہوں نے فرمایا کہ تاریخ جہانکشائی (فروتنی) کے مرتبہ نسخہ کو اپنا ماڈل بنالیں۔ چنانچہ مَیں نے ایسا ہی کیا۔ اسی دوران میری شادی بھی ہوگئی۔ میرے میاں نے امریکہ سے پی ایچ۔ڈی کی ہوئی تھی۔ اور ادارہ

تعلیم وتحقیق پنجاب یونیورسٹی I.E.R. (pb.univ) میں ریڈر تھے۔ وہ کہتے تھے کہ تمہارا ذہنی افق محدود ہے۔ تمہیں دنیا میں پھر کر دیکھنا چاہیے کہ باہر کے ممالک میں کیا ہو رہا ہے۔ 1967ء میں مجھے پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری ملی۔ پھر تین ماہ کا بچہ بھی تھا۔ مَیں جہیز میں اپنا مقالہ (Thesis) لے کر گئی۔ پی ایچ۔ڈی کرنے کے بعد مجھے کینیڈا میں جاب مل گئی۔ میرے شوہر کو بھی۔ مَیں ٹورنٹو میں پڑھاتی تھی۔ (شاید) میرے میاں مونٹریال میں تھے۔ درمیان میں ساڑھے تین سو میل کا فاصلہ تھا۔ اب ماشاء اللہ دوسرا بیٹا بھی آ گیا تھا۔ میری ساس اور سسر دونوں وہاں (مونٹریال) میں پہنچے تاکہ بچوں کی دیکھ بھال کر سکیں۔ اس طرح بڑی مشکل سے سروس جاری رکھی۔ بعد میں کچھ مدت کے لیے ہم امریکہ میں بھی پڑھاتے رہے۔ پھر مونٹریال میں آ گئے۔ کچھ مدت کے لیے میں انڈونیشیا بھی پڑھاتی رہی۔

71-1970ء میں ایران میں اسلامی انقلاب آیا۔ مَیں امام خمینی کی تحریک سے بہت متاثر ہوئی کہ علماء نے کتنا بڑا انقلاب برپا کیا۔ اس سے مجھے خیال آیا کہ ہمارے برصغیر میں بھی تو بڑے بڑے علماء گزرے ہیں۔ چنانچہ مَیں نے ان پر تحقیق کرنے کا سوچا۔ اس طرح مَیں علماء اور صوفیہ کی خدمات کی طرف مائل ہوئی۔ اور مَیں نے کام شروع کر دیا۔ چنانچہ مَیں نے دس سال مقالات لکھے جو شائع ہو گئے۔ ان میں چار نقشبندی مشائخ اور کچھ مسلم تھاٹ (Muslim Thought) (مسلمانوں کا انداز حکمرانی) پر ہیں۔ اب یہ کتاب آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، کراچی سے شائع ہو رہی ہے۔ ان شاء اللہ اپریل یا مئی میں چھپ جائے گی۔ ڈاکٹر صاحبہ نے Institute of Islamic Studies میکگل یونیورسٹی مانٹریال کے بارے میں بھی بتایا۔ اس میں اسلامی تہذیب وتمدن اور اردو زبان کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ ایم۔اے اور پی ایچ۔ڈی کے طلبہ/طالبات اس

میں داخلہ لیتے ہیں۔ اس میں اردو پڑھاتی ہوں اور تاریخ مغل (مغل پیریڈ) میں بھی پی۔ایچ۔ڈی کروائی جاتی ہے۔مَیں کئی طالبوں کی نگرانی (supervision) کرتی ہوں مَیں نے اردو کی تدریس کے لیے چار کتابیں بھی لکھی ہیں۔(باشتراک دیگر)۔ان کو میکگل یونیورسٹی نے شائع کیا ہے۔ یہ یورپین طلبہ کو اردو کی تدریس وتعلیم کے لیے پڑھائی جاتی ہیں۔

ڈاکٹر صاحبہ کے تعلیمی سفر کا دوسرا حصہ تصوف پر مبنی ہے:

پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب نے پوچھا کہ اب آپ کس موضوع پر تحقیق کر رہی ہیں۔انہوں نے بتایا کہ مَیں نے ایک کتاب (Sufi Martyrs of Love) پر تبصرہ لکھا ہے۔اس میں مصنفین نے لکھا ہے کہ پنجاب کے بارے میں ہمیں بنیادی مآخذ دستیاب نہ ہوسکے۔ اس لیے ہم پنجاب کا پوری طرح احاطہ (Cover) نہ کرسکے۔ نیز پنجاب کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اٹھارھویں، انیسویں صدی میں یہاں تعلیم عام نہ تھی۔ چنانچہ مجھے سوچ آئی کہ اس موضوع پر پنجاب کے حوالے سے تحقیق کرنی چاہیے۔ چنانچہ اس موضوع پر کام کرنے کے لیے مَیں نے ارادہ کیا۔مواد کی تلاش شروع کی۔ میری خوش قسمتی کہ 2004ء میں مجھے رضوی صاحب (راقم السطور) مل گئے۔ چنانچہ جب ہم نے بنیادی مآخذ کی تلاش کی تو ہمیں بہت سے خزانے مل گئے۔ اس وقت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ اوران کے چار بڑے خلفاء حضرت نور محمد مارووالہ، حافظ محمد جمال ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، قاضی محمد عاقل رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ پر کام جاری ہے۔ دو مقالے تیار ہو چکے ہیں۔ ایک تو تہران کانفرنس 2007ء میں پڑھا گیا تھا۔ اور ایک 28رفروری 2009ءکو لاہور میں منعقدہ بین الاقوامی کانفرنس میں پڑھا جائے گا۔ یہ کانفرنس لاہور میں 26 فروری سے یکم مارچ 2009ء تک منعقد ہورہی ہے۔مَیں اس میں شرکت کے لیے آئی ہوں۔ اس کا افتتاحی اجلاس 26 فروری کو سینیٹ ہال، جامعہ

پنجاب میں منعقد ہوگا۔ باقی تمام سیشن Lums یونیورسٹی میں ہوں گے۔ اس پر محمد اقبال مجددی صاحب نے کہا کہ میڈم جو کام کر رہی ہیں، یہ آسان نہیں دوزخ کی طرف جاتا ہے۔ رضوی صاحب سے پوچھیں کہ وہ کس دوزخ سے گزر رہے ہیں۔ مَیں نے مسکراتے ہوئے کہا کہ مجددی صاحب نے لفظ دوزخ استعارہ کے طور پر استعمال کیا ہے۔ ان کے کہنے کا شاید مطلب یہ ہے کہ تحقیق کے کام میں بہت مشکلات پیش آتی ہیں۔ یہ بہت کٹھن راہ ہے۔ اس لیے محمد اقبال مجددی صاحب اس کو لفظ دوزخ سے تعبیر کر رہے ہیں۔ میری (رضوی صاحب) اس بات کا سامعین پر خوشگوار اثر ہوا اور تھوڑا سا مزاح بھی پیدا ہو۔ اس کے بعد پیرزادہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ یہ کام کرتے ہوئے آپ کو مکاشفات بھی ہوئے ہیں یا کسی بزرگ کی زیارت بھی ہوئی ہے؟ اس پر میڈم نے کہا کہ اس طرح کی کوئی واضح بات نہیں ہے۔ البتہ میرا اس تحقیقی منہج کو اختیار کرنے سے کہا جا سکتا ہے کہ تائید ایزدی کی وجہ سے ہوا اور توفیق ادھر سے ہی ملتی ہے۔ فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ سوال مَیں نے اس لیے پوچھا ہے کہ مَیں نے ایک کتاب رجال الغیب پر لکھی ہے۔ اس میں ایسے بہت سے واقعات آ گئے ہیں۔ اس پر راقم السطور (سید جمیل احمد رضوی) نے اس بارے میں مختصراً دو واقعات سنائے۔ مَیں نے کہا کہ سنہ 2006ء (دسمبر) میں ہم نے پانچ روز جنوبی پنجاب میں گزارے اور چشتی مشائخ کے مزارات پر حاضری دی۔ حاضری دینے والوں میں ڈاکٹر صاحبہ، ان کے شوہر ڈاکٹر صابر علوی صاحب اور راقم السطور (سید جمیل احمد رضوی) شامل تھے۔

جب ہم تونسہ شریف میں خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچے تو مزار کے اندر کا دروازہ بند تھا۔ ہمیں بتایا گیا کہ دروازہ نماز ظہر کے بعد کھلے گا۔ تب آپ زیارت کے لیے مزار کے اندر جا سکتے ہیں۔ نماز ظہر میں ابھی ایک گھنٹہ باقی ہے۔ ہمیں بتایا

گیا کہ اگر سجادہ نشین صاحب اجازت دے دیں تو دروازہ ان کی خصوصی اجازت سے نماز ظہر سے پہلے بھی کھل سکتا ہے۔ رضوی صاحب نے خادموں کو بتایا کہ یہ مہمان پاکستان سے باہر کینیڈا سے آئے ہیں۔ اور مَیں لاہور سے آیا ہوں۔ لیکن خادموں نے کہا کہ انہیں دروازہ کھولنے کا اختیار نہیں ہے۔ صاحب مزار کی توجہ سے دس منٹ کے اندر سجادہ نشین بھی گھر تشریف لے گئے۔ اور دروازہ کھولنے کی اجازت بھی مل گئی۔ ہم نے زیارت کی بلکہ جو لوگ انتظار میں تھے، انہوں نے بھی زیارت کی۔ اسی طرح ایک دو روز کے بعد جب ہم چشتیاں شریف پہنچے تاکہ خواجہ نُور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے روضے پر حاضری دیں۔ ہمیں بتایا گیا کہ خواتین کو اندر جانے کی اجازت نہیں۔ یہ اجازت سائیں صاحب (سجادہ نشین صاحب) دے سکتے ہیں۔ ہم نے کہا سائیں صاحب کہاں ہیں؟ خادموں نے بتایا کہ وہ روضہ کے باہر چھوٹے ملحقہ دروازہ کے قریب کچھ تعمیر کا کام کروا رہے ہیں۔ مہاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عرس قریب ہے۔ ایک برآمدہ تعمیر کروا رہے ہیں تاکہ اس میں زائرین کے لیے گوشت پکایا جاسکے۔ ہم سب سائیں صاحب کے پاس حاضر ہوئے، تعارف کروایا گیا۔ وہاں تین کرسیاں بچھی ہوئی تھیں۔ ہمیں ان پر بٹھایا گیا۔ جب ہم نے ان سے بات کی، تو انہوں نے ایک خادم کو بلایا اور کہا کہ ان کو لے جاؤ اور میڈم کو اندر جانے کی اجازت بھی دے دی۔ چنانچہ ہم پھر مزار کے کمرہ اندر گئے۔ میڈم صاحبہ نے بھی حاضری دی۔ میں نے دیکھا کہ میڈم نے مہاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر پڑی ہوئی چادر کو پاؤں کی طرف سے ذرا ایک طرف کیا۔ اس کے اوپر اپنا دایاں ہاتھ رکھا اور یوں محسوس ہو رہا تھا کہ کچھ دعا مانگ رہی ہیں۔ ظاہر ہے کہ میڈم نے اسی تحقیقی منصوبے کی تکمیل کے لیے دعا مانگی ہوگی جس پر کام ہو رہا ہے۔ اس طرح ہمارے راستے سے رکاوٹیں ختم ہوگئیں۔ یہ یقیناً صاحب مزار کی توجہ کا اثر اور فیض کہا جاسکتا ہے۔ آخر میں میڈم نے

سب کا شکریہ ادا کیا۔ اور بالخصوص میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کہ انہوں نے اس مجلس کا انتظام کیا اور اتنے سکالرز اور علماء سے مجھے ملنے کا موقع ملا۔ آخر میں میڈم نے میاں صاحب کے بیڈ کے قریب جا کر ان کا شکریہ ادا کیا۔ ان سے اجازت لی۔ اور پروفیسر علیم تفضّل صاحب کے ساتھ ہوٹل سے باہر گئیں۔ اور علیم تفضّل کی گاڑی میں جا کر بیٹھ گئیں۔ علیم تفضّل صاحب نے پہلے میڈم کو ان کی رہائش گاہ میں اتارا اور پھر رضوی صاحب کو ان کی رہائش گاہ کے قریب مسجد حمزہ اتار دیا اور خود واپس چلے گئے۔ ان کو شاید دوبارہ بیت النور ہوٹل جانا تھا، مقصد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات تھی۔ 6

ڈاکٹر ساجدہ علوی صاحبہ کی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی میراث کے بارے میں تحریر:

......ڈاکٹر ساجدہ علوی صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ بڑے دور اندیش تھے۔ انہوں نے 2008ء میں ہی اپنے پوتے جناب ولید احمد جواد صاحب کو خرقۂ خلافت سے نوازا۔ 2006ء سے 2013ء تک دینی، دنیوی اور روحانی تعلیمات میں تربیت کی۔ میں نے اپنی چند ملاقاتوں میں انہیں شرافت، نجابت، اور متانت جیسی صفات سے آراستہ پایا۔ اتنی کم عمری میں خانقاہ کی اتنی ذمہ داریاں! مجھے چشتیہ سلسلے کے نامور صوفی مرشد محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ (1770ء تا 1850ء) کی مثال یاد آرہی ہے کہ وہ بیس برس کے تھے۔ جب ان کے مرشد حضرت نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ (1730ء تا 1850ء) نے انہیں اپنا سجادہ نشین بنایا۔ حضرت تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی صوفیانہ، علمی، معاشرتی، اور سیاسی خدمات بے مثال ہیں۔ ضخیم کتب خانہ قائم کرنا، مدارس کی تعمیر، تعلیم کی نشر و نما بالخصوص تعلیم نسواں۔ لڑکیوں اور خواتین کو بذات خود

پڑھانا وغیرہ۔ سننے میں آیا ہے کہ تونسہ شریف میں آج بھی پاکستان کے دوسرے صوبوں کے شہروں سے اعلیٰ شرح خواندگی ہے۔(اس پہلو پر مزید تحقیق ہونی چاہیے)

میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد بار تعلیم نسواں اور غریب بچوں کی تعلیم کا ذکر کیا تھا۔

امید کرتی ہوں کہ میاں ولید احمد جواد صاحب اپنے جدامجد رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش پوری کریں گے۔ شرقپور کے عوام کی فلاح و بہبود، خوش حالی اور تعلیم عامہ میں بالخصوص پاکستان بھر میں نمونہ بنائیں گے۔ غریب بچوں کی تعلیم کے لیے پاکستان میں، شہری سکول (Citizen Foundation)، TCF کا بہت کامیاب تجربہ ہے۔ شرقپور کے لیے بھی مفید ہونا چاہیے۔7

ڈاکٹر صاحبہ نے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر گہرے دکھ اور صدمے کا اظہار کیا:

سید جمیل احمد رضوی صاحب نے ڈاکٹر صاحبہ کو میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر بذریعہ ای۔میل (E-mail) دی چنانچہ وہ تحریر کرتے ہیں:

”ڈاکٹر ساجدہ ایس علوی صاحبہ ریٹائرڈ پروفیسر آف اسلامک ہسٹری میکگل یونیورسٹی مانٹریال، کینیڈا کو میں نے 12 ستمبر 2013ء کو حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی اطلاع بذریعہ ای۔میل (E-mail) کر دی تھی۔ ڈاکٹر صاحبہ ممتاز اسکالر اور کئی کتابوں کی مصنفہ ہیں۔ ان کی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کئی سالوں سے نیازمندی ہے۔ وہ جب لاہور تشریف لاتیں تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے اعزاز میں ایک علمی مجلس کا

اہتمام کرتے تھے۔ ایسی مجلس میں علماء، دانشوراور دیگر صاحبان علم وفضل تشریف لاتے تھے۔ بہت علمی باتیں ہوتی تھیں۔ ایسی مجالس کی کئی روودادیں ''حوزہ نقشبندیہ'' کی طرف سے شائع ہوچکی ہیں۔

ڈاکٹر صاحبہ نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبرسن کر گہرے دکھ اورصدمے کا اظہار بذریعہ ای۔میل کیا۔ یہ مجھے 13 ستمبر 2013ء کی ملی۔ڈاکٹر صاحبہ نے مجھے لکھا کہ ان کے تعزیتی کلمات صاحبزادہ میاں ولید احمد صاحب تک پہنچادوں۔ چنانچہ میں نے 15 ستمبر 2013ء کواس ای۔میل کی دو کاپیاں صاحبزادہ میاں ولید احمد جواد صاحب کو شرقپور شریف پہنچادیں۔اس روز چودھری محمد حنیف صاحب (چیف لائبریرین ، پنجاب یونیورسٹی لائبریری ،لاہور) کے ساتھ وہاں حاضر ہوا تھا۔ اوراس کی اطلاع ڈاکٹر ساجدہ علوی صاحبہ کو کردی تھی ۔ انہوں نے بذریعہ ای۔میل میرے پیغام کی رسید 16 ستمبر 2013ء کوبھجوادی، جس میں انہوں نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بے لوث شفقت کا اظہار کیا۔اورلکھا کہ یہ مجھے ہمیشہ یادرہیں گی۔

سید جمیل احمد رضوی، سابق چیف لائبریرین پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور

مؤرخہ 20 ستمبر 2013ء۔8

حواشی

1۔ جمیل احمد رضوی، سید، ذخیرۂ کتب، حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (مختصر اوصاف اور تذکرہ)، لاہور: دارالفیض گنج بخش، ربیع الثانی 1443ھ/نومبر 2021ء، ص۔28

2۔ نذیر احمد شرقپوری نقشبندی مجددی، ڈاکٹر، فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ اوران کے چند منتخب معاصرین، ناشر: بزم جمیل، شیر ربانی ہاؤس، مکان نمبر 1، گلی نمبر 3، پاک ٹاؤن، سید ارشاد علی روڈ، ڈاکخانہ منصورہ ملتان روڈ، لاہور (جون، 2021ء/شوال المکرّم 1442ھ)، ص۔47 تا 48

3۔ ڈاکٹر ساجدہ سلطانہ علوی ''وسط ایشیا میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کا عروج: مجددی مشائخ اور خلفاء کی نظر سے (16 ویں تا 18 ویں صدی عیسوی میں)، تلخیص و ترجمہ سید جمیل احمد رضوی، مشمولہ: ماہنامہ نور اسلام، شرقپور شریف (گولڈن جوبلی نمبر دوم)، جلد، 51، شمارہ 11۔12 نمبر دوم)، جلد، 51، شمارہ 11۔12 (نومبر، دسمبر 2006ء)، ص۔15۔20 [پورا مقالہ ان صفحات پر مشتمل ہے: ص۔15۔24]

4۔ نام کتاب: روداد حوزۂ نقشبندیہ (2003ء) مرتب: محمد عالم مختار حق رحمۃ اللہ علیہ، مطبع: آر۔زیڈ پیکجز 2۔کورٹ سٹریٹ، 26 لوئر مال لاہور، اشاعت اول: (28 صفر المظفر 1425ھ/19۔اپریل 2004ء)، ص۔21

5۔ جمیل احمد رضوی، سید: فخر المشائخ صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (یادداشتوں کے آئینے میں)، ناشر: چودھری محمد حنیف (مرحوم)، (2014ء)، 129 تا 139

6۔ محمد عالم مختار حق (مرتب) ہفت مجالس علمیہ (باہتمام حوزۂ نقشبندیہ لاہور)، لاہور: حوزہ نقشبندیہ (ستمبر 2009ء)، ص۔45۔52

7۔ ماہنامہ نور اسلام کا فخر المشائخ نمبر 2015ء، جلد دوم، ص۔89 تا 90

8۔ جلیل احمد شرقپوری، حضرت، میاں: مدیر اعلیٰ، ماہنامہ نوائے شرقپور شریف (اکتوبر۔2013ء)، ص۔56

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

مورخہ 23 جنوری 2011ء کو بروز اتوار صبح 10 بجے حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی یاد میں ایک پُروقار تقریب یوم مجدد کے سلسلہ میں زیر سرپرستی و صدارت حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی، سجادہ نشین آستانہ عالیہ شرقپور شریف بمقام رہائش گاہ حبیب اللہ بھٹی نزد نیو خاں اڈہ 102 جے بلاک ملحقہ سڑک گلشن راوی بند روڈ، لاہور منعقد ہوئی۔

پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب نے اپنی تقریر کا آغاز قرآن مجید فرقان حمید کی اس آیت سے کیا: اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ہ (یونس 62) خبردار! بیشک اللہ کے دوستوں کو نہ (دنیا میں) خوف ہے اور نہ وہ (آخرت میں) غمگین ہوں گے۔ انہوں نے حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی کو مخاطب کر کے کہا: آپ وقت کے ولی ہیں۔ آپ کی زبان میں برکت ہے۔ آپ کے کام میں برکت ہے۔ آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ یومِ مجدد کے سلسلہ میں ہر سال کئی جلسے کرواتے ہیں۔ آپ نے پاکستان میں یومِ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا آغاز کیا۔ پروفیسر صاحب نے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کارناموں پر اظہار خیال کیا۔ انہوں نے کہا: حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بھی پیار نہیں کر سکتا ماسوائے اُن کے جن کے دلوں میں مجدد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی دل میں محبت ہو جس طرح کہ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی کو مجدد صاحب رحمہ اللہ

تعالیٰ سے محبت ہے۔آپ اپنی محبت کے اظہار کے لیے ہر سال یومِ مجدد کے سلسلہ میں کئی کئی اجلاس منعقد کرواتے ہیں۔ میاں صاحب کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب نے کہا: اگر اُن سے کوئی یہ پوچھے کہ اس زمانہ میں کوئی ولی ہے تو وُہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی ہیں۔ درسگاہوں میں اگر آپ نے دیکھنا ہو تو وُہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی ہیں۔حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری دامت برکاتہم العالیہ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہیں۔ ولی اللہ کی محبت ایک بہت بڑی نعمت ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں سے محبت کرتا ہے۔وُہ اپنے دوستوں سے کام کرواتا ہے۔اللہ تعالیٰ کو اس بات کا خیال رہتا ہے کہ اس کا دوست (ولی) ناراض نہ ہوجائے۔شیخ سعدی شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اولیاء اللہ نہ تلوار سے ڈرتے ہیں نہ فاقہ سے۔ڈاکٹر صاحب نے کہا: قرآن کہتا ہے کہ ولی اللہ کو کوئی خوف اورڈر نہیں ہے۔جن سے اللہ تعالیٰ پیار کرتا ہے اُن کے اندر دو صفات پیدا ہوجاتی ہیں☆ایمان پختہ ☆تقویٰ...... پرہیزگاری۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تقویٰ کی تعریف کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اگر آپ جنگل کی خاردار جھاڑیوں سے گزریں گے تو کیسے گزریں گے؟ انہوں نے فرمایا: دامن سمیٹ کر گزروں گا۔ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: یہی تقویٰ ہے۔ انگریز مسلمانوں کو اسلام سے دُور کرنا چاہتا ہے۔ اس کے لیے وُہ مسلمانوں کے دلوں سے رسول اللہ ﷺ کی محبت نکال رہا ہے۔ اکبر نے بھی مسلمانوں کے دلوں سے نبی کریم ﷺ کی محبت نکالنے کی کوشش کی تھی۔ اکبر ایک لائی لگ اَن پڑھ بادشاہ تھا۔ اُس کو جو مشورہ دیا جاتا بغیر سوچے سمجھے اُس پر عمل شروع کر دیتا۔ اکبر بارہ تیرہ برس کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ ہمایوں کی ایران میں جلاوطنی کے باعث اکبر شفقت پدری اور تعلیم و تربیت سے محروم رہا۔ عنانِ حکومت سنبھالنے کے وقت ملک کی سیاست تین طاقتوں میں محصور تھی۔ اوّلاً افغان جو شیر شاہ سوری

کے زمانے میں بامِ عروج کو چھو چکے تھے۔ ثانیاً شیعان علی جن کا مرکز ایران تھا جس کی مدد سے ہمایوں نے دوبارہ تخت وتاج حاصل کیا۔ ثالثاً ہندو رعایا جو آبادی کا 95 فیصد تھی جس کے دل میں مسلمانوں سے حکومت چھیننے اور اسلام کو ملک بدر کرنے کی خلش گذشتہ تین صدیوں سے چٹکیاں لے رہی تھی۔ ہندوؤں نے اکبر کو مشورہ دیا کہ وُہ سب کو ایک قوم بنادے تاکہ وُہ حکومت کرنے میں کامیاب ہوسکے۔ اکبر کے ابوالفضل اور اُن کے بھائی ابوالفیض فیضی سے مراسم قائم ہوئے۔ ان دونوں بھائیوں نے ''دینِ الٰہی'' کی تیاری میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ ہندوؤں کی بہت بڑی سازش تھی۔ انہوں نے اکبر سے ''دین الٰہی'' تو نافذ کروالیا مگر ایک ہندو بھی اس میں داخل نہیں ہوا۔ ''دین الٰہی'' کی وجہ سے ہندو شیر ہوگئے۔ انہوں نے مسلمان سلطنت کو ہندو سلطنت میں تبدیل کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ حضرت مجدد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہندوؤں کی چال کو سمجھا اور مسلمانوں کو یہ سبق دیا کہ ہندوؤں سے ہوشیار رہو۔ یہ بڑی مکار قوم ہے۔ دغاباز اور شاطر قوم ہے۔ اس کے جال سے بچے رہنا۔ حضرت مجدد رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعد قائداعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہندوؤں کی چال کو سمجھا۔ قائداعظم نے کہا: ہم ہندو کی بات نہیں مانتے کیونکہ وُہ اپنی بات پر قائم نہیں رہتا۔ مسلمانوں کو ہندو اور مسلمان کی شناخت کرنا چاہیے۔ جب ہندوستان نے 1998ء میں ایٹمی دھماکہ کیا تو ہندو غنڈوں نے ہندوستانی مسلمانوں کو بہت تنگ کیا۔ پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب نے کہا کہ وُہ اردن میں 17 مئی تا 28 مئی 1998ء تک ایک میٹنگ میں رہے۔ وہاں وُہ ہندو غنڈوں کی غنڈہ گردی کی خبریں سنتے رہے۔ ہندو غنڈوں نے ہر گلی اور محلّہ میں غنڈہ گردی کی اور شور شرابا کیا لیکن جب پاکستان نے 28 مئی 1998ء کو ایٹمی دھماکہ کیا تو ہندو غنڈے غائب ہوگئے۔ ہندو یہ تو کہتے ہیں کہ وہ امن کے پجاری ہیں۔ وُہ امن سے رہتے ہیں مگر وُہ امن سے نہیں رہتے۔ اُن کے اندر خرابی ہے۔ ہندوستان پچھلے 64 سال سے پاکستان سے مکاری کررہا ہے۔ مسئلہ کشمیر حل کرنے کی

بجائے اس میں طرح طرح کی رکاوٹیں کھڑی کر رہا ہے اور کرتا رہے گا جب تک اُس کو اُس کی زبان میں جواب نہیں دیا جائے گا۔2

پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر اپنے مضمون بعنوان (جمال وجلال شرقپور شریف) میں رقمطراز ہیں:

شیخ المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ سرزمین شرقپور شریف کا حسن و جمال بھی تھے کیونکہ وہ اسم بامسمّٰی تھے۔ وہ شرقپور شریف کا رعب اور جلال بھی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جمیل کے ساتھ جلیل بھی بنایا تھا۔ وہ جمال وجلال کے امتزاج سے ایک معتدل ومتوازن شخصیت کے مالک تھے۔ ان میں ربانی اوصاف تھے بلکہ وہ تو ﴿تخلقوا باخلاق اللہ﴾ کے ارشاد نبوی ﷺ کی مجسم اور عملی تصویر تھے۔

پنجاب کی ایک بستی شرقپور شریف کے مجددی نقشبندی صوفیوں کا خانوادہ نہ صرف پنجاب بلکہ دور دور تک مشہور و معروف ہے۔ جسے اعلیٰ حضرت شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ جیسے ولی کامل (صاحب کرامات وفقر وغیور اور اخلاق کریمانہ) نے زمانے بھر سے منوایا۔ شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے فقر وکرامت کو ان کی زندگی میں بھی ایک وسیع دنیا نے دیکھا اور مانا حتی کہ شاعر مشرق حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم شخصیات بھی لاہور سے چل کر صرف زیارت کی غرض سے حاضر ہونے میں فخر ومسرت محسوس کرتے تھے اور آج بھی دور ونزدیک کے عقیدت منداُن کے گن گاتے ہیں۔ شرقپور شریف کے اسی خانوادہ کے چشم وچراغ اور قائد حضرت شیخ المشائخ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ زندگی بھر خلق خدا کی رہنمائی اور روحانی تسکین کا سامان تھے اور ان کے طفیل آستانہ عالیہ شرقپور شریف

عقیدت مندوں اور آرزوؤں کا مرکز تھا۔ وہ نقشبندی مجددی سلسلے کے ایک بلند و بالا روشن مینار تھے۔ وہ بلا مبالغہ روز اول سے تا دم وصال آستانہ عالیہ کا جمال بھی تھے جلال بھی! اس جمال وجلال کے مناظر کا مشاہدہ کرنے والی خلق خدا میں راقم بھی شامل تھا۔ لگتا تھا کہ لاہور سمیت قرب وجوار کی مخلوق کا ایک سیل رواں اُمڈ آیا ہے جو شیخ کا آرزومند تھا۔

آستانہ عالیہ شرقپور شریف:

میں جب پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات میں ایم۔اے کا طالب علم تھا تو جن لوگوں سے غائبانہ تعارف ہوا اور جن بزرگوں کی دلچسپ باتیں سننے کا موقع ملا ان میں آستانہ عالیہ شرقپور شریف کے نقشبندی مجددی بزرگان دین بھی تھے۔ ہمارے ہمدم دیرینہ اور مرنجاں مرنج دوست ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی (مرحوم ومغفور) اسلامیات میں پی۔ایچ۔ڈی کرنے کے لیے آئے تھے۔اس وقت وہ غالباً کپڑے کی خرید وفروخت کا کام کرتے تھے اور شرقپور شریف میں ہی رہتے تھے اور بس کے ذریعے لاہور آتے تھے۔ میں نے ان سے ہی شرقپور شریف کے اہل طریقت اور اصحاب علم و دانش کے متعلق معلومات حاصل کی تھیں۔ وہ حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی درویشانہ زندگی اور فقیرانہ کرامات و کمالات بڑے اثر انگیز اور عقیدت مندانہ انداز میں بیان کرتے تھے۔اس خاندان کے عربی دان علماء کے فاضلانہ علمی کام اور عربی شعروشاعری کے کمالات سن کر بڑی حیرت ہوتی تھی اور ان تک رسائی کا شوق پیدا ہوتا تھا اور انہیں دیکھنے اور پڑھنے کا موقع بھی ملا۔ یہ سب چیزیں ایک قیمتی علمی وادبی سرمایہ تھا اور مجھے امید ہے کہ یہ سرمایہ اب بھی اسی طرح محفوظ ہوگا۔

تحائف:

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی (مرحوم) حضرت میاں غلام اللہ شرقپوری نقشبندی

مجددی رحمتہ اللہ تعالیٰ سے بیعت تھے اور ان سے گہری عقیدت رکھتے تھے۔ یہ صدیقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مہربانی تھی کہ میری خواہش پر مجھے اپنے ساتھ شرقپور شریف لے گئے اور اعلیٰ حضرت شیر ربانی کے مزار کی زیارت بھی ممکن ہوئی۔ یہ سُوءِ اتفاق کی بات ہے کہ فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کسی سفر پر گئے ہوئے تھے۔ تاہم ان کی اولاد امجاد کو دیکھنے اور ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ زندگی میں پہلی بار شرقپور شریف کے گلاب جامن بنتے دیکھنے اور گرم گرم گلاب جامن کھانے اور لطف اندوز ہونا نصیب ہوا۔ واپسی پر گلاب جامن کے علاوہ دیگر قیمتی تحائف سے سرفراز فرمایا گیا۔

لیکن ایک اور صاحب یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر تھے اور شرقپور شریف کا لینڈ لارڈ ہونے کا تاثر دیتے تھے۔ انہیں جب میرے دورہ شرقپور شریف کا علم ہوا تو بہت جزبز ہوئے اور جب میں نے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے محرومی کا ذکر کیا تو قدرے حقارت آمیز تسلی دیتے ہوئے فرمانے لگے وہ تو کوئی بڑی شخصیت کے مالک نہیں ہیں وہ تو میرے ساتھ سکول میں پڑھتے رہے ہیں مگر میں نے یہ کہہ کر انہیں خاموش کر دیا کہ اگر وہ آپ کے ساتھ پڑھتے رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ وہ بھی آپ جیسے ہی ہوں گے اور آپ کی ملاقات سے مشرف ہو جانا ان سے ملنے سے ہی بے نیاز کر دیتا ہے۔ اس بات سے ان کی ایسی تسلی ہوئی کہ پھر اس موضوع پر کوئی اچھی بری کہنے کی کبھی جرات نہ ہوئی۔

پہلی ملاقات:

فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمتہ اللہ علیہ کی ملاقات سے کافی مدت تک محروم رہا۔ پھر جب میں بھی شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی میں استاد بن گیا تو ایک دن اتفاق سے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاہور کسی تقریب میں

شرکت کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے اور ڈاکٹر صدیقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں دیکھنے کا موقع فراہم کیا۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس تقریب کی وجہ سے بہت مصروف اور مریدوں میں گھرے ہوئے تھے۔ اس لیے صرف مصافحہ کرنے کا شرف حاصل ہوا مگر یہ اچانک اور سرسری ملاقات بھی میرے لیے مسرت و انبساط کا باعث تھی کیونکہ ان سے مصافحہ کا شرف بھی بڑے سکون اور خوشی کا باعث تھا اور ان کی رعب دار شخصیت مگر مشفقانہ گفتگو نے نہ صرف یہ کہ ایک گونہ تسلی کا سامان کر دیا بلکہ ان کے بارے میں جو کچھ سنا تھا اور جس کی توقع تھی۔ وہ سب کچھ ان کی گفتار اور کردار میں دکھائی دے گیا۔ اس لیے یہ ملاقات نہ صرف باعث تسلی بلکہ دوبارہ دیکھنے اور ملنے کی خواہش بھی چھوڑ گئی اور مجھے عرب شاعر متنبّی کی بات یاد آ گئی کہ

اَتانی ھوَاھَا قبْلَ اَن اَعرِفُ الھویٰ ۔ فَصَادَفَ قَلباً فَا رِنَما فَتمکَناَ

ترجمہ: میں اس سے ملنے سے پہلے ہی اس کا دل دادہ ہو چکا تھا اس لیے اس کی محبت جب دل میں آئی تو جگہ پا گئی۔

علم و دانش کی دعوت:

یہ بات توجہ کی مستحق ہے کہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے عقیدت مندوں کے ہاں جب بھی تشریف لاتے بڑے اہتمام اور تیاری کے ساتھ آتے تھے۔ ان کی تشریف آوری برکت کا باعث تو ہوتی ہی تھی ان کی آمد سے محافل کی رونق بھی دوچند ہو جاتی تھی۔ وہ اپنے مریدین کی تقریبات میں اکثر اصحاب علم و دانش کو بھی دعوت دیتے اور انہیں اپنے ساتھ ہی لے کر آتے تھے۔ یہ ایک شفقت بھری عادت تھی۔ اکثر لوگ صرف میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے محافل میں آتے اور بہت دیر تک زحمت انتظار بھی بصد خوشی برداشت

کرتے تھے۔ان کی دعائے خیر محافل کی روح سمجھی جاتی تھی۔

عقیدت مند:

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی ذات میں ایک جماعت بھی تھے اور ایک زوردار اور مؤثر تحریک بھی تھے۔ وہ ایک مجددی صوفی تھے اور صحیح معانی میں حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے عقیدت منداوران کی فکر کے علمبردار تھے۔ان کے زیرنگرانی لاہور کے ملتان روڈ پر ایک ''حوزہ مجددی'' کا مرکز قائم ہوا تھا۔جس کے افتتاحی اجلاس میں مجھے بھی دعوت دی گئی تھی اور یہ دعوت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک لاہوری عقیدت مند ایڈووکیٹ شیراز فیض بھٹی لے کر آئے تھے۔اس موقع پر میری گفتگو کا موضوع حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اکبری ایجاد وضلالت کے خلاف کامیاب تحریک تھی۔ جسے مَیں مجددی جہاد سے تعبیر کرتا ہوں۔

کمپیوٹر کا دور:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جہاد بڑی حکمت وتدبر کا آئینہ دار ہے۔ عصر حاضر میں ہمارے بعض علماء کرام بھی جہاد کے علمبردار ہیں مگر کسی حکمت اور تدبر کے بغیر نتیجہ ناکامی اور مایوسی ہے۔عصر حاضر کے تقاضے کچھ اور ہیں اور اسلحہ اور وسائل کچھ اور ہیں مگر ہمارے دوست اسی پرانی ڈگر پر جہاد کو چلاتے ہیں۔اسلحہ بھی پرانا اور روایتی ہوتا ہے۔ظاہر ہے انجام بھی وہی پرانا اور روایتی ہوتا ہے۔آج کا دور تو کمپیوٹر کا ہے اور اس کا اسلحہ الیکٹرونکس کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہوسکتا مگر ہمارے یہ دوست نئے جہادی تو اس سے آگاہ بھی نہیں ہیں۔

ابلاغ کی صورت:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایسے دور میں ابلاغ کی صورت نکالی

جس کی مثال رسول اللہ ﷺ کے سوا کہیں بھی نہیں ملے گی۔ حضرت محمد مصطفی ﷺ نے اپنے وقت کے حکمرانوں کو دعوت اسلام دینے کے لیے مکاتیب یا مکتوبات لکھے بلکہ غیر حکمران مگر اہم لوگوں کو بھی لکھے دعوت صرف یہ تھی کہ آپ لوگ اسلام، امن، سلامتی قبول کرلو خود بھی امن اور سلامتی میں رہو گے یعنی ظلم وفساد اور بغاوت وسرکشی کی روش کی بجائے عدل و انصاف کی روش اپنا لو تم سے بھی عدل اور انصاف کا سلوک ہوگا۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے مکتوبات نویسی کو اپنایا اور ہر اہم جگہ مکتوب لکھا نہ صرف ہندوستان کے کونے کونے میں بلکہ ہندوستان سے باہر کی اہم جگہوں پر مکتوبات پہنچانے کی کوشش کی۔ اس پرانے اور پسماندہ دور میں ابلاغ کا موثر ذریعہ خطوط نویسی اور ارسال مکتوبات تھا۔ یہی اس دور کا میڈیا تھا۔ نہ کوئی اخبار تھا نہ ریڈیو یا ٹیلی وژن وغیرہ اس وقت کامیاب ذریعہ ابلاغ واطلاع خطوط ومکتوبات ہی تھے اور سنت نبوی ﷺ کی پیروی میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ذریعہ ابلاغ اپنا کر اپنے مقاصد میں پوری پوری کامیابی حاصل کی۔ یہ ان کا کمال فکر تھا۔ دوررس نگاہ تھی۔

۲ ادراک اور خراج تحسین:

ان باتوں کو اور کسی دوست نے قابل اعتناء سمجھا نہیں مگر فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے میری ان باتوں کو نہ صرف سمجھا اور ان کا پورا پورا ادراک فرمایا بلکہ اسے پسند بھی فرمایا اور اپنی صدارتی اور اختتامی گفتگو میں اس کی تحسین بھی فرمائی اور غالباً ان سے میرے آئندہ تعلقات اور ان کی توجہات اور شفقتوں کا ذریعہ بھی ثابت ہوا۔ چنانچہ اس کے بعد اپنی اکثر محافل ومجالس میں یاد بھی فرماتے رہے۔ ظاہر ہے میرے لیے یہ بات خوشی اور فخر کا باعث تھی۔ اس کے بعد متعدد مواقع پر خصوصاً

اپنے رسائل کے لیے کچھ نہ کچھ لکھنے کا حکم فرماتے تھے۔

قابل فخر تصانیف:

میری قابل فخر تصانیف میں سے ایک حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اور پاکستان بھی ہے جو مَیں نے محسن پاکستان اور عصر حاضر کے سب سے بڑے مسلمان سائنسدان جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خان رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے معنون کی۔ یہ کتاب لکھنے کا اصل اور حقیقی سبب فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اس کار خیر میں بھی پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی (مرحوم) ذریعہ اور ہمزۃ الوصل تھے۔

ناشتہ:

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک روز شام کو ڈاکٹر صدیقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فون آیا کہ کل صبح حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ہاں تشریف لائیں گے مگر ان کے آنے سے پہلے آپ نے نہ ناشتہ کرنا ہے اور نہ اپنے لیے ناشتہ تیار کروانا ہے۔ اس وقت ایسی پابندی کا مطلب میں یہی سمجھا کہ شاید مجھے کسی ہال میں ناشتہ کی دعوت دی جا رہی ہے یا ممکن ہے کہ ڈاکٹر صدیقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں جانا ہوگا مگر یہ تو میرے وہم وگماں میں بھی نہیں تھا کہ ناشتہ شرقپور شریف سے آئے گا جس میں شرقپور شریف کے لذیذ گلاب جامن بھی شامل ہوں گے اور پھر اتنی وافر مقدار میں ہوگا کہ اگر میں دس دن بھی لگا رہوں تو یہ ساز وسامان کافی ہوگا۔ بعد میں مجھے یہ اندازہ ہوا کہ فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ محض سخی ہی نہیں فراخ دل اور سخیوں کے سخی بھی ہیں بلکہ اپنے وقت کے حاتم طائی ہیں اور یہ صفتِ سخاوت اہل ایمان کی علامت بلکہ سنت نبوی ﷺ ہے۔ میں نے ایک گونہ شرمندگی اور عاجزی سے عرض کیا کہ حضرت آپ نے تکلف کیوں فرمایا تو اس پر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پورے جمال وجلال کے ساتھ کچھ کہنے سے

منع کر دیا۔

چائے پینے سے انکار:

مَیں نے بڑی عاجزی سے چائے کی ایک پیالی یا ٹھنڈا قبول کرنے کی درخواست کی جسے بڑی شفقت بلکہ جمال وجلال سے ہی شیخ المشائخ حضرت میاں جمیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انکار کر دیا اور فرمایا دو باتیں آپ سے کرنی ہیں۔ایک تو یہ ہے کہ اگر میں ضرورت محسوس کروں تو حسب ضرورت وموقع آپ کے ہاں آجایا کروں مگر ہر بار ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب کو ساتھ آنے کی تکلیف نہیں دی جائے گی۔دوسری بات یہ کہنا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر آپ نے ایک اچھی سی کتاب لکھنی ہے جو اردو کے علاوہ عربی میں بھی ہوگی چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور پاکستان وجود میں آگئی جسے بہت پسند کیا گیا۔

جمال وجلال کا واقعہ:

مگر مزید کچھ کہنے سے پہلے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے جلال کا ایک اور واقعہ ریکارڈ پر لانا مناسب ہوگا بلکہ ضروری اور مفید بھی ہوگا۔

حضرت شیخ المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے اس یادگار واقعہ جمال وجلال کا ایک مختصر سا پس منظر ہے۔ہمارے ایک دوست ہیں فیصل آباد میں جو ایک بہت بڑے تاجر وصنعت کار ہیں اور بہت سے مفاد عامہ اور رفاہی اداروں کے علاوہ ایک یونیورسٹی کے بانی وسرپرست بھی ہیں۔کچھ عرصہ کے لیے اس یونیورسٹی میں کام کرنے کے لیے مجھے بھی دعوت دی گئی۔ جس کے نتیجے میں ایم۔اے اور ایم۔فل کی ایک معقول تعداد کے علاوہ ایک درجن کے قریب پی ایچ۔ڈی بھی تیار کیے گئے۔ان کا اسم گرامی ہے جناب میاں محمد حنیف۔وہ ایک

نیک نام اور مخیّر صاحب ثروت ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے عاشق ہیں۔اس لیے اکثر مدینہ منورّہ کی معطر روحانی فضاؤں میں زندگی گزارتے ہیں۔ ہر سال رمضان سے پہلے جاتے ہیں اور مسجد نبوی ﷺ میں عید الفطر پڑھ کر واپس آتے ہیں۔اس کے ساتھ ہی اعلیٰ حضرت شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمتہ اللہ علیہ سے دلی عقیدت بھی رکھتے ہیں۔

جناب شیخ المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمتہ اللہ علیہ میرے علاقہ وادی سون سکیسر کی آب وہوا کو پسند فرماتے تھے (مگر یہ جانے بغیر کہ میں بھی سون سکیسر کا اعوان ہوں)اور خوشاب جو ہر آباد میں ان کے مداحوں اور عقیدت مندوں کا ایک وسیع حلقہ ہے ۔جہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر تشریف لے جاتے تھے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جب معلوم ہوا کہ میں بھی میاں حنیف صاحب کی یونیورسٹی میں بسلسلہ تدریس وتعلیم کام کرتا ہوں تو کبھی کبھار آتے جاتے اپنے جمال قدردانی علم کا مظاہرہ فرماتے اور کچھ دیر کے لیے راقم کے حجرہ درویش کو شرف بخشتے تھے۔اسی ضمن میں میاں حنیف صاحب بھی ایک مرتبہ حضرت شیخ المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کا شرف پانے کے آرزومند ہوئے اور حضرت سے تشریف آوری کی درخواست کی تو جلالی حکم فرمایا گیا کہ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہوتا۔اس لیے سرسری ملاقات پر ہی قناعت کرنا ہوگی۔ میاں حنیف صاحب نے شرط قبول کرتے ہوئے جوش عقیدت اور اپنی مستعدی کا مظاہرہ کرنے کا اقرار کیا اور کہا کہ میں گیٹ پر کھڑے کھڑے آپ کا استقبال کروں گا اور جب تک آپ رہیں گے خدمت کے لیے کھڑا رہوں گا اور آپ کو الوداع کہنے تک بیٹھوں گا نہیں اب ذرا جمال وجلال کے اجتماع کا منظر دیکھیے سوءِ اتفاق سے میاں حنیف کی ایسی ناگزیر مصروفیت آگئی جس کی وجہ سے گیٹ پر کھڑے ہو کر آمد کا انتظار اور استقبال ناممکن ہو گیا۔

مجھے فون پر فرما چکے تھے کہ تیرے حجرہ میں کچھ دیر رک کر پانی پیوں گا اور ایک دو باتیں پوچھوں گا۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ وقت پر تشریف لائے اور دس پندرہ منٹ کے بعد تشریف لے جانے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس اثناء میں میاں حنیف صاحب کا فون آ گیا کہ میں آ رہا ہوں۔ اس لیے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے چند منٹ رکنے کی درخواست کریں۔ اب جلال کا مرحلہ درپیش تھا۔ فرمانے لگے: ''یہ دولت کا غرور وقت کی پابندی کا قائل نہیں لگتا۔ اس لیے مَیں اس کے لیے تو ایک سیکنڈ بھی نہیں رکوں گا۔ مجھ سے تو کہا تھا کہ میں گیٹ پر کھڑے کھڑے آپ کا انتظار کروں گا مگر حال یہ ہے کہ کاروباری مصروفیت کا غرور ایک درویش کا وقت ضائع کرنے کی پرواہ ہی نہیں کر رہا'' اور مجھے روکنے سے منع فرما دیا تھا۔ جمال وجلال کا کیا شاندار منظر تھا۔ ایک درویش بے نوا کے حجرے میں شیخ المشائخ رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں مگر ایک سرمایہ دار کے غرور کو ہر حال میں ٹھکرا کر وعدہ خلافی کی سزا دی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ان کا جمال ان کے جلال کی جگہ لینے کے لیے آمادہ ہی نہیں ہوتا۔

کتاب وسنت کی پابندی:

شیخ المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمتہ اللہ علیہ ظاہر و باطن میں کتاب وسنت کے پابند تھے۔ شکل وضع، گفتار و کردار اور معاملات زندگی میں وہ سلف صالحین کا عملی نمونہ اور حسین یادگار تھے۔ لباس اور رہن سہن میں انتہائی سادہ تکلف سے دور اور بناوٹ سے پاک تھے۔ بے تکلف اور صاف گو تھے۔ حق گوئی میں بے دھڑک اور بے باک لیکن غریبوں اور ضعیفوں پر مہربان، بات تحمل کے ساتھ سنتے تھے۔ مَیں نے عرب وعجم اور مشرق ومغرب میں کسی ایک شخص میں وہ سادگی اور ہیبت یکجا نہیں دیکھی جو مجھے جمال وجلال شرقپور شریف کے سجادہ نشین حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری مجددی

نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ میں بیک وقت مشاہدہ ہوا۔

مشفقانہ برتاؤ:

میرے ساتھ ان کا سلوک اور برتاؤ بے حد مشفقانہ تھا۔ اکثر ان کے اس شفقت بھرے سلوک سے مجھے ایک گونہ شرمندگی محسوس ہوتی تھی۔ ان کے خیال اور اندازے میں کوئی بہت بڑا اعربی دان تھا۔ دراصل ان کو عربی زبان بہتر بنانے کا بہت شوق تھا۔ عموماً وہ چھٹی والے دن صبح تشریف لاتے اور گھنٹوں بیٹھے رہتے۔ ان کے سوالات ہمیشہ آسان ہوتے تھے مگر وہ انہیں مشکل خیال کرتے تھے اور جب ہم بات مکمل کر لیتے تو ان کے نورانی چہرے پر اطمینان اور پسندیدگی کے تاثرات نمایاں ہو جاتے لیکن حسن اتفاق سے جو بھی سوال ان کی زبان پر آتا تھا مجھے اس کا جواب آتا ہوتا تھا۔ اس میں میری لیاقت کو دخل نہ ہوتا تھا بلکہ یہ ان کی مشفقانہ برکت کا نتیجہ ہوتا تھا۔ میں خلوص دل سے دعا کرتا تھا کہ کہیں کوئی ایسی بات نہ پوچھ لی جائے جو میری سمجھ سے بالا ہو یا میں تسلی بخش جواب نہ دے سکوں۔ ان مواقع پر اہتمام وانتظام جناب شیراز فیض بھٹی ایڈووکیٹ کی ذمہ داری ہوتی تھی مگر ہمارے راز ونیاز کی باتوں میں ان کی شرکت نہیں ہوتی تھی۔

علم کی طلب:

یہ اس زمانے کا ذکر ہے جب میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ چلنے پھرنے اور اُٹھنے بیٹھنے میں خدام کا سہارا لیتے تھے جو انہیں گاڑی سے اُٹھا کر لاتے اور پھر وہی انہیں ویل چیئر میں اُٹھا کر گاڑی میں بٹھا دیتے تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ہمت اور حوصلہ حیران کن تھا مگر سبق آموز بھی تھا۔ یہ حدیث نبوی ﷺ ہم سب پڑھتے سنتے اور بیان بھی کرتے ہیں کہ ﴿**اطلبوا العلم من المهد الى اللحد**﴾ یعنی گہوارہ سے گور تک علم کی طلب میں لگے رہو مگر ہم سے کتنے ہیں جو ارشاد نبوی ﷺ پر عمل کرتے ہیں مگر

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث پاک پڑھتے تھے سنتے اور بیان بھی کرتے تھے لیکن وہ نہ صرف یہ کہ اس پر آخری دم تک عمل کرتے رہے بلکہ اس ارشاد نبوی ﷺ کی عملی تصویر بھی تھے، تفسیر بھی تھے۔

علم دوست اور علم پرور:

وہ ایک پیر تھے اور روشن ضمیر تھے۔ وہ عالم بھی تھے اور عامل بھی تھے، وہ علم دوست بھی تھے اور علم پرور بھی تھے۔ جس طرح وہ بے شمار مساجد کے بانی اور رفاہی اداروں کے سرپرست بھی تھے۔ اسی طرح وہ اہل علم ودانش کے بھی سرپرست تھے اور لاتعداد علماء اور ادباء کو تصنیف وتالیف پر ابھارنے والے، تجاویز دینے والے اور ان کی تصانیف کی طباعت و اشاعت کی ذمہ داری لینے والے بھی تھے۔ اُنہوں نے بے شمار مقالات وکتب تصنیف کیں مگر ان کے کہنے پر اور رہنمائی کرنے پر اور مدد دینے پر اہل علم ودانش نے جو کچھ لکھا اس کا تو حساب بھی مشکل ہے مگر ذات پاک جو اعمال کا حساب جاننے والی اور اجر وثواب دینے والی ہے۔ اس کا حساب بھی جانتی ہے اور ان کے اجر وثواب کا بھی اس نے وعدہ فرما رکھا ہے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اتنا کچھ کر گئے ہیں جس کا حساب تاریخ کے ذمہ ہے اور یہ ذمہ داری پوری کرنا تاریخ کا فرض بھی ہے اگر تاریخ اپنی ذمہ داری پوری کر کے حق ادا نہیں کرے گی تو خلق خدا اس کا محاسبہ کرے گی اور اگر خلق خدا نہ کر سکی تو خدا ہر صورت میں حساب لے گا بقول نابغہ ذبیانی کوئی بھی نیکی رائیگاں نہیں جاتی خلق خدا اس کا حق ادا کرے گی ورنہ خدا تو ہر حال میں ادا فرمائے گا **(لا یذھب العرف بین اللہ و الناس)**۔

عرب شاعر نابغہ ذبیانی کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ نیکی کا اجر ہر حال میں مل کر رہتا ہے اول تو خلق خدا ہی نیک انسان کو اس کے کار خیر کا بدلہ دیتی ہے ورنہ اللہ ربّ العزت ہی اپنے نیک بندوں کو ان کی نیکیوں کا اجر عطا فرما دے گا۔ گویا نیکی ضائع ہرگز نہیں

ہوتی اور یہ جو خلق خدا نیک آدمی کو بدلہ دیتی ہے۔اس کی اصل صورت احترام اور محبت ہوتی ہے جو نیک انسان کے لیے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے دل میں پیدا فرمادیتا ہے اور وہ اس پر دل وجان سے فدا ہونے کے لیے تیار ہو جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے کی یہی پہچان ہوتی ہے۔لوگ جتنی اس کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں اتنا ہی وہ عظیم اور خدا کے ہاں پسندیدہ ہوتا ہے۔

احترام:

حضرت شیخ المشائخ رحمتہ اللہ علیہ سے خلق خدا کی ایک بہت بڑی تعداد ان کی عقیدت مند اور ان کا احترام کرتی ہے۔اس کا ایک عملی مظاہرہ وہ تھا جو میں نے اور میرے علاوہ بے شمار لوگوں نے ان کی وفات پر دیکھا تھا۔ہم جب دریائے راوی کے پل سے گزر کر لاہور سے شرقپور شریف کے لیے روانہ ہوئے تھے تو لوگ کاروں، ویگنوں، بسوں پر بڑھے چلے جارہے تھے۔ ہر شخص غمگین نظر آرہا تھا۔ ہر آنکھ اشکبار دکھائی دی۔ ہر زبان پر ستائش اور دعا تھی۔شرقپور شریف کی سڑکوں اور گلیوں اور بازاروں میں انسان ہی انسان تھے۔یوں لگتا تھا کہ سب کا بہت کچھ بلکہ سب کچھ کھو گیا ہے اور وہ اپنے اس نقصان پر روتے سسکتے نظر آتے تھے۔دراصل ان کا ہمدرد، غمخوار اور سرپرست ومددگار چھن گیا تھا۔ان کے پیرومرشد شیخ المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔لوگوں کی حالت ان کے لیے بہت بڑے نقصان کی علامت تھی۔ یہ علامت تھی دنیا سے رخصت ہونے والے ایک عظیم انسان کی وہ بلاشبہ ایک عظیم انسان تھے۔ وہ یقیناً شرقپور شریف کا جمال وجلال تھے۔3

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب (سابق چیئرمین شعبہ عربی جامعہ پنجاب، لاہور) نے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تعزیتی ریفرنس میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے ان کا تعلق دو دہائیوں سے اوپر کے عرصے پر مشتمل ہے۔

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق:

فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے میرا تعلق دو دہائیوں سے اوپر کے عرصے پر مشتمل ہے۔ یہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے اور میرا خیال یہ ہے اُن کے خاندان کے معزز حضرات جو ہیں اُن کے علم میں بھی نہ ہو لیکن دو پیر اس عہد کے ایسے ہوئے ہیں۔ ویسے تو میں تمام پیروں کو محترم سمجھتا ہوں اور ان کا احترام کرتا ہوں اور سب سے مجھے یکساں احترام اور محبت ہے۔ اس دور میں جن کے علم اور کردار دونوں نے مجھے اپنا غلام بنا لیا، اُن میں سے فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے حضرت پیر نصیر الدین شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ یہ میرے بہت گہرے دوست تھے اور مہربان دوست تھے تو میں ان دونوں کو اپنے دور میں غنیمت جانتا ہوں۔ مجھے اُن سے ملاقات اور اُن کے پاس بار بار بیٹھنے اور باتیں سننے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ بات صرف پیر حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی کروں گا۔ میری اُن سے ملاقات میرے دوست پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی ہمراہی میں ہوئی تھی اور اس کے بعد پھر یہ سلسلہ چلتا رہا۔ دو تین مرتبہ اُن کی صدارت میں مجھے تقریر کرنے کا بھی موقع ملا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ حقیقت میں ایک عظیم انسان تھے، بڑے تھے اور یہ ایک ان کی بڑائی ہے۔

دانائے راز:

زندگیاں گزر جاتی ہیں لوگ دعائیں کرتے رہتے ہیں تب جا کے کوئی ایک دانائے راز سامنے آتا ہے۔ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

اپنے عہد کے دانائے راز تھے اور میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ اُن کے ساتھ بھی رہا ہوں اور اُن کی باتیں بھی سُنی ہیں۔اس لیے میں یہ جو بات کر رہا ہوں یہ اپنے مشاہدے اور اپنے عمل سے کر رہا ہوں سُنی سُنائی بات نہیں ہے۔میں صاجبزادگان کو ایک تجویز پیش کرتا ہوں کہ فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے اوپر یادگار کتاب لکھی جانی چاہیے کیونکہ وہ صاحب علم پیر تھے تو علمی دنیا کے لیے ایک ریفرنس کتاب ایک ایسا مجموعہ مقالات کا کہ جس میں اُن کے حالات بھی ہوں اور اُن کے خاندان کے بھی ہوں اور اُن کی جو تعلیمی سرگرمیاں رہی ہیں اُن کے جو علمی کارنامے اُن پر بھی دوستوں کے ساتھ جو اُن کا تعلق رہا وہ ریکارڈ میں آجائے۔اُن کے جو عام مریدین ہیں اُن سے بھی کہا جائے کہ وہ بھی اپنی یادداشتیں قلم بند کرائیں تا کہ ایک ریکارڈ علمی شکل میں حضرت شیخ المشائخ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے قائم ہو جائے۔

دارالمطالعہ:

دارالمطالعہ کے لیے مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ صاجبزادہ میاں جلیل احمد شرقپوری نے فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے ''دارالمطالعہ'' بنایا ہے جو اُن کے زیرسایہ لوگ ہوتے ہیں وہ اُن کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔میری یہ ایک تجویز ہے۔کہ ''ہدیہ جمیل'' اس کا نام ہونا چاہیے۔اُس کتاب کا خوب صورت تحفہ ہے۔اُس میں نام بھی آجائے گا۔تو میری آپ لوگوں سے درخواست ہے۔خصوصیت کے ساتھ صاجبزادگان سے کہ ''ہدیہ جمیل'' کے لیے کوشش ہونی چاہیے۔یہ اُن کی ایسی یادگار ہوگی جو دنیا بھر کی لائبریریوں میں ایک ریفرنس بک کے طور پر استعمال ہوگی۔اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر دے۔4

عالمی علمی شخصیت پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ:

اس مضمون کو پڑھنے والے یہ ضرور محسوس کریں گے کہ پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا اس مضمون سے کوئی تک نہیں بنتا، پھر بھی ان کا ذکر خیر کیا جا رہا ہے۔

ہاں! یہ بات درست ہے کہ آپ کا اس مضمون سے کوئی تعلق نہیں بنتا۔ مگر ضمنی طور پر ان کا ذکر خیر اس لیے کیا جا رہا ہے کہ انہوں نے فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ اور پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب کو قریب لانے میں پُل کا کردار ادا کیا۔

عالمی علمی شخصیت پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا 16۔اپریل 2013ء کو بروز منگل بوقت صبح 9 بج کر 30 منٹ پر دنیا کی 85 بہاریں گزار کر اپنے آخری سفر پر روانہ ہو گئے تھے۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ کل نفس ذائقۃ الموت۔

ہر ذی شعور جو اس دنیا میں آیا ہے، اُس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ اللہ والے کبھی مرتے نہیں بلکہ اس دنیا سے دوسری دنیا میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ ان نیک بندوں میں پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی شمار ہوتا ہے۔

آپ کے اہل خانہ کی طرف سے آپ کی رسم چہلم کا پروگرام 26 مئی 2013ء بروز اتوار بوقت 4.00 بجے شام بمقام اعوان ٹاؤن کے رضوان بلاک کی جامع مسجد میں رکھا گیا تھا۔

ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آستانہ عالیہ شرقپور شریف کے لیے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی۔ جیسا کہ صاحبزادہ میاں جلیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی نے اپنی تقریر فرمایا: ”ڈاکٹر صاحب مرحوم و مغفور کو آستانہ عالیہ شرقپور شریف سے گہری وابستگی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے والد بزرگوار حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری

صاحب نقشبندی مجددی دامت برکاتہم العالیہ اکثر فرماتے ہیں کہ مجھے پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب جیسا کوئی اور بشیر احمد صدیقی مل جاتا تو دنیا دیکھتی کہ تبلیغ کا سلسلہ کہاں سے کہاں تک پہنچتا۔ والد بزرگوار جب کبھی جس وقت صدیقی صاحب کو بلاتے آپ حاضر ہو جاتے خواہ وہ کتنے ہی مصروف کیوں نہ ہوتے''۔ صاحبزادہ صاحب نے مزید فرمایا:

''میرے والد بزرگوار کی طرف سے جتنا بھی لٹریچر شائع کیا گیا ہے، اس کی پلک نوک پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی ٹھیک کرتے تھے۔ مگر ان کا کہیں بھی نام نہیں۔ صاحبزادہ صاحب حضرت میاں جلیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی نے مزید فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب جامعہ الکرم مانچسٹر میں ملازم تھے۔ برطانوی قوانین کے مطابق انہوں نے ریٹائرمنٹ لے لی تو اس ادارے کے طالب علموں نے کہا کہ وہ صدیقی صاحب سے تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ادارہ کے سربراہ نے صدیقی صاحب سے کہا کہ وہ اُن کو پڑھائیں تو صدیقی صاحب نے کہا چونکہ وہ ریٹائر ہو چکے ہیں۔ اس لیے وہ برطانوی قانون کے مطابق مزید نہیں پڑھا سکتے۔ لیکن اگر طالب علم ان کے گھر پڑھنا چاہیں تو وہ پڑھانے کے لیے تیار ہیں۔ چنانچہ وہ طلباء کو گھر پر پڑھاتے رہے۔ مہینہ کے اختتام پر ادارہ کے سربراہ نے لفافہ میں بند کر کے مہینہ کی تنخواہ اُن کو بھجوائی مگر انہوں نے تنخواہ لینے سے انکار کر دیا کہ وہ قوانین کے تحت ریٹائر ہو چکے ہیں اور وہ پنشن لے رہے ہیں۔ اس لیے وہ یہ تنخواہ نہیں لیں گے۔ اور صاف صاف انکار کر دیا، اگر کوئی اور دنیا دار ہوتا تو وہ خوشدلی سے یہ تنخواہ لے لیتا اور کہتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب نے پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ڈاکٹر صاحب نہایت محنتی، دیانت دار، مخلص، بردبار، علم دوست، مہمان نواز، علم پرور اور ایک روحانی

شخصیت تھے۔ انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ان کا گہرا تعلق رہا ہے جب پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کا مقالہ لکھ رہے تھے تو انہوں نے اس وقت ایم اے اسلامیات میں داخلہ لیا تھا۔ اس طرح ڈاکٹر صاحب اور ان کا تعلیمی دور ایک تھا۔ دنیا میں نشیب و فراز آتے رہتے ہیں لیکن ڈاکٹر صاحب کبھی بھی گھبرائے نہیں تھے۔ وہ ہر قسم کے حالات کا مقابلہ بڑی مردانگی سے کرتے رہے۔ اگر کبھی ایسا وقت آیا کہ ان کو کچھ ادھار لینا پڑا تو انہوں نے اپنے وعدے کے مطابق قرض کو پہلی فرصت میں واپس لوٹا دیا۔ جب ان سے کبھی ملاقات ہوتی تو وہ بغیر مہمان نوازی کے واپس نہ ہونے دیتے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے چائے بنا کر پلائی۔ دینی مسائل پر بھی ان کو دسترس حاصل تھی۔ جب بھی کسی مسئلہ پر بات ہوتی تو نہایت خوش اسلوبی سے حل فرما دیتے۔ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب نے فرمایا کہ ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کا اکثر اٹھنا بیٹھنا رہتا اور گھریلو تعلقات بھی تھے۔ اس لیے گھر میں بھی آنا جانا لگا رہتا تھا۔ ان کے تمام بچے ان کے سامنے پروان چڑھے ہیں اور ان کو بھی انہوں نے دین کی طرف لگایا اور اپنے لیے صدقہ جاریہ بنایا۔ وہ نہ صرف پروفیسر تھے بلکہ ایک روحانی شخصیت بھی تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت میں مزاح بھی پایا گیا تھا۔ ان کا نہایت حکیمانہ انداز ہوتا تھا۔ اور سنت نبوی کے عین مطابق ہوتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ایک دفعہ وہ مانچسٹر میں گئے تو آپ سے ملاقات کی خواہش کا ٹیلی فون پر اظہار کیا تو آپ نے علالت کے باوجود ملاقات کا وقت دیا۔ اس میں خاص بات یہ تھی کہ وہ میرے جانے سے پہلے اس طرح تکیے وغیرہ لگا کر اونچے بیٹھے کہ مجھے جھکنے کی ضرورت نہ پڑی۔ وہ احترام وعادات کا بڑا خیال رکھتے۔

5۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے

پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کو فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے قریب لانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔

حواشی

1۔ پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب کے مختصر کوائف جو کہ انٹرنیٹ سے حاصل کیے گئے

2۔ ماہنامہ نور اسلام شرقپور شریف، لاہور (اپریل۔ 2011ء)، ص۔ 53 تا 63

3۔ ماہنامہ نور اسلام، فخر المشائخ نمبر 2015ء۔ جلد دوم، ص۔ 105 تا 116

4۔ ماہنامہ نور اسلام، فخر المشائخ نمبر 2015ء۔ جلد دوم، ص۔ 265 تا 270

5۔ ماہنامہ نور اسلام شرقپور شریف، لاہور (جون۔ 2013ء)، ص۔ 59 تا 63

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور جسٹس (ر) نذیر احمد غازی

جسٹس (ر) نذیر احمد غازی حضرت فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

وہ جو لوگ اھل کمال تھے وہ کہا گئے

زندگی کی ابتداء اور انتہا اک فسانہ ہے زندگی کی ابتدا اک راز ہے اور زندگی اک بہت گہرا راز ہے۔ لوگ قطار در قطار خاموش نگری کی طرف سفر میں مصروف ہیں۔ لیکن وقت اور مقام کا تعین نہیں ہے۔ کچھ لوگ اس سفر کے بارے میں بے یقین ہو کر جیتے ہیں اور کچھ لوگ اس سفر کے بارے میں منزل سمیت یقین کے ساتھ جیتے ہیں۔ کچھ لوگ وہ ہیں جو منزل تو کجا راستے کے پہلے قدم پر ہی گمراہ ہو جاتے ہیں اور کچھ لوگ وہ ہیں جو بے یقینی کے ساتھ قدم تو دھرتے ہیں لیکن کوئی قدم سیدھا نہیں پڑتا۔ لیکن کچھ لوگ تائیدِ الٰہی کے ماحول میں زندگی کے اس کارگاہِ حیات میں سانس لیتے ہیں کہ ہمت مردانہ کا ماحول پیدا کرتے ہیں اور جب اُن کے سانس کی آمد و رفت کا سلسلہ اختتام کو پہنچتا ہے تو وہ خوشبو بن کر بڑی منزلوں کی جانب گامزن ہو جاتے ہیں۔ اُن کی منزل لقائے حبیب ہے اور مسکرا کر موت سے معانقہ کرتے ہیں، فرشتوں سے مصافحہ کرتے ہیں اور دنیا کو روتا دھوتا چھوڑ کر اپنے گھر واپس چلے جاتے ہیں۔

کون کہتا ہے کہ مومن مر گئے
قید سے چھوٹے وہ اپنے گھر گئے

چند روز پہلے ایک مومن ذیشان میاں جمیل احمد شرقپوری کی روح نے عالم فردوس کی جانب اس حسین انداز سے پرواز کی کہ دیکھنے والوں کے لیے موت رشک سامان ہو کر رہ گئی۔ میاں صاحب برصغیر کے ایک روحانی خانوادے کے وہ رجل شید تھے کہ جس خانوادے نے خطہ پنجاب میں شریعت مصطفیٰ ﷺ کے وہ چراغ روشن کیے کہ دین پرستوں کی دنیا ایک آسمانی کہکشاں نظر آتی ہے۔ شرقپور شریف سے فیض یافتگان خانقاہوں کا اہم ترین امتیاز وہ شریعت پرستی ہے جس کا جوہر محبت رسول ﷺ سے معمور ہے۔ میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سلف صالحین کے بے نفس کردار کا ایسا نمونہ تھے کہ جس نمونے کو دیکھ کر طبیعت میں فقر سے محبت ہونی لگتی تھی۔ میاں صاحب ایک فرد خاموش مگر ایک متحرک انجمن تھے۔ طبیعت میں جوش، احساس میں ہوش کے ساتھ ساتھ مرتب سوچوں کا ایک بحر خاموش تھے۔ وہ عالم تھے مگر عمل اُن کی ذات پر غالب تھا۔ وہ خانقاہ نشین تھے مگر مجاہدہ اُن کی رگوں میں بجلی کی طرح کوندتا تھا۔ اُن کی زبان، اُن کا قلم ہمہ وقت مصروف جہاد رہتا تھا۔ وہ نہایت خاموشی سے اپنے چراغ ثبات کو لیے طوفانوں سے لڑتے رہے۔ سیاست، مذہب خانقاہ اور مسجد کو انسانی شخصیت کا روپ دیا۔ ذہن کی سربلندی کے لیے ہر ادارے کو ایمان کی قوت سے زندہ رکھا۔ لیکن حالات کی مخالفت اور مزاحمت نے انہیں بہت زیادہ مصروف کار رکھا۔

میاں جمیل احمد رحمۃ اللہ علیہ سے راقم کی پہلی ملاقات 1970ء میں اوکاڑہ کی ایک دینی درسگاہ اشرف المدارس میں ایک بڑی دینی تقریب میں ہوئی تھی۔ ان دنوں راقم پنجاب یونیورسٹی میں طلباء یونین میں ایک ذمہ دار عہدے کے حوالے سے سیاسی اور مذہبی حلقوں میں پہچانا جاتا تھا۔ جب کہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک متحرک اور بیدار مغز انتھک مذہبی وسیاسی لیڈر کے طور پر اپنا حلقہ شناخت رکھتے تھے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے ہی تعارف مین لطف وشفقت کا ایسا بھرپور ہلہ بولا کہ راقم اُن کی شخصیت کے طلسم کی زد میں

آ گیا۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیاسی جبر واستبداد کے دور میں علم حسینی لے کر خانقاہ سے اُٹھے بلکہ

فقیر اُٹھا تھا کھا کر حسینؓ کی سوگند

میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اُس بھرپور سیاسی تحریکی دور میں اپنے دوستوں، عزیزوں اور مخلصین کو اپنی جدوجہد میں شریک رکھا۔ احقر بھی کراچی کے ایک ہفتے کے دورے میں ان کا ہمسفر رہا۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خلوص اور جلوت میں مشفق بزرگ پایا وہ اپنے چھوٹوں پر تربیت کا فیضان جاری رکھتے تھے۔ اچھے کام پر حوصلہ اور داد دینے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیتے تھے۔ کراچی میں مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے دوران جب راقم نے انہیں دورۂ پنجاب کی دعوت دی تو نورانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خوشگوار حیرت سے یہ پوچھا ''ایسا کیسے ممکن ہے'' میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس دھان پان جسم والے نوجوان لیڈر کی خوابیدہ صلاحیتوں سے آپ سب واقف ہوں گے جب آپ لاہور تشریف لائیں گے۔ کہا جاتا ہے کہ کسی بھی شخص کی صحیح صفات کو پہچاننے کے لیے یا تو اس سے لین دین کیا جائے یا اس کے ساتھ سفر کیا جائے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ معاملات کے کھرے اور کردار کے قابل رشک بزرگ تھے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اہلِ علم کی مجالس کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ وہ علمی سرگرمیوں کی سرپرستی فرماتے تھے۔ علمی اور دینی اداروں کے قیام میں بہت زیادہ دلچسپی رکھتے تھے۔ انہوں نے شرقپور شریف میں علماء اور مبلغین کی تربیت کے لیے ایک معیاری ادارہ قائم کیا جس کے فیض یافتگان نے بہت سی علمی کتابوں کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ آستانہ عالیہ شرقپور شریف سے شائع ہونے والے ''نورِ اسلام'' کو ایک مؤثر ذریعۂ تبلیغ بنایا اور اس کے کئی عظیم الشان علمی خاص نمبر نکالے۔ جس میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نمبر خاص طور پر

قابل ذکر ہیں۔ برصغیر میں سیاسی و مذہبی تجدید کے عظیم کارنامے سرانجام دینے والے بزرگوں کے حالات سے متعارف کروانے کا ایک سلسلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جاری فرمایا تھا۔ جس میں بطورِ خاص حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ اور ان کے یوم منانے کا ایک عملی خوشنما اِقدام بھی شامل تھا۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مخصوص صوفیانہ مشرب کے باوجود ایک وسیع سوچ کے حامی تھے۔ اُن کے پاس مختلف مکاتب فکر کے علماء ملنے کے لیے آیا کرتے تھے۔ تو میاں صاحب کی وسعت فکر اور حسنِ اخلاق کا بہت زیادہ اعتراف کرتے ہوئے واپس لوٹتے تھے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے فرزندِ اکبر میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد سے کچھ خاموش سے رہنے لگے تھے لیکن اس کا اظہار کبھی نہیں فرمایا۔ میاں خلیل احمد مرحوم عجب رنگ سالک درویش تھے اور قلندرانہ ادا کے مالک تھے۔ فقیر کی قیام گاہ اور دفتر اکثر تشریف لایا کرتے تھے اور میرے بڑے بیٹے انس احمد غازی کو کوئی باطنی زاویہ بہت مربوط نظر آتا تھا۔ میاں خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد میاں جمیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے احقر سے ربط و ملاقات بہت بڑھا دیا تھا ایک ماہ میں تقریباً دو دفعہ لاہور تشریف لاتے اور علالت و نقاہت کے باوجود ضرور تشریف لاتے۔ چونکہ میرا دفتر عمارت کی دوسری منزل میں ہے اس لیے مجھے نیچے ہی طلب فرما لیتے اور سواری میں بیٹھے بیٹھے بزرگوں کے تذکرہ پرانی یادیں واشاعتِ دین و بقائے پاکستان اور عالمِ اسلام جیسے موضوعات پر چھوٹے چھوٹے جملوں میں معنی خیز باتیں کر کے تشریف لے جاتے اور ہم حیرت کی دُنیا میں گم اُن کی باتوں کی خوشبوؤں کو دیر تک سفینۂ دل میں اتارتے رہتے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بزرگانِ امت کی ارواح طیبات کے فیضان سے اپنی روحانی دنیا کو آباد رکھتے تھے۔ سید ہجویر مخدوم اُمم داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے دربار گوہر بار پر نہایت ادب و احترام سے حاضری دیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ہر

سال محرم میں مختلف اکابر اولیاء کرام کے مزارات پر سالکین کی جماعت کے ساتھ حاضری دیا کرتے تھے۔ روحانی نسبتوں کا بہت ادب کیا کرتے تھے۔ ڈھونڈ ڈھونڈ کر قدیم بزرگوں کے مزارات پر ایسے حاضری دیا کرتے تھے گویا اُن کی مجلس حضوری میں بالمشافہہ حصول فیض کر رہے ہیں۔ مجھے ایک دن صاحبزادہ سید احسان گیلانی نے بتایا کہ کلر کہار میں حضور سیدی غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے مزارات پر ایک شخص کو مراقبہ کے عالم میں اس ادب سے دوزانوں بیٹھا ہوا پایا کہ گویا نقش بر دیوار، یا کوئی وجود محبوبوں کی تجلیات میں ساکت ہو گیا۔ جب میں نے غور کیا تو وہ میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ میاں صاحب کتنی ہی روحانی داستانوں ،قومی تاریخ کی حکایتوں اور جہدِ انسانی کے واقعات کا عنوان روشن ہیں۔

میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی منزل کو یاد رکھنے والے وہ مسافر حق تھے جو اپنی جلوۂ منزل سے اپنے چراغِ راہ کو منور رکھتے تھے۔ دنیائے فانی سے بقائی حیات کی وادی میں اترنے سے چند روز پہلے اپنے ایک محبوب مرید شیراز بھٹی کو طلب کیا اور فرمایا کہ ''بھٹی صاحب اب ہمارا چل چلاؤ ہے۔ مجھے اپنی والدۂ مرحومہ کی باتیں یاد آتی ہیں کہ لقائے محبوب کے جویا کو اُن کی منزل بہت جلدی پہنچا دیا کرتے ہیں۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی دائمی آرامگاہ میں اپنے بزرگوں کے سایۂ عاطفت میں فوز المرام ہو کر اَمر ہو گئے ہیں اور اب ہمارے اور اُن کے درمیان دو دنیاؤں کا فاصلہ حائل ہو گیا ہے ڈاکٹر خورشید رضوی کی زبان سے نکلا یہ شعر عالم حیرت میں بار بار زبان پر آتا ہے۔

وہ جو لوگ اہل کمال تھے وہ کہاں گئے
وہ جو لوگ اپنی مثال تھے وہ کہاں گئے

1ے

جسٹس (ر) نذیر احمد غازی نے فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے تعزیتی ریفرنس میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے میرا جو عقیدت اور نیاز مندی کا تعلق ہے وہ 43 برس پہ محیط ہے اور 43 برس کی یادیں ہیں۔ اب ایک منٹ بھی ایک بات کی جائے تو پھر بھی 43 منٹ بن جاتے ہیں۔ ہم نے تو صرف ادب سیکھا ہے۔ بزرگوں کے سلسلۂ نقشبندیہ میں ادب ہی سب سے بڑی چیز ہے۔ ادب ہی فیضان کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ہمارا سلسلہ نقشبندیہ مشہور ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ کے ولی کی پہچان بہت سادہ فرمائی، اللہ کا ولی وہ ہوتا ہے جو باہر سے بے رنگ اور اندر سے بے زنگ ہو۔ ایک فقرے کے اندر کیا خوب صورت بات فرمائی تو حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی جبہ نہیں پہنا، کبھی رنگ برنگی اُنھوں نے دستاریں نہیں پہنیں، کبھی رنگ برنگے اُنھوں نے لباس نہیں پہنے، جس طرح آج کل روایت چل رہی ہے کہ دس بندوں کو وہ جبہ سنبھالنا پڑتا ہے۔ ساری سڑک کا وہ گند صاف کر رہا ہوتا ہے۔ اتنی سادہ زندگی تھی کہ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر (قرونِ اولیٰ) کے لوگوں کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ وہ حجازی قافلے کے بچھڑے ہوئے کوئی فرد نظر آتے تھے۔

حضرت یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بڑی خوب صورت بات لکھی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ملفوظات میں ذکر کیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں جا رہا تھا کہ اللہ کے ولی کامل جو بیٹھے ہوئے بہت افسوس سے ہاتھ مَل رہے تھے۔ تو میں نے اُن سے پوچھا حضرت آپ پریشان کیوں ہیں تو یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ہیں کہ اُن بزرگوں نے کہا کہ میں نے آج شیطان کو فارغ بیٹھے ہوئے دیکھا ہے۔اس لیے میں بہت پریشان ہو گیا ہوں۔تو کہتے ہیں میں نے شیطان سے پوچھا کہ ساری دنیا میں جو یہ گناہ پھیلا رہے ہو تمہاری تو زندگی بڑی مصروف ہے، فارغ کیسے بیٹھے ہو۔اُس نے کہا میرا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔جب سے علمائے دنیا اور علمائے ظاہر پیدا ہو چکے ہیں میرا کام آسان ہو گیا ہے۔اب میرا وہ کام کرتے ہیں۔ظاہراً دیندار لوگ جو ہیں تو حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ اُن لوگوں میں سے تھے۔جن کا ظاہر و باطن ایک تھا۔جب وہ جا رہے ہوتے کوئی یہ نہیں کہتا تھا یہ کوئی بہت بڑے پیر جا رہے ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ اتنے سادہ تھے۔ میں نے زمانہ طالب علمی میں 1971ء میں اور حیدر آباد اور سندھ کے سارے دورے پر مجھے ساتھ لے گئے۔میں نے اُس دَور میں انہیں قریب سے دیکھا اور یہ وہ دَور تھا جب علامہ شاہ احمد نورانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہمارا تعارف ہوا۔ اور ہم نے اُنھیں دعوت دی۔پہلی مرتبہ علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ سے تعارف جلسہ لاہور میں ہوا۔اُس کے چیف آرگنائزر یہ عاجز اور علامہ احمد علی قصوری تھے۔سب سے زیادہ اخراجات علامہ احمد علی قصوری نے کیے،اور علامہ شاہ احمد نورانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہم نے متعارف کروایا تو وہاں بڑی دلچسپ بات ہوئی جو میں نے نورانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ پنجاب میں تشریف لائیں۔اُنہوں نے کہا کہ پنجاب کے پیر تو ہمیں کھا جائیں گے اُنہوں نے تو اپنی انڈسٹریاں لگائی ہوئی ہیں۔میں نے کہا یہ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوی صاحب مدظلہ العالی بیٹھے ہیں۔ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے کہنے لگے یہ تو درویش ہیں۔یہ تو انتہائی درویش صوفی پرانے وقتوں کے لوگ ہیں۔اب جو میں حالات پنجاب کے دیکھ رہا ہوں وہ بہت اس طرح ہیں۔تو مجھے کہنے لگے تعارف کیا ہے

مجھے جانتے نہیں تھے نورانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ اجمل نیازی صاحب مرحوم نے ایک زمانے میں میرا ایک خاکہ لکھا تھا (دھان پان آدمی) تو حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس دھان پان کا پتہ آپ کو پنجاب میں آکر لگے گا۔ جب آپ لاہور میں آئیں گے جلسے میں تو پھر آپ کو پتہ چلے گا۔ ایک اُن کی بہت بڑی خوبی تھی وہ یہ تھی کہ اصاغر نوازی جو آج دنیا میں مٹتی جا رہی ہے حضرت میاں جمیل احمد شرقپوی رحمۃ اللہ علیہ اُن میں سے تھے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ مجھے یاد آ جاتا ہے عبدالقادر گرامی جو فارسی کے بڑے نامور شاعر ہوئے ہیں اور وہ اتنے بڑے شاعر اور اُن کی اتنی فارسی دانی تھی۔ جب وہ آئے تو علامہ اقبال اُن کو بہانے بہانے اپنے پاس بلایا کرتے تھے وہ واپس جانا چاہتے تو علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کوئی نہ کوئی بہانہ کرتے کہ کل فلاں جگہ سے بہت اچھے آم آرہے ہیں اور آپ کے لیے آرہے ہیں۔ آپ یہاں ٹھہر جایئے، عبدالقادر گرامی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو بہت پسند تھا اور اُس پر ناز کرتے تھے۔ (Senate Hall) میں جلسہ ہو رہا تھا علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہوئے جب عبدالقادر گرامی رحمۃ اللہ علیہ کی باری آئی خطاب کرنے کی تو کھڑے ہو کر کہا کہ لوگو آج عبدالقادر گرامی رحمۃ اللہ علیہ اُن کے سامنے خطاب کرنے لگا ہے۔ اس کو دیکھ لو کل آنے والی نسلوں کو کہا کرو گے فخر کے ساتھ ہم وہ لوگ ہیں جنھوں نے عبدالقادر گرامی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تھا۔ تو دوستو ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ہم نے فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کو صرف دیکھا ہی نہیں، اُن کے ساتھ نیاز مندی رہی اور ہم سفر بھی رہے۔ ایک مدت تک، مجھے خاص طور پر یہ فخر بھی حاصل تھا کہ ایک دن اپنے دونوں بیٹوں

صاحبزادہ حضرت میاں خلیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبزادہ حضرت میاں سعید احمد شرقپوری نقشبندی مجددی کو لے کر 1978ء میں میرے دفتر میں تشریف لائے، ساتھ چائے پی۔ حضرت میاں جمیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خاص عادتِ مبارکہ تھی جب بھی آتے پھل مٹھائی کوئی نہ کوئی چیز ضرور لے کر آتے۔ یہ ان کا بڑا پن تھا کہ چھوٹوں کے پاس جاتے تھے۔ وہ دوسرے پیروں کی طرح نہیں تھے کہ جو مریدوں کے منہ کی طرف دیکھتے تھے کہ وہ کیا لے کر آئے ہیں۔ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ دینے والے پیر تھے۔ اس طرح کے بہت کم لوگ ہوتے ہیں۔ کبھی مجھے یاد نہیں کہ میاں صاحب تشریف لائے ہوں اور میرے لیے کچھ لائے نہ ہوں۔

یہ برادر شیراز فیض بھٹی (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ) اس بات کے شاہد ہیں۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جو آخری دور تھا، یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بہت قریب رہے ہیں۔ پچھلی سردیوں میں ایک دن بارش ہو رہی تھی۔ میرا دفتر سیکنڈ فلور پر ہے۔ میں نیچے آیا آپ رحمۃ اللہ علیہ گاڑی میں بیٹھے ہوئے تھے، کہا کہ حضرت آپ نے بہت تکلیف کی بارش ہو رہی ہے اور اتنی سردی میں آپ تشریف لائے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ کچھ ضروری باتیں کرنی تھیں۔ گاڑی کے اندر بیٹھ جاؤ اور ساتھ ایک بہت بڑا ڈبہ گاجر کا حلوہ شرقپور شریف سے تیار کروا کر لائے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے سردی دُور کرنے کا ساتھ میں علاج بھی لایا ہوں آپ کے لیے، یہ میں آپ کو دے رہا ہوں اور تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ گاڑی میں بیٹھ کر باتیں کرتے رہے۔

1978ء میں اپنے دونوں بیٹوں کو لے کر میرے پاس آئے اور کہا کہ آپ جانتے ہیں یہ میاں خلیل احمد اور میاں سعید احمد ہیں۔ حضرت میاں خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ کا

انتقال ہو گیا ہے کوئی ڈیڑھ برس پہلے، وہ بڑے ولی کامل تھے۔ میری اُن سے بڑی دوستی رہی ہے اور میرے بچوں کی عقیدت حضرت میاں خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہی ہے۔ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے میری خواہش ہے کہ جس طرح تمہیں کتابیں پڑھنے کا شوق ہے (مجھے ایک نشہ تھا جہاں سے کتاب ملی جیسی کتاب ملی حاصل کر لی اور پھر اُس کو پڑھ لیا) تو آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے میرا شوق یہ ہے کہ یہ میرے بیٹوں کو کتابیں پڑھنے کا شوق تمہارے جیسا ہو جائے اور تقریریں بھی تمہارے انداز میں کریں۔

حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے سادہ درویش تھے جنہوں نے لوگوں کے اندر انقلاب پیدا کر دیا۔ میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ باہر کے سفر بھی کیے ہیں۔ میں نے دیکھا کیا بات کریں۔ مرزا غالب فوت ہوا (اُستاد محترم بیٹھے ہوئے ہیں ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب) تو مصطفیٰ خان شیفتہ بہت افسردہ تھا کئی دن تک اپنے گھر سے باہر نہیں آیا تھا۔ جب مرزا غالب کی یاد میں پہلا جلسہ ہوا تو وہاں مصطفیٰ خان شیفتہ پہنچے اور کھڑے ہو کر کہا۔ (اب حضرت میاں جمیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ذہن میں لے آئیں، شاید اُن کے بارے میں تصور میں اُس نے کہا ہو گا)۔

غالب وہ شخص تھا ہمہ داں جس کے فیض سے
ہم سے ہزار ہیچمداں نام ور ہوئے
زہد وُ تقویٰ صدق و صفا اور حسن و عشق
چھ لفظ اُس کے مرتے ہی بے پاؤں سر ہوئے

تو حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا دنیا سے اُٹھ جانا، مجھے ڈر لگتا

ہے، مجھے خوف آتا ہے کہ کہتے ہیں جو بڑے لوگ اس طرح کے ہوتے ہیں وہ عطا کے طور پر قوموں کو دیے جاتے ہیں اور سزا کے طور پر واپس لے لیے جاتے ہیں۔ حضرت مظفر عزیق رحمۃ اللہ علیہ (ترکی) قبرص کے بہت بڑے بزرگ تھے جن کا ایک حلقہ اثر ہے۔ سلسلہ (حلواقیہ) اُسے کہتے ہیں۔ جرمنی، انگلینڈ اور امریکہ میں اُن کا بہت بڑا سلسلہ ہے۔ حضرت مظفر عزیق رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بہت بڑی کتاب لکھی ہے۔ کوئی تین ہزار صفحات کی جس کا نام (الارشاد) ہے۔ اُس میں فلاسفی جو لکھی ہے وہ کمال کی ہے۔ کہا کہ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے سامنے کافر آ کر کہتے تھے اور قرآن میں سورۃ انفال کی آیات نمبر 33 میں اس کا ذکر ہے۔ 9 پارے میں، کہ ہم قرآن کو نہیں مانتے۔ اللہ تعالیٰ ہم پر پتھروں کی بارش کر دے، ہم پر عذاب کیوں نہیں نازل کر دیتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے جواب فرمایا قرآن حکیم میں (اے محبوب ﷺ ان کافروں کو بتا دیجیے کہ ہم ان پر عذاب اس لیے نازل نہیں کرتے کہ آپ ﷺ ان میں موجود ہیں)۔ حضرت مظفر عزیق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ، حضور ﷺ کے صحیح وارث ہیں۔ جہاں یہ ہوتے ہیں، یہ رحمتوں کے سائبان ہوتے ہیں۔ ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اُس معاشرے پر اور اُس مملکت پر اُس علاقے پر رحمتوں کی بارش کرتا ہے۔ جس کو اس کا تجربہ نہ ہو شرقپور شریف جا کر دیکھ لے۔ حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو بھی جب بے چینی تھی، اور بے اطمینانی تھی۔ حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اگرچہ ہماری کتابوں میں واقعہ بالکل اور طرح لکھ دیا گیا ہے اور دوستوں نے ایسی ایسی قصے کہانیاں بنائی ہیں۔

میں نے حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت اصل واقعہ کیا ہے تو حضرت میاں جمیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

اصل بات یہ ہوئی تھی کہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جو مرید وغیرہ اور دیگر جو لوگ تھے تو یہ سب جانتے تھے کہ شرقپور شریف میں شریعت کی بہت زیادہ پابندی کرواتے تھے اور کرتے تھے۔ پابندی شریعت کے لحاظ سے میں سمجھتا ہوں برصغیر پاک و ہند میں اگر شریعت کی پابندی کسی سلسلے میں بہت زیادہ ہے تو وہ یہ سلسلہ ''نقشبندیہ'' ہے۔ باقی سلسلوں میں کافی آزادی کے معاملات دیکھیں گے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ سر محمد شفیع کے ساتھ شرقپور شریف پہنچے جو حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی عزیز تھے۔ تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے بھئی وہ حجام کہاں ہے، اُس کو بلاؤ۔ مریدوں نے عرض کی حضرت کس لیے تو آپ نے فرمایا حکیم الامت آیا ہوا ہے اور اُس کی داڑھی بھی نہیں ہے، ہم بھی شیو نہ کروالیں !۔ تو علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے رونا شروع کر دیا۔ کہا کہ حضرت داڑھی رکھنا چاہتا ہوں، میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں پاتا، جس دن میرے اعمال اس کے مطابق ہوں گے میری آرزو ہے کہ میں حضور ﷺ کی طرح اپنے چہرے پر داڑھی رکھوں۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ابر کی کیفیات تھیں۔ اُس وقت آخری بات جو اُنہوں نے اپنے انتقال سے چند روز قبل سُنائی، میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بُلایا تھا میں حاضر ہوا، کہا غازی صاحب اب معاشرے میں ادب اُٹھتا جا رہا ہے اور کہنے لگے ایسا ادب کا عالم تھا کہ حضرت خواجہ سید امام علی شاہ نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے جو شیخ تھے۔ وہ اپنے شیخ حضرت خواجہ سید شاہ حسین نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (بھوریوالی سرکار) کے گھوڑے کا پیشاب نیچے نہیں گرنے دیتے تھے۔ برتن میں لیتے تھے اور اپنے سر پر اُٹھا کر آبادی سے دُور جا کر دریا راوی میں پھینک کر آتے تھے۔ ایک دن پیر صاحب نے

دیکھا اور فرمایا کہ یہ آپ نے کیا اُٹھایا ہوا ہے تو پتہ چلا کہ یہ اپنے مرشد کے گھوڑے کا جو پیشاب ہے یہ اُس کا احترام کرتے تھے اور فرمانے لگے حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ سید محمد اسماعیل شاہ بخاری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حضرت امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سید حاجی شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک پر مکان شریف جارہے تھے۔لوگ ٹھیلوں پر اور گھوڑوں پر جارہے تھے۔ظاہر ہے کچا علاقہ تھا حضرت کرماں والے جو تھے اُنہوں نے اپنے کندھے پر کپڑا رکھا ہوا تھا اپنے ناک کے آگے کرلیا تو حضرت میاں شیر محمد شرقپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے (پیر جی اے مرشد دے قدماں دی دُھول اے جیدے واسطے تسی منہ اگے کپڑا رکھ لیا اے، اے تے کحل بصر اے، (اے تے میریاں اکھیاں دا سرمہ اے) تو کرماں والے جو تھے معذرت کی اور ایک دم کپڑا ہٹا دیا۔اور عرض کی حضور مجھے معاف کردیں مجھ سے گُستاخی ہوگئی ہے۔حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے یہ ادب کی کیفیتیں تھیں۔ہمارے اسلاف کی اب خانقاہی نظام میں یہ باتیں مٹتی جارہی ہیں۔ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ باغباں تھے جن لوگوں کی اس معاشرے میں ضرورت ہوتی ہے۔حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بنیادی طور پر باغ میں گلشن میں گلستاں میں جنگل میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔فرمایا یہ صوفیہ جو ہوتے ہیں یہ علماء ہوتے ہیں جو معاشرے کے باغباں اُسی طرح ہوتے ہیں جس طرح باغباں کی قینچی چلتی ہے اُس کا ہاتھ لگتا ہے تو جنگل کی تراش خراش سے وہ گلستاں میں تبدیل ہوتا ہے۔اگر جنگل کی اور گلستاں کی تراش خراش وہ باغباں نہ کرے تو گلستاں جنگل بن جاتے ہیں۔کہا اسی طرح معاشروں میں جو اہل اللہ ہوتے ہیں یہ معاشرے کی تراش خراش کرتے رہتے ہیں۔اصلاح

کرتے رہتے ہیں۔ اگر وہ اصلاح نہ کریں تو معاشرے جنگل بن جائیں۔ آپ کو معلوم ہے تحریک ختم نبوت ﷺ، تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ جہاں جہاں ملک میں کوئی تحریک ہوئی حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ اپنی خانقاہ سے نکل کر آگے آگئے اور وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے۔ 2

مصلہ بیچ کر خنجر خرید اے صوفیِ نادان
ٹکرانے کو ہے تیری فقیری سے شہنشاہ ہند
وہ جو لوگ اہل کمال تھے وہ کہاں گئے
وہ جو آپ اپنی مثال تھے وہ کہاں گئے

حواشی

1۔ ماہنامہ ''نوائے شرقپور شریف'' (اکتوبر۔ 2013ء)، ص۔ 3 تا 4

2۔ ماہنامہ نور اسلام، فخر المشائخ نمبر 2015ء۔ جلد دوم، ص۔ 249 تا 257

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور جناب قاضی جمیل اطہر سرہندی صاحب

کہنہ مشق صحافی جمیل اطہر سرہندی کی جائے پیدائش سرہند شریف (مشرقی پنجاب) ہے۔ جہاں وہ 11 مئی 1941ء کو قاضی سراج الدین سرہندی کے ہاں پیدا ہوئے۔ سرہند شریف کا یہ قاضی خاندان جو سرہندی منڈی میں تجارت کرتا تھا۔ درگاہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اپنے لیے توشۂ آخرت سمجھتا تھا۔

سرہند شریف سے قلبی وابستگی کے مظاہر:

جمیل اطہر لکھتے ہیں کہ جب تک ان کے والد محترم حیات رہے، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے اور سرہند شریف سے قلبی وابستگی اور ہجرت کر کے آنے والے اہل سرہند کی خدمت وراہنمائی ان کے روز وشب کا معمول رہے۔

☆ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں جب ایک نئی اضافی بستی کے قیام کا منصوبہ بنا جہاں زیادہ تر سرہند شریف کے مہاجرین کی آبادکاری ہونا تھی تو والد صاحب نے ہی اس کا نام ''سرہندی بستی'' تجویز کیا۔

☆ یہاں تعمیر ہونے والی مسجد کا نام ''مسجد مجددیہ'' رکھا گیا۔

☆ والد صاحب نے پچاس کے عشرے میں اپنے دوسرے کاروباروں کے ساتھ ایک ہوزری قائم کی جس کا نام ''سرہند ہوزری'' رکھا گیا۔

☆ ہم نے جب لاہور میں پرنٹنگ پریس قائم کیا تو وہ اسے بھی سرہند سے موسوم کرنے کے خواہاں رہے۔

تعلیم:

آپ نے ٹوبہ ٹیک سنگھ سے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد مئی 1958ء میں گورنمنٹ کالج لائل پور (حال فیصل آباد) میں داخلہ لیا۔

صحافتی سفر:

آپ ایک متحرک اور ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ بارہ سال کی عمر میں ''شورش پاکستانی'' کے نام سے اپنے صحافتی سفر کا آغاز کیا اور پھر ''جمیل اطہر'' کے نام سے صحافت اور صحافتی سیاست میں نمایاں کامیابیاں حاصل کیں۔ آپ نے جہاں صحافتی تجربہ سے نظریاتی تربیت کے پھول چنے وہاں مولانا عبدالرحیم اشرف، پروفیسر کرامت حسین جعفری، پروفیسر افتخار احمد چشتی اور پروفیسر مرزا محمد منور کی صحبت سے بھی فیض حاصل کیا۔

اپنی صحافتی زندگی کے نئے مرحلے کا آغاز روزنامہ ''آفاق'' فیصل آباد میں سب ایڈیٹر کی حیثیت سے کیا۔ اس کے بعد روزنامہ ''وفاق'' سے متعلق ہوئے۔ تقریباً 22 سال تک روزنامہ ''وفاق'' سے وابستہ رہے۔ 1974ء میں آپ نے لاہور سے روزنامہ ''تجارت'' کے نام سے اپنے اخبار کا آغاز کیا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے دوسرے اخبار روزنامہ ''جرأت'' کا آغاز کیا۔ اب وہ خواتین کا ایک معروف جریدہ ''وومن ٹائمز'' کے نام سے بھی شائع کر رہے ہیں۔ وہ 1958ء تا 1964ء مختلف ادوار میں روزنامہ ''نوائے وقت'' سے بھی وابستہ رہے اور بحیثیت سٹاف رپورٹر، سب ایڈیٹر اور ڈپٹی ریذیڈنٹ ایڈیٹر ''نوائے وقت'' ملتان فرائض انجام دیے۔ 1960ء میں ہفت روزہ ''المنبر'' فیصل آباد کی ادارت بھی کی۔

صحافتی سیاست میں آمد:

جمیل اطہر سرہندی نے اپنی زندگی میں بے شمار کامیابیاں حاصل کیں۔ وہ تین

بار .C.P.N.E (سی۔پی۔ این۔ای) کے سیکرٹری جنرل اور چار بار .A.P.N.S (اے۔پی۔این۔ایس) کے سینئر نائب صدر کے عہدے پر فائز رہے ہیں۔آج کل بھی وہ .C.P.N.E کے وائس پریذیڈنٹ کے عہدے پر فائز ہیں۔

قلمی خدمات:

جمیل اطہر سرہندی نے قرآن سنت،اولیائے متقدمین اور متاخرین کے فرمودات ، تاریخ وسیراور مکتوبات امام ربانی کی روشنی میں بڑے تحقیقی، سلیس اردواور دل نشین انداز میں ''شیخ سرہند'' نامی کتاب تصنیف کی ہے۔ یہ تصنیف مجددالف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اہم علمی اور تحقیقی حیثیت کی حامل ہے۔

دیگر خدمات:

تعلیمات حضرت امام ربانی مجددالف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور دوقومی نظریہ (جس کی تشہیر وقت کی اہم ضروت ہے) کوریڈیو،ٹی وی،اخبارات ورسائل اور تقریبات کے ذریعے عام کرنے کے لیے ''مجددالف ثانی سوسائٹی'' کا قیام عمل میں لایا گیا۔جمیل اطہرسرہندی اس سوسائٹی کے سیکرٹری جنرل ہیں۔ ملک بھرمیں حضرت مجددالف ثانی پرپُرمغز مقالات اوراخبارات کے ایڈیشنوں کی اشاعت آپ کی دلچسپی کی مرہون منت ہے۔ ممتاز صحافیوں اوردانشوروں کی توجہ تعلیمات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف مبذول کروانے کا سہرا آپ کے سرہے۔1

فخرالمشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

جمیل اطہرسرہندی صاحب تحریر کرتے ہیں کہ میاں جمیل احمد شرق پوری رحمتہ اللہ علیہ سے اُن کی آخری ملاقات ان کے سانحہ ارتحال سے چندروزقبل ڈاکٹرز ہسپتال میں ہوئی۔ان کوایک روزقبل شیرازفیض بھٹی صاحب نے بتایا کہ حضرت میاں صاحب علالت

کے باعث ڈاکٹرز ہسپتال میں داخل ہیں۔ میں اگلے روز ڈاکٹرز ہسپتال پہنچا، دروازہ کھٹکھٹایا، ان کے خادم نے بتایا کہ وہ آرام کر رہے ہیں۔ میں ان کے بیڈ کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گیا جہاں ایک اور صاحب پہلے سے بیٹھے ہوئے تھے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سو رہے تھے مگر ان کے سینے پر ایک اخبار اور ان کی عینک پڑی ہوئی تھی۔ گویا اخبار پڑھتے پڑھتے انہیں نیند نے آلیا۔ میں دس پندرہ منٹ تک ان کے بیدار ہونے کا منتظر رہا اور پھر اپنے وزٹنگ کارڈ کی پشت پر یہ الفاظ لکھے ''حضرت جی! زیارت اور عیادت کے لیے حاضر ہوا مگر آپ آرام فرما رہے تھے' جس میں مخل نہیں ہوا''۔ ابھی یہ وزٹنگ کارڈ میرے ہاتھ میں ہی تھا کہ حضرت نے آنکھیں کھولیں' میری طرف دیکھا اور مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا' انہوں نے صوفے سے اٹھ کر ان کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا جسے انہوں نے دیر تک تھامے رکھا اور پھر اپنی بیماری کے متعلق بتانے لگے کہ ڈاکٹروں کو میرے عارضہ کے متعلق کچھ پتہ نہیں چل رہا۔ انہوں نے میرے یہ بتانے کے باوجود کہ میں چائے پی چکا ہوں اپنے خادم کو دوبارہ چائے لانے کی ہدایت کی اور اس کے کان میں کچھ اور بھی کہا۔ کچھ دیر بعد میں نے اجازت چاہی، جب میں اپنی گاڑی میں بیٹھ کر ڈاکٹرز ہسپتال کے قریب نہر کا پُل پار کر کے یونیورسٹی کی طرف جا رہا تھا تو ٹیلی فون کی گھنٹی بجی، خادم نے کہا کہ میاں صاحب آپ کو یاد کر رہے ہیں، وہ کوئی چیز آپ کو دینا چاہتے ہیں۔ میں نے اسے بتایا کہ میں ہسپتال سے نکل کر سڑک کے دوسری طرف جا چکا ہوں کافی دُور ہوں اور جناح ہسپتال کے پُل سے واپس آسکوں گا۔ اگر میاں صاحب اجازت دیں تو میں شام کو دوبارہ حاضر ہو جاؤں گا۔ خادم نے میاں صاحب سے پوچھ کر بتایا شام کو آپ نہ آئیں ہوسکتا ہے میاں صاحب شرق پور واپس چلے جائیں اس طرح میں اس سوغات سے محروم رہا جو میاں صاحب مجھے دینا چاہتے تھے اور جس کے لیے انہوں نے اپنے خادم کے کان میں سرگوشی کی تھی۔ [2]

کچھ فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں:

جمیل اطہر سرہندی نے تعزیتی ریفرنس میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ''نظریہ پاکستان ٹرسٹ'' واقعی مبارک باد کا مستحق ہے کہ اُس نے نظریہ پاکستان کے ایک سالار اور سپاہی اور مجاہد کے لیے تعزیتی تقریب کا انعقاد کیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ ملت اسلامیہ کے بطل جلیل اور پیکر جمیل تھے۔ اُن کے والد محترم حضرت ثانی لا ثانی میاں غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے جب اُن کا نام رکھا تو انہیں بتایا گیا کہ جو آپ کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے وہ (ماشاء اللہ) بہت خوب صورت ہے۔ اُنھوں نے ارشاد فرمایا: ''خوب صورت تو ہمارے نبی ﷺ ہیں تو اس کا نام جمیل احمد رکھ دیتے ہیں''۔ حضرت میاں جمیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ میری رفاقت کی بھی عمر کوئی 33 برس پر پھیلی ہوئی ہے اور مجھے اُن کے ساتھ ''حضرت مجدد الف ثانی (رحمۃ اللہ علیہ) سوسائٹی'' میں ایک کارکن کی حیثیت سے کام کرنے کا موقع ملا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ تین شخصیتوں کے اوصاف کا پیکر اور مجموعہ تھے۔ اُن میں سب سے پہلے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کے مشن کو لے کر وہ 60 سال پہلے پنجاب اور پاکستان کے قریے قریے میں گئے اور لوگوں کو یوم مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ منانے کی تلقین کی۔ دوسرے وہ تصویر تھے شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی اور پھر زندگی کا چلن انہوں نے سیکھا اپنے والد صاحب حضرت میاں غلام اللہ ثانی لا ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے۔ اُن کی پوری زندگی ایک مقصد اور نصب العین کے ساتھ گزری ہے۔ میں عینی شاہد ہوں کہ وہ صبح صبح نماز فجر ادا کر کے شرقپور شریف سے روانہ ہوتے تھے اور جہاں کہیں وہ دیکھتے تھے (جیسا

کہ ڈاکٹر ظہو احمد اظہر صاحب نے فرمایا)، کوئی جراثیم موجود ہے، یہ شخص اُس مشن میں ساتھ چل سکتا ہے تو وہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کی تصویر بن کر حاضر ہو جاتے ہیں، تشریف لے آتے تھے۔

کیا عجب! میری نوا ہائے سحر گاہی سے
زندہ ہو جائے وہ آتش کہ تیری خاک میں ہے

تو وہ اُس خاک کو آتش میں تبدیل کرنے کے لیے شب و روز کام کرتے رہے۔

کم ہی لوگ ایسے ہوں گے جنہوں نے کسی مقصد اور نصبُ العین کو عزیز رکھ کر ایسی شاندار زندگی بسر کی ہو جیسے حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔ یقین جانیے کہ آج اس خطے میں حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا چرچا ہو رہا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کا ذکر ہو رہا ہے جو دو قومی نظریے کے پہلے مصوّر تھے۔ اکبر اور جہانگیر کے زمانے میں وہ شخصیت تھی جو اُٹھی اور ایک بیان دیا کہ ہندو اور مسلمان دو علیحدہ علیحدہ قومیں ہیں اور اُن میں کوئی قدر مشترک نہیں ہے۔ یہی پیغام اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اخذ کیا۔ اُن سے اسی پیغام کو لے کر حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ چلے۔ سب سے بڑا کارنامہ حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ وہ ''فنا فی المجدد رحمۃ اللہ علیہ'' تھے۔ اُنھوں نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے چراغ کو روشن رکھا۔ آج پاکستان جن مسائل سے دوچار ہے ہم بحیثیت اُمت جس دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں اُس سے نکلنے کا وہی ایک راستہ ہے جو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے دکھایا تھا، وہی راستہ جو حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علہ نے دکھایا تھا، وہی راستہ جو حضرت میاں غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے دکھایا، اور جس کا پرچم لے کر حضرت میاں جمیل احمد صاحب

شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ اس ملک کے قریے قریے میں گھومتے رہے ہے۔ کوئی تصورنہیں کرسکتا یہ رسالہ اُٹھا کر دیکھیے ''نوراسلام'' جو ہے تو اُن کا 1984ء کا ایک شیڈول ہے کہ وہ یوم مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام لے کر جا رہے ہیں۔ پنجاب کے مختلف علاقوں میں اور دس میں دس جگہوں پر خطاب کر رہے ہیں۔

حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ اُن لوگوں میں تھے جو غیر ضروری کوئی گفتگونہیں کرتے تھے۔ وہ ٹو دی پوائنٹ اپنے مقصد کو سامنے رکھ کر بات کرنے والے شخص تھے۔ اُن کی دُعا بھی بہت مختصر ہوتی تھی اگرچہ وہ بہت جامع ہوتی تو پاکستان اپنے ایک مجاہد اور سالار سے محروم ہو گیا ہے۔ اُن کی رحلت سے اور اگر یہ میں کہوں شاید بے جا نہیں ہوگا روحانیت کی دُنیا میں بھی اور تصوف کی دنیا میں بھی ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے وہ ہر دور کے لیے اپنے آدمی پیدا کرتا رہتا ہے۔ آپ سب کا اور میرا یہ فرض ہے کہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جن مقاصد کے لیے اپنے آپ کو وقف کیا تھا اُن کی زندگی کا اگر ایک فقرے میں بیان کرنا ہو تو انھوں نے زیادہ جس چیز کو عزیز رکھا وہ کتاب ہے۔ کتاب سے مراد قرآن حکیم بھی ہے، کتاب سے مراد وہ مقالات وہ تحریریں، نگارشات بھی ہیں جو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ چھوڑ گئے، اس معاملے میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے سچے پیروکار تھے۔ اس لیے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سارا کام تحریری طور پر کیا اور آج اُن کے مکتوبات، مقالات اور اُن کی تحریریں جو ہیں وہ اُسی طرح راہنمائی کرتی ہیں جس طرح وہ اُس وقت لکھی گئی تھیں۔ اسی طریقے سے جو کتابیں حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ چھوڑ گئے ہیں، یہ بھی ہمیشہ راہنمائی کا فریضہ ادا کرتی رہیں گی۔ ہم سب کا فرض ہے کہ اُن کی روح کو خوش کرنے

کے لیے اُن کے مشن کو آگے بڑھائیں اور آگے لے کر چلیں۔3

حواشی

1۔ محمد عبدالستار طاہر مسعودی، صوفی: لاہور کے اولیائے نقشبندیہ مجددیہ: طابع: اشتیاق اے مشتاق پرنٹر، لاہور (مئی۔2011ء/ربیع الثانی 1432ھ)، ص۔ 278۔280

2۔ ماہنامہ نوائے شرقپور شریف: اکتوبر 2013ء۔ص 30

3۔ مدیر اعلیٰ، ولید احمد جواد شرقپوری نقشبندی مجددی، صاحبزادہ، میاں: ماہنامہ نور اسلام شرقپور شریف، فخر المشائخ نمبر، جلد دوم (2015)، ص۔270 تا 273

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور ابوسعید سردار محمد اکرم بُٹر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ النبی الامین

صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین۔

ابوسعید سردار محمد اکرم بٹر صاحب زید مجدہ اہل سنت کے قلمی محاذ پر نمایاں طور پر سامنے آئے ہیں۔

آباؤاجداد:

آپ کے آباؤ اجداد بھوٹان سے ہجرت کر کے پنجاب میں آئے اور "موضع سگا سرداراں دا"، تحصیل قصور ضلع لاہور میں قیام پذیر ہوئے (تقسیم ہند کے بعد یہ خاندان کاہنہ نو تحصیل قصور ضلع لاہور میں سکونت پذیر ہو گیا گویا کہ ہجرت کے وقت صرف گاؤں ہی تبدیل کرنا پڑا) آپ کے جدامجد چوھدری غلام محمد بٹر مرحوم اپنی شرافت و دیانت سے عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ آپ کے والد گرامی چوھدری محمد صدیق بُٹر مرحوم بھی انسانی ہمدردی کے حوالے سے اچھی شہرت رکھتے تھے۔

ابتدائی حالات:

ابوسعید سردار محمد اکرم بُٹر صاحب زید مجدہ کی ولادت 29 ستمبر 1959ء کو ان کے نانا چوھدری رحمت علی ڈھلوں کے گھر لائل پور (موجودہ فیصل آباد) میں ہوئی۔ آپ

کے گھر کا ماحول دینی تھا۔ ابتدائی تعلیم و تربیت گھر سے حاصل کی، کاہنہ نو لاہور کی مرکزی مسجد کے امام و خطیب مولانا حاجی حکیم حسن دین رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنے کی سعادت حاصل کی۔

بہن بھائی:

آپ اپنی چار بہنوں اور پانچ بھائیوں میں صرف عمر میں بلکہ علم و عمل میں بڑے ہیں۔

تعلیم:

گورنمنٹ محمدیہ غوثیہ پرائمری سکول کاہنہ نو لاہور سے پرائمری تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول کاہنہ نو لاہور میں داخلہ لیا اور یہاں سے 1977ء میں میٹرک کا امتحان نمایاں حیثیت سے پاس کیا۔ 1981ء میں گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی ریلوے روڈ لاہور سے مکنیکل انجینئر میں تین سالہ ڈپلومہ حاصل کیا۔ 1986ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم۔اے پولیٹیکل سائنس کی ڈگری حاصل کی، بعد ازاں ایم۔اے اسلامیات اور اردو کی اسناد بھی حاصل کیں۔

بیعت:

14 ستمبر 1983ء بروز بدھ ایک تقریب میں پرانا کاہنہ لاہور میں جب غزالی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو آپ اپنے 23 ساتھیوں کے ہمراہ ان کے دست اقدس پر بیعت ہو گئے۔ ان ساتھیوں میں آپ کے ہمراہ حافظ امانت علی سعیدی زید مجدہ بھی شامل تھے۔ جو الحمد للہ قلمی محاذ پر اب تک آپ کے شانہ بشانہ مصروف جہاد ہیں۔

علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت:

1977ء میں جب آپ دسویں جماعت کے طالب علم تھے۔ آپ نے

فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانِ فیض ترجمان سے حضرت علامہ مولانا حافظ قاری شاہ احمد نورانی صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف و توصیف سنی اور پھر جب ان کی زیارت کی اوران کی تقاریر سنیں توان کے ایسے اسیر ہوئے کہ ان کی قیادت میں ان کے ''نورانی قافلے'' کے ہمیشہ کے لیے راہی بن کر رہ گئے۔

جمعیتِ علمائے پاکستان کی رکنیت:

آپ نے 1978ء میں کل پاکستان سنی کانفرنس ملتان اور 1979ء میں کل پاکستان میلادِ مصطفیٰ کانفرنس رائے ونڈ لاہور میں بھرپور شرکت کی۔ الغرض آپ نے زمانۂ طالب علمی ہی سے تنظیمی معاملات میں دلچسپی لینا شروع کردی تھی اورانجمن طلباء اسلام سے منسلک رہے۔ 16ستمبر 1986ء کوآپ نے باضابطہ طور پر جمعیت علمائے پاکستان کی رکنیت حاصل فرمائی اور جمعیت علمائے پاکستان کاہنہ نو لاہور کے زیرِاہتمام منعقد ہونے والے پروگراموں میں بھرپور شرکت کرتے رہے اور جمعیت علمائے پاکستان کوفعال اور مستحکم کرنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ قائد اہل سنت علامہ مولانا حافظ شاہ احمد نورانی صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اور مجاہدِ ملت علامہ محمد عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر قائدین لاہور میں جہاں کہیں پہنچتے تو آپ دیوانہ وار وہاں پہنچ جایا کرتے تھے۔

لیبیا کا سفر:

1989ء میں جمعیت الدعوۃ العالمیہ الاسلامیہ لیبیا کی طرف سے خصوصی دعوت ملنے پر قائد اہل سنت علامہ مولانا حافظ قاری شاہ احمد نورانی صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے جمعیت علمائے پاکستان کا پچاس رکنی وفد سفیرِ رضا علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں طرابلس روانہ فرمایا تواس وفد میں بھی آپ کوشامل ہونے کی سعادت

حاصل ہوئی ہے۔ اس سفر کے دوران آپ نے گرین ورلڈ انسٹی ٹیوٹ طرابلس سے عالمی سیاسی و تنظیمی امور کے حوالے سے چھ ہفتے کا تربیتی سرٹیفکیٹ بھی حاصل کیا۔

ازدواجی زندگی:

5/اپریل 1996ء جمعۃ المبارک کو آپ کی ازدواجی زندگی کا آغاز ہوا۔ قائد اہل سنت علامہ مولانا حافظ قاری شاہ احمد نورانی صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اس مرد سعید کی سہرہ بندی کی اور بارات کو خصوصی دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔

اولاد امجاد:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد امجاد کی نعمت سے بھی نوازا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک صاحب زادی اور چار صاحب زادے عنایت فرمائے ہیں۔ صاحب زادوں کے نام بالترتیب غلام محمد ثانی بٹر، محمد عبدالعلیم نورانی بٹر، ثوبان احمد سعید بٹر اور محمد عامر رضا بٹر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے علم و عمل میں مزید برکتیں عطا فرمائے اور انہیں ہمیشہ شاد آباد اور بامراد رکھے آمین۔

حج بیت اللہ:

2007ء اور پھر 2017ء میں آپ نے حرمین شریفین کا سفر کیا اور حج بیت اللہ اور روضہ رسول ﷺ کی زیارت مشرف ہوئے۔

لکھنے پڑھنے کا شوق:

ابوسعید سردار محمد اکرم بٹر صاحب زید مجدہ کو زمانہ طالب علمی ہی سے لکھنے پڑھنے کا شوق تھا۔ پھر نورانی قافلے میں شامل ہونے سے آپ کے ذوق مطالعہ و تحقیق کو مزید

جلا ملی۔ ابتداء میں آپ نے مختلف اخبارات میں لکھنا شروع کیا۔ پھر مختلف جرائد و رسائل میں لکھا اور آگے بڑھتے گئے۔

ادارہ نوید سحر کا اجراء:

جنوری 2015ء میں آپ نے ادارہ نوید سحر کے تحت سہ ماہی ''نوید سحر'' لاہور کا اجراء فرمایا۔ اس کا پہلا شمارہ ''میلاد النبی نمبر'' شائع ہو کر سامنے آیا۔ ماشاء اللہ، آپ نے نوید سحر کا آغاز ''تذکار نبوت'' سے کیا جو صحافتی دنیا کے لیے مشعل راہ ہے۔

1437ھ/ 2016ء میں آپ کی پہلی کتاب ''زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے'' ادارہ نوید سحر لاہور کے زیر اہتمام چھپ کر عام ہوئی۔ اس میں آپ کے قلم سے نہایت سوگواری کی کیفیت میں ان اکابرین علماء و مشائخ، قائدین تحریک آزادی کے بارے میں تعزیتی شذرات یکجا کیے گئے ہیں جو کہ ہمیں داغ مفارقت دے کر مسافرانِ آخرت میں شامل ہو چکے ہیں۔ آپ نے ان کا تذکرہ جمیل آنسوؤں کی زبان کر کے ان کی یادوں کے نہ صرف نقوش پیش فرمائے ہیں بلکہ ان کی دینی، قومی، ملی، سیاسی، سماجی، تدریسی اور تصنیفی خدمات کو بھی صفحہ قرطاس پر لائے ہیں۔ اکابرین کے بارے میں آپ کے تعزیتی شذرات 576 صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کتاب پر جمیل العلماء علامہ مفتی جمیل احمد نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے کلمات تحسین اور راقم الحروف سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ کی تقدیم بھی موجود ہے۔

1437ھ/ 2016ء ہی میں آپ کی دوسری کتاب ''گلہائے رنگا رنگ'' ادارہ نوید سحر لاہور کے زیر اہتمام شائع ہو کر سامنے آئی۔ جس میں فرقانیات، قرآنیات، روحانیات، تحریکات، تقدیمات، مکتوبات اور سفریات پر آپ کی بکھری ہوئی مہکتی ہوئی تحریریں ایک نہایت خوبصورت گلدستے کی صورت میں یکجا کر کے قارئین کی ضیافت طبع

کے لیے پیش کی گئی ہیں۔ تحریروں کا یہ حسین و جمیل گلدستہ 496 صفحات پر محیط ہے۔ محقق العصر علامہ محمد یٰسین قصوری صاحب کے دیباچے اور سید محمد عبداللہ قادری کے سخنے چند نے ”گلہائے رنگارنگ“ میں مزید رنگ بھر دیے ہیں۔

1438ھ/2017ء میں آپ کی تیسری کتاب ”تذکارِ شہید ناموسِ رسالت“ ادارہ نوید سحر لاہور کے تحت منصۂ شہود پر آئی۔ اس کتاب میں آپ نے شہید ناموس رسالت ملک ممتاز حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ کے تذکار چھیڑے ہیں۔ کتاب کے آغاز میں اپنے پیرومرشد غزالی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اہم مکتوب ”گستاخِ رسول کی سزا قتل“ بھی پیش فرمایا ہے۔ جس سے اس کتاب کی اہمیت دوچند ہو گئی ہے۔ شہید ناموس رسالت ملک ممتاز حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ کے آخری سفر کو نہایت ہی خوبصورت انداز میں صفحہ قرطاس پر لائے ہیں اور آپ کے بارے میں مختلف ارباب علم و دانش کے مضامین و مقالات بھی کتاب کی زیب و زینت بنے ہوئے ہیں۔ کتاب کے آخر میں شعرائے کرام کی جانب سے شہید ناموس رسالت کے بارے میں منظومات بھی شامل ہیں۔ شہیدِ ناموسِ رسالت کے تذکار کے لیے 304 صفحات مختص کیے گئے ہیں۔ کتاب کے آغاز میں ختم نبوت کے قلمی مجاہد صادق علی زاہد، ملک محبوب الرسول قادری اور ابوالناصر حافظ امانت علی سعیدی کی تقریظات بھی شامل ہیں۔ جن سے کتاب کی اہمیت اظہر من الشمس ہے۔ بعدازاں فروری 2017ء میں یہ کتاب اکبر بک سیلر لاہور نے لبیک یارسول اللہ ﷺ کے نام سے شائع کی تھی۔

1439ھ/2018ء میں آپ کی چوتھی ضخیم کتاب ”ماضی کے جھروکوں سے“ ادارہ نوید سحر لاہور کے زیر اہتمام زیور طباعت سے آراستہ ہوئی۔ اس ضخیم کتاب میں آپ کے راہوار قلم سے نکلے ہوئے ایسے بیسیوں بکھرے ہوئے مضامین و مقالات سلک مروارید

کی طرح جمع فرما دیے گئے ہیں جو قومی، ملی سیاسی، تنظیمی اور تحریکی موضوعات پر مشتمل ہیں ''ماضی کے جھروکوں سے'' سے اہل سنت کی تنظیمی و تحریکی جدوجہد نمایاں ہو کر قاری کے سامنے آ جاتی ہے۔ اس کتاب پر مؤرخ پاکستان میاں محمد صادق قصوری کا مفصل دیباچہ موجود ہے۔ جس سے کتاب کی تاریخی حیثیت بھی مستند ہو جاتی ہے۔ یہ عظیم کتاب 768 صفحات پر مشتمل ہے۔

1442/2020ء میں آپ کی پانچویں عظیم و ضخیم کتاب ''شیخ ہجویر کشف المحجوب کے آئینے میں'' المعروف حالاتِ زندگی حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ'' اکبر بک سیلرز لاہور کے زیر اہتمام شائع ہو کر سامنے آئی۔ آپ نے حضرت سیدی داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مختلف کتب و رسائل کا نہایت عرق ریزی سے مطالعہ کیا اور پھر اپنے حاصل مطالعہ کو نہایت خوش اسلوبی سے کتابی صورت میں قارئین کی ضیافت طبع کے لیے پیش فرما دیا ہے۔ یقیناً حضرت سیدی داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات، خدمات، تعلیمات اور لاہور آمد بارے تاریخی حقائق پر یہ کتاب نہایت مستند اور مدلل دستاویز ہے۔ امید ہے کہ جو بھی کتاب کا ایک بار مطالعہ کرے گا۔ وہ حضرت سیدی داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی شہرۂ آفاق کتاب ''کشف المحجوب'' پڑھنے کے لیے بے تاب ہو جائے گا۔ حضرت سیدی داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے تذکار 784 صفحات میں سمائے ہیں۔ کتاب کے شروع میں پروفیسر سید شبیر حسین شاہ زاہد آف ننکانہ صاحب کا دیباچہ، پروفیسر محمد الیاس اعظمی اور راقم کی تقدیمات بھی شامل ہیں۔

1442ھ/2020ء میں آپ کی چھٹی کتاب ''علامہ مولانا خادم حسین رضوی۔ سیرت و خطابات اکبر بک سیلرز لاہور کے زیر اہتمام شائع ہو کر سامنے آئی۔ اس کتاب میں امیر المجاہدین حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مختلف

ارباب علم وقلم کے مضامین و مقالات نہایت خوبصورتی سے ایک گلدستہ کی صورت میں جمع فرما دیے گئے ہیں۔ جن سے حضرت امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی نہ صرف سیرت نکھر کر سامنے آجاتی ہے بلکہ ان کے خطبات کی للکار بھی سنائی دیتی ہے۔ آپ کے سفر آخرت کے مناظر بھی اس کتاب میں نمایاں ہیں۔ آپ نے نہایت برق رفتاری سے یہ کتاب ترتیب دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کے چہلم مبارک کے موقع پر آپ کی یہ کتاب کتابوں کے سٹال پر موجود تھی ۔ امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت وعزیمت کی داستانِ لازوال کے لیے اس کتاب کے 352 صفحات مختص کیے گئے ہیں۔

اب 1442ھ/ 2021ء میں آپ کی ساتویں کتاب ''اذکارِ جمیل العلماء'' قارئین کی ضیافت طبع کا سامان لیے ہوئے حاضر ہے۔ جبکہ اس کے علاوہ ابوسعید سردار محمد اکرم بٹر کی دو کتابیں ''حرمتِ قلم کے پاسبان'' اور ''اکابرین تحریک ختم نبوت'' بھی تکمیل کے آخری مراحل میں ہیں۔ امید ہے کہ عنقریب زیور طباعت سے آراستہ ہو کر قارئین کے علمی ذوق کے لیے تسکین کا سامان ہوں گی۔

فاضل تذکرہ نگار ابوسعید سردار محمد اکرم بٹر زید مجدہ نے پیش نظر کتاب ایک نئے زاویے اور انداز سے ترتیب دے کر ابواب بندی فرمائی ہے۔ کتاب کے پانچ ابواب بنائے گئے ہیں۔ ہر باب کے عنوان میں صاحب تذکرہ کے نام کی نسبت سے ''جمیل'' کا لاحقہ لگا کر کتاب کی ترتیب وتہذیب کے حسن کو دوبالا کر دیا ہے۔

ابوسعید سردار محمد اکرم بٹر کی خدماتِ علمیہ

1۔ معرکہ حق وباطل
2۔ علماء ومشائخ اہلسنت کے نام کھلا خط
3۔ امام احمد رضا اور ملی تحریکات
4۔ میلاد النبی ﷺ نمبر (نوید سحر)
5۔ زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے
6۔ گلہائے رنگا رنگ

7۔ تذکارِ فاروقی علیہ الرحمہ
8۔ تذکارِ شہید ناموس رسالت ﷺ
9۔ لبیک یا رسول اللہ ﷺ
10۔ ماضی کے جھروکوں سے
11۔ یادوں کے دریچے
12۔ علماء اہلسنت اور مرزائیت
13۔ شیخ ہجویر کشف المحجوب کے آئینہ میں
14۔ علامہ خادم حسین رضوی، سیرت، خطبات
15۔ حرمت قلم کے پاسبان
16۔ اذکارِ جمیل العلماء
17۔ اکابرین تحریک ختم نبوت
18۔ امام نورانی کی کہانی امام نورانی کی زبانی (زیر تکمیل)
19۔ تحفظ ختم نبوت اور ترجمان اہلسنت کراچی (زیر تکمیل)
20۔ غزالیٔ زماں کی سیاسی بصیرت (زیر ترتیب)

تقدیمات/تقریظات

1۔ نظام مصطفیٰ اور پاکستان معاشرہ	پمفلٹ/روزنامہ پاکستان
2۔ جرس کارواں	مقدمہ، مجالس علماء
3۔ خیابان رضا کا گلبار شجر	ماہنامہ جہان رضا لاہور (تحریک پاکستان اور علماء اہلسنت نمبر)
4۔ عرض حال	حیات غزالیٔ زماں (حصہ اول)
5۔ نوید سحر	حیات غزالیٔ زماں (مکمل)
6۔ تقدیم	گلشن ابراہیمی
7۔ عبادالرحمٰن	کرامات کاظمی
8۔ انداز بیان	ماہنامہ سنی دنیا (اداریہ)

9۔ نوید فکر	مقصد حیات ۔قاری محمد عمران عطاری	
10۔ معیار حق	میلاد کی تقریریں	

☆☆☆

1۔	تقریظ	خوشبوئے رسول	حافظ امانت علی سعیدی
2۔	جمال فکر	دیباچہ، ماہنامہ کنز الایمان	محمد نعیم طاہر رضوی
3۔	تقریظ	سب سے پہلے کون	حافظ امانت علی سعیدی
4۔	مقالہ	جالی حد شیان	پروفیسر شبیر حسین شاہ
5۔	تقریظ	تحریک تحفظ ختم نبوت	حافظ امانت علی سعیدی
6۔	تقریظ	تذکار جمیل	علامہ محمد یٰسین قصوری
7۔	تقریظ	مذہب جاوداں	محمد خالد اشرف سعیدی

☆☆☆

1۔	کہی ان کہی	زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے	سردار اکرم بٹر
2۔	سخن ہائے گفتنی	گلہائے رنگا رنگ	ایضاً
3۔	نوید ایمان	تذکار شہید ناموس رسالت	ایضاً
4۔	گفتنی نہ گفتنی	ماضی کے جھروکوں سے	ایضاً
5۔	پیش لفظ	شیخ ہجویر کشف المحجوب کے آئینہ میں	
6۔	سخن در سخن	حرمت قلم کے پاسبان	
7۔	خادم حسین رضوی	سیرت وخطبات	
8۔	اذکار جمیل العلما	حروف چند	

9۔ اکابرین تحریک ختم نبوت بات نکلے گی تو

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت:

فروری 1977ء کا آخری ہفتہ تھا اور پاکستان میں عام انتخابات کے سلسلہ میں انتخابی مہم زوروں پر تھی۔ پاکستان قومی اتحاد (PNA) اور پاکستان پیپلز پارٹی (PPP) کے درمیان کانٹے دار مقابلہ کے لیے میدان سیاست میں سخت گرمی کا ماحول تھا۔

ایک دن راقم الحروف (سردار اکرم بٹر) ناشتہ کر رہا تھا کہ جامع صدیقیہ انوار مدینہ کے مہتمم حضرت علامہ حافظ اکبر صاحب نے اعلان فرمایا کہ ابھی ابھی شرقپور شریف کے سجادہ نشین حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لا رہے ہیں۔ جس جس نے زیارت کرنی ہو فوراً مسجد کے پاس آ جائے۔

چنانچہ میں بھی "شوق زیارت" کے ہاتھوں مجبور ہو کر ناشتہ چھوڑ کر جلدی جلدی گھر سے نکلا اور مقررہ مقام پر جا پہنچا۔

لوگوں کی کثیر تعداد جمع ہو چکی تھی کہ اچانک نعرہ ہائے تکبیر ورسالت بلند ہونے لگے کیونکہ میاں صاحب کی گاڑی آ گئی تھی۔

لوگوں نے آگے بڑھ بڑھ کر "دست بوسی" کی میں بھی زیارت سے مشرف ہوا بلکہ اگر یوں کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ میں نے اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ کسی "روحانی شخصیت" کی زیارت کی تھی۔ کیونکہ اقبال نے فرمایا ہے کہ

نہ تاج و تخت میں نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

میں اس وقت گورنمنٹ ہائی سکول کاہنہ نو میں میٹرک کا طالب علم تھا۔ سیاسی

معاملات سے بالکل آگاہ نہیں تھا۔ کیونکہ ہمارے خاندان میں ایسی کسی بات کا کوئی عمل دخل نہیں تھا۔ پہلی مرتبہ سیاسی گفتگو سننے کا موقع ملا اور وہ بھی کسی شیخ طریقت کی زبان مبارکہ سے ہمارے علاقہ میں پی این اے کے امیدوار برائے قومی اسمبلی چودھری رحمت الٰہی اور امیدوار برائے صوبائی اسمبلی مسعود کھوکھر تھے۔ دونوں امیدواروں کا تعلق جماعت اسلامی سے تھا اور انہوں نے ہی سیاسی جلسہ کا اہتمام کر رکھا تھا۔

چنانچہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سٹیج پر تشریف لائے اور مختصر ترین خطاب فرمایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''بیلیو قومی اتحاد کے ''نو ستاروں'' میں ایک ستارا ہمارا بھی ہے۔ اس کا نام ہے جمعیت علماء پاکستان اور ہمارے قائد کا نام ہے مولانا شاہ احمد نورانی۔ لہٰذا تم نے 7 مارچ کو پولنگ کے روز ''ہل'' پر مہریں لگانی ہیں۔ (واضح رہے کہ قومی اتحاد (PNA) کے پرچم پر 9 ستارے بنے ہوئے تھے اور انتخابی نشان ''ہل'' تھا۔)

چند جملے ارشاد فرمانے کے بعد آپ قصور تشریف لے گئے۔ کیونکہ آپ بھی وہاں سے قومی اسمبلی کے امیدوار تھے۔

حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے منہ سے پہلی مرتبہ مولانا نورانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام سنا تھا۔ اس کے بعد میں سوچتا ہوا گھر کی طرف جا رہا تھا کہ مولانا نورانی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ شرقپور شریف کے سجادہ نشین کے قائد ہیں وہ کیسے ہوں گے۔ ان کا مقام کیا ہوگا اور پھر امام نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت میرے دل میں ایسے رچ بس گئی کہ 38 سال ہونے کو ہیں اور ایک ''شیخ کامل'' کی زبان ''فیض ترجمان'' سے نکلا ہو جملہ کہ ''مولانا نورانی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے قائد ہیں''۔ آج بھی میرے لیے ''نشان منزل'' کا کردار ادا کر رہا ہے۔ تقریباً چار عشرے گزرنے کے بعد آج بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ اگر پیران عظام اور مشائخ کرام قوم کی سیاسی تربیت کرنے میں اپنا کردار ادا کریں تو

انقلاب نظام مصطفیٰ کو کوئی طاقت بھی نہیں روک سکتی۔

مگر افسوس کہ عملی طور پر ایسا ہو نہیں رہا۔ بلکہ اکثر آستانوں پر تو ملکی اور ملی معاملات اور قومی مسائل سے ''بے خبری'' کا درس دیا جاتا ہے اور اس کا نتیجہ واضح ہے کہ قومی سیاست میں اہلسنت کا کوئی کردار نظر نہیں آتا۔ بلکہ یوں کہنا چاہوں گا کہ آستانے سیاسی موت و حیات کی کشمکش سے دوچار ہیں۔

بات دور نکل گئی میں ذکر کر رہا تھا، حضرت شیخ المشائخ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت و کردار اور عقیدت مندوں کی روحانی تربیت کے انداز و بیان کا، آپ کے ایک انتہائی قریبی ساتھی اور ممتاز دانشور حضرت علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''دارالارشاد لاہور'' ویسے تو کئی علماء کرام اور مشائخ عظام کا مرکز تھا۔ مگر تشکیل پاکستان کے بعد ایک نوجوان پیرزادہ صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اپنی مسند روحانیت کی بجائے دامن محبت میں جگہ دی۔ یہ صاحبزادے میاں غلام اللہ شرقپوری ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ (برادر عزیز حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ) کے چھوٹے بیٹے ہیں۔ صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ عزیز فاروق گنج اور باغبانپورہ میں رہتے تھے۔ ان کے ایک عزیز شادباغ میں میرے گھر کے قریب ہی رہائش پذیر تھے جبکہ میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنا ایک مکان شادباغ میں تعمیر کرا رہے تھے۔ ان حالات میں آپ لاہور آتے جاتے تھے۔ صاحبزادہ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بھی اپنی نگاہ التفات سے نوازنا شروع کیا۔ وہ کبھی کبھی میرے غریب خانہ پر تشریف لاتے اور اس طرح میری عزت افزائی فرماتے۔ مجھے ان کی سادہ اور سیدھی باتیں عام پیروں سے مختلف محسوس ہوتیں۔ میں ان کے قریب ہوتا گیا۔ پھر ایک وقت آیا کہ میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ

علیہ نے چوک دالگراں کے قریب ''مقبول عام پریس'' میں اپنی نشست گاہ بنائی تو مجھے بھی بعض علماء کرام کا دامن پکڑ کر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں جانے کا موقع مل جایا کرتا۔

اس مجلس میں مولانا محمد بخش مسلم مرحوم، مفتی محمد حسین صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ، جناب مرتضٰی احمد خان میکش، مولانا ابوالحسنات اور دوسرے علماء اہلسنت آتے جاتے تھے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مریدان باصفا کا حلقہ بڑھنے لگا تو ان کے ''نگران مریدین'' شیخ فضل الٰہی مونگا مرحوم نے ''مقبول عام پریس'' کی بجائے ''مدینہ پریس'' بیرون لوہاری دروازہ کے ایک کمرہ میں مسند ارشاد بچھانے کا مشورہ دیا (بحوالہ کتاب۔ مجالس علماء)

حضرت صاحبزادہ پیر میاں جمیل احمد شرقپوری مدظلہ العالی ''بارگاہ نقشبندیہ'' شرقپور شریف کے سجادہ نشین، مشائخ پاکستان میں ممتاز اور علماء کے قدردان بزرگ ہیں۔ 1935ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت میاں غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ قطب ربانی کے بھائی تھے۔ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی تعلیم اسی روحانی خانوادہ میں ہوئی۔ دربار کے علمائے دین نے دینی علوم کی تعلیم دی۔ شرقپور شریف ہائی سکول سے میٹرک کیا۔

فاضل فارسی کیا۔ پھر اسلامیہ کالج لاہور سے ایف۔ اے تک پڑھا۔ والد مکرم کی وفات کے بعد خلفائے دربار شرقپور شریف نے دونوں بھائیوں (حضرت میاں غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ) کی سجادگی اور خلافت کو تسلیم کیا۔ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں سخت محنت سے کام لے کر ملک بھر کا دورہ کیا۔ عقیدتمندوں کو روحانی سلسلہ سے مربوط کیا۔ علماء و مشائخ سے رابطہ پیدا کر کے نقشبندی سلوک کو عام کرنے میں جدوجہد کی۔ لاہور میں 1952ء سے

لے کر 1964ء تک مقبول عام پریس میں قیام فرماتے رہے۔ ہر جمعرات کو مجلس ذکر و مراقبہ ہوتی ۔ 1964ء میں بیرون لوہاری دروازہ ایک مکان میں جہاں علماء فضلاء اورمشائخ کا جھمگھٹا رہتا، طلباء اور عقیدتمند بھاری تعداد میں آتے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دستر خوان وسیع ، زبان شیریں، نگاہ میں احترام ، وضعداری میں عالی نسبی کے اوصاف تھے۔ لہٰذا ہر دلعزیز ہو گئے۔

ایک وقت آیا کہ میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کی سرحدوں سے نکل کر مختلف اسلامی ممالک اور یورپ کے ان علاقوں میں جا پہنچے، جہاں جہاں ان کے عقیدت مند رہتے تھے۔ آپ نے ان ممالک میں عام پیروں کے رویہ کے برعکس چندہ اکٹھا کرنے کی بجائے ''سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ'' کے مراکز قائم کیے۔ پھر وہ دنیا بھر کے نقشبندی مشاہیر سے ملاقات کے لیے نکلے۔ نقشبندی بزرگوں کے مزارات اور خانقاہوں پر پہنچے۔

صاحبزادہ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے خانوادہ شرقپور شریف کے فرزند ہونے کے ساتھ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی فیضان کو عام کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ وہ حضرت مجدد الف ثانی کے سلسلہ طریقت کو لے کر پاکستان کے گوشے گوشے میں پہنچے اور لوگوں کو ''سلسلہ نقشبندیہ'' کی تربیت دی۔ آپ نے ایک ماہانہ رسالہ ''نور اسلام'' جاری کیا جس سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات پھیلانے میں بڑا کامیاب تجربہ کیا۔ اس ماہنامہ کے کئی نمبر ''سلسلہ نقشبندیہ'' کے طریقہ اور نظریات کا مرقع بن کر سامنے آئے اور حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی نگرانی میں اہل علم وقلم کی جو ٹیم تیار کی تھی، اس سے بڑا کام لیا اور لوگوں کے لیے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے افکار کی اشاعت کی کامیاب کوشش کی۔ ''نور اسلام'' کی تحریروں کے علاوہ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد

شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ''یوم مجدد'' کے ایک روحانی سلسلے کو رواج دیا۔

حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے 1960ء میں ''دارالمبلغین حضرت میاں صاحب'' کے نام سے ایک ادارہ کی بنیاد رکھی، جس میں تدریس کے فرائض کی سرانجام دہی کے لیے مستند اور تجربہ کار اساتذہ کی خدمات حاصل کی گئیں۔ اس ادارہ میں قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ، اصول حدیث، اصول فقہ، منطق، فلسفہ، صرف، نحو، ادب، اور لغت وغیرہ علوم وفنون کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس ادارہ سے ہزاروں حفاظ اور علماء نے فیض حاصل کیا اور دنیا بھر میں علم وعرفان کی روشنی پھیلانے میں مصروف عمل ہیں۔

دور حاضر میں خواہ سیاست کو نظر بد سے دیکھا جاتا ہے لیکن ایسی سوچ غلط ہے۔ کیونکہ اسلام اور سیاست جدا جدا نہیں ہیں یعنی سیاست اسلام سے جدا نہیں۔ علامہ محمد اقبال علیہ الرحمۃ نے کیا خوب کہا ہے:

جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

حضرت قبلہ صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے نظام مصطفیٰ کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لیے جمعیت العلماء پاکستان کے پلیٹ فارم سے سیاست میں بھرپور حصہ لیا اور آپ جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی قائدین میں شمار ہوئے۔ 1971ء میں آپ نے جمعیت علماء پاکستان کے ٹکٹ پر حلقہ قصور سے قومی اسمبلی کا الیکشن لڑا۔ آپ کے مدمقابل دو امیدوار تھے۔ ایک عارف افتخار اور دوسرے احمد رضا قصوری۔ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جلسوں میں لوگ کثیر تعداد میں شرکت کرتے۔ انتخابی نتائج میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ 50,000 ووٹ ملے۔

اسی طرح 1977ء کے عام انتخابات میں بھی آپ نے پاکستان قومی اتحاد کے ٹکٹ پر الیکشن میں حصہ لیا۔ چونکہ اس موقع پر ملک بھر میں وسیع پیمانے پر دھاندلی ہوئی تھی،

اس لیےاس کے نتائج کا سب کوعلم ہے۔ سیاسی انتقامی کاروائی کے باعث آپ کوکئی بار جیل بھی جانا پڑا۔ آپ نے ''سنت یوسفی'' اور ''سنت مجدد'' تصور کرتے ہوئے بڑے فخر سے اسے سعادت تصور کیا۔

1978ء میں جب جمعیت علماء پاکستان کے انتخاب ہوئے تو حضرت صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کومرکزی نائب صدر چنا گیا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ملک وملت کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے عملی نفاذ کے لیے ہمیشہ کوشش فرمائی ہے اور آپ نے قائد اہلسنت امام شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ سربراہ جمعیت علماء پاکستان کے ساتھ مخلصانہ تعلقات رکھے تھے۔

تحریک ختم نبوت:

قیام پاکستان کے بعد وطن عزیز میں کئی فتنے کھڑے ہوئے۔ ان میں سے ایک ''فتنہ قادیانیت'' ہے۔ اس مسئلہ کے حل یعنی مرزائیوں کوغیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لیے دوتحریکیں چلیں۔ پہلی تحریک ختم نبوت 1953ء میں اور دوسری 1974ء میں۔ حضرت قبلہ صاحبزادہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں تحریکوں میں حصہ لیا اور مرکزی کردار ادا کیا۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ جلسوں کی صدارت فرماتے، جلسوں کی قیادت کرتے اور تقریر فرما کر لوگوں کے دل ودماغ کو ''ناموس رسالت'' کے تحفظ کے لیے تیار کرتے۔ 1974ء میں علماء اہلسنت اور مشائخ اہلسنت کی مخلصانہ کوششوں اور حضرت امام شاہ احمد نورانی سربراہ جمعیت علماء پاکستان کی ولولہ انگیز قیادت نے مرزائیوں کوسرکاری طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دلوایا۔

تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ:

1977ء میں عام انتخابات ہوئے تو اس وقت مقابلہ پیپلز پارٹی اور پاکستان

قومی اتحاد کے درمیان تھا۔ مسٹر بھٹو نے پوری قوت وطاقت کواستعمال کرتے ہوئے زبردست دھاندلی کا مظاہرہ کیا اور خودساختہ نتائج کا اعلان کردیا۔ دوسری طرف پاکستان قومی اتحاد کے رہنماؤں نے نتائج تسلیم کرنے سے انکارکردیا اور 10 مارچ 1977ء کو صوبائی اسمبلی کے انتخابات کا بھی بائیکاٹ کرکے دھاندلیوں کے خلاف احتجاجی تحریک کا اعلان کردیا جسے بعد میں قومی اتحاد کی قیادت نے ''تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ'' کا نام دیا۔ لوگوں نے اس تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے زبردست قربانیاں دیں۔ ملک کے نامور علماء اور مشائخ نے بھرپور حصہ لیا۔ حضرت قبلہ صاحبزادہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس تحریک میں حصہ لیا اور اپنے مریدین اور عقیدت مندوں کو حصہ لینے کے لیے خصوصی ہدایات جاری فرمائیں۔ اس تحریک کے دوران سینکڑوں مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا اور لاکھوں نے جیل کی صعوبتیں برداشت کیں۔

پیکرعلم وآگہی شناور دانش نورانی، ترجمان فکرموسوی، پیرزادہ حضرت علامہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ خانقاہ سے نکل کر میدان سیاست میں آئے تو ایک منفرد مقام حاصل کیا۔ مولانا الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں ''جمعیت العلماء پاکستان'' کے جھنڈے تلے ''نظام مصطفیٰ'' کے لیے بڑا کام کیا۔ آپ ''تحریک نظام مصطفیٰ'' میں صف اول میں کھڑے تھے۔ انتخابی میدان میں نکلے تو انہیں قوم نے ووٹ دیے اور ''عقیدت کے نوٹ'' بھی نچھاور کیے۔ قیدوبند میں رہے تو جیل خانے کو روحانیت کی خوشبوؤں سے معمور کردیا۔ انہوں نے اپنے تینوں بیٹوں کی اچھے انداز میں تربیت کی۔ ایک پیر بنا تو ساحل سمندر سے لے کر کوہ قراقرم کی وادیوں تک مریدوں کا حلقہ قائم کرتا گیا۔ ایک میدان سیاست میں اترا تو پنجاب اسمبلی کا جاندار رکن بنا۔ ایک تجارت میں نام پیدا کرنے کے بعد اٹھا تو بڑے بڑے سیاسی بتوں کو گرا کر قومی اسمبلی کا رکن بن گیا۔

حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طویل عرصہ علالت میں گزارا۔ اب وہ بڑھاپے کی وادی سے گزر رہے ہیں مگر ان کی ہمت کا یہ عالم ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کو مربوط کرنے کے لیے علماء کی محفلیں سجاتے ہیں اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کو عام کرنے کے منصوبے بناتے ہیں۔

آپ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی تعلیمات پر اہل علم وقلم سے کئی کتابیں لکھوائیں اور سلسلہ مجددیہ کی کتابوں کے ترجمے کروا کر مفت تقسیم کیے۔ آپ اپنے روحانی حلقے میں سلسلہ مجددیہ کی تربیت کرتے ہیں۔ آپ کا رسالہ ''نور اسلام'' پچاس سال ہوئے جاری وساری ہے۔ (مارچ 2022 تک مسلسل اشاعت کے 68 سال) ''شیر ربانی ڈائجسٹ'' انگریزی میں نکالتے ہیں (اب یہ رسالہ ناگزیر حالات کے پیش نظر بند ہو چکا ہے) ''حوزہ نقشبندیہ'' میں دور حاضر کے نقشبندی اور مجددی حضرات کی کارکردگی پر روشنی ڈالتے ہیں۔ (اب حوزہ نقشبندیہ حضرت صاحب کی رحلت کی وجہ سے بند ہو چکا ہے)۔ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ ایک بے نیاز پیر ہیں۔ وہ بے اعتنائی پر آئیں تو کروڑ پتی مریدوں کو دروازے کے باہر کھڑے ہونے کا حکم دیں۔ نواز نے کو آئیں تو ہم جیسے فقیر بے نوا کے گھروں پر علی الصبح ''چھاپے'' مار کر خوش کر دیں۔ ہم نے انہیں زندگی کا طویل سفر کرتے دیکھا ہے۔ وہ روایتی سجادہ نشینوں کی طرح دنیا داروں کے پیچھے کبھی نہیں بھاگتے اور نہ ہی وہ اہل علم سے بے اعتنائی برتتے ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی کی شام آتے دیکھی تو اپنی لاکھوں روپے کی نادر کتابیں پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو بخش دیں۔ وہ اکثر علمائے کرام اور سکالرز کی مجالس میں بیٹھتے ہیں اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات پر لکھنے کے پروگرام دیتے جاتے ہیں۔ کیا آپ کو ایسا پیر طریقت پسند آیا؟

چلے تو راہِ طریقت کا شاہسوار لگے
رُکے تو ''شیر ربانی'' کا شاہکار لگے

(''جہانِ رضا'' اگست، ستمبر 2004ء)

اور پھر وہ لمحات بھی آگئے جب خالق کائنات کا واپسی کا پیغام آجاتا ہے۔ شیخ المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ چہار اکناف عالم میں پرچم اسلام لہرانے کے بعد لاکھوں عقیدت مندوں کو روتا ہوا چھوڑ کر بارگاہِ ایزدی میں پیش ہو گئے۔

11 ستمبر 2013ء بروز بدھ شام کے وقت آفتاب روحانیت ،قمر شیر ربانی ، جانشین ثانی لاثانی کہیں دور افق پر غروب ہو گیا۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے

حواشی

[محمد اکرم بٹر سعیدی ، سردار، ناشر: ادارہ نوید سحر ، لاہور، 24 عمر بلاک ،شالیمار ٹاؤن ،کاہنہ نو ، لاہور(اگست 2016ء)،ص۔54 تا 70،460 تا 467]

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور چودھری محمد جمیل

تحریر: چودھری محمد جمیل

چودھری محمد جمیل صاحب اپریل 1944ء میں چک نمبر 438 گ۔ب، بھڑتھ، تحصیل سمندری، ضلع فیصل آباد میں میاں غلام نبی کے ہاں پیدا ہوئے۔

تعلیم:

1۔ پرائمری کا امتحان چک نمبر 439 گ۔ب مہالم، تحصیل سمندری، ضلع فیصل آباد سے 1958ء میں پاس کیا۔

2۔ مڈل کا امتحان چک نمبر 440 گ۔ب فیض پور، تحصیل سمندری، ضلع فیصل آباد سے 1960ء میں پاس کیا۔

3۔ میٹرک کا امتحان ڈی۔سی ہائی سکول سمندری، ضلع فیصل آباد سے 1962ء میں پاس کیا۔

4۔ BSc Honours Agriculture Specialisation in Entomology A ـfrom Agriculture University Faisal Abad 1967.

5۔ Short Course of Integrated Best Management of Cotten From Oregon State University United States Department of Agriculture 1992.

شرفِ بیعت:

جب مئی 1970ء میں چودھری محمد جمیل صاحب ''ایوب ایگریکلچر ریسرچ انسٹیٹیوٹ فیصل آباد'' میں بطور اگریکلچر ریسرچ آفیسر (Agriculture Research Officer) کام کر رہے تھے۔ اس وقت انہوں نے فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔

''ایوب ایگریکلچر ریسرچ انسٹیٹیوٹ فیصل آباد'' سے 3۔ جون 1970ء کو استعفیٰ دے کر لاہور آ گئے۔ اور Union Carbide Corporation U.S.A. کے شعبہ زراعت میں ملازمت شروع کر لی۔

ملاقاتیں اور کرامات:

تقریباً ہر پندرہ دن بعد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے شرقپور شریف جانا شروع کر دیا۔ میاں صاحب بڑی شفقت فرماتے اور اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے۔

1977ء سے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بہت سفر کیا۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایک دن میں کئی کئی جگہوں پر جلسوں کی صدارت کی اور لوگوں کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے کارہائے نمایاں سے روشناس کرایا۔ ان میں سے چند کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

1۔ ایک دفعہ مدینہ منورہ سے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کفیل بمع اپنی مستورات چنیوٹ سے گھریلو فرنیچر خریدنے کے لیے تشریف لائے۔ دوپہر کو لاہور سے چلنے کا پروگرام تھا۔ مستورات صحیح طرح باپردہ نہیں تھیں۔ یہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت تھی کہ چلنے میں دیر ہوتی گئی اور شام سے ذرا پہلے روانہ ہو سکے یعنی رات کی تاریکی میں چنیوٹ گئے اور رات کو ہی واپس آ گئے۔ اور عورتوں کی بے پردگی کا کسی کو احساس نہ ہو سکا۔

2۔ ایک دفعہ وہی کفیل پھر پاکستان آئے اور ملتان کسی کام کے لیے گئے۔ وہاں شیزان ہوٹل میں ٹھہرے۔ کمرہ سنگل مل سکا۔ چودھری محمد جمیل صاحب اسی ہوٹل میں ڈبل روم میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ چودھری صاحب سنگل روم میں شفٹ ہو گئے۔ اور ان کو اپنا ڈبل روم دے دیا۔ یہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت تھی کہ پہلے ہی سے ڈبل روم میں تھا۔

3۔ چودھری صاحب مدینہ منورہ کی حاضری کے لیے گئے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ پہلے ہی سے مدینہ منورہ میں ''رباط شیر ربانی'' میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اتنی شفقت فرمائی کہ خود گاڑی چلا کر مقدس مقامات کی زیارت کروائی۔ اور فرمایا کہ چودھری صاحب پاکستان میں تم سیر کرواتے تھے۔ یہاں مدینہ منورہ میں تم کو مَیں زیارتیں کرواؤں گا۔ مدینہ منورہ میں حضرت ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے بھی لے گئے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اتنی شفقت فرمائی کہ اپنے کمرے میں ساتھ والے بیڈ پر سونے کی اجازت فرمائی۔ چودھری صاحب لیٹنے سے ہچکچا رہے تھے۔ لیکن میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بغیر کسی تکلف کے سو جاؤ۔

4۔ ایک دفعہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کیلیانوالہ شریف حاضری دی۔ وہاں میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بہت ہی اعلیٰ استقبال اور مہمان نوازی کی گئی۔

5۔ ایک دفعہ Out Fall Road Lahore پر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جا رہا تھا۔ سڑک چھوٹی اور ساتھ ہی گندہ نالہ ہوتا تھا۔ چودھری صاحب نے عرض کیا کہ میاں صاحب یہ سڑک کشادہ ہونی چاہیے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کشادہ ہو جائے گی جو کہ بعد میں کشادہ ہوگئی۔

6۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک ایک دن میں کئی کئی جلسوں میں یوم مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ منانے کے سلسلے میں شرکت کی۔

7۔ ایک دن کافی جلسوں کے بعد تقریباً عشاء کے وقت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: شرقپور شریف چھوڑ آؤ۔ چودھری محمد جمیل صاحب تھکے ہوئے تھے اور اگلے دن ان کو کوئی ضروری کام بھی تھا۔ اور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دل کی بات جانتے ہوئے فرمایا: سبزی منڈی میں راجہ صاحب کے پاس پہنچا دو۔ انہوں نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو راجہ صاحب کے پاس پہنچا دیا اور آپ نے ان کو چھٹی دے دی۔

8۔ مسجد شیر ربانی مدینہ چوک (چوک ناخدا) وسن پورہ، لاہور بھی نمازِ جمعہ کے لیے چودھری صاحب جاتے تھے۔ ایک دن میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں کہیں جانے کا کہا لیکن اُن کو کوئی سرکاری کام تھا۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دل کی کیفیت جان کر فرمایا: تم جاؤ، کوئی اور بندوبست کرتے ہیں۔

9۔ ایک دفعہ لنگر شریف سے فارغ ہو کر آپ نے چودھری جمیل صاحب کو برتن دھونے کے لیے لگا دیا تاکہ دل کی صفائی ہو جائے۔

10۔ ایک دن مسجد شیر ربانی وسن پورہ لاہور میں چودھری صاحب کا بیٹا علیم بھی ان کے ساتھ گیا تھا۔ اور وہ ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا تھا۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھ کر فرمایا: چھوٹے میاں صاحب بھی آئے ہوئے ہیں۔ اس دن سے چودھری صاحب کے بیٹے کا نام ہی میاں صاحب پڑ گیا ہے۔ اور اب اُن کو سب میاں صاحب ہی کہتے ہیں۔

11۔ چودھری صاحب ملازمت کے دوران کسی کی پروانہیں کرتے تھے۔افسران بالا سے اکثر جھگڑا کرناان کی عادت بن چکی تھی تو میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بغیر بتائے ان کوفرمایا: اگر نوکری کرنی ہے تو جھگڑا کرنا چھوڑ دو۔اگرلڑنا نہیں چھوڑنا تو نوکری چھوڑ دو۔

12۔ چودھری محمد جمیل صاحب 2000ء کے بعد تقریباًہر پیرکومستری نُور حسین داروغہ والےکوساتھ لے کر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ڈیری فارم پر جاتا تھا۔ جہاں مستری صاحب ٹوکےاور درانتیاں ٹھیک اور تیز کرتے تھے۔ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پیر کے دن تم نے دفتر جانا ہوتا ہے۔ اس لیے اتوار کا دن رکھ لو۔ اوراتوار کے دن آجایا کرو۔ اورانہوں نے اتوار کے دن جانا شروع کر دیا۔ ایک دن ان کواوران کے کچھ اور ساتھیوں (سب) کوچارہ کاٹنے پر لگادیا اور خودنگرانی کرتے رہے۔

13۔ انہوں نے عربی زبان کے دو Short Course بھی Attend کیے۔ایک Short Course ختم ہواتو میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زیارتوں کے لیے قافلہ بھیجا اور ساتھ میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کوبھیجا۔ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت دیکھیں کہ سکھانوالہ بنگلہ تک قافلہ کوالوداع کرکے واپس آئے۔یہ عربی زبان کے کورس Courses میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے arrange کروائے تھے۔

14۔ گورنمنٹ کے سربراہان کی طرف سے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کوعید کارڈ آتے تو جواباً میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کو بذریعہ ٹیلیگرام عید مبارک کہہ دیتے۔

15۔ ایک دفعہ چودھری محمد جمیل صاحب نے میاں صاحب سے عرض کیا مدرسہ کے لیے گورنمنٹ سے با آسانی فنڈ مل سکتا ہے اگر کوئی لینا چاہے۔ تو میاں صاحب نے فرمایا: اگر ہم فنڈ لے لیں گے تو گورنمنٹ بھی ہمیں اپنے کام بتائے گی۔ اس لیے فنڈ نہیں لینا چاہیے۔

16۔ چودھری محمد جمیل صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ شیخوپورہ اور فیصل آباد کی طرف سے کافی سفر کرنے کے بعد رات گئے شرقپور شریف پہنچے تو میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اتنی شفقت فرمائی کہ خود کھانا اٹھا کر لائے اور اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا۔

17۔ چودھری محمد جمیل صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ شیخوپورہ فیصل آباد کے سفر کے بعد شام کو شرقپور شریف پہنچے تو آپ کچھ تھکاوٹ محسوس کر رہے تھے۔ چودھری صاحب نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کا بلڈ پریشر (.B.P) زیادہ معلوم ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا: لاہور سے حکیم محمد اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لے کر آؤ۔ چودھری محمد جمیل صاحب لاہور سے حکیم محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ کو لے کر شرقپور شریف لائے۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بلڈ پریشر چیک کیا تو بلڈ پریشر واقعی زیادہ تھا۔ پھر آپ بلڈ پریشر کی دوائیاں استعمال کرتے رہے۔

18۔ سید ریاض الحسن گیلانی، سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان نے پاکستان اور پاکستان سے باہر مرزائیوں کو کافر قرار دینے کے لیے یہ کیس حکومت کی طرف سے لڑا تھا، کی خواہش پر ان کو میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے شرقپور شریف لے کر گیا جو کہ بعد میں کئی دفعہ میرے ساتھ شرقپور شریف حاضری کے لیے گئے۔

مسٹر رشید احمد جالندھری، جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان جو کہ سید ریاض الحسن

گیلانی کے دوست تھے، میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے ہمارے ساتھ شرقپور شریف گئے اور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دعائے خیر کروائی۔ مَیں نے جسٹس صاحب کا میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعارف کروایا۔ بعد میں جالندھری صاحب نے کہا کہ وہ بطور سائل زیارت کے لیے آئے تھے، نہ کہ بطور جسٹس۔ لہذا یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ وہ جسٹس ہیں۔

چودھری محمد جمیل صاحب کہتے ہیں کہ انہوں نے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کافی سفر کیے اور انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بلند اخلاق، نہایت شفیق، بردبار اور وسیع دسترخوان والے پایا۔ انہوں نے اپنی زندگی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کوئی کام خلاف شریعت کرتے نہیں دیکھا۔

[چودھری صاحب کا موجودہ پتا: محمد جمیل، ہاؤس نمبر 23۔A، سٹریٹ نمبر 166 چمن پارک، باغبانپورہ، لاہور، موبائل نمبر 0300-8416188]

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ
اور فضل حق خاں گلشن

تحریر: فضل حق خاں گلشن

دنیا بھر کے اسلامی ممالک میں ''پاکستان'' ایک نمایاں نام ہے اور پاکستان کے شہروں اور قصبوں میں شرقپور شریف نمایاں قصبہ ہے۔ جس کی شہرت یہاں پر ولی کامل حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دائمی آرام گاہ کی وجہ سے ہے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ان کے چھوٹے بھائی میاں غلام اللہ ثانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ ان کے گدی نشین بنے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ (1) میاں غلام احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور (2) میاں جمیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ بڑے صاحبزادے میاں غلام احمد صاحب کو شبیہ شیر ربانی بھی کہا جاتا ہے جو کہ چند سال پہلے انتقال فرما گئے تھے۔ اور اب ان کے چھوٹے بھائی میاں جمیل احمد صاحب بھی قضائے الٰہی سے مورخہ 11 ستمبر 2013ء بروز بدھ بوقت اذانِ عصر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡن۔ آپ ذکر، فکر میں مشغول رہنے والے کم گو گوشہ نشین بزرگ تھے۔ آپ کے عقیدت مند مریدین لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔ اندرون ملک کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی۔ آپ کے عقیدت مندوں کی بڑی تعداد موجود ہے۔ آپ نے سیاست میں بھی حصہ لیا اور ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں الیکشن لڑا تھا۔ آپ نے کئی بار حج بیت اللہ اور زیارتِ روضہ رسول ﷺ کی سعادت بھی حاصل کی۔ آپ کوئی تین سال سے علیل تھے اور بستر پر ہی رہتے تھے۔ تاہم ذہنی طور پر مستعد تھے۔ وہیں سے بیٹھے بیٹھے مدرسہ، لنگر خانہ، عرس کی تقریبات اور دیگر امور میں

ہدایات دیتے رہتے تھے۔ غالباً 1950ء کا ابتدائی زمانہ تھا۔ میں اسلامیہ پرائمری سکول شرقپور شریف کی جماعت چہارم کا طالب علم تھا۔ شرقپور شریف کی جامع مسجد ٹاہلی والی کے سامنے حاجی حاکم گلاب جامن والے کی دکان کے چوبارے میں اسلامیہ پرائمری سکول کے ہیڈ ماسٹر رانا شاہ محمد رہتے تھے۔ وہ اگرچہ کوئی چالیس سال یا اس سے اوپر کی عمر کے ہوں گے۔ مگر ابھی تک کنوارے تھے اور اپنے چوبارے میں سکول ٹائم کے بعد بچوں کو ٹیوشن پڑھایا کرتے تھے۔ کوئی دس بارہ بچے ان کے پاس ٹیوشن پڑھتے تھے جن میں سے ایک میں بھی تھا۔ صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ جو کہ ابھی نوعمر تھے۔ دبلے پتلے لمبے قد کے سمارٹ ہنس مکھ نوجوان تھے۔ چھوٹی چھوٹی داڑھی ابھی نئی نئی آئی تھی۔ یہ دوسرے تیسرے دن رانا شاہ محمد صاحب سے ملنے آتے اور کافی دیر ان سے گپ شپ رہتی تھی۔ میں ان دنوں جامع مسجد میاں صاحب میں بازار شرقپور شریف میں مسجد کے موذن سید عبداللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس قرآن ناظرہ کا سبق لیا کرتا تھا اور گاہے بگاہے قبلہ ثانی صاحب سید عبداللہ شاہ صاحب کے پاس آ بیٹھتے اور ان کا حال احوال دریافت فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ میں شاہ صاحب کے پاس بیٹھا قرآن پاک کا سبق یاد کر رہا تھا کہ قبلہ ثانی صاحب تشریف لائے۔ عبداللہ شاہ صاحب سے سلام دعا کی۔ حال احوال پوچھا۔ میری طرف دیکھا۔ مجھے پیار کیا۔ میرا نام پوچھا۔ میں نے فضل حق بتایا۔ لیکن ان کی سمجھ میں عبدالحق آیا اور وہ مجھے عبدالحق کہہ کر ہی بلاتے تھے۔ ایک دن شاہ صاحب کے پاس سے اٹھنے لگے تو میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: ''چل بھئی عبدالحق مینوں بیٹھک لے چل''۔ شاہ صاحب نے اشارہ فرمایا اور میں اٹھ کر ان کے ساتھ چل پڑا۔ بیٹھک میں لا کر بٹھایا۔ لنگر منگوا کر کھلایا اور دعائیں دیں۔ اور میں گھر چلا آیا۔ جب آپ مسجد میں آتے۔ میں قریب جا کر سلام کرتا وہ پیار کرتے اور دعائیں دیتے اور گھر والوں کا حال احوال بھی پوچھتے۔

میاں جمیل احمد صاحب بھی مجھ سے شفقت فرمایا کرتے تھے۔ جب کبھی ملاقات

ہوتی بہت خوش ہوتے اور خیریت دریافت فرماتے تھے۔ میرے ایک بچپن کے ساتھی جو کہ پرائمری سکول میں میرے دوست بنے محمد انور قمر شرقپوری تھے۔ یہ ریاضی و ادب میں بڑی دسترس رکھتے تھے۔ کلاس میں مجھ سے ایک درجہ پیچھے تھے۔ مگر دوستی اور چاہت میں آگے آگے تھے۔ اللہ پاک نے انہیں شعر و ادب کی صلاحیتوں سے خوب نوازا تھا۔ پڑھ لکھ کر یہ بھی سکول ٹیچر بنے اور 1975ء سے لیکر مارچ 1997ء تک ہم گورنمنٹ پائیلٹ سکول شرقپور شریف میں پیٹی بھائی رہے اور ریٹائرمنٹ پر ہم دونوں کی الوداعی پارٹی سکول سٹاف نے ایک ساتھ دی۔ محمد انور قمر شرقپوری نے متعدد کتابیں نظم و نثر میں لکھیں۔ جن میں سے ایک کا نام ''اُمراٗ بر درِ فقراء'' ہے۔ اس کتاب کی رونمائی انہوں نے مورخہ 26-6-1998 کو اپنی رہائش گاہ قمر منزل شرقپور شریف میں کروائی۔ جس کی صدارت حضرت میاں جمیل احمد صاحب نے فرمائی۔ اس موقع پر میں نے کتاب کے بارے میں ایک طویل نظم پڑھ کر سنائی جس کے چند اشعار بطور نمونہ پیش کرتا ہوں۔

امراٗ بر درِ فقراٗ، کتاب کیا کہنے — پہنے اس نے ہیں علم کے گہنے
اچھی باتیں ہمیں بتاتی ہے — پیارے قصے ہمیں سناتی ہے
ذکر نیکوں کا جاری ہے — ذکر ولیوں کا جزوِ ایماں ہے
فقر والا امیر ہوتا ہے — سچ ہے روشن ضمیر ہوتا ہے
بھولے بھٹکوں کا رہنما ہے یہ — کیا دلکش ہے خوش نما ہے یہ

ان کے پیچھے چلے گا جو گلشن
ہو گا دونوں جہاں میں وہ روشن

اس تقریب کی رونمائی کے لیے محمد انور قمر صاحب نے شہر بھر میں بڑے بڑے اشتہار لگوائے تھے۔ کتاب کا انتساب بھی صاحبزادہ میاں جمیل احمد کے نام تھا اور صدارت بھی ان کی تھی۔ لوگ جمع ہو چکے تھے۔ تقریب شروع ہونے والی تھی کہ مجمع میں سے ایک آدمی اپنی کرسی سے کھڑا ہو کر میاں صاحب کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ اشتہار میں آپ کے

بڑے بڑے القاب لکھے گئے ہیں۔ مثلاً قطب الاقطاب، شہبازِ لا مکانی شیخ الشیوخ وغیرہ کیا اپنے بارے میں ایسی تعریفیں لکھنا درست ہے؟ کیا واقعی آپ ان صفات کے حامل ہیں؟ آپ اُٹھ کھڑے ہوئے اور جواباً فرمایا کہ بھئی اصل بات یہ ہے کہ یہ جو کچھ لکھا گیا ہے مجھ سے پوچھ کر نہیں لکھا گیا، یہ لکھنے والے کی اپنی عقیدت ومحبت ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں، میرے اندر کوئی ایسی صفت یا خوبی بالکل نہیں ہے۔ میں تو اللہ کا حقیر انسان ہوں اور اگر مجھ سے کوئی اچھا کام ہوتا ہے وہ میرا نہیں میرے مولا کا کرم ہے۔ میرے بزرگوں کا فیضان ہے۔ میں نے تو جب کبھی کوئی دعا کرنا ہوتی ہے کوئی دم کرنا ہوتا ہے، میں تو اُدھر دیکھتا ہوں اور پھونک مار دیتا ہوں اور اللہ کے کرم سے اور بزرگوں کے فیضان سے کام ہو جاتا ہے۔

دوسرے یہ جو القاب لکھے ہیں ان کے لکھنے سے اگر کسی اللہ کے بندے کا دل خوش ہوتا۔ اس کی تسلی ہوتی ہے تو اس میں کسی کو برا ماننے کی کیا ضرورت ہے۔ ہمیں بھی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ قبلہ میاں جمیل احمد صاحب جب کبھی مسجد میں یا کسی محفل میں ملتے تو بڑی محبت اور شفقت کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔

مورخہ 13 اپریل 2003ء بروز اتوار کی بات ہے۔ دربار روڈ پر واقع دار المبلغین میں ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری کی لکھی ہوئی ہے۔ ''درسِ عمل'' کی رونمائی ہو رہی تھی۔ میں اُدھر سے گزر رہا تھا ہال فُل تھا۔ سٹیج پر صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب (سجادہ نشین) صدارت فرما تھے۔

گزرتے ہوئے سوچا کہ چلو تھوڑی دیر اس پاک محفل میں شرکت کر لیتے ہیں۔ مجمع کے آخر میں جوتیوں کے قریب میں بیٹھ گیا۔ میاں صاحب کی نظر مجھ پر پڑی تو مریدوں کو اشارہ کیا اور کہا وہ آخر میں گلشن صاحب بیٹھے ہیں انہیں میرے پاس لاؤ۔ دو مرید تیزی سے

میرے پاس پہنچے اور کہا چلیے سرکار بلا رہے ہیں۔اور میں اٹھ کران کے ساتھ ہولیا۔

اسٹیج پر پہنچ کر میاں صاحب کوسلام کیا اور مصافحہ کیا اور آپ نے نہایت شفقت و محبت اور پیار سے تمام مجمع کی موجودگی میں اپنے دستِ دلنواز سے کتاب ''درسِ عمل'' تُحفۃً مجھے عطا فرمائی۔اور محبت سے محبت وشفقت بھری باتیں کرنے کے بعد فرمایا۔اب آپ جائیں باقی باتیں پھر کسی اور نشست میں ہونگی اور میں خوشی خوشی کتاب لے کر اپنی جگہ پہ آ گیا۔اِس محفل میں حضرت میاں صاحب نے بڑے اختصار کے ساتھ بڑی جامع نصیحتیں فرمائی تھیں اور مصنف کوخراج تحسین پیش کیا تھا۔آپ نے فرمایا تھا کہ یہ کتاب بڑی محنت اور محبت سے لکھی گئی ہے۔ یہ تو بڑا کام ہے۔ چھوٹے سے چھوٹا کام بھی بڑی محنت چاہتا ہے۔بھیڑ سے اون حاصل کرنے میں بڑی محنت کرنی پڑتی ہے۔اس اون سے کپڑا بنانے میں کئی دن لگ جاتے ہیں اور پھر اس کپڑے سے لباس بنانے میں کئی دن لگ جاتے ہیں بلکہ کئی ہفتے لگ جاتے ہیں۔تب کہیں جا کر پھر وہ فقیر کا خرقہ یا گدھے کا جھول بن جاتی ہے۔لہٰذا ہر کام کے لیے محنت اول اور لازمی شرط ہے۔ڈاکٹر نذیر احمد صاحب نے واقعی بڑی محنت کی ہے۔اللہ پاک انہیں جزائے خیر عطا فرمائیں۔آمین۔ یہ کتاب عمل کا سبق دیتی ہے۔نام بھی درس عمل ہے۔لہٰذا پڑھیے اور عمل کیجیے۔صاحبزادہ میاں خلیل احمد صاحب کی وفات پر تعزیت کے لیے حاضر ہوا۔آپ سر جھکائے بیٹھے تھے۔ہاتھ بڑھایا ہوا تھا۔غم میں ڈوبے ہوئے تھے،لوگ ہزاروں کی تعداد میں قطاروں میں آ رہے تھے اور آپ کے ہاتھ کو چھو چھو کر آگے چلتے جا رہے تھے۔اپنی باری پر میں بھی آگے بڑھا اور مصافحہ کر کے آگے نکل گیا۔حضرت میاں صاحب کے عرس اور قبلہ ثانی صاحب کے سالانہ ختم شریف کے موقع پر آپ اختصار سے جامع نصائح فرمایا کرتے تھے۔جن میں پانچ وقت نماز اور احکامِ شریعت کی پابندی پر بہت زور ہوتا تھا۔عرس کو میلہ بنانے کے سخت خلاف تھے۔

دکانیں اور ریڑیاں بازاروں تک محدود رکھنے پر بہت زور دیا کرتے تھے۔ آپ کی نمازِ جنازہ چھپر کے قریب کھلے میدان اور شاہراہ پر صفیں بنا کر ادا کی گئی۔ مزار سے چوک شیر ربانی تک صفیں بن گئیں جس میں لاکھوں لوگوں نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔ امامت کی ذمہ داری آپ کے پوتے میاں ولید احمد نے نبھائی اور تدفین کی دعا آپ کے چھوٹے بیٹے میاں جلیل احمد نے کروائی۔ پونے پانچ بجے اگلے روز مورخہ 12-09-2013 بروز جمعرات نماز جنازہ پڑھی گئی اور تدفین کے بعد جب دعا ہو رہی تھی تو مغرب کی اذانیں شروع ہو گئی تھیں۔ بہت سی تنظیموں اور شخصیات کی طرف سے گلاب کے پھول اور پھولوں کے گلدستے اور پھولوں کی چادریں قبر پر چڑھائی گئیں۔ اگلے روز مزار سے ملحقہ کھلے میدان میں پانچ بڑے شاندار شامیانوں کے سایہ تلے صبح نو سے لے کر گیارہ بجے تک قل خوانی اور نعت خوانی ہوئی۔ پھر دعائے خیر اور بلندی درجات کی گئی۔

رحمتیں اللہ کی ہوں تجھ پر نبی ﷺ کا پیار ہو
لحد میں پیارے محمد ﷺ پاک کا دیدار ہو۔

1

حواشی

1۔ ماہنامہ نوائے شرقپور شریف (اکتوبر۔2013ء)، ص۔15 تا 16

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور ڈاکٹر فقیر حسین

تحریر: ڈاکٹر فقیر حسین

جس طرح آپ کی طبیعت میں خدمتِ دین کا جذبہ بدرجہ اتم موجود تھا۔ اسی طرح خدمتِ خلق کا جذبہ بھی موجود تھا۔ آپ نے اسی جذبہ کے تحت بے شمار مساجد تعمیر کروائیں۔ حضرت خواجہ امیر الدین کا مزار مبارک تعمیر کروایا۔ درسگاہ ''دارالمبلغین'' کا قیام فرمایا۔ ماہنامہ ''نور اسلام'' کا اجراء کیا ''جامعہ شیر رَبّانی برائے طالبات'' کا قیام فرمایا۔ آپ نے اسی طرح 2001ء میں ''شیر ربانی فری ڈسپنسری'' بیاد حضرت ثانی لاثانی شرقپوری کے قیام کا ارادہ فرمایا۔ آپ نے جس کے لیے میڈیکل کے شعبہ سے تعلق رکھنے والے حضرات جن کا تعلق آستانہ عالیہ شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ اُن سے رابطہ کیا۔ بندہ نے 1995ء میں صاحبزادہ حضرت میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت کی اور اُس کے بعد باقاعدگی سے جمعۃ المبارک شرقپور شریف میں ادا کرتا رہا۔ اُس کے بعد حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کرتا رہا اور میاں خلیل احمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جا کر بیٹھ جاتا۔ حضرت میاں خلیل احمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے کئی بار اجازت کی استدعا کرتا لیکن اجازت نہ ملتی۔ رات کافی دیر تک جمعہ شریف والی جگہ پر بیٹھے رہتے۔ تمام بیلی باری باری دُعا کرواتے اور اجازت لے کر چلے جاتے۔ آخر میں ماسٹر شرافت علی ساکن حکیم گڑھی شرقپور شریف رہ جاتے۔ ایک دِن میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حسب سابق بوقت عصر بیٹھا تھا کہ

حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اشفاق پٹواری ساکن موہلنوال کو بلانے کے لیے بھیجا۔ اشفاق پٹواری ابھی تھوڑی دُور ہی تھا کہ حضرت میاں خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے کھڑے ہونے کا حکم دیا اور فرمایا ابّا جی سے جا کر ملو۔ اِتنی دیر میں اشفاق پٹواری حضرت میاں خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچ گیا اور آپ سے عرض کرنے لگا کہ حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ڈاکٹر فقیر حسین کو بُلایا ہے۔ جس پر مَیں آپ کے پاس پہنچ گیا۔ آپ اندر والی بیٹھک میں بیٹھے تھے۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ تو نے صرف میاں خلیل احمد کی ہی حاضری بھرنی ہے یا مجھے بھی کچھ وقت دینا ہے۔ بندہ نے ہاتھ جوڑ کر جواب دیا کہ حضور جیسے آپ فرمائیں گے ویسا ہی کروں گا۔ میری کیا جرأت ہے کہ میں آپ کی حکم عدولی کروں۔ جس پر آپ فرمانے لگے کہ ایک دفعہ دریائے راوی میں سیلاب آ گیا تھا۔ مجھے بعد میں کسی ضروری کام سے لاہور جانا تھا۔ ہر طرف پانی ہی پانی تھا۔ لہٰذا مَیں ایک ٹریکٹر پر بیٹھ کر لاہور کی طرف چلا۔ مَیں نے پورے راستہ میں کیمپ لگے ہوئے دیکھے جن پر بینر لگے ہوئے تھے۔ جن پر لکھا ہوا تھا کہ ''فری میڈیکل کیمپ'' برائے سیلاب زدگان۔ مجھے اُن کو دیکھ کر خیال آیا کہ ہمیں بھی میڈکل کیمپ لگانا چاہیے تو مَیں نے حکیم علی احمد نیّر واسطی سے رابطہ کیا اور کہا کہ مَیں نے شرقپور شریف میں ''فری میڈیکل کیمپ'' لگانے کا ارادہ کر لیا ہے۔ جس پر حکیم صاحب نے جواب دیا کہ میں حاضر ہوں۔ مَیں خود بھی وقت دوں گا اور طبیہ کالج سے چوتھے سال کے کچھ طالبعلموں کی بھی ڈیوٹی لگا دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نے کیمپ لگایا۔ جس میں اتنے مریض آئے کہ سوچا بھی نہ تھا کہ یہ کیمپ اس قدر کامیاب ہوگا۔ اَب مَیں نے ارادہ کیا ہے کہ ایک ''فری ڈسپنسری'' کا اہتمام کیا جائے۔ جس پر بندہ ناچیز (ڈاکٹر فقیر حسین) نے جواب دیا کہ آپ جیسے حکم فرمائیں گے مَیں حاضر ہوں۔

آخر کار آپ نے ڈسپنسری تیار کروائی اور 2002ء میں باقاعدہ افتتاح کے لیے ہمیں دعوت نامے دیئے گئے۔ جس میں بندہ ناچیز (ڈاکٹر فقیر حسین)، ڈاکٹر محمد یوسف گگو منڈی والے اور ڈاکٹر سمیع اللہ شیخ صاحب میڈیکل سپریٹنڈنٹ، شیخ محمد ارشد پشاور والے اور ڈاکٹر محمد خالد موہلنوال والے حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ مَیں نے ڈسپنسری بنادی ہے۔ اب اِسے چلانا آپ لوگوں نے ہے اور جذباتی طور پر ہاں نہیں کرنی بلکہ اپنی ذات کو مدنظر رکھتے ہوئے وقت دینا ہے۔ آپ کے اپنے ذاتی معاملات میں بھی کسی قسم کا خلل پیدا نہ ہو۔ یہ فیصلہ ہوا کہ ڈسپنسری ہفتہ میں دو دِن کھلے گی۔ جمعۃ المبارک اور اتوار کو۔ آپ نے اُس کے بعد کھانا کھلایا اور فرمایا: ''چلو ڈسپنسری جا کر اس کا افتتاح کرتے ہیں۔ آپ کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ اگر قادے ڈاکو سے لوگوں کو شفا ہو سکتی ہے تو اس ڈسپنسری سے بھی ضرور لوگوں کو شفا ملے گی اور اُس کے بعد دُعا فرمائی۔ پھر آپ واپس بیٹھک میں تشریف لے گئے اُس کے بعد حسب معمول ڈسپنسری کھلنا شروع ہوگئی اور ایکسرے، ای۔ سی۔ جی، خون ٹیسٹ کا اہتمام بھی ہوگیا۔ مریضوں کا بڑا رش ہونے لگا۔ شروع میں ہم تین لوگ تھے یعنی ڈاکٹر محمد یوسف صاحب۔ ڈاکٹر محمد خالد صاحب بلال گنج ہسپتال، ڈاکٹر محمد نواز وڑائچ ڈپٹی ایم۔ ایس جنرل ہسپتال لاہور۔ ڈاکٹر عثمان حسن ماہر امراض گردہ ومثانہ نے بھی وقت دینا شروع کر دیا۔ آپ کے صاحبزادہ میاں جلیل احمد نے اپنی ذاتی گرہ سے ایک عدد ایمبولینس خرید کر عطیہ کر دی اس طرح ایک ایمبولینس سفری شفاخانہ کے لیے تیار ہوگئی۔ جس میں شرقپور شریف کے گردونواح کے گاؤں میں جا کر فری میڈیکل کیمپ لگائے جاتے۔ صاحبزادہ میاں جلیل احمد شرقپوری نے 2004ء میں ایک نئی ایمبولینس خریدی جس پر ایسے مریضوں کو لاہور منتقل کیا جاتا ہے جن کے لیے داخل ہونا ضروری ہوتا۔ آپ نے الٹرا ساؤنڈ مشین کا انتظام کیا۔ آپ نے ادویات وغیرہ کے لیے محمد ارشد شیخ، پشاور کی

ڈیوٹی لگائی۔ آپ نے ڈسپنسری کے انتظامات کے لیے بندہ ناچیز کو بطور ڈائریکٹر ''شیر ربانی فری ڈسپنسری'' مقرر کیا اور مجھے فرمایا: ''پریشان نہیں ہونا مَیں آپ کے ساتھ ہوں''۔ آپ نے پھر اس طرح نگرانی فرمائی کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ وہ ادویات جو اچانک ضرورت کے لیے منگوانی ہوتیں وہ بندہ ناچیز لاہور سے لے آتا ہے۔ ایک دفعہ کچھ دوائیاں ختم ہوگئی تھیں۔ مَیں نے وہ ادویات اپنے ذہن میں رکھ لیں تاکہ یہ ادویات پرسوں اتوار کو لیتا آؤں گا۔ جمعۃ المبارک کا دِن۔ شام کی نماز پڑھ کر لنگر شریف کھایا۔ آپ سے اجازت لی اور لاہور ہمراہ حاجی محمد اسلم اعظم مارکیٹ والے اپنے گھر لاہور چلا گیا۔ گھر تقریباً رات 9 بجے پہنچا تو میرے ذہن میں خیال آیا کہ ادویات کے نام ایک کاغذ پر لکھ لوں تاکہ کوئی دوائی رہ نہ جائے۔ 4 ادویات کے نام لکھ لیے لیکن پانچویں ذہن سے نکل گئی تھی کہ کونسی ہے؟ مَیں رات کو اسی خیال میں سو گیا۔ آپ خواب میں تشریف لائے اور آپ نے ہاتھ میں ایک شیشی پکڑی ہوئی تھی اور مجھ سے فرمانے لگے: ''کیا یہ دوائی ہماری ڈسپنسری میں موجود ہے؟'' یہ وہی سیرپ کی شیشی تھی جو میرے ذہن سے نکل گئی تھی۔ بندہ فوراً اُٹھا۔ اپنی جیب سے کاغذ نکالا اور اُس کو لکھ لیا۔ اگلے دِن میں نے اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ یہ ڈسپنسری ہم نہیں چلا رہے بلکہ آپ خود چلا رہے ہیں۔ آپ ڈسپنسری کی ایک ایک دوائی سے واقف ہیں۔ ڈاکٹر محمد یوسف صاحب نے ایک دفعہ ہم سے مشورہ کیا تھا کہ آپ سے عرض کرتے ہیں: ''جس طرح سرکاری ہسپتالوں میں پرچی کی 10 روپے فیس ہے۔ ہمیں بھی 10 روپے فیس رکھنی چاہیے۔ جس پر ہم نے اُن کی ہاں میں ہاں ملائی کیونکہ ایک تو وہ عمر میں ہم سے بڑے تھے۔ دوسرا خالص عقیدت والے بندے تھے۔ یہ ظہر کا وقت تھا''۔ آپ کے حکم کے مطابق ملاقات عصر کے بعد ہونی تھی۔ آپ نے مجھے بلایا اور فرمانے لگے: ''پرچی فیس نہیں رکھنی باقی والوں نے اگر رکھی ہے اور ہم بھی رکھ دیں تو یہ کام مثالی نہیں ہوگا''۔ آپ نے فرمایا: یہ

اتنا بڑا کام تو مَیں نے یہ سوچ کر شروع کیا ہے کہ ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرما کر گئے ہیں: ''میاں توجھڑے کم نوں ہتھ پاویں گا ضرور توڑ چڑھے گا''یعنی کامیابی ضرور ہوگی اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

سوہنیاں اُچیاں شاناں والا میرا سوہنا پیر لاثانی
قطب وقت بنایا جس نوں حضرت شیر ربانی

جیسا کہ اکثر علماء کرام سے سنا ہے کہ اللہ کا ولی جس وقت عالمِ دنیا میں ہوتا ہے تو اُس کی نو حصے توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رہتی ہے اور ایک حصہ توجہ خلقِ خدا کی رہبری و دستگیری کی طرف رہتی ہے۔ جب دنیا سے پردہ کر جاتا ہے تو ایک حصہ توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف اور نو حصے خلقِ خدا کی طرف ہو جاتی ہے۔ اس کی زندہ مثال یہ ہے کہ جس دِن سے آپ کا وصال مبارک ہو گیا ہے۔''شیر ربانی فری ڈسپنسری'' میں مریضوں کی تعداد پہلے سے دُگنی ہو گئی ہے یہ ہے آپ کی خصوصی توجہ کہ آپ عالم برزخ میں ہیں اور اپنے دست مبارک سے شروع کیے ہوئے اداروں کی پہلے سے بڑھ کر نگہبانی فرما رہے ہیں۔ 1ے

حواشی

1۔ ماہنامہ نوائے شرقپور شریف (اکتوبر۔2013ء)،ص۔31 تا 32

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور بابا نذیر احمد شرقپوری

پیدائش:

بابا نذیر احمد کا بیان ہے کہ وہ 15/ مارچ 1947ء کو شہر امرتسر کے محلّہ بھگتا نوالہ (بھارت) میں معراج دین کے ہاں پیدا ہوئے۔ ان کے والد معراج دین کا پیشہ حلوائی کا تھا۔ ان کے دادا کا نام مولا بخش تھا جو کہ مولا بخش پہلوان کے نام سے مشہور تھے۔ ان کا پیشہ گوٹے (سونے یا چاندی کے تاروں کا بافتہ) کا تھا۔ وہ جوانی ہی میں وفات پا گئے تھے۔ باپ کی وفات کے وقت معراج دین بہت چھوٹا تھا۔

حلیہ:

آپ کا قد 5 فٹ 6 انچ ہے۔ دبلے پتلے ہیں۔ جسم کا رنگ گندمی اور چمکدار ہے۔ آنکھیں بڑی بڑی ہیں۔

لباس:

سنت کے مطابق لباس ہمیشہ سفید پہنتے ہیں۔ سفید رنگ کا کرتا اور شلوار زیب تن کرتے ہیں۔ سر پر سفید رنگ کی پانچ کلیانی ٹوپی جو کہ حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ پہنتے تھے، پہنتے ہیں۔ یہ پانچ کلیانی ٹوپی آستانہ عالیہ شرقپور شریف کی نشانی ہے۔ اس ٹوپی سے دور و نزدیک سے پتا چل جاتا ہے کہ یہ ٹوپی پہننے والا آستانہ عالیہ شرقپور شریف سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ پانچ کلیانی ٹوپی مشرق و مغرب میں مشہور ہے۔

داڑھی:

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ جامع مسجد شیر ربانی مدینہ چوک (چوک ناخدا) وسن پورہ لاہور میں نماز جمعہ پڑھاتے تھے، اس وقت آپ نے بابا نذیر کو داڑھی رکھنے کی ہدایت فرمائی تو بابا نذیر صاحب نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کی روشنی میں سنت کے مطابق قبضہ بھر داڑھی رکھ لی۔

نماز کی پابندی:

بیعت ہونے سے پہلے وہ پانچ وقتہ نماز کے پابند نہیں تھے۔ لیکن جب وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے تو وہ پانچ وقتہ نماز کے پابند ہو گئے۔

تحریک آزادئ ہند:

تحریکِ آزادئ ہند بیسویں صدی کا وہ عظیم شاہکار ہے جس کی مثال تاریخ عالم میں ملنا محال ہے۔ برطانوی حکمرانوں کے پنجۂ استبداد سے نجات حاصل کرنے کے لیے اسلامیانِ برصغیر نے قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کی ولولہ انگیز قیادت اور علماء ومشائخ اہلسنت وجماعت کی سرپرستی اور راہنمائی میں تاریخ ساز جدوجہد کی جس کے نتیجہ میں دنیا کی سب سے بڑی اسلامی ریاست ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' کے نام سے معرضِ وجود میں آئی۔ تحریک آزادی کا راستہ روکنے کے لیے فرنگی حکمرانوں کے ساتھ ساتھ ہندو کانگرس، جاگیردار طبقہ کی نمائندہ یونینیسٹ پارٹی، وطن پرست ملاؤں کی ''جمعیت علماء ہند''، احرار اور سرخ پوش تحریک سمیت کئی علاقائی تنظیموں نے اپنا اپنا کردار ادا کیا مگر قافلہ حریت نے آل انڈیا سنی کانفرس اور آل انڈیا مسلم لیگ کے نڈر اور بے خوف راہنماؤں کی قیادت میں اپنی منزلِ مراد حاصل کر کے ہی دم لیا۔

قیام پاکستان:

جب 1947ء کو پاکستان اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آیا تو وہ مسلمان جو بھارت میں صدیوں سے آباد وشاد تھے، پاکستان کی محبت میں جو "**لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُـحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ**" کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل وکرم سے قائم ہوا، ہجرت کر کے بہت سی مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے پاکستان پہنچے۔ بہت سی عورتوں کی عزتیں لٹ گئیں۔ کئی لوگوں کی مائیں بچھڑ گئیں۔ کئی عورتوں کے سہاگ لٹ گئے۔ کئی ماؤں کے جگر گوشے جدا ہو گئے۔ باپ جدا ہو گئے، بہن بھائی جدا ہو گئے۔ بہت سارے مسلمانوں نے پاکستان پر جانیں قربان کر دیں۔ بے سروسامانی کی حالت میں بچے کھچے مسلمان پاکستان پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔ اس ہجرت کی تباہی و بربادی کو وہی جانتا ہے، جس نے اس وقت اسلام کی خاطر ہجرت کی ہو۔ ان لوگوں کا جذبہ قابل دید ہے جنہوں نے پاکستان کی خاطر صعوبتیں اٹھائی تھیں۔ مختصر یہ کہ یہ قیامت خیز منظر تھا۔ اگرچہ قیام پاکستان کے وقت راقم السطور (ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری) کا صغرسنی کا زمانہ تھا لیکن پھر بھی میری یادداشتوں میں بہت سے واقعات محفوظ ہیں۔ اس وقت ان کو بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔

خاندان کی پاکستان آمد:

بابا نذیر احمد کا خاندان دین اسلام کی خاطر 1947ء میں ہجرت کر کے پاکستان آیا اور حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے دواخانہ جو کہ ریلوے روڈ پر تھا اس کے ساتھ والی گلی میں رہائش پذیر ہوا۔ موصوف کے ایک ماموں جن کا نام ابراہیم تھا امرتسر سے پاکستان آتے ہوئے اونچا پُل پر ہندوؤں کے حملہ سے شہید ہو گئے۔ موصوف کے رشتہ میں نانا جنہوں نے ان کو گود میں اٹھایا ہوا تھا گلی میں گولی لگنے سے شہید ہو گئے۔ اس طرح ان

کے کئی عزیز و اقارب ہندوستان سے پاکستان آتے ہوئے شہید ہو گئے۔

بابا نذیر احمد کا ایک چھوٹا بھائی تھا جس کا نام بشیر احمد تھا اور دو بڑی بہنیں تھیں۔ بشیر احمد کی پیدائش خاندان کی ہجرت کے بعد پاکستان میں ہوئی۔

معراج دین جب جوان ہوا تو سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت خواجہ دیوان محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہوا۔ معراج دین کے ہاں جو لڑکا پیدا ہوتا تھا وہ فوت ہو جاتا۔ نذیر احمد پیدا ہوا تو ان کے ماں باپ نے اس وقت کے گدی نشین خواجہ رستم علی رحمۃ اللہ علیہ کی جھولی میں ڈال دیا۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کی تو نذیر احمد زندہ رہا۔ جب ہجرت کر کے نذیر احمد کا خاندان پاکستان آیا تو اس وقت نذیر احمد کی عمر صرف چھ ماہ تھی۔

نذیر صاحب کے والد صاحب صوم وصلوۃ کے پابند تھے۔ پانچ وقتہ نماز با جماعت ادا کرنا، قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور وظائف باقاعدگی سے کرنا ان کے معمولات میں شامل تھا۔ اپنے بچوں کو نماز کی ادائیگی کے لیے سختی سے کام لیتے تھے اور جو بچہ نماز نہ پڑھتا اسے سخت سزا دیتے تھے۔

1957ء کو محرم الحرام کی 5 تاریخ بروز اتوار کو ان کے والد گرامی (معراج دین) نے نذیر احمد صاحب کو صبح کی نماز کی ادائیگی کے لیے کہا لیکن وہ سستی کی وجہ سے صبح کی نماز ادا نہ کر سکے اور ڈر کے مارے والد صاحب کے بلانے پر چھت پر نہ گئے کہ پٹائی ہو گی۔ ان کے والد صاحب معمول کے مطابق فجر کی نماز با جماعت ادا کرنے کے بعد مکان کی چھت پر چلے گئے اور وہیں قرآن مجید کی تلاوت اور وظائف کرتے کرتے فوت ہو گئے۔ جب ان کی تلاوت کرنے کی آواز بند ہو گئی تو اہل خانہ میں سے کسی نے چھت پر جا کر دیکھا تو وہ قرآن مجید پر جھکے ہوئے تھے، ہلانے سے پتہ چلا کہ ان کی روح پرواز کر چکی تھی۔ بابا نذیر صاحب کی عمر اس وقت 9 سال اور 6 ماہ تھی۔ ان کو تعلیم حاصل کرنے کا بڑا شوق تھا جو کہ

والد کی وفات کی وجہ سے پورا نہ ہو سکا۔

شادی اور اولاد:

ایک اندازے کے مطابق بابا جی کی شادی 1968ء میں ہوئی۔ شادی کے اگلے روز والدہ صاحبہ نے انہیں علیحدہ کر دیا۔ انہوں نے دل لگا کر محنت کی۔ اور بہت پیسہ کمایا۔ اور والدہ صاحبہ جب تک زندہ رہیں خود بھی خدمت کرتا رہا اور اپنی بیوی سے بھی والدہ کی خدمت کرواتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پانچ بیٹوں اور پانچ بیٹیوں سے نوازا ہے۔

بیٹوں کے نام بالترتیب یہ ہیں:

1۔ محمد نواز (مرحوم)

2۔ محمد اعجاز

3۔ غلام محی الدین

4۔ محمد قادر

5۔ محمد شاہد

سارے بچے فخر المشائخ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔ جب محمد معروف احمد شرقپوری نے اپنے گھر میں ''روزنامہ شیر ربانی'' کا اجراء کیا تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کئی خادمین اس کی مدد کرتے تھے جن کے نام بابا نذیر احمد، محمد رفیق، محمود، قاضی نوراللہ وغیرہ ہیں۔ فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ تقریباً روزانہ ''روزنامہ شیر ربانی'' کے دفتر میں جاتے تھے اور بابا نذیر احمد ان کی خدمت پر مامور تھے۔ ایک دن حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر وجدانی کیفیت طاری تھی تو آپ نے بابا نذیر سے فرمایا کہ بڑی دیر ہو گئی ہے۔ بچیوں کے لیے رشتے تلاش کرو۔ تمہارا کوئی تایا چاچا نہیں ہے۔ حقیقت میں بابا نذیر کا کوئی تایا چاچا نہیں ہے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بچیوں کی

شادی کے لیے خاص دعا کی تھی جس کی وجہ سے بچیوں کے لیے اچھے رشتے مل گئے اور شادیاں ہو گئیں۔

شرفِ بیعت:

نذیر احمد کا بیان ہے کہ وہ 9/جون 1978ء کو بروز جمعۃ المبارک فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہوا۔ جس دن وہ فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہوا، اس نے دیکھا کہ اسی رات ان کے کمرہ میں اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہوئے۔ سارا کمرہ نورانی صورتوں سے بھرا ہوا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ فرمایا تو سب بزرگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جمع کروا دیا۔ انہیں معلوم نہیں کہ انہوں نے حضرت شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کیا کیا جمع کروایا۔ نذیر احمد صاحب کے دل میں خیال آیا کہ وہ بھی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کچھ نہ کچھ خدمت کریں۔ جب وہ آگے بڑھے تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بزرگوں نے جمع کروایا تھا سارے کا سارا باباجی کی جھولی میں ڈال دیا۔ جس کی وجہ سے انہیں بہت خیر و برکت عطا ہوئی۔ انہوں نے یہ بات اپنے پیر و مرشد فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کو بتائی تو آپ خاموش رہے۔

فلیٹ کے خریدنے کی معاملہ:

ایک دفعہ راقم السطور (ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری) اپنے پیر و مرشد فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے آستانہ عالیہ شیر ربانی شرقپور شریف گیا۔ شرفِ ملاقات کے بعد حضرت میاں خلیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف ملاقات ہوا تو آپ فرمانے لگے آستانہ عالیہ پر کس سواری سے آئے ہو؟ مَیں نے عرض کیا کہ موٹر سائیکل پر۔

آپ فرمانے لگے کہ چلو! ہم اکٹھے موٹر سائیکل پر لاہور چلتے ہیں۔ میاں صاحب میرے پیچھے موٹر سائیکل پر بیٹھ گئے۔ مَیں راستے میں ڈرتا رہا کہ کہیں موٹر سائیکل میرے کنٹرول سے باہر نہ ہو جائے۔ راستے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ اگر موٹر سائیکل پنکچر ہو جائے تو کیسے پتہ چلتا ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ موٹر سائیکل ڈگمگانے لگتی ہے۔ کریم پارک راوی روڈ گئے۔ وہاں مکان دیکھنے لگے اور بھی کئی جگہوں پر مکان دیکھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ جب مَیں دوسرے شہروں میں جاتا ہوں۔ کئی دفعہ بہت دیر ہو جاتی ہے تو لاہور سے شرقپور شریف کی سواری نہیں ملتی تو رات داتا دربار گزارنی پڑتی ہے۔ نیند خراب ہوتی ہے۔ باہر کے سفر کی وجہ سے تھکاوٹ بہت ہو جاتی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مَیں چاہتا ہوں کہ داتا دربار کے عقب میں کوئی مکان خرید لیا جائے تاکہ دوسرے شہروں سے واپسی پر یہاں رات بھر آرام کر لیا جائے اور صبح کی نماز کی ادائیگی کے بعد شرقپور شریف جایا جائے کیونکہ صبح کو شرقپو شریف کی سواری باآسانی مل جاتی ہے۔ آخر میں داتا دربار حاضری دی اور میاں خلیل احمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے گھر جانے کی اجازت دی۔ اس وقت میری رہائش مقبول روڈ اچھرہ لاہور میں تھی۔ دل میں خیال آیا کہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا تھا کہ اگر موٹر سائیکل پنکچر ہو جائے تو اس کا کیسے پتہ چلتا ہے؟ جب مَیں اپنے گھر کے دروازے پر پہنچا تو دیکھا کہ موٹر سائیکل پنکچر تھی۔ اس طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت کا ظہور ہوا۔

چنانچہ حضرت میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فلیٹ مکان نمبر 5، اجمیری سٹریٹ، ہجویری محلّہ نزد داتا گنج بخش دربار خرید لیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس فلیٹ کو خود تو استعمال نہیں کیا مگر اپنے والد گرامی فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق اس کو ماہنامہ ''نور اسلام'' کے دفتر کے لیے وقف کر دیا۔

دفتر کی تبدیلی:

ماہنامہ ''نوراسلام'' کا دفتر جامع مسجد قادریہ شیر ربانی 21، ایکڑ سکیم نیومزنگ سمن آباد، لاہور سے کاشانۂ شیر ربانی، مکان نمبر 5، اجمیری سٹریٹ، ہجویری محلہ نزد داتا گنج بخش دربار، لاہور جون/1998ء میں تبدیل ہو گیا۔ چونکہ یہ جگہ دور ونزدیک سے آنے والوں ملاقاتیوں اور لکھاریوں کے لیے بہت موزوں تھی۔ اس لیے اس جگہ کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پسند فرمایا۔

شروع شروع میں فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ دوسری منزل پر واقع دفتر ''نوراسلام'' میں تشریف فرما ہوتے تھے لیکن جب آپ کی طبیعت زیادہ علیل ہوگئی تو آپ نے نیچے دکان میں بیٹھنے کو پسند فرمایا۔

نذیر احمد صاحب کا بیان ہے کہ دکان میں بیٹھنے کی تیاری کرنے کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تین خادموں صوفی اللہ رکھا مرحوم، نذیر احمد اور محمد معروف احمد شرقپوری سے مشورہ لیا کہ کس طرح اس کو تیار کیا جائے۔ محمد معروف احمد شرقپوری صاحب نے مشورہ دیا کہ یہاں شیشے لگوا لیے جائیں۔ صوفی اللہ رکھا مرحوم خاموش رہے۔ نذیر احمد صاحب نے مشورہ دیا کہ یہاں پلائی لگوالی جائے لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہے۔

بابا کا لقب:

نذیر احمد صاحب کا بیان ہے کہ جب وہ دکان کی صفائی کر رہے تھے تا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹھنے کی جگہ بنائی جائے۔ اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے۔ اور خوش ہو کر فرمایا کہ ''بابا'' کا مشورہ درست ہے۔ یہاں پلائی لگائی جائے۔ چنانچہ نذیر احمد صاحب کے مشورہ کے مطابق دکان میں پلائی لگا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹھنے کی جگہ بنائی

گئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ خوش ہو کر نذیر صاحب کو ''بابا'' کہنے لگے۔ اور ان کا نام ''بابا نذیر'' مشہور ہو گیا۔

بابا نذیر کا بیان ہے کہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ جب انہوں نے وہ پلاسٹک جو حضرت مشائخ المشائخ رحمۃ اللہ علیہ بطور بچھونا استعمال کرتے تھے دھو کر صاف کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اس کو دیوار پر نہیں ڈالنا بلکہ اس کو چھت پر پھیلا کر خشک کر لیا جائے'' بابا نذیر جب پلاسٹک چھت پر بچھا کر واپس آئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو وضو کروانے لگے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے: ''خدا کا شکر ہے! کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تمام سہولتیں دی ہیں جو کسی رئیس کو بھی میسر نہیں ہوتیں۔ بیماری میں بھی پاک رہنے کی کوشش کرتا ہوں''۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ظہر کی نماز ادا کی۔ اور مجھے پانچ کلوسیبوں کا ڈبہ، ایک تسبیح اور ایک رومال عنایت فرمایا۔ آپ کا معمول تھا کہ جو تبرکات آتے فوری طور پر حاضرین میں تقسیم کر دیتے۔

بابا نذیر صاحب فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی دربانی کا کام بھی کرتے تھے اور آپ کے کمرے اور بستر وغیرہ کی صفائی بھی کرتے تھے۔

بابا جی کا بیان ہے کہ ایک دن وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت پر مامُور تھے کہ ملک اقبال نامی شخص حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ملنے کے لیے آیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کمرے میں جوتی لے کر داخل ہو گیا تو بابا جی نے اُن کی جوتی اٹھا کر کمرہ سے باہر رکھ دی تو اُنھوں نے بہت بُرا منایا اور کہنے لگا کہ اوپر والے لوگ ایسے ہی کرتے ہیں۔ اُس نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ انہوں نے پیرزادہ محمد اقبال فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کی دکان پر آپ کی بہت تعریفیں سنی ہیں۔ اس لیے آپ کو ملنے کے لیے آ گیا ہوں۔ اسی اثنا میں بابا جی اوپر والی منزل سے گھر کا پکا ہوا کھانا لینے کے لیے گئے۔ جب

وہ واپس آئے تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اُسے اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا اور کھانا کھانے کے بعد اس شخص سے فرمانے لگے کہ آپ اسے معاف نہیں کر سکتے۔ بابا جی کا کہنا ہے کہ جہاں برکتوں اور نور کی نہریں چل رہی ہوں وہاں خادمین خالی نہیں رہ سکتے۔

روحانی علاج:

انہوں نے محمد رفیق شرقپوری کی دکان پر ان کی موجودگی میں بتایا کہ جب محمد معروف احمد شرقپوری کی کمر کو جنات نے پکڑ لیا اور وہ سخت مصیبت میں مبتلا تھا تو انہوں نے اس کا علاج کیا تھا اور وہ میاں صاحب رحمۃ االلہ علیہ کی نظرِ کرم سے تندرست ہو گیا اور اب وہ بالکل تندرست ہے۔

موجودہ رہائش:

ان کی موجودہ رہائش تاج پورہ، گُجا پیر روڈ، رزاق کالونی لاہور میں ہے۔

ذریعہ معائش:

بابا نذیر صاحب کا ذریعہ معائش محنت مزدوری ہے۔آج کل انہوں نے تاج پورہ گُجا پیر روڈ، رزاق کالونی لاہور میں بجلی کے سامان کی دوکان بنائی ہوئی ہے۔اور بجلی کا کام کرتے ہیں۔ان سے لوگ کام کے لیے فون نمبر 0322-4364337 پر رابطہ کرتے ہیں۔

چھوٹا بھائی:

بابا جی کے چھوٹے بھائی بشیر احمد کی پیدائش ان کے خاندان کی پاکستان میں آمد کے بعد ہوئی۔وہ صاحبزادہ حضرت میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ان کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹے اور چار بیٹیوں سے نوازا۔ بیٹے کا نام محمد فیصل ہے۔

محمد فیصل کو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹوں اور ایک بیٹی کی نعمت سے نوازا ہے۔ بیٹوں کے نام بالترتیب یہ ہیں:

1۔ زین علی

2۔ آیان علی

3۔ حماد علی

تینوں بیٹے کم سن اور زیر تعلیم ہیں۔ محمد فیصل کا فون نمبر 0300-4498576

حواشی

[یاد رہے کہ بابا نذیر احمد صاحب نے اپنے حالات خود قلم بند کروائے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ یہ آرٹیکل صاحبزادہ قاضی محمد نور اللہ نقشبندی مجددی شرقپوری کو برائے نظر ثانی بھیجا گیا تھا اور انہوں نے نظر ثانی کے بعد مورخہ 3 فروری 2022ء کو واپس کیا]

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور الحاج سردار محمد فضل شوقؔ نقشبندی

راقم التقویم: خرقہ پوش صحافی آئی۔ یو۔ جیرال

نام : محمد فضل

تخلص : شوق

مقام و تاریخ پیدائش:

یکم دسمبر 1941ء بھانہ دھوڑیاں، تحصیل مینڈھر، ضلع پونچھ مقبوضہ ریاست جموں کشمیر

والد کا نام: سردار فرمان علی خان

تعلیم:

پرائمری: گورنمنٹ پرائمری سکول ناڑ فیروزالاں، تحصیل مینڈھر، ضلع پونچھ

میٹرک: گورنمنٹ ہائی سکول سُرنکوٹ، تحصیل مینڈھر، ضلع پونچھ

تعلیمی اہلیت: ایم۔اے (تاریخ) بی۔ایڈ

شادی:

سردار محمد فضل شوق کی شادی 23 مئی 1953ء کو اپنے آبائی گاؤں میں ہوئی۔

زوجہ محترمہ کا نام برکت بانو ہے۔

بیٹیوں کے نام:

1۔ پرویز بیگم 2۔ نازیل شوق 3۔ مسرت شوق

بیٹوں کے نام:

1۔ محمد اشتیاق خان 2۔ محمد اشفاق خان

3۔ محمد اتفاق خان 4۔ محمد الرفاق خان

اعزاز: غازی کشمیر ایوارڈ 2007ء

2007ء میں شوق صاحب نے سابق صدر و وزیراعظم سردار حیات خان کے ہاتھوں حاصل کیا۔

درس و تدریس:

سردار محمد فضل شوق صاحب درس و تدریس کے دوران جہاں بھی گئے پوری دیانتداری اور نیک نیتی سے بچوں کی تعلیم و تربیت کرتے رہے ہیں اور اپنے اساتذہ کرام کی ایسوسی ایشن کی سرگرمیوں کو سنوارتے رہے اور ایسوسی ایشن کے کئی عہدوں پر متمکن رہے ہیں۔

تنظیموں کی صدارت:

آپ جن تنظیموں کے عہدوں پر فائز ہیں وہ یہ ہیں:

☆ صدر ٹیچرز ایسوسی ایشن نکیال

☆ صدر ہیڈ ماسٹرز ایسوایشن ضلع کوٹلی

☆ صدر انجمن اساتذہ میر پور ڈویژن

☆ جنرل سیکرٹری دارالعلوم اسلامیہ قادریہ، فتح پور تھکیالہ کوٹلی سال 1970ء تا ہنوز

☆ صدر اہلسنت و جماعت نکیال

☆ مرکزی رکن گکھڑ، ویلفیئر ایسوسی ایشن، آزاد جموں و کشمیر۔1

تصنیفات:

☆ جموں و کشمیر کی پہاڑی ریاستیں (جلد اول) سال اشاعت 2007ء

☆ سوانح حیات مولانا محمد ابراہیم دُرّانی کابلی۔سال اشاعت 2008ء

☆ میری یادیں (خودنوشت)............ سال اشاعت 2009ء

زیر ترتیب کتب

☆ نغمات شوق اور مضامین شوق

☆ ریاست جموں و کشمیر میں تاریخ گکھڑ، راجپوت

☆ راجہ غلام رضا خان (نور پور شاہاں، اسلام آباد)

☆ تاریخ فیروزالاں گھگڑاں اور دیگر قبائل۔

اس کے علاوہ بھی سردار محمد فضل شوق صاحب اپنے علاقہ کی دیگر رفاحی تنظیموں سے منسلک ہیں اور بیداری کی تحریک کو فروغ وفعال بنانے میں دن رات ایک کیے ہوئے ہیں۔گویا کہ ہم اور آپ سب نے جانا کہ شوق صاحب ایک متحرک استاد اور منفرد شخصیت بھی ہیں۔اللہ ان کے دم کو سلامت رکھے کہ ان کا دم علاقہ کی فلاح و بہبود کے لیے غنیمت ہے۔

راسخ العقیدہ سنی مسلمان:

سردار محمد فضل شوق صاحب راسخ العقیدہ مسلمان ہیں جو اس مادیت پسندی کے دور میں بھی قرآن پاک کی صبح وشام تلاوت کرتے ہیں۔اور سمجھنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔حتیٰ المقدور اس کی تعلیم پر عمل کرنے کی کوشش میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں۔یہ ان کی

عادت بہت اچھی ہے کہ جس نے قرآن پاک کی تعلیمات سے اپنے رسول ﷺ اور رب کُل سے لو اور عشق کرتے ہیں۔ اور حقوق العباد کی پاسداری کرتے ہیں۔ سردار محمد فضل شوق صاحب نے ساری زندگی پابندی وقت کا خیال رکھا۔ ان کو بچپن ہی سے پانچ وقتہ نماز وقت پر پڑھنے کی عادت ہے۔ ایک شام فرشی ڈیرے پر بیٹھے مُلک کے ممتاز فلسی شاعر اور ادیب سید مسعود اعجاز بخاری، سردار محمد فضل شوق اور کچھ دوسرے لوگ اسلامی اقدار اور اردو ادب نوازی کے سلسلے میں محو گفتگو تھے کہ اذان کی آواز سنائی دی۔ سب لوگوں کو چُپ سی لگ گئی۔ اذان کی آواز جب بند ہوگئی تو سردار محمد فضل شوق صاحب کے دل میں ہلچل پیدا ہوئی اور آنکھیں کھول کھول کر جائے نماز کی تلاش میں بھٹک کے اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے نماز ادا کرنے کے بعد دعائے شکرانہ پڑھی۔ وہ قرآن اور بخاری کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ان کو کتب بینی اور تصنیف و تالیف کا بھی بہت شوق ہے۔ کتب بینی اور کتب نویسی ان کی زندگی کا اثاثہ ہے۔2

اسلامی تہذیب سے محبت:

درس و تدریس کے پیشہ سے منسلک ہونے کے باوجود آپ نے اسلامی تہذیبوں کی تاریخ کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ خود شناسی اور قبیلہ کی بازیافت کے لیے نہ صرف مطالعہ کیا بلکہ اپنا روزنامچہ/ضروری نوٹس بھی تیار کرنے میں ہمہ تن گوش رہے۔3

وجہ تسمیہ بیعت:

الحاج سردار محمد فضل شوقؔ صاحب اپنی کتاب ''مکتوبات بنام شوق معہ مضامین شوق'' کے صفحہ نمبر 243۔245 پر اپنی بیعت کا ذکر اس طرح بیان کرتے ہیں:

حضرت فخر المشائخ میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مند پاکستان، آزاد کشمیر

اور دنیا کے بیشتر ممالک میں موجود ہیں۔ جہاں آپ تبلیغ کے دورے فرماتے رہے ہیں۔
آزاد کشمیر میں بھی میر پور، کوٹلی، کھوئی رٹہ، گیائیں اور نکیال وغیرہ علاقوں میں آپ کے مریدان وفا کیش موجود ہیں۔ جہاں آپ تبلیغی دورے فرماتے رہے ہیں۔ چونکہ حضرت صاحب قبلہ سے وابستگی کو تھوڑا عرصہ ہوا ہے۔ اس لیے اس ناچیز کے لیے آپ کے تبلیغی دوروں کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ صرف ان دوروں کا ذکر مطلوب ہے۔ جن میں بندہ ناچیز حاضر خدمت رہا۔ اولین تبلیغی دورہ جس میں ناچیز کو شمولیت کی سعادت نصیب ہوئی۔ وہ ہائی سکول گیائیں گوجراں ضلع کوٹلی آزاد کشمیر میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کانفرنس میں بطور مہمان خصوصی تشریف لانے سے متعلق ہے۔ آپ ماسٹر نذیر احمد گورسی حال صدر معلم کے ہاں فروکش تھے۔ کانفرنس کے متعلقہ اشتہار نکیال پہنچا تو اس میں عاجز ناچیز نے بھی شرکت کی ٹھانی۔ نکیال سے براستہ منڈھیتر نجانہ ماسٹر نذیر احمد صاحب پہنچے، جہاں حضرت صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ سکول میں تقریب کے دوران بھی خاموشی سے بیٹھا رہا۔ علماء کرام، پروفیسر صاحبان کی تقاریر کے بعد حضرت صاحب نے موضوع کے اعتبار سے بیان فرمایا جو دل میں گھر کر رہا تھا۔ بندہ ناچیز تو طرز بیان، موادِ بیان اور تاثیر بیان میں ڈوبا رہا۔ دراصل آپ علم و عرفان کے سمندر ہیں۔ ہر ہر بات دل پر اثر کرتی ہے۔
کانفرنس کے بعد ماسٹر نذیر احمد صاحب کے ہاں لنگر تقسیم ہوا۔ بندہ ناچیز اور دو ساتھیوں کو بلا کر اپنے ہمراہ انتہائی شفقت سے لنگر میں شامل فرمایا۔ بعد ازاں ظہر کی نماز کے لیے اقامت کہنے کا مجھ ناچیز کو حکم فرمایا۔ نماز کے بعد علم و عرفان کی محفل جمی رہی۔ رات کو بھی بعد نمازِ عشاء حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات پر بیان ہوا۔ دوسرے روز انتہائی محبت اور شفقت کے ساتھ ہمیں نکیال آنے کی اجازت دی گئی۔ ایک دن رات کی صحبت میں بندہ ناچیز بے حد متاثر ہوا۔ آپ کا ہر فعل قرآن و سنت کے مطابق

تھا۔جس نے مجھ جیسے ہیچمدان اور گناہ گار کو آپ کا گرویدہ بنالیا۔ہم تین ساتھی واپس نکیال آئے۔آپ نے کتاب ''صحبت کی نشانی'' عطا فرمائی۔3

شرفِ بیعت:

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے آزاد کشمیر کے تبلیغی دورے 23 اپریل 1981ء کے موقع پر الحاج سردار محمد فضل شوق نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔

الحاج سردار محمد فضل شوق اپنی کتاب ''مکتوبات بنام شوق معہ مضامین شوقؔ'' کے صفحہ نمبر 245۔246 پر اپنی بیعت کا حال کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

......خطیب کشمیر علامہ محمد یوسف قادری مہتمم دار العلوم اسلامیہ قادریہ نکیال نے تعبیر کے طور پر حضرت فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضری دے کر شرفِ بیعت حاصل کرنے کا مشورہ دے دیا تھا۔اور راقم الحروف بھی شرقپور شریف حاضری کے لیے بے تاب تھا کہ آپ کے گیائیں گوجراں تشریف آوری کی اطلاع ملی۔ناچیز اس وقت بحیثیت اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر ضلع کوٹلی تحصیل نکیال تعینات تھا۔اطلاع ملتے ہی نکیال سے پیدل ہی ہمراہ صوفی محمد زمان چپڑاسی گیائیں گوجراں کے لیے روانہ ہوا۔آپ گیائیں گوجراں ماسٹر فقیر محمد صاحب کے ہاں تشریف فرماتے تھے۔قدم بوسی کی۔آپ نے سب سے پہلے ماسٹر صاحب کو لنگر کھلانے کو کہا۔بعد ازاں محفل علم وعرفان جاری رہی۔آپ کی شفقت اور درویشانہ جلالیت کی وجہ سے جرأت اظہار نہ ہوئی۔ماسٹر طفیل احمد چودھری آف کرجاہی جو کہ آپ کے مرید ہیں۔ان سے مشورہ کر کے ماسٹر فقیر محمد صاحب کو بندہ ناچیز کی خواہش پر بیعت فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے حضور پیش کرنے کے لیے چنا گیا۔ماسٹر صاحب موصوف نے بڑے مودبانہ الفاظ میں التجا کی۔چنانچہ آپ نے وہاں پر ہی بیعت کے شرف سے مشرف کیا۔وظائف نقشبندیہ شرقپوریہ بتائے اور شجرہ شریف حضرات

خواجگان نقشبندیہ علیہم الرحمۃ عطا فرمایا۔ آج بندہ ناچیز کی خوشی کی انتہا نہ تھی کہ اولیائے شرقپور شریف کے دامن کی نسبت میسر آ گئی تھی۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

بعد میں کمہار محلہ بھروٹ گالہ مکان صوفی محمود احمد ورود ہوا۔ رات کو وہیں قیام کیا۔ اگلے روز موضع ہل کھوئی رٹہ بر مکان صوفی عبدالعزیز صاحب لنگر ہوا۔ بعد دوپہر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جامع مسجد کھوئیرٹہ میں نماز جمعہ پڑھائی اور کوٹلی کے لیے روانہ ہوئے۔ راقم الحروف بندہ ناچیز اور ماسٹر طفیل احمد آف کرجاہی کو واپسی کی اجازت مل گئی۔ بندہ ناچیز کی نسبت بیعت اولیائے نقشبندیہ شرقپوریہ بدست حضرت فخر المشائخ میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ 23 اپریل 1981ء ہے جو کہ زندگی کا ایک یادگار دن ہے۔ 4

تبلیغی دوروں میں شرکت:

30 نومبر 1981ء کو معلوم ہوا کہ حضرت فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ آزاد کشمیر کے دورہ پر کوٹلی تشریف لائے ہوئے ہیں۔ مسلم کمرشل بنک کوٹلی آزاد کشمیر کے مینجر خالد حسین شاہ صاحب قصوری کے ہاں حاضری دی۔ کملا ہوٹل کوٹلی پر کشمیر آئل مل کے مالک کی جانب سے ناشتہ کی تقریب میں شرکت کی۔ آپ نے باکمال مہربانی نکیال آنے کی التجاء قبول کی۔ رات کو منشی جان محمد خان چیئرمین ٹاؤن ہال نکیال کے ہاں قیام ہوا۔ بندہ ناچیز کے نئے گھر موضع بکناڑ بنالہ جانے کے لیے پیدل سفر کرنا پڑتا تھا۔ اس لیے یہاں سڑک کے کنارے فروکش ہونے کا حکم ہوا۔ معتقدین سے بعد از نماز عشاء حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے بارے میں بیان ہوا اور یہ دن منانے کا حکم ہوا۔ مولوی محمد امین لاہوری اور ماسٹر طفیل احمد صابر آف کرجاہی بھی ہمراہ تھے۔ اگلے روز صبح کوٹلی

واپسی کا حکم ہوا۔ دوپہر کا لنگر رحمانیہ ہوٹل کوٹلی پر ہوا۔ وہاں سے کھوئی رٹہ روانہ ہو کر شب کو صوفی عبدالعزیز آف بل مجوال کے ہاں قیام کیا۔ بعد از نمازِ عشاء آپ نے ''یوم مجدد'' کے سلسلہ میں وعظ فرمایا۔ بل مجوال سے کوٹلی روانگی کا حکم ہوا۔ راستے گلہار شریف کوٹلی میں حضرت محمد صادق صاحب المعروف حضرت صاحب چھچیاں والے سے ملاقات کے لیے رُکے۔ راقم الحروف محمد فضل شوق، ماسٹر طفیل احمد صابر آف کرجاہی، چودھری محمد زمان آف بل مجوال اور مولوی محمد امین لاہوری ہمراہ تھے۔ دونوں مشائخ میں ایمان افروز گفتگو ہوئی۔ حضرت صاحب چھچوی ہمیں نیچے حجرہ شریف میں لے گئے، جہاں چائے پلائی۔ مٹھائی وغیرہ سے تواضع کی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ آپ کا اپنا گھر ہے۔ گلہار شریف/چھچیاں شریف تشریف لایا کریں۔ دونوں بھائی اکٹھے پانچ نمازیں پڑھیں گے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اثبات میں جواب دیا۔ ازاں بعد صوفی فوجدار صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر لے جا کر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کے لیے گذارش کی گئی۔ دعا کے بعد کوٹلی اور پھر واپس راولپنڈی کے لیے روانگی ہوئی۔5

7اپریل 1983ء کو معلوم ہوا کہ حضرت صاحبزادہ میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ جامع مسجد بلیاہ کوٹلی میں سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کانفرنس میں بطور مہمان خصوصی تشریف لا رہے ہیں اور اس کے بعد کھوئی رٹہ گیائیں نکیال وغیرہ کا دورہ فرمائیں گے۔ جامع مسجد بلیاہ کوٹلی میں بعد از نمازِ عشاء سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کانفرنس منعقد ہوئی جس میں آپ نے بحیثیت مہمان خصوصی سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل بیان فرمائے۔ رات کو رحمانیہ ہوٹل پر قیام کیا اور اگلے روز کھوئی رٹہ کے دورہ پر تشریف لے گئے۔ 20اپریل 1983ء مغرب کے بعد جامع مسجد غوثیہ نکیال پہنچے۔ لنگر کے بعد نمازِ عشاء کے فوراً بعد کانفرنس سیدنا حضرت صدیق

اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منعقد ہوئی جس کے مہمان خصوصی حضرت صاحبزادہ میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ راقم الحروف محمد فضل شوق نے اسٹیج سیکرٹری کے فرائض انجام دیے۔ قاری فخرالدین ہائی سکول کریلہ محیمان نے تلاوت فرمائی۔ نعت شریف کے بعد علامہ محمد یوسف خان قادری خطیب جامع مسجد غوثیہ نکیال نے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل بیان کیے۔ بعدازاں جناب صاحبزادہ میاں خلیل احمد شرقپوی نے مدلل بیان فرمایا۔ گیارہ بجے شب واپس کوٹلی روانہ ہوئے۔ وہاں سے اگلے روز براستہ میرپور لاہور پہنچے۔ ناچیز محمد فضل شوق، ماسٹر نذیر احمد آف گیائیں، ماسٹر طفیل احمد آف کرجاہی، ماسٹر محمد تاج خان نکیالوی اور ماسٹر محمود احمد طاہر نکیالوی ہمراہ رہے۔ نمازِ ظہر مسجد شیر ربانی وسن پورہ لاہور میں ادا کی۔ نماز عصر کے بعد حضرت فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ اگلے روز شرقپور شریف دربارِ شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ پر حاضری کے بعد واپس آئے۔6

22 اپریل 1986ء کو گورنمنٹ ہائی سکول کریلہ محیان ڈیوٹی سے واپسی پر معلوم ہوا کہ حضور فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نکیال کے دورہ پر اچانک تشریف لائے ہوئے ہیں۔ ماسٹر طفیل احمد آف کرجاہی ہمراہ تھے۔ نمازِ عصر جامع مسجد غوثیہ نکیال میں پڑھنے کے بعد چائے نوشی کی گئی۔ علامہ محمد یوسف خان قادری مہتمم دارالعلوم اسلامیہ قادریہ نکیال، ماسٹر محمود احمد طاہر، ماسٹر محمد تاج خان نکیالوی اور دیگر کے ہمراہ غریب خانہ پر تشریف لائے اور رات کو قیام فرمایا۔ بعدازنمازِ مغرب ختم خواجگان نقشبند رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور پھر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات پر بیان ہوا۔ آج میری خوشی اور سعادت مندی کی انتہا نہ رہی۔ میرے پیرومرشد حضرت صاحب ممدوح نے میرے غریب خانہ پر قیام فرما کر احسان عظیم فرمایا ہے۔ میرے بیٹے ماسٹر محمد اشتیاق خان اور صوفی محمد زمان ولد محمد دین خان

سکنہ بکناڑ کو بیعت کے شرف سے نواز کر 23 اپریل کو ماسٹر محمد تاج خان کے گھر سے ہوتے ہوئے براستہ کریلہ متھرانی کے گیائیں گوجراں پہنچے۔ رات کو ماسٹر نذیر احمد صاحب المعروف مفتی محمود احمد کے ہاں قیام کیا۔ مفتی صاحب مدظلہ العالی مخلص مریدین میں سے ہیں۔7

24 اپریل 1986ء کو خلیفہ مقصود احمد صاحب کے والد مرحوم کی روح کو ایصال ثواب کے لیے فاتحہ خوانی کی۔ ماسٹر فقیر محمد صاحب کے گھر تشریف لائے۔ نمازِ ظہر جامع مسجد شیر ربانی گیائیں گوجراں میں نماز باجماعت ادا کی۔ رات کو ماسٹر صاحب موصوف کے ہاں قیام کیا۔ علم و عرفان کی محفل جمی رہی۔ 25 اپریل 1986ء کو ماسٹر محمد اکبر نکہ والے کی والدہ محترمہ کو ایصال ثواب کرنے کے بعد جامع مسجد شیر ربانی گیائیں میں یوم شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ میں شرکت کی۔ ایک گھنٹہ کے بیان میں وہابی، دیوبندی علماء کی مکاریوں کا ذکر کرتے ہوئے مریدین اور عوام الناس کو سُنی مسلک پر پختہ یقین رکھنے کی تاکید کی۔ نمازِ جمعہ پڑھائی۔ بعد دوپہر کرجاہی روانہ ہو کر ماسٹر طفیل احمد صابر کے ہاں قیام کیا۔ تعلیمات مجدد رحمۃ اللہ علیہ پر عمل کرنے کی تلقین کی۔ کرجاہی سے واپس مفتی نذیر احمد صاحب کے گھر پر کتاب ''مراۃ المحققین'' دے کر کوئی کتاب لکھنے کا حکم فرمایا اور واپسی کی اجازت دی۔8

7 اپریل 1987ء کو اراضی کی الاٹ منٹ کے سلسلہ میں گھر سے جھنگ روانہ ہوا۔ نکیال بازار پہنچنے پر معلوم ہوا کہ پیر طریقت فخر المشائخ صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری مدظلہ العالی نکیال کے دورہ پر آئے ہوئے ہیں۔ حضرت علامہ محمد یوسف خان قادری مہتمم دار العلوم قادریہ فتح پور نکیال کے حجرے میں تشریف فرما تھے۔ ملاقات کے بعد دربارِ عالیہ بابا سائیں کملا بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ موہڑ شریف پر چلنے کا حکم ہوا۔ پروفیسر محمد اسلم

ذوق، صوفی محمد خان کیانی، ماسٹر محمود احمد طاہر اور ماسٹر تاج محمد وغیرہ ہمراہ تھے۔ دربار شریف پر فاتحہ خوانی کے بعد مولانا سید محمد قادری، حافظ غلام رسول صدیقی، منشی جان محمد خان چیئرمین ٹاؤن نکیال وغیرہ کے ہمراہ غریب خانہ پر تشریف فرما ہوئے۔ نمازِ مغرب کے بعد ختم خواجگان نقشبند رحمۃ اللہ علیہم اجمعین پڑھا گیا۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی کی تعلیمات اور تبلیغ کا بیان کرتے ہوئے ''یوم مجدد رحمۃ اللہ علیہ'' منانے کی تاکید کی۔9

8 اپریل 1987ء کو رہیاں شریف حضرت باجی الف دیں رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں حاضری کا پروگرام بنایا۔ ساڑھے نو بجے صبح وہاں پہنچے۔ حضرت علاء الدین صدیقی سجادہ نشین نیریاں شریف، سجادہ نشین پناگ شریف، سجادہ نشین سیاہ شریف سہنسہ اور سجادہ نشیناں رہیاں شریف باجی کالو صاحب اور باجی قاسم صاحب نے استقبال کیا۔ آپ نے عرس بزرگان دین کے مقاصد پر تقریر فرمائی۔ آخر میں آپ نے دعا فرمائی۔ بعد ازاں کوٹلی آ کر حضرت صاحب ممدوح کھوئی رٹہ کے دورہ پر روانہ ہوئے جبکہ بندہ ناچیز اجازت لے کر جھنگ کے لیے روانہ ہوا۔10

21 مئی 1989ء کو بھی دورہ نکیال کیا۔ ناچیز کے گھر تشریف لائے۔ رات کو قیام کیا۔ اگلے روز گیائیں تشریف لے گئے۔ 26 مئی کو گیائیں ملاقات کی۔ نمازِ جامع مسجد شیر ربانی گیائیں میں پڑھائی۔11

29 نومبر 1993ء میں میاں جمیل احمد شرقپوری مدظلہ العالی بعد نمازِ عصر جامع مسجد غوثیہ پہنچے۔ نمازِ مغرب جامع مسجد غوثیہ میں ادا کی۔ غریب خانہ پر تشریف لائے، رات کو قیام فرمایا۔ رات کے کھانے میں مولانا محمد یوسف قادری ممبر اسلامی نظریاتی کونسل، مولانا علی محمد بلبل کشمیر آف گیائیں، ماسٹر طفیل احمد صابر آف کرجاہی، مفتی نذیر احمد سینئر

مدرس آف منھیاں کھوئی رٹہ، ٹھیکیدار صوفی محمد خان کیانی، سردار محمد رفیق خان سینئر مدرس بکناڑا، حافظ غلام رسول صدیقی عربی معلم، ماسٹر محمد تاج خان سینئر مدرس نکیال غربی، پروفیسر محمد معروف چوہان ڈگری کالج فتح پور، سردار ظفر احمد خان معلم LLB موہڑہ، مولانا محمد یوسف خان قادری کی خواہش پر وظائف دیے گئے۔12

ستمبر 1981ء میں موجودہ جگہ پر مکان تعمیر کرنے کے سلسلے میں مجھے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ موقع پر لڑائیاں، عدالتوں میں مقدمات، پروپیگنڈہ، کردار کشی، نہ جانے کیا کیا مصیبتیں اٹھانا پڑیں لیکن میرے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی طوعاً و کرھاً دفاعی تدابیر کرتا رہا۔ بے دخلی کے لیے اہل دیہہ نے عذرداریاں کیں۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ مقامی ٹھکیال برادری کی حمایت میں علاقہ ٹھکیال پڑاواہ کی تشریف لائے۔ اس بڑی برادری کے اکابرین ذیلدار محمد اقبال خان، سردار بشیر خان، چیئرمین محمد اشرف خان، ڈسٹرکٹ کونسلر منشی جان محمد خان وغیرہ نے ایک وفد کی صورت میں دورہ نکیال پر آئے ہوئے وزیر اعظم آزاد کشمیر ریاست جموں و کشمیر سردار سکندر حیات خان سے متفقہ مطالبہ کیا کہ اس مہاجر محمد فضل شوق کو یہاں سے بے دخل کیا جائے۔ سردار سکندر حیات خان اگرچہ میرے لیے بوجہ استاد اور مہاجر نرم گوشہ رکھتے تھے۔ لیکن ان کے لیے اتنی بڑی برادری کے ووٹرز، سپورٹرز، اکابرین کے مطالبہ کو نظر انداز کرنا بھی مشکل تھا۔ اس لیے انہوں نے فرمایا کہ وہاں جنگل میں منتقل کر کے آباد کرنے کے لیے مہاجر کالونی بنائی جا رہی ہے۔ اسے بھی باقی کی طرح جگہ دی جائے۔ دوسرے روز میری چیخ و پکار پر مہاجرین کا ایک وفد ملا جس نے بے دخل نہ کرنے کی یقین دہانی حاصل کی۔ بندہ ناچیز اس طرح کی مشکلات میں پھنسا ہوا تھا۔ اسی دوران پیر مقبول حسین شاہ المعروف متو پیر سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت پیر حبیب اللہ شاہ صاحب پمروٹوی رحمۃ اللہ علیہ علاقہ مینڈر ضلع پونچھ مقبوضہ کشمیر سے پاکستان،

آزاد کشمیر کے دورے پر آئے۔ آپ خاندانی پیر ہونے کے ناطے میرے متنازعہ مہاجر خانہ پر تشریف لائے۔ ایک کمرہ میں قیلولہ کیا۔ جاگنے پر فرمایا ماسٹر صاحب! آپ کے ہاں مجھے سکون کی نیند آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اس مکان کو تا دیر آباد رکھے۔ آپ کا یہ فرمان ''ڈوبتے کو تنکے کا سہارا'' والی بات تھی۔

ایک رات سوئے ہوئے میرے والد محترم خواب میں آئے جن کے ساتھ ایک سفید عمامہ اور ٹخنوں تک سبز کرتا پہنے ہوئے چھ فٹ لمبے بارُعب بزرگ تھے۔ والد صاحب نے مجھے اٹھایا اور کونے والے کمرے کے اندر لے گئے۔ وہاں کونے میں مال مویشی باندھنے والا بڑا کِلہ رکھا۔ بزرگ نے ضربیں مار کر ٹھونکا۔ والد صاحب نے کِلہ ہلانے کی کوشش کر کے کہا اب ہم نے یہ کِلہ پکا کر دیا ہے اندر آ کر سوئیں۔ میں جاگ گیا۔ سحری کا وقت تھا۔ وضو کر کے نوافل ادا کیے۔ والد صاحب بچپن سے صوم وصلوٰۃ کے پابند اور تہجد گزار ہونے کی وجہ سے مجھے امید کی کرن نظر آئی۔ ایک رات کو خواب میں میرے پیر و مرشد فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری مدظلہ العالی میرے گھر تشریف فرما ہیں۔ بڑے خوش نظر آتے ہیں۔ آپ نے پنجابی زبان میں مجھے فرمایا: ''شوق صاحب! فکر نہیں کرنا، اللہ تعالیٰ ساریاں مشکلاں آسان کرسی''۔ یہ سن کر میری آنکھ کھل گئی۔ پیر و مرشد کا فرمان برحق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسباب پیدا کیے ہیں کہ یہاں کالونی ایک شہر کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ اس طرح میرا مکان پکا ہو گیا ہے الحمدللہ۔13

حواشی

1۔مکتوبات بنام شوق معہ مضامین،ص 17۔24
2۔مکتوبات بنام شوق معہ مضامین،ص۔21
3۔مکتوبات بنام شوق معہ مضامین،ص 21۔22
4۔مکتوبات بنام شوق معہ مضامین،ص245۔246
5۔مکتوبات بنام شوق معہ مضامین،ص۔246
6۔مکتوبات بنام شوق معہ مضامین،ص۔247
7۔مکتوبات بنام شوق معہ مضامین،ص۔247۔248
8۔مکتوبات بنام شوق معہ مضامین،ص۔247
9۔مکتوبات بنام شوق معہ مضامین،ص۔249
10۔مکتوبات بنام شوق معہ مضامین،ص۔249
11۔مکتوبات بنام شوق معہ مضامین،ص۔249۔250
12۔مکتوب بنام شوق معہ مضامین،ص۔250
13۔مکتوبات بنام شوق معہ مضامین،ص۔250۔252

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور حکیم سکندر واسطی

جناب حکیم علی احمد نئیر واسطی کے برخوردار جناب سکندر واسطی نے بھی خصوصی طور پر اس تعزیتی ریفرنس کی تقریب سعید میں شرکت کی۔ حکیم سکندر واسطی جو کہ حکیم علی احمد نیئر واسطی کے صاحبزادے ہیں اور شرقپور شریف سے اُن کی عقیدت ومحبت اُن کے والد جناب حکیم علی احمد نیئر واسطی کی نسبت سے ہے۔ حکیم علی احمد نیئر واسطی اُن دانشور لوگوں میں سے ایک تھے جنہیں اعلیٰ حضرت شیر ربّانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے خاص نسبت تھی۔ اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد اُن کی ملاقاتوں کا سلسلہ حضرت ثانی لا ثانی میاں غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جاری رہا۔ حکیم نیئر واسطی کی عزت وتکریم کا ثبوت یہ بھی ہے کہ فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ اپنی علمی محفلوں میں اکثر اُن کا تذکرہ فرماتے تھے۔ فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حکیم سکندر واسطی نے اس تعزیتی ریفرنس میں شرکت کی انہوں نے فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اپنے بیان میں کہا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سب سے بڑا کارنامہ ''یوم مجدد الف ثانی منانے کی تحریک تھی''۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ وحید عصر، امیر طریقت، اور امیر شریعت تھے اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ثانی لا ثانی میاں غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مشن

کو ساری زندگی جاری و ساری رکھا اور وہ بھی بڑے پُر امن طریقے سے، کیونکہ جو ہمارے اولیاء کرام کا راستہ ہے وہ امن کا راستہ ہے، محبت کا راستہ ہے۔ میری اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت تقریباً پچاس سال پر محیط ہے۔ میری اپنے بچپن سے لے کر جوانی تک اور جوانی سے لے کر بڑھاپے تک آپ رحمۃ اللہ علیہ سے وقتاً فوقتاً ملاقات رہی۔ فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش طبع، خوش اخلاق اور بڑے مہمان نواز انسان تھے۔ وضع دار تھے اور بہت ہی عاجزی، انکساری تھی۔ اتنی عظیم شخصیت ہونے کے باوجود آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آپ کو کبھی ظاہر نہیں کیا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر بسوں پر بھی سفر کرتے رہے اور بعض اوقات ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ پیدل بھی تشریف لے جاتے اور کبھی یہ نہ سمجھا کہ میں بہت بڑا پیر ہوں۔ خاص طور پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کا طرز تکلم بہت منفرد تھا۔ آپ کی علمی خدمات بہت زیادہ تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیمات کو جس طرح سے اُجاگر کیا اور یوم مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جگہ جگہ منانے کا اہتمام کیا، یہ ایک بہت بڑا کارنامہ اور صدقہ جاریہ ہے۔

حواشی

ماہنامہ نور اسلام، فخر المشائخ نمبر (2013ء جلد دوم)، ص۔ 279 تا 280

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور پروفیسر علیم تفضّل

ایک نہایت شائستہ گفتار پیر

فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے پروفیسر علیم تفضّل صاحب کی پہلی ملاقات 1999ء میں ان کے ایک دوست پروفیسر خالد بشیر صاحب شعبہ انگریزی (گجرات) کی وساطت سے ہوئی۔ پھر ان پر آہستہ آہستہ حضرت فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی و جمالی شخصیت اور پدرانہ شفقت کی وجہ سے ملاقات کا سلسلہ بڑھتا گیا۔ یہ سلسلہ ملاقات آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اس دنیا فانی سے پردہ فرمانے پر اختتام پذیر ہوا۔

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کے بعد ان کی شخصیت میں بہت زیادہ مثبت تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ ان کے والد گرامی حاجی محمد شفیع صاحب ان کو اکثر فرماتے تھے کہ علیم تم فخر المشائخ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کے بعد کافی بدل گئے ہو۔ شائد اس کی وجہ ایک ایسی نظر کرم تھی جس کی وجہ سے ان کے عادات واطوار میں واضح تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئیں۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ ان کے چودہ سالوں میں ان کی شخصیت میں From ignorance knowledge کا یہ سفر فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری سے ملاقات اور ان کی تعلیمات کا نتیجہ ہی تھا تو غلط نہ ہوگا۔

پروفیسر علیم تفضّل صاحب کا کہنا ہے کہ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت میں علمی عنصر نمایاں پایا جاتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ

وسیع اور دینی علوم میں مساوی دسترس رکھتے تھے۔ دینی ودنیاوی معاملات میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آراء انتہائی مفید ثابت ہوتی تھیں۔ علمی و مذہبی محفلیں منعقد کروانے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت دلچسپی لیتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مختلف مکتبہ فکر کے علماء وسکالرز سے ملتے تھے اور ان سے علمی و مذہبی نوعیت کے مختلف عنوانات پر مضامین اور کتابیں لکھواتے، ان کی اشاعت کرواتے اور عوام الناس میں تقسیم کرواتے۔ اس طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی و مذہبی میدان میں خدمات ایک خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔ اس کی ایک مثال حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کے تراجم اور یوم مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی سالانہ تقریبات منانا یہ ایک عظیم کارنامہ ہے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہے۔

پروفیسر علیم تفضّل صاحب کا کہنا ہے کہ فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نہایت شائستہ گفتار اور اعلیٰ کردار کے مالک تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جب گفتگو فرماتے تو تحمل، بردباری اور نفاست سے گفتگو کا آغاز کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو انتہائی سادہ اور پُر اثر ہوتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بات دل سے نکلتی تھی اور دل کو مسخر کر دیتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ شیرینی گفتار کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو سادہ، مختصر اور استدلال پر مبنی ہوتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت میں جمال کا عنصر غالب تھا۔

فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقاتوں کے دوران پروفیسر علیم تفضّل صاحب نے کبھی بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کوئی غیر شرعی بات کرتے نہیں سنا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ قرآن و سنت پر کاربند رہنے کی تلقین اور پنجگانہ نماز پڑھنے کی پابندی کرنے کی تاکید کرتے تھے۔ نماز با جماعت کا اہتمام کرتے اور نماز سے فرصت کے بعد دوسرے معاملات پر متوجہ ہوتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ

علیہ کی شخصیت اور تعلیمات سے بہت متاثر تھے۔ اور ان کے نقش قدم پر چلنے کو پسند فرماتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بدعات کو ناپسند فرماتے تھے۔ اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ثانی لا ثانی میاں غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے اعراس مبارک کی تقریبات کو سادگی اور مذہبی عقیدت واحترام سے منانے کا اہتمام کرتے، اور لوگوں کو بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے اور اسلامی اقدار کو اپنانے کا درس دیتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرماتے کہ اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص کچھ دن قیام پذیر رہا اور جانے سے قبل کہنے لگا انہوں نے ان کی کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ اعلیٰ حضرت سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیا تم نے انہیں کوئی غیر شرعی کام کرتے دیکھا ہے۔ وہ شخص بولا: نہیں۔ اعلیٰ حضرت سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہی تو کرامت ہے۔

فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لوگ دعا کے لیے آتے تو سب کے لیے دعا فرماتے۔ پروفیسر علیم تفضّل کی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے آخری ملاقات ڈاکٹرز ہسپتال میں ہوئی۔ انہوں نے دیکھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے آخری ایام میں بھی تحمل اور اطمینان روحانیت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے پر نمایاں تھا۔

حواشی

[محمد معروف احمد شرقپوری، ایمان افروز یادداشتیں، اشاعت اول (دسمبر 2016ء)، ص۔ 96 تا 97]

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی

پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی

شیخ القرآن اور شیخ المشائخ

پیر طریقت امیر طریقت، محبّ الغرباء والفضلا منبع جودوسخا فخر العلماء والمشائخ حضرت پیر میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

چلے تو راہ طریقت کا شاہسوار لگے
رکے تو شیر ربانیؒ کا شاہکار لگے

مئی 2013ء کی بات ہے کہ ایک روز محترم پروفیسر خالد بشیر صاحب دام اقبالہ کا فون آیا کہ آپ سے ملاقات کرنی ہے۔ چنانچہ آپ محترم شہزاد صاحب (گجرات) کے ہمراہ گورنمنٹ مولانا ظفر علی خان ڈگری کالج وزیر آباد تشریف لائے اور آنے کا مقصد بیان کیا کہ حضور قبلہ پیر صاحب فخر المشائخ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ جو دعوت نامہ عرس حضرت شیخ القرآن عبد الغفور ہزاروی کا شائع کرتے ہیں قبلہ پیر صاحب کو بے حد پسند ہے۔ اس دعوت نامہ اور (فیضان شیخ القرآن) کتاب کے دو نسخے چاہئیں اور پھر فون پر حضور قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میری بات کروائی۔ انتہائی نرم لہجہ شیریں زبان محبتوں بھرے الفاظ کے ساتھ قبلہ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کچھ دیر محو گفتگو رہے۔ کتاب (فیضان شیخ القرآن) جو اس سے قبل میں آپؒ کو خود پیش کر چکا تھا کی بے حد تعریف کی۔

میری حوصلہ افزائی فرمائی عرس کے دعوت نامہ کا انداز پسند فرمایا اور ڈھیروں دعائیں دیں۔ حضور قبلہ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے راقم الحروف کی آخری گفتگو ثابت ہوئی۔ چند ماہ بعد 11 ستمبر کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر ملی۔ افسردگی کا عالم طاری ہو گیا کہ علمی روحانی نابغہ روزگار شخصیات جن سے اہل سنت کا دامن پہلے ہی خالی ہوتا جا رہا ہے ایک اور وحید العصر شخصیت پردہ فرما گئی۔

غالب وہ شخص تھا ھمہ داں جس کے فیض سے
ہم سے ہزار ہیچ مدان نامور ہوئے

زہد و تقویٰ صدق و صفا اور حسن و عشق یہ چھ لفظ ان کے پردہ کرتے ہی بے پاؤں سر ہوئے۔ نماز جنازہ کی ادائیگی کے لیے اپنے رفقاء کے ہمراہ شرقپور شریف حاضر ہوئے۔ جس طرف دیکھو ہزاروں کی تعداد میں لوگ ہی لوگ نظر آ رہے تھے۔ سڑک پر دونوں جانب گاڑیوں کی لمبی لمبی قطاروں سے محسوس ہوتا تھا کہ سارا علاقہ ہی جام ہو چکا ہے۔ بڑی مشکل سے گاڑی پارک کرنے کی صورت بنی۔ علماء و مشائخ عظام سے ملاقات ہوئی۔ سب ہی کو حضور قبلہ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کرتے سنا۔

مدتوں روتی ہے چشم حسرت اھل چمن
سال ہا رہتے ہیں گریاں دیدہ چرخ
تب کہیں ہوتا ہے پیدا ایک محل گلبدن
با یزید اندر خراساں یا اویس اندر قر
زندگی رہتی ہے برسوں غوطہ زن در خاک و خوں
تاز بزم عشق یک دانائے راز آید

امیر طریقت، مصدر انوار شریعت، منبع رشد و ھدایت، پیکرِ اخلاص و محبت، شاہ سوار میدان عجز و انکساری، مخدوم ملت اسلامیہ، آفتاب نقشبندیت، ترجمان مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ شہنشاہ کشور زھد و تقویٰ، آسمان علم و حکمت، پیر درخشاں، مزاج گفتار، کردارو لباس میں یادگار اسلاف، درجنوں محو بیان اوصاف کو جمع کریں تو قبلہ حضرت فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی تصویر بنتی ہے۔

نماز جنازہ میں شرکت کے علاوہ ختم چہلم کے موقع پر حاضری دی۔ اسٹیج پر درجنوں علمی روحانی شخصیات جلوہ افروز تھیں۔ مجھے بھی اظہار خیال کا موقع ملا۔ یہاں حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کرامت کا ذکر بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ ختم چہلم سے قبل مڑھ بلوچاں سانگلہ ہل میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس تھی۔ ساری رات جاگتے گزر گئی۔ صبح سحری کے وقت خطاب کا موقع ملا۔ وہاں سے شرقپور شریف حاضر ہوا لوگوں کا جم غفیر نظر آیا اسٹیج پر پہنچا۔ اسٹیج سیکرٹری صاحب نے اپنی گفتگو کے دوران یکبار کہا: ہزاروں کا اجتماع ہے اوّل سے لے کر آخر تک نظر ڈالو کوئی ایک بندہ بھی سامعین میں سے آپ کو ننگے سر نظر نہیں آئے گا (یہ بات سوفی صد درست تھی)۔

یہ سب فیض ہے حضرت فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کا۔ ہمارے ہاں اکثر جلسوں، عرسوں میں آدھے سے زائد سامعین ننگے سر بیٹھے ہوتے ہیں۔ مجھے اسٹیج پر بیٹھے ہوئے کافی وقت گزر گیا۔ بڑے بڑے واعظین علماء و مشائخ سیاسی مذہبی قائدین کا خطاب ہو چکا تھا۔ میرے ہمراہ جو علماء اور میرا بیٹا محمد زکفران ہزاروی مجھ سے کہنے لگے کم و بیش تین گھنٹے گزر چکے ہیں۔ اب آپ کے خطاب کی باری نہیں آئے گی۔ چند جید علماء کرام باقی رہ گئے ہیں۔ لہٰذا اب واپس چلتے ہیں۔ رات بھر بھی جاگتے رہے ہیں۔ تھکاوٹ نے بُرا حال

کر رکھا ہے کچھ اور مقررین کا خطاب ہو گا۔میں وہیں سے حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کی کہ اسٹیج سیکرٹری اور صاحبزادگان کے دلوں میں یہ بات ڈالیں کہ حضرت شیخ القرآن جنہوں نے زندگی کے عظیم اسٹیج پر اظہار خیال کیا ان کا پوتا بھی بیٹھا ہے۔چند منٹ اسے بھی حضرت کا ذکر کرنے کا موقع دیا جائے۔ میرے عرض کرنے کی دیر تھی کہ فوراً اسٹیج سیکرٹری صاحب نے حضرت شیخ القرآن اور جانشین شیخ القرآن کا ذکر کرتے ہوئے مجھے خطاب کی دعوت دی۔ میں نے بھر پور انداز سے اپنے دلی جذبات کا اظہار کیا۔کئی ایک علماء و مشائخ جن سے میری پہلی ملاقات تھی نے خوب سراہا اور حضرت شیخ القرآن اور جانشین شیخ القرآن کی نسبت سے بے حد محبت وشفقت کا اظہار فرمایا۔

آستانہ عالیہ شرقپور شریف وہ عظیم علمی اور روحانی خانقاہ ہے کہ حضرت شیخ القرآن ابوالحقائق خواجہ پیر محمد عبد الغفور ہزاروی چشتی گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ اپنی زندگی کے آخری سالوں میں ایک روز سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم آستانہ پر خطاب کے لیے عزیز آباد سے رخصت ہوتے وقت فرمانے لگے اب میرا دل جلسوں اور محفلوں سے بھر گیا ہے۔زندگی کے شب و روز اسی میں گزر چکے ہیں۔اب دل چاہتا ہے ان جلسوں اور کانفرنسوں میں نہ جایا کروں۔ دل چاہتا ہے کہ شرقپور شریف ضرور جایا کروں جہاں مشائخ عقیدت کا دم بھرتے ہیں اور علماء گردن نیاز خم کرتے ہیں۔

حضرت فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ القرآن سے بے پناہ محبت تھی۔ ہزاروں عرسوں جلسوں میں اکٹھے شریک ہوتے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ متعدد بار وزیر آباد حضرت شیخ القرآن سے ملاقات کے لیے تشریف لاتے رہے۔حضرت شیخ القرآن نے بھی

زندگی بھر عرس شرقپور شریف کو بڑی اہمیت دی۔ پابندی سے حاضری دیتے رہے اور آپ کی علمی وجدانی تقریر کو آج بھی شرقپور شریف کے عقیدت مند یاد کرتے ہیں۔ ایک موقع پر فرمایا میں شرقپور شریف گیا، وہاں نقشبندیوں کے اسٹیج پر مسئلہ وحدۃ الوجود کو اس خوبصورت آسان انداز میں بیان کیا کہ علماء و مشائخ عش عش کر اُٹھے۔ حضرت شیخ القرآن نے کم و بیش چالیس سال تک عُرسِ شرقپور شریف میں شرکت فرمائی۔

حضرت فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ القرآن کی آمد پر خصوصی اہتمام فرماتے۔ اس بات کا اظہار استاذی المقام حضرت پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک بار کلاس میں کیا۔ جب میں آپ سے پنجاب یونیورسٹی لاہور ایم اے اسلامیات کا طالب علم تھا اور کئی بار اپنی نجی محافل میں مجھے شفقت اور محبت سے ذکر کرتے کہ محمد آصف ہزاروی اس بات کی گواہی دے گا کہ حضرت شیخ القرآن کو کھانے میں یہ چیز پسند تھی کیونکہ حضرت شیخ القرآن کو شرقپور شریف میں کم وبیش ۲۰ سال تک میں نے کھانا کھلایا۔ جب بھی آپ کی آمد ہوتی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ میری ڈیوٹی لگاتے کہ حضرت شیخ القرآن تشریف لا رہے ہیں خوب اہتمام کرنا اور مہمان نوازی میں کوئی کمی نہیں چھوڑنی۔ اللہ اللہ وہ محفلیں جن میں سلف صالحین کا سچا نمونہ ،تواضع انکساری ،مہمان نوازی، دلکش ادائیں دلفریب انداز اب ڈھونڈنے سے نہیں ملتیں۔

اب انہیں ڈھونڈ چراغ رُخ زیبا لے کر

حضرت فخر المشائخ میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ جنوری 1967ء کو حج بیت اللہ کی سعادت کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت شیخ القرآن نے بھی اس سال حج کی سعادت حاصل کی۔ دونوں عظیم شخصیات کی ملاقات شہر مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ حضرت شیخ القرآن نے

وہیں سے اپنے اہل خانہ کے نام ایک خط لکھا جس میں اس ملاقات کا بھی بھرپور تذکرہ لکھا۔

7رفروری جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ مجھے ایک نقشبندی نسبت رکھنے والے بزرگ کے پاس لے گئے۔ ماشاءاللہ بے حد متقی بزرگ تھے۔ ان کی مجلس میں بڑی روحانیت تھی۔ ان کا مکان مسجد ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ہے۔ مسجد غمامہ سے شمال کی جانب محلّہ میں واقع ہے۔ یہیں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہا کرتے تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مدینہ طیبہ میں حضرت شیخ القرآن سے متعدد بار ملاقاتیں ہوئیں۔ مختلف محافل جو حضرت مدنی صاحب کے آستانے پر ہوتیں شامل ہوتے رہے۔ (فیضان شیخ القرآن) کے لیے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے رابطہ کیا۔ آپ نے درج ذیل کلمات لکھ کر عطا کیے۔

(حضرت شیخ القرآن مجاہد تحریک پاکستان وتحریک ختم نبوت ابوالحقائق پیر محمد عبدالغفور ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ جید عالم دین، عظیم محقق، فن خطابت کے شہنشاہ اور عاشق رسول ﷺ تھے۔ آپ کی تقریر پُرسوز اور پُراثر ہوتی تھی۔ آپ بڑے بڑے سجادہ نشینوں کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ لیکن اعلیٰ حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کی عظمت کو تسلیم کرتے تھے۔ یہ آستانہ عالیہ شرقپور شریف سے آپ کی والہانہ محبت تھی۔ حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کے عرسوں کے مواقع پر اکثر شمولیت فرمایا کرتے تھے اور مجھ سے بڑی محبت اور شفقت کا اظہار فرماتے۔ آپ مسلک اہل سنت و جماعت کے بے باک مبلغ اور علماء و مشائخ کی زینت تھے۔ آپ کی دینی علمی اور قومی خدمات ناقابل فراموش ہیں)۔

حضرت شیخ القرآن جب جمعیت علمائے پاکستان کے صدر منتخب ہوئے اس موقع

پر حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کردار ادا کیا اور اس تحریک میں حضرت شیخ القرآن کا ساتھ دیتے رہے۔ حضرت شیخ القرآن رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد قبلہ والد ماجد حضرت جانشین شیخ القرآن مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی چشتی گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ پابندی سے حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کے سالانہ عرس مبارک میں خطاب کے لیے تشریف لاتے رہے۔ 25 جنوری 2011ء بروز منگل کو محترم جناب شہزاد احمد صاحب پرنسپل دی ایجوکیٹرز سکول گجرات میں ایک پروقار تقریب میں شمولیت کے لیے حضرت تشریف لائے ہوئے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے دستار بندی فرمائی دیر تک کتاب فیضان شیخ القرآن کا مطالعہ کرتے رہے اور کتاب لکھنے پر میری بھرپور حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ آستانہ عالیہ شرقپور شریف کے ساتھ میرے اسلاف کو جو محبت تھی اور مجھے ورثہ میں ملی اسی بنا پر متعدد بار دربار شریف حاضری کا موقع ملتا رہا۔ پھر اس محبت میں اضافہ استاذی حضرت پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی رحمتہ اللہ علیہ کی وجہ سے اور مضبوط ہو گیا۔ لاہور شہر کے مختلف علاقوں میں حضرت میاں صاحبؒ تشریف لاتے تو استاد محترم کے ہمراہ شریک ہوتا رہا۔ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی تحریک پر ہی میں نے حضرت ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی رحمتہ اللہ علیہ کے حکم پر حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کی عربی زبان وادب میں خدمات پر ایم اے عربی کے امتحان کے لیے مقالہ لکھا جسے حضرت پیر میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بے حد پسند فرمایا۔ انہی ایام میں حضرت قبلہ پیر میاں خلیل احمد صاحب شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت پیر میاں سعید احمد شرقپوری صاحب سے قریبی تعلق مضبوط سے مضبوط ہوتا چلا گیا۔ حضرت قبلہ پیر میاں خلیل احمد شرقپوی رحمتہ اللہ علیہ ایک روز وزیر آباد عرس کے موقع پر مجاہد تحریک ختم نبوت مرکز علم عرفان حضور قبلہ محمد عتیق الرحمٰن

نقشبندی قادری فیض پوری آستانہ عالیہ ڈھانگری شریف کے ہمراہ تشریف لائے اور پھر فروری 2000ء میں میری والدہ ماجدہ کے چہلم میں شرکت کے لیے وزیر آباد علی الصبح تشریف لے آئے تھے اور ظہر تک قیام فرمایا۔ میرے لاہور میں قیام کے دوران متعدد بار آپ رحمۃ اللہ علیہ سے اچھرہ میں ملاقاتیں رہیں۔ حضرت پیر میاں سعید احمد شرقپوری مدظلہ العالی سے بڑے گہرے مراسم رہے۔ لاہور میں ہونے والی شیخ القرآن کانفرنسوں میں خطاب کے لیے بھی فرماتے رہے۔

حضرت فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک پر میرے درجنوں مضامین (نور اسلام) میں شائع ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کمال ذوق عطا فرمایا تھا کہ علمی کام کرنے والے کی خوب پذیرائی فرماتے۔ مسلک اہل سنت کے لیے تحریری طور پر کام کرنے والوں کو دیکھ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں میں ایک خاص چمک نظر آتی، انہیں ڈھیروں دعاؤں سے نوازتے تھے۔ مختصر یہ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ قرون اولیٰ کے مشائخ کی تابندہ نشانی اور سلف صالحین کی نمائندہ شخصیت تھے۔

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور نعیم احمد

نعیم احمد کی فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے آخری ملاقات:

نعیم احمد جن کا تعلق روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور سے ہے کا بیان ہے کہ انہوں نے آخری دفعہ 13۔ جنوری 2013ء کو بروز اتوار فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی اور اپنی اس آخری ملاقات کو اس طرح بیان کیا ہے کہ اس دوران جہاں ان کی مہمان نوازی کا لطف اٹھایا وہاں ان کے تبحر علمی اور ''نوائے وقت'' سے قلبی تعلق کا بھی اندازہ ہوا۔ وہ مسلسل کئی برسوں سے مختلف امراض میں مبتلا تھے مگر اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے والی اس ہستی کی زبان پر بس کلمہ شکر ہی شکر تھا۔ بسترِ علالت پر ہونے کے باوجود علمی کاموں میں ان کا انہماک اور دربارِ عالیہ کے انتظامی امور پر ان کی گہری نظر ہم جیسے دنیاداروں کے لیے بڑی حیران کُن تھی۔ شرقپور شریف جا کر معلوم ہوا کہ آپ نے 2001ء میں تقریباً دس ہزار انتہائی نادر کتابیں پنجاب یونیورسٹی کو بطورِ عطیہ دے دی تھیں۔ یونیورسٹی کے چیف لائبریرین چوہدری محمد حنیف صاحب کے مطابق لائبریری کو عطیہ کیے جانے والے ذاتی ذخیرہ ہائے کتب میں یہ اب تک کا سب سے بڑا ذخیرہ ہے۔ آپ نے دینی و علمی موضوعات پر 40 کے لگ بھگ کتابیں تصنیف فرمائیں۔ 1955ء میں شرقپور شریف سے ایک دینی جریدے ''نورِ اسلام'' کا اجراء کیا جو گزشتہ 58 سالوں سے ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ امید ہے کہ مرحوم کے پوتے حضرت صاحبزادہ میاں ولید احمد جواد شرقپوری جنہیں وہ اپنی زندگی میں ہی درگاہِ

عالیہ شرقپور شریف کا سجادہ نشین مقرر کر گئے تھے۔اس مفید عام جریدے کی اشاعت میں کبھی تعطل نہ آنے دیں گے۔آپ نے دین اسلام کی تبلیغ و ترویج کے لیے ملک کے مختلف مقامات پر 100 سے زائد مساجد ''جامع شیر ربانی'' کے نام سے تعمیر کروائیں۔آپ نے اگر سیاست میں قدم رکھا تو وہاں بھی حرمتِ رسول کریم ﷺ کو مقدم رکھا۔1953ء کی ''تحریک ختم نبوت'' ہو یا 1977ء کی ''تحریکِ نظامِ مصطفیٰ'' آپ کا نام ہمیشہ سرِ فہرست رہا۔عشقِ رسول ﷺ نے آپ کی زندگی کو اتباع رسول ﷺ کا عملی نمونہ بنا دیا تھا۔

خاکسار کو تقریباً ایک گھنٹہ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر رہنے کی سعادت حاصل رہی۔اپنا دامن ان کی شفقتوں سے لبریز کرنے کے بعد اجازت چاہی۔یہ میری ان سے آخری ملاقات تھی تاہم اس کی اثر آفرینی احساسات پر تاحال یوں غالب ہے جیسے یہ چند ساعت پہلے کی بات ہو۔اب وہ ہم سے جدا ہو کر اپنے رفیقِ اعلیٰ کے پاس پہنچ چکے ہیں۔ان کی نماز جنازہ میں خلقِ خدا کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اس امر کی گواہی دے رہا تھا کہ ان جیسے درویش مخلوقِ خدا کے جسموں پر نہیں، دِلوں پر حکومت کرتے ہیں اور دِلوں کے رشتے کبھی مدھم پڑتے ہیں نہ کبھی ٹوٹتے ہیں۔آپ کی نماز جنازہ میں ''نظریہ پاکستان ٹرسٹ'' کے وفد نے سیکرٹری جناب شاہد رشید کی قیادت میں شرکت کی۔محترم ڈاکٹر مجید نظامی کی طرف سے صاحبزادہ میاں ولید احمد جواد شرقپوری سے دِلی تعزیت کا اظہار کیا اور ان کی طرف سے تربت مبارک پر پھولوں کی چادر چڑھائی۔

نمازِ جنازہ میں شرکت سے واپسی پر ان کے غمزدہ معتقدین، ان کی ذات سے فیوض و برکات سمیٹنے والے ہزارہا افراد اشک بار آنکھوں سے اپنے دِل و دماغ میں ان کی یادیں، ان کی باتیں ٹٹول رہے تھے۔علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر انہی بے قرار لوگوں کی نذر ہے:

ہے خوابِ ثبات آشنائی آئین جہاں کا ہے جدائی

(روزنامہ نوائے وقت لاہور 15۔ستمبر 2013ء)

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور محمد اسماعیل

بہادر شاہ ظفر:

بہادر شاہ خاندان مغلیہ کے آخری تاجدار تھے۔ جب انہوں نے بادشاہت سنبھالی تو اس وقت مغلیہ اقتدار اپنی آخری سانسیں لے رہا تھا۔ شاہی خاندان کا فرد ہونے کے ساتھ ساتھ انہوں نے شاعرانہ طبیعت بھی پائی تھی۔ 1857ء کی جنگ آزادی میں اقتدار ان سے چھن گیا۔ ان کے بیٹوں کو قتل کیا گیا اور انہیں انگریزوں نے جلاوطن کر کے رنگون (موجودہ ینگون) برما میں نظر بند کر دیا جہاں انہوں نے زندگی کے آخری سال انتہائی کسمپرسی میں بسر کیے۔ رنگون ہی میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔

انہوں نے تقریباً سبھی اصناف شاعری میں طبع آزمائی کی لیکن ان کی شاعری کی پہچان ان کی غزل ہے، جس میں سوز و گداز اور غم کے مضامین پڑھنے والوں کو متاثر کرتے ہیں۔ زبان کی صفائی اور روزمرہ کے استعمال نے ان کی غزل کو ایک خاص رنگ عطا کیا ہے، جس کی بدولت انہیں اردو کے اچھے غزل گو شاعروں میں شمار کیا جاتا ہے۔

لگتا نہیں ہے دل مرا اُجڑے دیار میں
کِس کی بنی ہے عالم ناپائیدار میں
عُمر دراز مانگ کے لائے تھے
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں
بُلبل کو باغباں سے نہ صَیاد سے گلہ

قسمت میں قید لکھی تھی فَصلِ بہار میں
کہہ دو ان حسرتوں سے کہیں اور جا بسیں
اتنی جگہ کہاں ہے دلِ داغدار میں
دن زندگی کے ختم ہوئے شام ہو گئی
پھیلا کے پاؤں سوئیں گے کُنجِ مزار میں
کتنا ہے بدنصیب ظَفؔر دفن کے لیے
دو گز زمین بھی نہ ملی کُوئے یار میں

موضع قلعہ غوث:

بقول برکت علی شاہ نمبردار مرحوم گاؤں قلعہ غوث جس جگہ واقع ہے۔ رنجیت سنگھ بادشاہ نے اپنے دورِ اقتدار میں وہاں گھوڑوں کا ایک اصطبل بنوایا تھا۔ جب یہ اصطبل تیار ہو گیا تو رنجیت سنگھ اسے دیکھنے کے لیے وہاں گیا۔ جب وہ اس کے مشرقی صدر دروازے پر پہنچا اور صدر دروازے کے باہر کھڑے ہو کر اوپر کی طرف اس کی اونچائی کو دیکھا تو اس کا تاج (پگڑی) زمین پر گر پڑی تو وہ اس واقعہ کو بدشگون سمجھ کر اسی وقت واپس ہو گیا۔ شرقپور شریف کے نزدیک بھوئیں ٹکو نامی گاؤں کے لوگوں کو یہاں آ کر آباد ہونے کی دعوت دی گئی۔ اس طرح یہ قلعہ غوث نامی گاؤں آباد ہو گیا۔

موضع قلعہ غوث شہر لاہور سے شرقپور شریف جاتے ہوئے تقریباً 25 کلومیٹر کے فاصلہ پر سڑک سے مشرق کی جانب (نصف کلومیٹر کے فاصلہ) واقع ہے۔ اس کی زمین بڑی ذرخیز ہے۔ سرسبز و شاداب علاقہ ہے۔ اس میں ہر قسم کی فصل کاشت کی جاتی ہے۔ باغات کی بہتات ہے۔ اس کی مغرب کی جانب لاہور سے فیصل آباد جانے والی سڑک ہے۔ مشرق کی جانب کچھ فاصلے پر دریائے راوی بہتا تھا جو اب کافی فاصلے پر چلا گیا ہے۔

شمال کی جانب گوہر پور ثانی ہے جو موضع قلعہ غوث کی زمین پر آباد ہے۔جنوب کی جانب موضع تر ڈیوالی ہے۔گاؤں کی مشرق کی جانب ایک قبرستان ہے۔اس قبرستان میں ایک مزار ہےاور برڑھ کا ایک بہت بڑا درخت ہے۔کسی زمانے میں موسم گرما کی دوپہر کولوگ اس برڑھ کی چھاؤں میں آرام کرتے تھےاور مختلف قسم گیمیں کھیلتے تھے۔ یہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔اس میں ایک خوبصورت مسجد ہے۔

موضع قلعہ غوث کا حدوداربعہ اس طرح سے کہ اس کی مشرقی سرحد موضع گوہر پور، مغربی سرحد موضع ملک پور،شمالی سرحد موضع ڈھامکےاور جنوبی سرحد موضع تر ڈیوالی سے ملتی ہے۔

خاندانی پس منظر:

برصغیر میں مغل خاندان کوتاریخی حیثیت حاصل ہےاور آج بھی عزت واحترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، کیونکہ ایک عرصہ تک اس خطہ (پاک وہند) میں اس خاندان کی حکومت قائم رہی ہے۔محمد اسماعیل صاحب اسی خاندان کے چشم وچراغ ہیں۔آپ کا خاندان ہر دور میں ارشادنبوی ﷺ: ’’الکاسب حبیب اللہ یعنی ہاتھ سے روزی کمانے والا اللہ تعالیٰ کا دوست ہے‘‘ پر ہمیشہ سے عمل پیرار ہا ہے۔آپ کے آباؤ اجداد نسل درنسل گاؤں قلعہ غوث، تحصیل فیروز والا (سابقہ تحصیل شاہدرہ) ضلع شیخوپورہ کے چلے آرہے ہیں۔

پیدائش:

محمد اسماعیل 1925ء میں حسن الدین کے ہاں موضع قلعہ غوث تحصیل فیروز والا (سابقہ تحصیل شاہدرہ) ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے۔

والد کا ترکہ:

محمد اسماعیل کے والد حسن الدین کی وفات کے بعدان کی والدہ راجن بی بی کے

سر پر گھر کی ساری ذمہ داری آن پڑی۔ ان کے خاوند مرحوم نے ترکہ میں چند مویشی چھوڑے تھے۔ محمد اسماعیل والدہ مرحومہ کے ساتھ مل کر مویشیوں کی دیکھ بال کرنے لگے۔مویشی ان کی آمدنی کا واحد ذریعہ تھے۔مویشیوں کی آمدنی سے گھر کے اخراجات بمشکل پورے ہوتے تھے۔

روزگار:

محمد اسماعیل نے اپنے والد مرحوم کے پیشہ کو اپناتے ہوئے لکڑی کا کام سیکھا۔اور گاؤں قلعہ غوث، گاؤں گوہر پور، گاؤں گور پور ثانی، گاؤں ڈھاکے اور گاؤں تر ڈیوالی میں سیپی (چھ ماہی اجرت) کا کام شروع کیا۔ازاں بعد اوہ لوہے اور راجگری کا کام بھی کرتے رہے۔جب بچے جوان ہوگئے تو انہوں نے کام کرنا چھوڑ دیا اور دوستوں کے پاس بیٹھ کر وقت گزارتے تھے۔اب ان کے سارے دوست فوت ہو چکے ہیں اور وہ عمر رسیدہ بھی ہوگئے ہیں۔اس لیے اب سارا وقت گھر پر گزارتے ہیں۔ان کے بیٹے اور پوتے ان کی خدمت کرتے ہیں۔

برادران و ہمشیرگان:

والدہ مرحومہ مغفورہ کا نام راجن بی بی ہے جو کہ غالباً جولائی 1976ء میں انتقال فرما گئیں۔والدہ کے انتقال سے پہلے سب بہن بھائیوں کی شادیاں ہو چکی تھیں۔

آپ حقیقی بہن بھائی پانچ ہیں۔جن کے نام حسب ترتیب یہ ہیں:

1۔ہاجرہ بی بی مرحومہ مغفورہ

2۔محمد اسماعیل

3۔محمد حنیف مرحوم

4۔بشیر احمد مرحوم

5۔ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری

اولاد:

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل عمیم سے محمد اسماعیل کو چھ بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا۔

جن کے نام یہ ہیں:

1۔محمد منشاء مرحوم

2۔شہناز بی بی مرحومہ

3۔محمد جاوید اقبال

4۔محمد اعظم

5۔محمد قاسم

6۔بشریٰ بی بی

7۔محمد آصف

8۔محمد شفیق

محمد جاوید اقبال کی اولاد:

1۔آمنہ جاوید (بیٹی)

2۔صبا جاوید (بیٹی)

3۔محمد ابوبکر (بیٹا)

4۔محمد فاروق (بیٹا)

5۔محمد عثمان (بیٹا)

6۔نور فاطمہ (بیٹی)

محمد اعظم کی اولاد:

1۔ عائشہ (بیٹی)

2۔ غلام مصطفیٰ (بیٹا)

3۔ عظمیٰ اعظم (بیٹی)

4۔ عاصمہ اعظم (بیٹی)

5۔ غلام مرتضیٰ (بیٹا)

6۔ محمد عاصم (بیٹا)

محمد قاسم کی اولاد:

1۔ رابعہ (بیٹی)

2۔ محمد اسد (بیٹا)

3۔ محمد احسن (بیٹا)

4۔ امان فاطمہ (بیٹی)

بشریٰ کی اولاد:

1۔ مقدس (بیٹی)

2۔ اقصیٰ (بیٹی)

3۔ خدیجہ (بیٹی)

4 ۔ محمد بلال (بیٹا)

5۔ نمرہ (بیٹی)

6۔ محمد معاز (بیٹا)

محمد آصف کی اولاد:

1۔ مہین (بیٹی)

2۔ محمد طٰہٰ (بیٹا)

3۔ مریم (بیٹی)

4۔ محمد طلحہ (بیٹا)

محمد شفیق کی اولاد:

1۔ مجسم فاطمہ (بیٹی)

2۔ زینب فاطمہ (بیٹی)

3۔ عبدالھادی (بیٹا)

4۔ محمد مستقیم (بیٹا)

کاروبار سے فراغت:

ان کی ساری اولاد شادی شدہ اور صاحب اولاد ہے۔ وہ اب دادا اور پردادا نانا پرنانا ہیں۔ سارے بچے روزگار ہیں۔

بیعت:

والدہ کی خواہش کے مطابق انہوں نے حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔

پیر خانے سے عقیدت:

اولاد کی ذمہ داریوں سے فارغ ہونے کے بعد وہ زیادہ تر وقت اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں گزارتے۔ کئی کئی مہینے وہ اپنے گھر واپس نہ آتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے

مویشیوں کی بابا بوٹا اور بابا فیروز کے ساتھ مل کر دیکھ بال کرتے۔حویلی اور گھر میں لکڑی اور اینٹوں کا چھوٹا موٹا کام کرتے۔اکثر ایسا بھی ہوتا کہ ان کے گھر پہنچنے سے پہلے ہی آپ کے پیرومرشد راستے میں سے ہی ان کو واپس بلا لیتے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جب ان کو بلانا ہوتا تو فرماتے:''بابا مستری کو بلاؤ''۔اس طرح آستانہ عالیہ میں ان کی شناخت''بابا مستری'' بن گئی۔اب زیادہ بوڑھے ہو گئے ہیں۔اس وقت ان کی عمر تقریباً97 سال ہے۔ان کا ہوش وحواس قائم ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کی نگاہ کو ٹھیک رکھا ہے۔ان کو دیکھنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔

دعوت:

بابا مستری محمد اسماعیل نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک دفعہ اپنے گھر کھانے کی دعوت پر بلایا تو آپ نے دعوت قبول فرمائی اور مقررہ وقت سے پہلے تشریف لے آئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ محمد اسماعیل کے گھر کئی گھنٹے وقت گزارا۔گاؤں کے لوگ حیرت زدہ ہوئے کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور بابا مستری کا گھر۔

محمد اسماعیل کے پانچوں بیٹے فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔ان کے بھائی بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔ان کے پوتے صاحبزادہ میاں ولید احمد جواد شرقپوری کے مرید ہیں۔

عمرہ کی سعادت:

انہوں نے اپنی زوجہ محترمہ، بیٹے محمد جاوید اقبال اور بہو کے ساتھ جون 2006ء میں عمرہ کی سعادت حاصل کی۔حجر اسود کا بوسہ بھی دو مرتبہ لیا۔مکہ کی زیارات کی زیارت بھی کی۔اس مقدس سفر میں مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ جاتے ہوئے جنگ بدر کے مقام پر بھی

گئے۔ اور روضہ رسول اللہ علیہ والہ وسلم پر دو مرتبہ حاضری کی سعادت حاصل کی۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے روضہ مبارک کی جالیوں کو مس کرنے کی سعادت بھی حاصل کی۔ مدینہ منورہ کی زیارات کی زیارت بھی کی۔ مسجد قباء میں روزانہ نفل ادا کرتے۔

تاریخ خاندان مغلیہ:

1857ء کی جنگ آزادی کے بعد لکڑی اور لوہے کا کام کرنے والے یعنی لوہار اور ترکھان مغل کہلانے لگے۔ ایسے مغلوں کے پاس مغل کہلانے کی وجہیں ہیں جن کی بنا پر وہ واقعۃً مغل کہلانے کے حق دار ہیں:

1۔ 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد جب قلعہ دہلی میں قتل عام ہوا اور انگریزوں نے چن چن کر مغلوں کو مار دیا تو دو شہزادے چھپتے چھپاتے جان بچا کر قلعہ سے باہر آ گئے اور ایک لوہار بابا کے ہاں آ کر پناہ مانگی۔ بابا جی بڑے رحم دل تھے۔ انہیں یہ روتے ہوئے بھولے بھالے مغل بچے بڑے پیارے لگے۔ انہیں اس نے گلے لگالیا اور اپنے بیٹوں کی جگہ دی۔ انہیں لوہے کا کام سکھایا۔ جوان ہونے پر ان کی شادیاں لوہاروں کے ہاں کیں تو ان سے جو اولادیں ہوئیں وہ بھی لوہے کا کام کرتی تھیں۔ اس طرح یہ لوگ پیشے کے اعتبار سے لوہار تھے۔ مگر اپنے خاندان کے اعتبار سے مغل کہلائے۔ ان کے مغل کہلانے سے اس بابا کی دوسری اولادیں بھی مغل کہلانے لگیں۔ نہ صرف اولادیں بلکہ ان عزیز واقارب بھی مغل بن گئے۔

2۔ خاندان مغلیہ کے سارے افراد تو شاہی خاندان کے نہ تھے اور نہ ہی سب میں اچھے عہدوں کے پانے کی صلاحیتیں تھیں۔ بیچارے غریب بھی تھے۔ انہیں زندگی کے دن پورے کرنے کے لیے جو کام بھی سیکھنا پڑا انھوں نے سیکھا تو جن مغلوں نے لکڑی تراشنے اور لوہا کوٹنے کا پیشہ اپنایا وہ پیشے کے اعتبار سے تو ترکھان اور لوہار تھے۔ مگر نسل اور خاندان کے اعتبار سے مغل تھے۔ جب ایسے ہنر مندوں کی اولادیں علمی دولت سے مالا مال ہوئیں تو مال و دولت ان کے قدموں پر نچھاور ہونے لگی تو انھوں نے اپنے آپ کو پیشہ کی نسبت خاندانی اعتبار سے متعارف کروایا۔ لہٰذا ان کے مکانوں پر تعارفی تختی پر مغل کا نام سج گیا۔

3۔ مغل فوج میں سارے سپاہی مغل تو نہ تھے۔ یہاں کے ہندوستانی لوگ بھی شامل تھے۔ مسلمان بھی تھے۔ سکھ اور راجپوت بھی بلکہ ہندو بھی تھے۔ پھر ان بہادر نوجوانوں کے خاندانی پیشے بھی مختلف تھے۔ مگر مغل فوج کے اعتبار سے مغل کہلاتے تھے۔ اب ان سپاہیوں کی جن کی اولادوں نے لکڑی لوہے کا کام سنبھالا انھوں نے مغل فوج کی مناسبت سے مغل کہلانا پسند کیا۔

4۔ ایک تاریخی شہادت کے طور پر مرزا یحییٰ خان ترکھان قبیلہ سے تھا جو سندھ میں جام نظام الدین المشہور جام مندا کی فوجوں کا سپہ سالار تھا۔ اس کی پوتی یعنی مرزا جانی کی بیٹی عبدالرحیم خانخاناں کے بیٹے مرزا ایرج بیگ کی بیوی تھی۔ اس کی بدولت مرزا جانی اکبری امراء میں شامل ہو گیا۔ ازاں بعد مرزا جانی کی اولاد بھی مغل کہلانے کا حق جتلانے لگی۔ بلکہ مرزا جانی کے خاندان والے بھی معاشی حالت کی تنگی پر لوہارا، ترکھانا کام کرنے لگے تو وہ بھی اپنے آپ کو مغل کہلانے لگے۔

5۔ تاریخ بلند شہر کے حوالے سے جب مغل بلند شہر پر حملہ آور ہوئے تو وہ ہندو جو قصاب، جولاہے، رنگریز، دھوبی اور لوہار تھے نے اسلام قبول کرلیا۔ ان کا اسلام قبول کرنا گو اخلاص پر تھا۔ مگر جو ہندو اپنے مذہب پر قائم رہے وہ انہیں مذاق کے طور پر کہتے تھے کہ تم مغل مسلمان ہو یعنی مغلوں نے تمہیں مسلمان کیا ہے۔ نہ جانے قصابوں، رنگریزوں، جولاہوں یا دھوبیوں نے اس نام سے فائدہ اٹھایا ہے یا نہیں۔ مگر لوہاروں نے ضرور فائدہ اٹھایا ہے اور مغل کہلانے کے دعویدار ہیں۔

6۔ کچھ لوگوں کی مغل شہزادوں کے ساتھ دوستی تھی۔ ایسی دوستی کہ ان میں بھائیوں کا سا باہمی پیار تھا۔ وہ ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے تھے۔ شکار کھیلنے جاتے تو انہیں برابر کے گھوڑوں پر سوار کر کے لے جاتے۔ ایسے لوگوں کو مغل کی دوستی والے یا مغلوں کے بھائی اور بعض تو انہیں مغل ہی کہتے۔ یہ مغل دوستی اگر کسی لوہار یا ترکھان سے قائم ہوئی تو مغل شہزادے ایسے لوگوں سے سخت ناراض ہوتے جو انہیں لوہار یا ترکھان کہتے بلکہ کہتے کہ انہیں بھی مغل ہی کہا جائے۔

جب انگریز ہندوستان میں آئے تو اس وقت مغلوں کی حکومت تھی۔ انہیں مغلوں سے مراعات ملیں اور مغلوں سے ہی انہوں نے تخت چھینا۔ انگریزوں نے مغلوں کا نام ونشان مٹانے کے لیے ان کا قتل عام کیا۔ اور ان کے ذہنوں سے حکمرانی کا جذبہ ختم کرنے کے لیے ایکٹ انتقال اراضی میں انہیں کمیں کا درجہ دے کر زمین خریدنے کے حقوق سے محروم کر کے ان میں احساس کمتری پیدا کر دیا۔ جس سے مغل انقلاب زمانہ کے پیش نظر پس پردہ چلے گئے...............محمد انور قمر شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ: مطالعہ نقوش شرقپور: سورج پرنٹنگ پریس، لاہور (جنوری۔2002ء)ص۔712 تا714

فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ

اور منیر احمد (لڈو واں والی سرکار)

تحریر: فرزند علی فوجی

پیدائش:

منیر احمد صاحب 1967ء میں چک sp/33 جالندھریاں میں غلام فرید مرحوم کے ہاں پیدا ہوئے۔

بھائی:

منیر احمد کے تین بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ بھائیوں کے نام نذیر احمد، بشیر احمد اور محمد حنیف ہیں۔

اولاد:

پانچ بیٹیاں اور دو بیٹے کریم بخش اور محمد شفیق۔

روزی کی تلاش میں نقل مکانی:

ان کے والد صاحب ذریعہ معاش کی تلاش میں چک sp/33 جالندھریاں سے حجرہ شاہ مقیم کے ایک گاؤں میں چلے گئے اور انھوں نے کھیتی باڑی شروع کر دی۔ لیکن کھیتی باڑی تسلی بخش طور پر نہ چل سکی تو 1978ء میں واپس چک sp/33 جالندھریاں چلے گئے اور کسی زمیندار کے مکان میں رہنا شروع کر دیا اور مالک مکان کی زمین پر ہی کھیتی باڑی شروع کی۔ انھوں نے سکول میں بھی داخلہ لے لیا۔ صرف تیسری جماعت تک تعلیم حاصل

کی۔اس کے بعد پڑھائی چھوڑ کر لاہور چلے گئے اور سلامت پورہ کے سٹاپ کے قریب سریے والی فیکٹری میں ملازمت اختیار کر لی۔ کچھ عرصہ تک معماروں کے ساتھ مزدوری کرتے رہے۔اس کے بعد ایک ٹریکٹر ٹرالی میں جو گاڈرز شادی پورہ فیکٹری سے مصری شاہ لے جاتا تھا، میں مزدوری شروع کی۔ان کو صرف لاہور ہی کا پتا تھا۔لاہور کے علاوہ کسی اور شہر کا پتا نہ تھا۔ وہ صرف بندروڈ لاہور کو جانتا تھا کیونکہ وہاں سے وہ سریا مصری شاہ لاتا تھا۔ان کو شرقپور شریف کا کوئی پتا نہ تھا کہ یہ دریائے راوی کی دوسری طرف ہے۔اور نہ ہی انہوں نے کسی سے شرقپور شریف کا نام سنا تھا۔2600 روپے ماہانہ تنخواہ تھی۔1985ء میں واپس چک 33/sp جالندھریاں آ گئے۔انہوں نے واپس آ کر پاکپتن اور ملکہ ہانس میں مزدوری شروع کی تو ان کو شام تک مزدوری کے صرف بیس روپے ملتے تھے۔

دکان:

مزدوری کرتے وقت منیر احمد کو خیال آیا کہ جوتوں کی دکان ڈالی جائے۔چنانچہ انہوں نے جوتوں کی دکان ڈال لی۔کمالیہ اور فیصل آباد سے جوتے خرید کر لاتے اور پھر فروخت کرتے۔لیکن قسمت نے ساتھ نہ دیا اور دکان نہ چلی۔صبح سے شام تک دکان پر بیٹھے رہتے لیکن ایک جوتا بھی فروخت نہ ہوتا اور خالی ہاتھ شام کو گھر واپس آتے۔ والد بزرگوار نے فرمایا کہ یہ کام ٹھیک نہیں۔آپ تھوڑا سا کریانہ کا سامان رکھ لیں۔کریانہ کی دکان کا آغاز 17/اکتوبر 1986ء کو کیا۔1987ء میں ان کے بزرگوں نے ان کی شادی کرنے کا سوچا۔

شرف بیعت:

منیر احمد کی دکان پر حاجی عبدالعزیز صاحب جو کہ بہت متقی اور پرہیزگار تھے۔

ان کی دکان پر سودا سلف لینے آیا کرتے تھے۔ وہ کبھی کبھی میاں صاحب شرقپور شریف والوں کی گفتگو کرتے تھے۔ اس زمانہ میں پاکپتن اور ملکہ ہانس کے سات آٹھ لوگ میاں صاحب کے مرید تھے۔ لوگ دیکھتے تھے کہ وہ لوگ شرقپور شریف سے آرہے ہیں یا جارہے ہیں۔ حاجی عبدالعزیز صاحب کا 1989ء کو وصال ہو گیا۔ حاجی صاحب کے وصال کے بعد منیر احمد صاحب کے دل میں شرقپور شریف جانے کا شوق پیدا ہوا۔ منیر احمد صاحب کو عرس کی 17، 18/ اکتوبر کی تاریخ کا پتا چلا۔ مختار صاحب اور دوسرے پیر بھائی، منیر احمد گاڑی لے کر 17/ اکتوبر 1991ء کو بروز جمعہ شرقپور شریف پہنچ گئے۔ رات کو محفل کی تقریبات دیکھیں اور سنیں۔ صبح 18/ اکتوبر بروز ہفتہ 1991ء کو جہاں شیر ربانی ڈسپنسری ہے وہاں فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے شرف ملاقات حاصل ہوا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی سعادت نصیب ہوئی۔ عرس کی آخری دعا کے بعد حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت لے کر واپس آگئے۔ منیر احمد صاحب کی داڑھی نہیں تھی۔ عرس کے مواقع پر شرقپور شریف جانا شروع کر دیا۔ ان کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے گھر بلائیں۔ اس پر منیر احمد صاحب کے کئی دوستوں نے اعتراض کیا کہ پیروں کے پاس اتنا نہیں جایا کرتے۔

گھر والوں سے ناراضگی:

ایک دفعہ منیر احمد نے گھر والوں سے ناراض ہو کر دکان کی چابیاں پھینک دیں اور شرقپور شریف جانے کا ارادہ کیا اور رات 9.00 بجے کے قریب شرقپور شریف پہنچے۔ مہمان خانے کے قریب ایک دوست مل گیا اور اس سے عرض کیا کہ انہیں فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے ملنا ہے۔ دوست نے اُسے بتایا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لندن سے مہمان آئے ہوئے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کو کھانا کھلا رہے ہیں۔ منیر احمد تھوڑا سا آگے گئے تو حضرت میاں

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوگئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کمرے میں بیٹھو، ہم ملاقات کرتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ تشریف لائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ منیر احمد صاحب کے لیے کیلے اور سیب لائے۔ لنگر شریف کا پوچھا اور فرمایا آرام کرو اور فرمایا صبح ملیں گے۔ نیت کر لی کہ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ سے وقت مل جائے گا تو گھر واپس چلا جاؤں گا۔ اگر وقت نہ ملا تو یہیں رہ جاؤں گا۔ صبح کو ایک بزرگ آدمی کا جنازہ آیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جنازہ پڑھایا۔ اس کے بعد ملنے والوں کی قطاریں شروع ہوگئیں۔ قطار میں لگ کر ایک دفعہ ملا، دوسری دفعہ ملا اور جب تیسری دفعہ ملا تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سختی سے فرمایا کہ بار بار کیا لینے آتے ہو تو منیر احمد نے عرض کیا کہ آپ کو اپنے گھر بلانے کی تمنا ہے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کوئی وقت نہیں ہے۔

شکایت:

اُس نے حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی۔ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر ظہر، عصر، مغرب تک بار بار حاضری دی۔ اُس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ حضرت میاں جمیل احمد رحمۃ اللہ علیہ ہماری بات نہیں سنتے۔ یہ 1992ء کی بات ہے۔ مزار کے قریب بیٹھ کر دعا مانگی اور صاحب مزارات حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت میاں غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی کہ گھر سے ناراض ہو کر آیا ہوں۔ واپس جانے کو دل نہیں چاہتا۔ میاں جمیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اِن کی بات نہیں سنتے۔ دعوت بھی قبول نہیں کرتے۔ اُن کی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے خود سفارش کریں۔ اگر انہوں نے وقت دے دیا تو خوشی ہوگی اور دربار شریف پر حاضری دے کر جاؤں گا۔

دعوت قبول:

جب منیر احمد مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس وقت ملنے والوں کا بہت رش تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ پہلے تم بار بار اندر آتے تھے، بتاؤ کیا چاہتے تھے۔ انہوں نے عرض کی کہ دعوت کے لیے وقت چاہیے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عشاء کی نماز کے بعد ڈائری دیکھ کر دعوت کا وقت دے دیں گے۔ تھوڑی دیر کے بعد لکڑیوں کا بھرا ٹرالا آیا۔ جب ٹرالے سے لکڑیاں اتاری جارہی تھیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خادم سے فرمایا: ''پاکپتن شریف سے ایک آدمی آیا ہے۔ اُسے بلا کر لاؤ''۔ ان کے دل میں خیال آیا کہ شائد ان کو کوئی گھر سے لینے آیا ہے۔ انہوں نے خادم سے پوچھا کہ ان کو کس نے بلایا ہے تو خادم نے کہا کہ حضور فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے بلایا ہے۔ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ڈائری دیکھ کر 30 مارچ 1993ء بروز منگل کا وقت دیا اور فرمایا: ''صبح 6.00 بجے شرقپور شریف سے روانہ ہوں گے اور تمہارے گاؤں پہنچ کر ظہر کی نماز ادا کریں گے اور پھر شرقپور شریف واپس آجائیں گے''۔ پروگرام کے مطابق منیر احمد صاحب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو لینے کے لیے 29 مارچ بروز سوموار مغرب کے وقت شرقپور شریف پہنچے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اُس وقت علی پُور رسیداں تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ وہ بہت پریشان ہوا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد آپ واپس شرقپور شریف تشریف لے آئے۔ آپ نے منیر احمد کو دیکھ کر فرمایا: ہاں! '' تابڑ والے بیلیا! صبح چلیں گے''۔ فجر کی نماز کے بعد آپ نے فرمایا: ''جاؤ گاڑی لے کر آؤ۔ گاڑی والے سے کہنا کہ پہلے دن اور رات پاکپتن شریف ٹھہرنے کا کرایہ پوچھ لینا کیا ہوگا؟'' گاڑی والے سے جب کرایہ پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ سلنڈر بھروا لینا اور 800 روپے پر گاڑی شرقپور شریف سے پاکپتن

شریف تک اور رات کا کرایہ 600 روپے طے ہو گیا۔ صبح 6.00 بجے شرقپور شریف سے روانہ ہوئے اور براستہ ہیڈ بلوکی سے اوکاڑہ پہنچے اور وہاں آپ تھوڑی دیر کے لیے کسی مرید کے گھر رُکے۔ 2.00 بجکر 58 منٹ پر تابڑ پہنچے اور جس جگہ پر اب منیر احمد کا گھر ہے۔ چار دن پہلے اُس نے خواب میں اُس جگہ پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گاڑی سے اترتے ہوئے دیکھا تھا۔ اُس نے کسی دوست کو اپنا خواب سنایا تو اُس نے کہا کہ ایسے ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ اُن کے گھر گاڑی سے اتریں گے۔ جب میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تابڑ پہنچے تو آپ نے گاڑی منیر احمد صاحب کے دروازے کے سامنے روکنے کے لیے کہا اور السلام علیکم کہا! لوگوں کا جم غفیر تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''تُساں سانُوں ویکھ لیا اے، تے اَسی تہاڈی زیارت کرلی اے''۔ آپ گاڑی سے اتر کر تیز تیز چلتے ہوئے مسجد کی طرف جا رہے تھے۔ لوگ دوڑ دوڑ کر آپ کے ساتھ مسجد میں ظہر کی نماز ادا کرنے کے لیے جا رہے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد منیر احمد کے گھر دوسرے بازار کی طرف سے آئے۔ کرسی پر بیٹھ کر حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات پر مبنی تقریر شروع کی اور ارشادات بیان کرتے کرتے عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ گاڑی کی بجائے مسجد میں پیدل تشریف لے گئے۔ لوگ جوق در جوق آپ کے ساتھ شامل ہوتے گئے۔ آپ مسجد میں عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد اُسی راستے سے واپس تشریف لائے جس راستے مسجد میں تشریف لے گئے تھے۔

واپسی کا پروگرام:

مسجد سے واپس آکر منیر احمد صاحب کی دکان کے پاس چارپائی پر بیٹھ کر ڈرائیور کا انتظار کرنے لگے۔ ڈرائیور نہانے کے لیے گیا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ نہا

کروا پس آیا اور گاڑی میں بیٹھ گیا۔لوگوں نے حضرت فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے پانی دم کروایا۔بہت سے لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ملنے کے لیے بازار کی دونوں طرف قطاریں باندھے کھڑے تھے۔آپ لوگوں کے سلام کا جواب دیتے گئے اور پاکپتن شریف میں حاجی منیر صاحب، بلاک افیسر کے گھر تشریف لے گئے۔تھوڑی دیر بعد شیخ الیاس کے گھر تشریف لے گئے۔رات اُن کے ہاں ٹھہرے اور ناشتہ کرنے کے بعد واپسی پر ساہیوال میں حاجی محمد اقبال کے گھر مدینہ مسجد کے سامنے تشریف لے گئے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد گیمبر میں بابا محمد دین نقشبندی کے گھر تشریف لے گئے۔ ہلکا پھلکا کھانا کھایا۔آپ نے فرمایا: کہ ہمارے ڈرائیور کو آرام کرنے دیں۔تھوڑی دیر آرام کرنے بعد حضرت کرمانوالہ روانہ ہو گئے۔راستہ میں جو کرمانوالہ کے دو سجادہ نشین آپ کے ساتھ گاڑی میں سوار تھے، ان کو سلام کیا اور گاڑی سے اتارا۔گاڑی تیزی سے آگے کی طرف لے گئے۔پھر گاڑی منیر احمد کے دروازے کے سامنے جا کر کھڑی کی۔ وہاں لوگ آپ کے استقبال کا انتظار کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد کسی اور مرید کے گھر تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ کی خدمت کی۔اس کے بعد لاہور شیخوپورہ روڈ پر ایک کپڑے کی فیکٹری تھی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ فیکٹری کے اندر تشریف لے گئے اور فیکٹری کے مالکان سے ملے۔انہوں نے آپ کی بہت خدمت کی۔آپ نے فرمایا: ’’فیکٹری اس بیلی (منیر احمد) کو دکھا کر لاؤ‘‘۔آپ نے فیکٹری والوں کو تھپکی دی اور بہت خوش ہوئے۔ پھر فیکٹری والوں کے دفتر میں تشریف لے گئے۔ آدمی نے عرض کیا کہ حضور میاں صاحب ہم پاکپتن شریف گئے تھے۔وہاں وہاں جو ملتان روڈ پر بند لگا ہوا تھا۔اس پر حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لکھا ہوا تھا۔مگر تاریخ رقم نہ تھی ۔میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ’’ہم وہاں سے ہی آرہے ہیں‘‘۔

جمعہ پڑھانے کی درخواست:

منیر احمد صاحب 1995ء میں شرقپور شریف گئے۔ ان کو پتا چلا کہ فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ جمعہ پڑھانے کے لیے جامع مسجد شیر ربانی، مدینہ چوک (چوک ناخدا) مصری شاہ، لاہور تشریف لے گئے ہیں۔ وہ بھی مذکورہ جامع مسجد میں پہنچ گئے۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد ختم خواجگان پڑھا گیا اور حلوہ کا لنگر تقسیم کیا گیا۔

منیر احمد صاحب نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی گزارش پیش کی کہ ان کو جمعہ کا وقت دیا جائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت شفقت فرماتے ہوئے ان کو 13۔جنوری 1995ء بروز جمعہ کا وقت دیا اور فرمایا: ”میں نہیں جاؤں گا، میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کو آ کر لے جانا“۔ منیر احمد صاحب حسب پروگرام 12۔جنوری کو میاں خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ کو لینے کے لیے شرقپور شریف چلے گئے۔ لیکن میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سرگودھا گئے ہوئے تھے۔

میاں خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ کو سرگودھا جاتے وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تاکید فرمائی تھی کہ وقت پر آ جانا۔ آپ نے پاکپتن شریف میں 13۔جنوری کو جمعہ پڑھانا ہے۔ منیر احمد صاحب نے کافی دیر تک انتظار کیا مگر میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ واپس تشریف نہ لائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی کافی پریشان ہوئے کہ وقت دیا ہوا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ میاں خلیل احمد صاحب ایک درویش ہیں، مرضی کے مالک ہیں، چاہیں تو ابھی آ جائیں، چاہیں تو آٹھ دن کے بعد بھی نہ آئیں۔ آپ نے منیر احمد کو فرمایا: ”میرا فون نمبر لے جائیں۔ جب میاں خلیل احمد صاحب پہنچ جائیں گے تو فون پر مجھے اطلاع کر دینا۔ اس طرح ہم بے فکر ہو جائیں گے“۔

کرامت:

میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ وعدے کے مطابق 2.00 بجکر 45 منٹ پر سرگودھا سے 32/sp تا بڑ پاکپتن شریف پہنچ گئے۔ایک دوست بابا شہباز گجر گھر سے ہر روز کسی مانگنے والے کو میاں صاحب کے نام پر دس روپے دیتا تھا۔جب وہ گھر سے نکلا تو مانگنے والا آیا تو بابا شہباز گجر نے اس کو پیسے نہ دیے اور سختی سے اسے منع کر دیا۔ جب بابا شہباز گجر 32/sp تا بڑ پاکپتن شریف پہنچا تو اس وقت میاں خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ کسی مرید کے گھر وضو کر رہے تھے۔آپ نے سارا وضو کر لیا تھا۔صرف پاؤں دھونے والے باقی رہ گئے تھے۔بابا شہباز گجر نے آ کر آپ کو سلام کیا۔میاں خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا ''کیا ہم دس روپے جیسے بھی نہیں تھے''۔بابا شہباز گجر نے روتے ہوئے کہا ''زمین پھٹے اور مجھے نگل جائے، کیونکہ مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی ہے۔''

اس کے بعد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں تشریف لے گئے اور جمعہ پڑھایا۔مسجد میں بہت ہجوم تھا۔اس وقت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نیچے فرش پر ہی بیٹھے تھے۔سب کو نیچے بیٹھے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ بابا سراج الدین نے عرض کیا کہ پیر کون ہے؟ میاں صاحب فرمانے لگے کہ سب تھوڑے تھوڑے کھلے ہو جائیں۔جب لوگ کھلے ہو گئے تو میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سب کو باری باری ملتے رہے اور جب بابا سراج الدین کی باری آئی تو انہوں نے بھی آپ سے ہاتھ ملائے۔

جمعہ پڑھانے اور لوگوں سے ملنے کے بعد میاں خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ منیر احمد صاحب کے گھر تشریف لے آئے۔ سب دوستوں کو لنگر شریف کھلایا گیا۔میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ واپس چلے گئے تو منیر احمد صاحب کو خیال آیا کہ میاں جمیل احمد رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع کرنی چاہیے کہ میاں خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ 32/sp تا بڑ پاکپتن شریف پہنچ گئے

تھے۔ وہ شہر گئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو فون پر اطلاع دی کہ بہت رش تھا اس لیے وہ دیر سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع کرنے کے لیے آیا ہے۔ آپ بہت خوش ہوئے اور منیر احمد کو مبارکباد دی۔

منیر احمد صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ میاں جمیل احمد رحمۃ اللہ علیہ بھینسوں والی حویلی میں تشریف فرما تھے۔ آپ فرمانے لگے کبھی سندھ جائیں تو وہاں بیریوں کے باغ ہوتے ہیں۔ منیر احمد نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اُن کے علاقے میں بھی بیریاں ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''کبھی بیر کھلائیں۔'' منیر احمد نے عرض کی کہ پہلے وقت دیں پھر بیر کھلاؤں گا''۔ آپ نے فرمایا: ''پہلے بیر کھلاؤ، بیر کب کھلاؤ گے؟'' منیر احمد نے جواباً عرض کیا کہ حضور ایک ہفتے کے بعد اگلے جمعہ کو۔ وہ اگلے دن اپنے گھر واپس آئے۔ بیریوں کے درختوں سے موٹے موٹے بیر اتار کر شام کو واپس گھر آیا اور اپنی بیوی کو بتایا کہ وہ کل صبح پھر شرقپور شریف جا رہے ہیں۔ وہ اگلی صبح 8.00 بجکر 5 منٹ پر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیر پیش کیے۔ آپ نے کچھ بیر تناول فرمائے۔ آپ نے فرمایا: ''بیر بڑے کھٹے ہیں''۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ابھی ان کو وقت نہیں ملے گا پھر کبھی سہی۔

سفر کی سعادت:

ایک دفعہ منیر احمد شرقپور شریف گئے تو آپ اُن کو اپنے ساتھ چکوال لے گئے۔ وہ آپ کے ساتھ آٹھ دن رہے۔ ان کو چالیس نمازیں حاجی نور محمد کی اقتدا میں پڑھنے کا موقع ملا۔ حاجی نور محمد چکوال میں ڈھوک شیر ربانی کے مالک تھے۔ میاں صاحب کا ایک کمرہ تھا جس میں چارپائیاں اور ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔ میاں صاحب وہاں جا کر رہا کرتے تھے۔ انہوں نے خیال کیا کہ اس کمرے کا دروازہ دیکھے کہ اُن کے گھر میں بھی داخل

ہو۔ اُس نے انداز ے سے دروازہ کی پیمائش کی۔

آٹھ دن کے بعد قافلہ جوہرآباد روانہ ہوا۔ جوہرآباد پہنچ کر کھانا کھایا تو منیر احمد کو گھر سے فون آیا تو حاجی ملک محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی خدمت میں عرض کی منیر احمد چھٹی مانگ رہا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے منیر احمد کو گھر واپس جانے کی اجازت دے دی۔ حاجی ملک محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ نے غلام رسول جوہرآباد کو کہا کہ وہ منیر احمد کو اپنے ساتھ لے جائے اور اس کو بس پر نہ بٹھائے۔ اس کو اپنے گھر لے جائے اور اگلی صبح اس کو اپنے گھر جانے کے لیے الوداع کہے۔

کرامت:

منیر احمد صاحب نے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس لیے گھر جانے کی اجازت لی تھی کیونکہ اس کی بیوی کے ہاں بچے کی پیدائش ہونے والی تھی۔ ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ بڑا اپریشن ہوگا۔ رخصتی کے وقت منیر احمد نے حضور فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کروائی تھی۔

دعا انسان کی پوشیدہ قوت کا نام ہے۔ جس نے دعا کا فن سیکھ لیا اس سے بڑا خوش نصیب اور خوش قسمت کوئی نہیں ہے۔

دعا ایک ایسی پوشیدہ انسانی قوت کا نام ہے جو پتھر سے چشمے بہا دے۔

دعا ایسی قوت ہے جو آسمان سے من وسلویٰ نازل کروا دے۔

جب وہ پاکپتن پہنچا تو اس کی بیوی اپریشن کے لیے ہسپتال داخل ہو چکی تھی۔ جب وہ ہسپتال میں داخل ہوا تو اس کو پتا چلا کہ اس کی بیوی کے ہاں نارمل ڈیلوری سے بچی پیدا ہوئی ہے۔ اسی دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فون پر رابطہ کیا اور خیریت دریافت فرمائی۔ یہ بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں کا صدقہ تھا۔

میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ شرقپور شریف سے روانہ ہوتے وقت منیر احمد کو اپنے ساتھ چکوال لے گئے۔ تین گاڑیاں تھیں جن میں خادمین سوار تھے۔ حاجی ملک محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ کی بھی گاڑی تھی۔ بلو ما نو الیا بھی ساتھ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ آٹھ دن چکوال ٹھہرے۔ بابا نور محمد رحمۃ اللہ علیہ ڈھوک شیر ربانی چکوال والے جو کہ حضور غلام اللہ ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص تھے۔ وہ کئی دفعہ چکوال سے شرقپور شریف پیدل آکر جمعہ مبارک پڑھتے تھے۔

حضور فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ بابا نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پاس بٹھا کر یہ واقعہ سنتے کہ وہ کیسے پیدل چل کر شرقپور شریف جمعہ ادا کرتے تھے۔ راستے کی معلومات بھی لیتے جیسے آپ نے چکوال کا سفر پیدل کرنا ہو۔ منیر احمد صاحب کا بیان ہے کہ وہ بھی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھ کر یہ واقعہ سُن کر لطف اندوز ہوتے۔ شیخ محمد ارشد پشاور والے بھی تھے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ مریدین کو دور دور سے دعوت دے کر بلاتے تھے۔ جمعہ مبارک بھی وہیں پڑھاتے تھے۔ رمضان شریف میں افطاری کا وسیع انتظام فرماتے۔

بابا نور محمد رحمۃ اللہ علیہ مسجد ڈھوک شیر ربانی میں اپنے پڑپوتوں کو قرآن مجید پڑھاتے تھے۔ یہ ہے فیضان شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ۔ بابا جی عینک بھی لگاتے تھے۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کی اس وقت 123 سال کے قریب عمر تھی۔

ڈھوک شیر ربانی سے قافلہ جوہر آباد کی طرف روانہ ہو گیا۔ جوہر آباد ایک دن ٹھہرنے کے بعد آپ قافلہ لے کر میانوالی کی طرف روانہ ہو گئے۔

ایک دفعہ فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کا فون آیا کہ بیسن لے کر جوہر آباد آؤ کیونکہ لڈو بنانے ہیں۔ منیر احمد صاحب بیس لے کر رات دس بجے جوہر آباد پہنچے۔ لیکن آپ رحمۃ اللہ

علیہ سرگودھا تشریف لا چکے تھے۔ منیر احمد صاحب نے صبح ہوتے ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے رابطہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں وہیں ٹھہروں۔ تمہیں گاڑی آ کر لے جائے گی۔ آپ کی گاڑی صبح سات بجے انہیں لینے پہنچ گئی۔

ایک دفعہ منیر احمد اپنے گاؤں کے بیلیوں کے ساتھ مل کر شرقپور شریف جمعہ پڑھنے اور حاضری کے لیے پہنچے تو حضرت میاں خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا موقع ملا۔ آپ نے منیر احمد سے مخاطب کر فرمایا: ''منیر روزہ رکھ لینا ایں''۔ ساتھ ہی فرمایا: ''شوگر والا بندہ روزہ نہی رکھ دا''۔ یہ بات آپ نے کئی بار دوہرائی۔ نماز عصر آپ کے پیچھے باجماعت ادا کی۔ جونہی سلام پھیرا تو آپ نے فوراً پوچھا: ''منیر توُں روزہ رکھ لینا ایں، شوگر والا بندہ روزہ نہی رکھدا''۔ آپ نے یہ الفاظ کئی بار دوہرائے لیکن دعا نہیں کی۔ جب منیر احمد نے واپسی کا سفر اختیار کیا تو راستے میں پیشاب نے اسے کسی جگہ تنگ نہیں کیا۔ اس کے چار دن بعد ماہ رمضان شروع ہوا اور منیر احمد نے پورے روزے رکھے۔ یہ میاں صاحب کا فیضان ہے۔

ایک دفعہ حاجی محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ کے گاؤں میں حضور فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور میں (فرزند علی فوجی) بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے کراچی جانے کا پروگرام بنایا۔ آپ نے فرمایا: ''آپ اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں۔ پرسوں واپس آ جانا۔ تین چار مریدین تھے۔ منیر احمد شرقپوری، حاجی محمد حیات اور شیخ محمد ایوب قصور والے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضور فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے بذریعہ ہوائی جہاز کراچی جانا تھا۔ لیکن منیر احمد شرقپوری، حاجی ملک محمد حیات اور شیخ محمد ایوب لاہور ریلوے اسٹیشن سے ٹرین کے ذریعہ کراچی گئے۔ جب یہ رحیم یار خان ریلوے اسٹیشن پر پہنچے اور ٹرین رُکی

تو وہاں اُن کے لیے تازہ کھانا تیار تھا جو کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے آپ کے حکم پر تیار کیا ہوا تھا۔ اس نے برتنوں سمیت کھانا پیش کر دیا اور ساتھ کچھ بُھنے ہوئے چنے بھی دیے۔ انہوں نے کھانا برتنوں سمیت ٹرین میں رکھ لیا اور کراچی اسٹیشن پر پہنچ گئے۔

حضور فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کراچی میں اپنے ایک مرید غلام قادر کے گھر میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہ گاہے بگاہے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ محافل میں شرکت بھی کرتے تھے۔ لیکن ہر روز غلام قادر کے گھر واپس آجاتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ہدایت فرمائی تھی کہ بابا جی غلام قادر پر بوجھ نہیں ڈالنا۔ کھانا اگر دے دے تو ٹھیک ورنہ ہوٹل سے کھانا کھالیا کرنا۔ بابا جی نے بھی ان سے کھانا نہ پوچھا۔ انہوں نے سوچا کہ بُھنے ہوئے چنوں سے ہی گزارہ کر لیتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جب واپس شرقپور شریف پہنچے تو فرمایا: ''کراچی کی کوئی خاص بات سناؤ''۔ فرزند علی نے عرض کیا حضور والا بابا جی غلام قادر نے کھانے کا نہ پوچھا اور ہم نے کھانا باہر سے نہیں کھایا۔ ہم نے سوچا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ بابا غلام قادر پر بوجھ نہیں ڈالنا۔ ہمارے پاس بُھنے ہوئے چنے تھے تو ہم نے اُن ہی پر گزارہ کر لیا۔ یہ بات سُن کر آپ نے فرمایا: ''بڑی بات ہے، آپ بوجھ بھی نہ بنے اور گزارا بھی ہو گیا''۔

اسی دورہ کے دوران ایک دن آپ محمد ظفر کمانڈر صاحب کے گھر تشریف لے گئے تو آپ نے محمد ظفر کمانڈر صاحب کو فرمایا: ان بیلیوں کو سمندر کی سیر کراؤ''۔ محمد ظفر کمانڈر صاحب اُن کو اپنے ساتھ لے گئے اور ہم نے دل میں سوچا کہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں ایک سادہ سا بندہ دے دیا ہے۔ اگر کوئی افیسر ہوتا تو بڑی بات ہوتی۔

جب ہم محمد ظفر کمانڈر صاحب کے ساتھ ڈاکیارڈ نیول سٹاف کے پاس پہنچے تو سب نے کمانڈر صاحب کو دیکھتے ہی کھڑے ہو کر سلیوٹ کیا۔ ہم اپنے آپ پر بہت شرمندہ

ہوئے۔ معلوم ہوا کہ واقعی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کسی بڑے افیسر کو ہمارے ساتھ بھیجا ہے۔ کمانڈر صاحب نے ان کو جہازوں میں بٹھا کر سمندر کی سیر کروائی۔

جب منیر احمد شرقپوری،، حاجی محمد حیات اور شیخ محمد ایوب قصور والے نے واپسی کا سفر ٹرین کے ذریعہ کیا اور رحیم یار خان کے ریلوے اسٹیشن پر پہنچے تو پہلے والے آدمی (حضور فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے خادم جس کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کھانا کھلانے کی تاکید کی تھی) نے ان کی خاطر تواضع کی۔ اس نے پہلے والے برتن واپس لیے اور نئے برتنوں میں کھانا پیش کیا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضور فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے منیر احمد شرقپوری کو فون کیا اور وہ ننگے سر تھا۔ جب اُس نے فون کا نمبر دیکھا تو فوراً گھر والوں سے ٹوپی مانگی اور ٹوپی سر پر لے کر آپ سے بات کی تو آپ نے فرمایا: ''کھویا چاہیے''۔ منیر احمد نے عرض کی کہ صبح مل جائے گا۔ جس آدمی سے وہ کھویا لیتا تھا اس کا نام محبوب احمد تھا اور وہ بھی حضرت فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کھویا طلب فرمایا تھا۔ محبوب احمد اس وقت کسی شادی کے آرڈر پر کھویا تیار کر کے دکان سے نکلنے لگا تو شادی والوں کے گھر فوتگی ہوگئی۔ انہوں نے کھویا کا آرڈر کینسل کرا دیا تو محبوب احمد حلوائی سخت پریشان تھا کہ اس کا کھویا ضائع ہو جائے گا اور اس کو بہت بڑا نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اسی پریشانی کے عالم میں اس نے اپنے پیرو مرشد حضور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یاد کیا کہ آپ کبھی کبھی کھویا مانگتے ہیں۔ اگر آج بھی آپ کھویا لے لیں تو بات بن جائے۔ جب منیر احمد کھویا لینے کے لیے گھر سے نکلا تو اُس کی راستے میں محبوب صاحب سے ملاقات ہوگئی۔ ہوگئی۔ جب منیر احمد نے کھویا لے لیا تو محبوب احمد نے شادی والوں کی فوتگی کا واقعہ سنایا کہ اس طرح انہوں نے بنا ہوا کھویا لینے سے انکار کر دیا تھا تو وہ سخت پریشان تھا۔ منیر احمد نے

محبوب احمد حلوائی کو بتایا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فون کر کے اُن کو بتایا ہے کہ محبوب احمد کھویا فروخت نہ ہونے کی وجہ سے پریشان ہے تم جا کر اس سے کھویا لے لو۔

منیر احمد کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ان کے ملکیتی مکانات کی تقسیم کا مسئلہ تھا۔ان کا چھوٹا بھائی ان کو ہر جگہ زیر کرنا چاہتا تھا۔ایک مکان جس میں وہ رہائش پذیر تھے۔ان کے والد صاحب نے اُن سے کہا کہ یہ مکان چھوٹے بھائی کو دے دو مگر وہ نہ مانا۔ والد صاحب نے جو جگہ انہیں دی تھی ۔اس میں مٹی ڈالنے کے لیے وہ مٹی کی ٹرالی لے کر آئے تو اُسی وقت حضور فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کا فون آ گیا اور آپ نے فرمایا: منیر احمد شرقپور شریف پہنچو کیونکہ لڈو تیار کرنے ہیں۔منیر احمد نے سب کچھ بیچ میں چھوڑا اور شرقپور شریف کے لیے روانہ ہو گیا۔ وہ وہاں تین دن لڈو بنا تا رہا۔آپ نے اس کو گھر جانے کی اجازت دے دی اور خود حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کراچی چلے گئے۔جب منیر احمد گھر پہنچا تو ان کے والد صاحب نے بتایا کہ چھوٹا بھائی جو کچھ نہیں مان رہا تھا اب مان گیا ہے اور سب کچھ میری مرضی کے مطابق ہوگا۔منیر احمد کو اپنے والد صاحب کی بات سُن کر بہت خوشی ہوئی۔ اُس نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کراچی فون کر کے بتایا کہ اُن کے گھر کی تقسیم والا مسئلہ حل ہو گیا ہے تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ’’لنگر میں حصہ ڈالتے رہو گے تو اسی طرح مسئلے حل ہوتے رہیں گے‘‘۔

منیر احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ اپنے ایک بیلی کے ساتھ شرقپور شریف حاضری دینے کے لیے گئے اور واپسی پر لاہور سے ٹیپ ریکارڈر خرید کر فیروز پور روڈ پر چونگی امرسدھو پر اشارہ کاٹنے کی غلطی کی وجہ سے ٹریفک سارجنٹ نے 200 روپے جرمانہ کیا۔سامان خریدنے کے بعد اُن کے پاس کوئی پیسہ نہ بچا تھا۔ وہ بہت زیادہ پریشان تھے کہ جرمانہ کس طرح ادا کریں گے۔اس وقت انہوں نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو

یاد کیا۔انہوں نے دیکھا کہ ایک بڑا معزز شخص ان کے پاس آیا اوراس نے پوچھا کہ پریشانی کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ سارجنٹ نے ان کو 200 روپے جرمانہ کردیا ہے اوراس شخص نے کہا کہ جرمانہ کیوں نہیں دیتے؟ اس نے کہا دے دو۔منیر احمد نے اس معزز شخص سے عرض کیا کہ اُن کے پاس پیسے نہیں ہیں۔اُس نے اپنی جیب سے جرمانے کا دوسو (200) روپیہ پولیس والے کوادا کردیا اوراُس نے کہا کہ تم مجھ سے پیسے لے لو کیونکہ تم نے پاکپتن شریف جانا ہے۔لیکن انہوں نے اُس سے اور پیسے نہ لیے۔اُس معزز شخص نے رابطہ کے لیے اپنا فون نمبراور گھر کا ایڈریس دیا۔لیکن رابطہ کرنے سے رابطہ نہیں ہوسکا۔

واللہ اعلم یہ شخص کون تھا۔

حضور فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک پیر کا مرید کہیں جائے تو دوسرے پیر بھائی اس کواُس کی چال ڈھال اور وضع قطع سے پہچان لیں تو بڑی بات ہے۔

منیر احمد کا بیان ہے کہ وہ ایک دفعہ حاضری کے لیے شرقپور شریف گیا اور حاضری کے بعد حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دینے کے لیے ایک تانگہ پر بیٹھا تو ایک باریش بزرگ جس کی عمر مبارک 80، 85 سال کے قریب ہوگی وہ تانگہ پر تشریف فرما تھے۔انہوں نے منیر احمد کو سر سے پاؤں تک دیکھا اور فرمایا کہ چہرے کی بناوٹ اور کپڑوں کی وضع قطع دیکھیں تو میاں صاحب کا خادم لگتا ہے اور اگر پاؤں کی طرف دیکھیں تو شک پڑتا ہے کیونکہ منیر احمد نے جوتا کالے رنگ کا پہنا ہوا تھا۔منیر احمد نے باباجی سے عرض کی حضور آپ ٹھیک فرمارہے ہیں۔مجھے علم نہیں تھا کہ کالا جوتا پہننا منع ہے۔آپ نے سچ فرمایا ہے۔

منیر احمد کا بیان ہے کہ ڈاکٹر محمد یوسف گگومنڈی بوریوالے کی والدہ محترمہ کی وفات ہوئی۔ بیلی شرقپور شریف حاضر ہوئے۔ حضور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے

مریدین سے چار پانچ مرتبہ فرمایا: آپ میری گاڑی لے جائیں اور ڈاکٹر صاحب کی والدہ محترمہ کے ایصال ثواب کے لیے فاتحہ خوانی کر کے آئیں۔ آپ نے یہ بھی تاکید کی کہ ڈاکٹر صاحب پر بوجھ بھی نہیں بننا اور منیر احمد پاکپتن شریف والے سے کھانا کھا لینا۔ جب وہ ساہیوال کے قریب پہنچے تو آپ نے فون کیا کہ ڈاکٹر صاحب کو ناراض بھی نہیں کرنا۔ وہ جو خدمت کریں کروالینا۔ فاتحہ خوانی اور ایصال ثواب پہلے کر لینا۔ پھر منیر احمد کے پاس پاکپتن شریف جانا اور کھانا کھا لینا۔

منیر احمد کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضور فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سفر کے دوران ساہیوال سے گزر رہے تھے تو اُن کو فون آیا کہ میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ پاکپتن شریف سے الیکشن لڑ رہے ہیں تو منیر احمد نے عرض کیا کہ کیا میاں خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ الیکشن لڑ رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: یہاں کون الیکشن لڑ رہا ہے؟ تو منیر احمد نے عرض کیا کہ مریدین۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تین دفعہ یہی الفاظ دہرائے۔ مریدین، مریدین، مریدین اور ساتھ ہی فون بند کر دیا۔

کچھ عرصہ بعد منیر احمد شرقپور شریف میں زیارت کے لیے حاضر ہوا تو زائرین کی قطار بنی ہوئی تھی۔ وہ بھی اس میں شامل ہو گیا۔ جب اُس کی زیارت کی باری آئی تو آپ نے اُس کی طرف توجہ نہ دی تو اُس کو دلی طور پر بہت تکلیف ہوئی۔ اُس نے حاجی ملک محمد حیات مرحوم جلیانہ والے سے عرض کیا کہ شائد آپ مجھ سے ناراض ہیں تو حاجی صاحب نے کہا کہ معافی مانگو ایک دفعہ، دو دفعہ، تین دفعہ، سو دفعہ آخر معافی مل جائے گی۔

منیر احمد ہاتھ جوڑ کر دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور مجھے معاف کر دیجیے تو آپ نے اشارہ کیا کہ اندر آجاؤ۔ پھر آپ نے کبھی اس الیکشن والے موضوع پر بات نہیں کی۔

منیر احمد کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ملتان جاتے ہوئے ساہیوال رُکے تو حاجی ملک محمد حیات مرحوم نے اُس کو فون کیا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساہیوال تشریف لائے ہوئے ہیں۔ زیارت کے لیے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے رابطہ کرلو۔ اُس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے فون پر رابطہ کیا تو آپ نے فرمایا: ''ہم یہاں کسی سے نہیں ملتے''۔ اس سے پہلے جانے کے لیے گاڑی بھی منگوالی تھی۔ دوبارہ حاجی ملک محمد حیات مرحوم سے رابطہ ہوا تو انہوں نے پھر مشورہ دیا کہ عرض کرو کہ ہم زیارت کرنے واپس آجائیں۔ منیر احمد نے دوبارہ رابطہ کیا تو آپ نے فرمایا: ''کل ملتان شریف آجانا لیکن سب سے پہلے حضرت بہاء الحق ذکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دینا۔ وہاں سے ہماری گاڑی تم سب کو لے آئے گی''۔

انہوں نے کرائے کی گاڑی واپس کردی اور گاڑی والے کو کہا کہ انہوں نے کل ملتان شریف جانا ہے۔ دوسرے دن چار بیلیوں نے، جس میں منیر احمد شرقپوری، فرزند علی شرقپوری، ڈاکٹر عبدالرشید شرقپوری اور محمد سرور شرقپوری شامل تھے، ملتان شریف جانے کے لیے گاڑی منگوائی۔ گاڑی کے ڈرائیور کی مونچھیں بڑی بڑی تھیں۔

جب ہم دوسرے دن حضور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر ملتان شریف پہنچے اور حضرت بہاء الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دینے کے بعد حاجی سیٹھ محمد آصف ملتانی کے گھر کے لیے روانہ ہوئے تو خوشی کے مارے سارے راستہ میں انہیں کوئی چیز دکھائی نہ دی۔ گاڑی تیز تیز چلائی تاکہ آپ کی خدمت میں زیارت کے لیے جلدی سے پہنچ جائیں۔

جب ہم میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے آپ کے کمرے میں ایک ایک کر کے داخل ہوئے اور بیٹھ گئے تو آپ نے پوچھا آپ کا ڈرائیور کہاں ہے؟

اتنی دیر میں وہ بھی اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔آپ نے فرمایا: دعا کرو اور فرمایا: آپ کو جانے کی اجازت ہے۔ہم سب ہکے بکے رہ گئے۔ ہم تو اتنی کوشش کر کے پہنچے ہیں کہ آپ زیادہ وقت دیں گے۔لیکن آپ نے فوراً اٹھ جانے کا حکم فرما دیا ہے۔اس وقت حاجی محمد حیات صاحب مرحوم بھی موجود تھے ۔ وہ بھی حیران ہوئے۔ حاجی آصف گھر سے آئے اور عرض کی کہ اتنی دور سے مہمان آئے ہیں ان کو کھانا کھلانے کی اجازت فرمائیں تو آپ نے بڑے سخت لہجے میں فرمایا: ان کو کھانے کی ضرورت نہیں۔ان کو جانے دو۔ راستے سے خود ہی کھانا کھالیں گے۔ان کو جانے کی اجازت ہے۔ ہم نکلے اور بڑے پریشان تھے کہ ہمیں مونچھوں والے ڈرائیور کو نہیں لانا چاہیے تھا۔ جس کا طور طریقہ حضور میاں صاحب کو پسند نہیں آیا۔ہم نے خانیوال کے قریب آکر کھانا کھایا۔

منیر احمد کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیت النور ہوٹل جوہر ٹاؤن میں موجود تھے۔مَیں نے ارادہ کیا کہ آپ سے بیت النور ہوٹل میں مل لوں۔مَیں ہوٹل بیت النور میں پہنچا تو غلام رسول ہوٹل مینجر سے رابطہ کیا تو اُس نے فرمایا: میاں صاحب کسی سے نہیں ملتے۔آپ کے کھانے کا وقت تھا تو غلام رسول نے کھانا دے کر مجھے حضرت صاحب کے کمرے میں بھیجا۔مَیں ٹرے میں کھانا لے کر آپ کے کمرے میں داخل ہوا اور سلام عرض کیا۔جب دوبارہ کھانے کے برتن لینے گیا تو آپ نے فرمایا: ہم یہاں کسی سے نہیں ملتے۔تم ملتان کی طرح یہاں بھی پانچ سات آدمی اندر نہ لے آنا۔مَیں نے ملتان والی معافی طلب کی۔

منیر احمد کا کہنا ہے کہ وہ بذات خود برفی ، لڈوؤں کا سیل مین ہے اور آپ کی دعاؤں سے کام چل رہا ہے۔ایک دفعہ اس کی بیوی نے خواب میں اس کی موٹر سائیکل چوری ہوتے ہوئے دیکھی۔اُس کی بیوی نے اُسے رات کا خواب سنایا تو اس نے کہا کہ اللہ

فضل کرے گا۔

منیر احمد کا بیان ہے کہ ایک دن وہ گھر سے برفی، لڈو فروخت کرنے کے لیے نکلا۔ دھند بہت تھی۔ ہاتھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ جب وہ گھر سے دس کلومیٹر کے فاصلے پر پہنچا۔ سامنے سے دو بندے اچانک آئے اور اس کو موٹر سائیکل سے نیچے گرا دیا اور موٹر سائیکل لے کر بھاگ گئے۔ اس نے شرقپور شریف کی طرف منہ کر کے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی کہ آپ کی موٹر سائیکل ڈاکو لے جا رہے ہیں۔ آپ کی کام ہے۔ پھر اُس نے تھانے والوں سے رابطہ کیا تو پولیس کی پانچ چھ گاڑیاں آ گئیں اور پولیس والے اپنی کارروائی مکمل کر کے چلے گئے۔ اس واقعہ کے تین دن کے بعد شرقپور شریف جا کر آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ موٹر سائیکل چوری ہو گئی ہے۔ آپ نے ملک محمد حیات مرحوم کو مخاطب کر کے فرمایا موٹر سائیکل مل جائے گی۔ اور موٹر سائیکل مل گئی۔

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

نشانِ منزل

(مختصر حالات ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری)

تحریر: محمد منشاء تابش قصوری

محترم ومکرم جناب ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری زید مجدہ سے میری شناسائی دفتر ماہنامہ ''نور اسلام'' متصل جامع مسجد حضرت داتا گنج بخش صاحب علیہ الرحمہ (لاہور) میں ہوئی جہاں دیگر رفقائے نقشبندیہ کے ساتھ موصوف بھی رسالہ کے مضامین کی تصحیح وتحریر میں ایک عرصہ سے مصروف ہیں۔ بحمدہ تعالیٰ ''نور اسلام'' شرقپور شریف تقریباً 68 سال سے مسلسل قلمی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ فخر المشائخ حضرت الحاج صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بڑے بڑے ضخیم نمبر، جن میاں (1) شیرِ ربانی نمبر (2) امام اعظم نمبر (3) اولیائے نقشبند نمبر (4) حضرت مجدد الف ثانی نمبر (تین جلدیں) اور (5) حضرت ثانی لاثانی نمبر خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ حضرت فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے بیشتر کتابیں اپنی گرہ سے کثیر سرمایہ خرچ کر کے شائع کیں اور اکناف واطراف عالم میں مفت تقسیم فرمائیں۔ ساتھ ہی ساتھ اہل علم وقلم کی نہایت خاموشی اور رازداری سے مالی سرپرستی فرمانا آپ کے معمولات میں شامل تھا۔

ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری زید مجدہ بڑے خوش نصیب ہیں کہ انہیں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہِ کرامت سے ''انوارِ شیر ربانی'' ایسی بہترین کتاب مرتب کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اور پھر حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں ''دارالمبلغین جامعہ

حضرت میاں صاحب'' میں تعارفی تقریب منعقد ہوئی۔ راقم الحروف محمد منشاء تابش قصوری سیالوی کو بھی ''اس کتاب مستطاب'' پر تعارفی مقالہ پڑھنے کا موقع ملا۔ اس وقت ڈاکٹر صاحب موصوف کے قلمی جوہر کھل کر سامنے آئے۔ یہ تقریب عرصہ 23 سال قبل 5 ستمبر 1999ء بروز اتوار انعقاد پذیر ہوئی۔ حضرت صاحب قبلہ مدظلہ کی اس بھرپور حوصلہ افزائی کا نتیجہ ہے کہ اب ڈاکٹر صاحب ایک اور معرکۃ الآراء کتاب پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں جو قارئین کرام کے لیے خضر راہ ثابت ہو سکتی ہے بشرطیکہ خلوص نیت سے اس کا مطالعہ کیا جائے۔ اب اس مقصدِ آئینہ سے اپنے اعمال واحوال کو درست کرنے کی سعی کیجیے تو دنیا و آخرت میں کامیابی یقینی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''لیس للانسان الاماسعی'' انسان کے لیے وہی ہے جس کی کوشش کرتا ہے اور نبی کریم مخبرِ صادق ﷺ فرماتے ہیں: ''السعی منی والاتمام من اللہ'' کوشش کرنا ہمارا کام اور پایۂ تکمیل تک پہنچانا اللہ کا'' ان کلمات کے پیشِ نظر جب ہم ڈاکٹر نذیر احمد صاحب شرقپوری کے ''احوال زندگی'' کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ موصوف نے ''جہد مسلسل'' سے ہی یہ مقام و مرتبہ حاصل کیا ہے۔

شجرۂ نسب:

آپ کا مختصر شجرۂ نسب اس طرح سے ہے:

نذیر احمد بن حسن الدین بن احمد دین بن نبی بخش بن کریم بخش بن محمد اسحاق۔

اہلِ خاندان:

آپ کا سارا خاندان الحمدللہ متقی و پرہیز گار تھا۔ آپ کے والد حسن الدین ایک بہن اور تین بھائی تھے۔ کرم الٰہی سب سے بڑے، حسن الدین منجھلے اور میاں محمد دین

چھوٹے تھے۔ آپ کے تایا اور چچا کے ہاں اولاد نہیں تھی۔ جبکہ چچا میاں محمد دین گاہے بگاہے امامت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے اور گاؤں کے چند بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم بھی دیتے تھے۔

والدین گرامی:

ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری ابھی غالباً دو سال کے تھے کہ والد صاحب کا وصال ہو گیا۔ آپ کی والدہ صاحبہ پانچ وقتہ نماز کی پابند تھیں۔ شب بیدار خاتون تھیں۔ ساری رات ذکر واذکار میں گزار دیتی تھیں۔ شوہر کے وصال کے بعد گھر کی اور گھر سے باہر کی ساری ذمہ داریاں ان کے سر آ پڑیں۔ گاؤں کے سب لوگ آپ کی بڑی عزت کرتے تھے۔ آپ نے دعا سریانی کا ورد کیا ہوا تھا۔ آپ دعا سریانی پڑھ کر دعا کرتیں تو اللہ کریم اپنے فضل وکرم سے بارش برسا دیتا۔ آپ دعا سریانی پڑھ کر دعا کرتیں تو بارش کا سلسلہ رک بھی جاتا۔ آپ ہر قسم کا دم بھی کرتی تھیں۔ آپ نے اپنے سب بچوں کو دینی ودنیاوی تعلیم سے آراستہ کیا۔ پانچ وقتہ نماز کی پابندی کرواتی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب اور ان کے سب بھائی متشرع ہیں۔

ولادت باسعادت:

ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری 10۔نومبر 1945ء میں موضع قلعہ غوث (ضلع شیخوپورہ) میں حسن الدین کے ہاں پیدا ہوئے۔

موضع قلعہ غوث:

بقول برکت علی شاہ نمبردار مرحوم گاؤں قلعہ غوث جس جگہ واقع ہے۔ رنجیت سنگھ بادشاہ نے اپنے دورِ اقتدار میں وہاں گھوڑوں کا ایک اصطبل بنوایا تھا۔ جب یہ اصطبل تیار ہو

گیا تو رنجیت سنگھ اسے دیکھنے کے لیے وہاں گیا۔ جب وہ اس کے مشرقی صدر دروازے پر پہنچا اور صدر دروازے کے باہر کھڑے ہوکر اوپر کی طرف اس کی اونچائی کو دیکھا تو اس کا تاج (پگڑی) زمین پر گر پڑی تو وہ اس واقعہ کو بدشگون سمجھ کر اسی وقت واپس ہو گیا۔ شرقپور شریف کے نزدیک بھوئیں ٹکونامی گاؤں کے لوگوں کو یہاں آکر آباد ہونے کی دعوت دی گئی۔ اس طرح یہ قلعہ غوث نامی گاؤں آباد ہو گیا۔

موضع قلعہ غوث شہر لاہور سے شرقپور شریف جاتے ہوئے تقریباً 20 کلومیٹر کے فاصلہ پر سڑک سے مشرق کی جانب (ایک کلومیٹر کے فاصلہ) واقع ہے۔ اس کی زمین بڑی زرخیز ہے۔ سرسبز و شاداب علاقہ ہے۔ اس میں ہر قسم کی فصل کاشت کی جاتی ہے۔ باغات کی بہتات ہے۔ اس کی مغرب کی جانب لاہور سے فیصل آباد جانے والی سڑک ہے۔ مشرق کی جانب کچھ فاصلے پر دریائے راوی بہتا تھا جواب کافی فاصلے پر چلا گیا ہے۔ شمال کی جانب گوہر پور ثانی ہے جو موضع قلعہ غوث کی زمین پر آباد ہے۔ جنوب کی جانب موضع ترڈیوالی ہے۔ گاؤں کی مشرق کی جانب ایک قبرستان ہے۔ اس قبرستان میں ایک مزار ہے اور بڑ کا ایک بہت بڑا درخت ہے۔ کسی زمانے میں موسم گرما کی دوپہر کو لوگ اس بڑ کی چھاؤں میں آرام کرتے تھے اور مختلف قسم کی گیمیں کھیلتے تھے۔ یہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ اس میں ایک خوبصورت مسجد ہے۔

موضع قلعہ غوث کا حدود اربعہ اس طرح ہے کہ اس کی مشرقی سرحد موضع گوہر پور، مغربی سرحد موضع ملک پور، شمالی سرحد موضع ڈھا مکے اور جنوبی سرحد موضع ترڈیوالی سے ملتی ہے۔

بچپن کے دوست:

ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کے بچپن کے خاص دوست یہ ہیں:

☆ محمد اسلم مرحوم

☆ ارشد علی شاہ

☆ ولایت شاہ مرحوم

☆ بشیر احمد مرحوم

☆ ظفر علی شاہ

☆ سعید احمد آف ترڈیوالی

برادران وہمشیرگان:

والدہ مرحومہ مغفورہ کا نام راجن بی بی ہے جو کہ جولائی 1976ء میں انتقال فرما گئیں۔آپ پانچ بہن بھائی حقیقی ہیں جن کے نام حسب ترتیب یہ ہیں:

(1) ہاجرہ بی بی مرحومہ مغفورہ

(2) محمد اسماعیل

(3) محمد حنیف مرحوم

(4) بشیر احمد مرحوم ومغفور اور

(5) ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری سب سے چھوٹے ہیں۔

بچپن:

آپ یتیمی میں پروان چڑھے۔دوسال کے تھے کہ ان کے والد ماجد جناب حسن الدین مرحوم ہوگئے اور یہ دور نہایت ہی نازک ترین تھا۔تحریک پاکستان اپنے زوروں پر تھی کہ آپ پیدا ہوئے (10 نومبر 1945ء)۔دوسال بعد دنیا کے نقشے پر ''اسلامی نظریاتی مملکت پاکستان'' کے نام سے جلوہ گر ہوئی۔ پارٹیشن کے باعث ہزاروں انسان قتل وغارتگری کی بھینٹ چڑھے۔ایسے ناگفتہ بہ حالات میں یہ یتیم پروان چڑھا۔خوش نصیبی

سمجھیے کہ یہ ''لوکل'' پاکستانی ہیں ورنہ نہ جانے بھارت سے ہجرت کا مرحلہ طے کرنا پڑتا تو کیسے کیسے مصائب وآلام کا سامنا کرنا پڑتا۔ بہرحال آپ کے احوال زندگی اور محنت، مشقت پھر تعلیمی حصول کے لیے شبانہ روز سعی وکاوش رقم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ اس کی روشنی میں آپ بھی اپنی زندگی کو مزید سنوارنے کی تگ ودو کرسکیں۔

ڈاکٹر صاحب کے والد مرحوم ومغفوران کی پیدائش کے دوسال بعد فوت ہوگئے۔ سب بہن بھائیوں کی پرورش ان کی والدہ مرحومہ مغفورہ نے کی۔ والدہ مرحومہ نے ہرقسم کی مشقت برداشت کی۔ ڈاکٹر صاحب کے بھائیوں نے محنت مشقت کر کے انہیں بی۔اے تک تعلیم دلائی۔ ان کے بھائی بشیر احمد مرحوم نے تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دی۔ فیسوں کی ادائیگی اور دوسرے اخراجات کے لیے انہوں نے زیربار ہونے کی بھی پروانہ کی۔ ڈاکٹر صاحب کی یہ ہمت ہے کہ انہوں نے افلاس کے عالم میں بھی اپنی تعلیم کو جاری رکھا اور پھر ایسے گاؤں میں تعلیم حاصل کی جہاں میٹرک پاس صرف ایک آدمی تھا۔ ڈاکٹر صاحب کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ وہ اپنے گاؤں کے سب سے پہلے گریجویٹ (Graduate) اور رائٹر ہیں۔

ابتدائی تعلیم:

ڈاکٹر صاحب نے قرآن پاک سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔ قرآن پاک کی تعلیم اپنے گاؤں کے امام مسجد مولانا محمد اشرف صاحب سے حاصل کی۔ پرائمری تک تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول ترڈیوالی، نزد شرقپور شریف میں حاصل کی۔

تعلیمی سفر:

آپ نے دیگر تعلیمی مراحل اس طرح سے طے کیے:

1 1964ء میں گورنمنٹ پائیلٹ ہائر سیکنڈری سکول، شرقپور شریف سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔

2 1966ء میں اسلامیہ کالج ریلوے روڈ، لاہور سے ایف۔اے کا امتحان پاس کیا۔

3 1968ء میں بی۔اے کا امتحان اسلامیہ کالج سول لائنز، لاہور سے پاس کیا۔

4 1978ء میں DHMS کا امتحان ہومیو پیتھک میڈیکل کالج آف پاکستان گڑھی شاہو، لاہور سے نمایاں حیثیت سے پاس کیا۔

5 1982ء میں بائیو کیمک پریکٹیشنر سوسائٹی آف پاکستان کی فیلوشپ اختیار کی۔

6 1984ء میں فارمیسی میں Category ''C'' کے طور پر رجسٹرڈ ہوئے۔

7 1986ء میں ایم۔اے سیاسیات کا امتحان بطور پرائیویٹ امیدوار پاس کیا۔

8 1986ء ہی میں فارمیسی میں اسسٹنٹ فارماسسٹ کا سرٹیفیکیٹ حاصل کیا۔

9 1990ء میں CLS کا امتحان پنجاب لائبریری ایسوسی ایشن آف لاہور سے پاس کیا۔

10 1993ء میں شیر ربانی اسلامک سنٹر، لاہور سے تین ماہ کا تربیتی کورس مکمل کیا۔

11 1994ء میں آستانہ عالیہ شیر ربانی اسلامک سنٹر، ہجویری محلّہ، نزد داتا دربار لاہور سے دوبارہ تین ماہ کا تربیتی کورس پاس کیا۔

12 2000ء میں ایم۔اے پنجابی کا امتحان آزاد امیدوار کی حیثیت سے نمایاں پوزیشن میں پاس کیا۔

13 2002ء میں بی۔اے لیول کا صحافت میں بطور ایڈیشنل مضمون پاس کیا

14 2012ء۔2013ء کے سیشن میں رول نمبر 012064 کے تحت Arabic Diploma In پاس کیا۔

اساتذہ کرام:

آپ کے میٹرک کے اساتذہ کرام کے نام یہ ہیں:

☆ محمد انور قمر شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ

☆ شیخ محمد عثمان صاحب

☆ فقیر حسین صاحب

☆ مقبول احمد صاحب

☆ چوہدری محمد یوسف صاحب مرحوم

☆ محمد انور قریشی صاحب

☆ محمد طفیل صاحب

☆ لال دین صاحب

☆ خواجہ دِل محمد صاحب اور

☆ چوہدری ظہور احمد اختر صاحب۔

تحریری میدان:

آپ کو فنِ تحریر سے متعارف کرانے والے اہل قلم حضرات کے نام یہ ہیں:

☆ پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی مرحوم

☆ قاضی ظہور احمد اختر صاحب

☆ ابوالبقاء قدر آفاقی مرحوم

☆ محمد منشاء تابش قصوری صاحب

☆ محمد انور قمر شرقپوری مرحوم

☆ محمد یٰسین قصوری نقشبندی صاحب

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سارا فیض آپ کے پیر و مرشد حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ آپ کی دعا سے ڈاکٹر صاحب تحریری میدان میں سرگرم ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ نگرانی ایک کمیٹی تشکیل دی۔ صدیقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے گزارش کی کہ کمیٹی کے ممبران کو لکھنا سکھائیں تاکہ ''نور اسلام'' کے لیے دوسروں سے مضامین لکھوانے کی محتاجی ختم ہو جائے اور ماہنامہ بروقت شائع کیا جا سکے۔ ڈاکٹر صاحب نے پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ نگرانی ماہنامہ ''نُور اسلام'' کے لیے مضامین لکھنے شروع کیے۔ صدیقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری صاحب کی حوصلہ افزائی کی۔ اس طرح آپ تحریری میدان میں آگے بڑھے۔

مشاورتی کمیٹی کی ممبرشپ:

فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ، سجادہ نشین آستانہ عالیہ شرقپور شریف کی زیرِ سرپرستی ماہنامہ ''نور اسلام'' شرقپور شریف، ضلع شیخوپورہ کی اشاعت کے لیے ایک مشاورتی کمیٹی قائم کی گئی۔ جس کے ممبران کے نام یہ ہیں:

(1) ماسٹر احمد علی شرقپوری صاحب

(2) چوہدری بشیر احمد (ابو البقا قدر آفاقی مرحوم)

(3) پروفیسر خالد بشیر صاحب

(4) حاجی ملک محمد حیات مرحوم

(5) حافظ محمد عالم صاحب

(6) قاضی محمد نُور اللہ صاحب

(7) حاجی صوفی اللہ رکھا مرحوم

(8) سعید احمد صدیقی صاحب۔

(9) ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری

اب مجلس ادارت و مشاورت کی تشکیل نو کی گئی ہے۔اس کے ممبران کے نام یہ ہیں:

☆ حضرت مولانا محمد منشاء تابش قصوری صاحب

☆ جناب قاضی ظہور احمد اختر صاحب

☆ جناب مولانا محترم حاجی احمد علی شرقپوری صاحب

☆ ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری صاحب

☆ جناب محترم قاضی نور اللہ صاحب

☆ بشارت حسین گوندل ایڈووکیٹ

☆ محمد رفیق شرقپوری نقشبندی مجددی۔

ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری نقشبندی مجددی صاحب کے سابقہ مشاورتی کمیٹی اور موجودہ مجلس ادارت و مشاورات کے ممبران کے ساتھ خوشگوار تعلقات ہیں۔

شادی خانہ آبادی:

ڈاکٹر صاحب کی شادی 27/اپریل 1975ء کو تعلیم یافتہ ، نیک بخت و نیک سیرت منور سلطانہ نامی لڑکی سے مین بازار چاہ جموں والا نیو سمن آباد، لاہور میں ہوئی جو کہ

آپ کی مالی معاونت بھی کرتی ہیں اور پڑھنے لکھنے میں بھی مدد فرماتی ہیں۔ آپ اپنی اہلیہ کی معاونت کی وجہ سے لکھنے کے میدان میں آگے بڑھے ورنہ اُن کے ذاتی وسائل اتنے نہ تھے کہ وُہ اس کام کو جاری رکھ سکتے۔ آپ کا اکلوتا بیٹا محمد اویس ندیم بھٹی آپ کی کتابوں کی کمپوزنگ کرتا ہے اور مالی معاونت بھی کرتا ہے۔ آپ کی اہلیہ محکمہ صحت میں ڈسٹرکٹ سٹی گورنمنٹ لاہور کی ملازمہ تھیں۔ محکمہ صحت کے سنٹر کی انچارج ہونے کی وجہ سے اُسے سرکاری رہائش ڈسپنسری کی بالائی منزل پر پوری سروس کے دوران ملتی رہی۔ اس وجہ سے ڈاکٹر صاحب لاہور کے مختلف علاقوں میں رہائش پذیر رہے۔ ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ نے نہ بذاتِ خود نہ اُن کی اولاد میں سے کسی نے اُن کے کام میں رکاوٹ ڈالی ہے۔ اُن کی اہلیہ گھر کا سارا خرچہ اپنی تنخواہ سے چلاتی تھیں اور کتابیں چھپوانے کے سلسلہ میں ڈاکٹر صاحب کی مالی معاونت بھی کرتی تھیں۔ آپ اپنے کاموں میں آزاد اور خود مختار ہیں۔

لاہور آمد:

ڈاکٹر صاحب 1974ء میں گاؤں سے لاہور شفٹ ہو گئے جبکہ آپ کے دو بڑے بھائی محمد حنیف مرحوم اور بشیر احمد مرحوم پہلے ہی لاہور شفٹ ہو چکے تھے۔ اب آپ اپنی فیملی ہی کے ساتھ مکان نمبر 1 گلی نمبر 3 پاک ٹاؤن، سید ارشاد علی روڈ، لاہور میں رہائش پذیر ہیں۔

اولاد امجاد:

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل عمیم سے ڈاکٹر صاحب کو چار اولادیں عطا کی ہیں:

1۔ بڑی بیٹی کا نام فرخ نذیر بھٹی ہے جس نے انگلش ڈیپارٹمنٹ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے ایم۔اے انگلش کیا۔ شادی شدہ ہے۔ اس کے پانچ بچے ہیں جن کے نام بالترتیب یہ ہیں: زینب ارشد، محمد طلحہ، محمد عزیر، آمنہ ارشد، زوحہ ارشد۔

2۔ دوسرے بیٹے کا نام محمد سلیم تھا جو کہ ساڑھے تین سال کی عمر میں داغِ مفارقت دے گیا۔

3۔ تیسرے درجے پر بیٹا ہے جس کا نام محمد اویس ندیم بھٹی ہے۔اس نے ڈبل ایم اے (ایم۔ اے سیاسیات، ایم۔ اے ہسٹری) اور (ایم فِل ان International Relations) بھی کیا ہوا ہے۔ وہ جامعہ پنجاب، لاہور میں سروس بھی کر رہا ہے۔شادی شدہ ہے۔اس کی ایک بیٹی اور تین بیٹے ہیں۔بیٹی کا نام فاطمہ بتول ہے۔ بیٹوں کے نام محمد احمد ایان، محمد عبداللہ اور محمد علی ہیں۔

4۔ چوتھے درجے پر چھوٹی بیٹی ہے جس کا نام ثوبیہ سلطانہ ہے۔اس نے پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ سوشل ورک سے ایم۔اے سوشل ورک کیا۔اس کے بعد پی۔آئی۔اے میں ملازمت اختیار کی اور شادی سے پہلے ہی پی۔ آئی۔اے (P.I.A) کی ملازمت چھوڑ دی۔ شادی شدہ ہے۔ مانچسٹر (برطانیہ) میں مقیم ہے۔اس کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹی اور دو بیٹوں سے نوازا ہے۔جن کے نام یہ ہیں: مریم بتول، محمد زکریا، محمد حسین۔

ڈاکٹر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے بچوں کی ذمہ داریوں سے فارغ کر دیا ہے۔

آستانہ عالیہ سے عقیدت ومحبت:

چار بھائیوں نے فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی کے دستِ حق پرست پر بیعت کی ہوئی ہے۔ان کی ہمشیرہ صاحبہ بھی روحانی فیض حاصل کرنے کے لیے آستانہ عالیہ شرقپور شریف میں حاضری دیتی رہتی ہیں۔ والدہ صاحبہ کی روحانی نسبت بھی آستانہ عالیہ شرقپور شریف سے ہی تھی۔ ڈاکٹر صاحب کے

سارے بھتیجے فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔ اس طرح ڈاکٹر صاحب کا پورا خاندان آستانہ عالیہ شرقپور شریف سے وابستہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب بچپن سے ہی سے حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے نمازِ جمعہ ادا کرتے رہے ہیں۔ اس طرح ان کو آستانہ عالیہ شرقپور شریف کا فیض بچپن ہی سے ملا ہے۔

پہلے عمرہ کی سعادت:

حضور ﷺ نے اپنے در کی حاضری کو اس طرح واضح فرمایا:

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ۔ ترجمہ: جس خوش نصیب مسلمان نے میرے مزار اقدس کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت لازم ہوگئی۔

قدرت کے فیصلے بڑے عجیب ہوتے ہیں جو انسانی عقل سے بالاتر ہوتے ہیں۔ انسان سوچتا کچھ ہے، ہوتا کچھ اور ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ تقدیر کے فیصلے کرنا انسان کا کام نہیں۔ یہ فیصلے کرنا صرف اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے۔ جب قدرت مہربان ہوتی ہے تو ہر بات کا غیب سے انتظام فرما دیتی ہے۔ ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری نقشبندی مجددی کی اہلیہ محترمہ حج وعمرہ کے لیے شب و روز دعائیں کیا کرتی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب کو 2003ء میں دفتر کی طرف سے ہاؤس ریکوزیشن کے بقایاجات کی مد میں چون ہزار (54,000) روپے ملے۔ جب ڈاکٹر صاحب نے یہ رقم لا کر اپنی اہلیہ کو دی تو وہ بہت خوش ہوئیں اور اُسی وقت اُس نے کہا ہم عمرہ کرنے چلیں۔ وہ بڑا ہی بابرکت دِن تھا جب ڈاکٹر صاحب کو دفتر سے پیسے ملے اور اُن کی اہلیہ نے عمرہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ محترمہ نے کچھ رقم جو اس نے حج وعمرہ کے ارادہ سے اپنے پاس جمع کی ہوئی تھی وہ اس میں شامل کی۔ اس طرح یہ رقم کوئی (1,50,000) کے قریب ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے عمرہ کا

انتظام فرما دیا۔ ڈاکٹر صاحب کو حج وعمرہ کے طریقِ کار کا پتہ نہیں تھا۔ آپ نے اگلے دن دفتر جا کر اپنے ساتھیوں سے عمرہ کرنے کا ذکر کیا تو انہوں نے بتایا کہ آپ کے دوست (ڈاکٹر راجہ محمد ارشاد صاحب) جو کہ آپ کے colleague بھی ہیں عمرہ کرنے جا رہے ہیں۔ آپ اُن سے رابطہ کریں۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے ساتھی ڈاکٹر راجہ محمد ارشاد صاحب سے عمرہ کرنے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ وہ عمرہ کرنے جا رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے راجہ محمد ارشاد صاحب کے پاس اپنے اور اپنی اہلیہ کے عمرہ کی ادائیگی کے لیے ستر ہزار (70,000) روپے جمع کروا دیئے۔ چھ افراد کا گروپ بن گیا جن میں ڈاکٹر راجہ محمد ارشاد صاحب، ان کی ممانی صالحہ ساجدہ صاحبہ، ان کی مسجد کے امام وخطیب قاری غلام مرتضیٰ وٹو صاحب، ان کا بھانجا راجہ ناصر اقبال صاحب، ڈاکٹر نذیر احمد صاحب شرقپوری اور ان کی اہلیہ محترمہ منور سلطانہ صاحبہ شامل تھے۔ راجہ محمد ارشاد صاحب گروپ لیڈر چنے گئے تھے۔

23/جون 2003ء کا دن ڈاکٹر نذیر احمد صاحب شرقپوری کے لیے بڑا ہی مبارک دن تھا جب وہ اپنے گروپ کے ہمراہ رات کے 8.00 بجے علامہ اقبال انٹرنیشنل ایئرپورٹ لاہور سے .P.I.A کی فلائٹ نمبر 759 ۔PK سے عمرہ کی ادائیگی کے لیے سعودی عرب روانہ ہوئے۔ فلائٹ جدہ ائیر پورٹ پر سعودی عرب کے مقامی وقت کے مطابق رات کے 1.00 بجے پہنچی۔ ڈاکٹر صاحب کے گروپ کو مکہ معظّمہ میں چوک خلیل کے اشارہ کے نزدیک ہوٹل میں رہائش ملی۔ 24/جون 2003ء کو پہلا عمرہ ادا کیا۔ 26/جون 2003ء کو مکہ معظّمہ کی زیارتیں کیں جن میں غارِ حرا اور غارِ ثور خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ 24 تا 28 جون/ 2003ء مکہ معظّمہ کی پُرنُور فضاؤں میں رہے۔ 28/جون 2003ء کو رات کے 12.00 بجے مدینہ منورہ کے لیے بذریعہ بس روانہ ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب کا قافلہ 29/جون 2003ء کو سعودی عرب کے مقامی وقت کے

مطابق صبح 7.00 بجے مدینہ منورہ کی پُر کیف فزاؤں میں پہنچا۔نمازِ فجر کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ اس لیے نماز فجر قضا مسجد بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں ادا کی اور مسجد بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں ایک حبشی سے ملاقات ہوئی جو کہ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وُہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل سے ہوگا۔ڈاکٹر نذیر احمد شر قپوری کے گروپ کو رہائش مسجد بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مین گیٹ کے سامنے والی آبادی میں ملی جہاں کا اب نقشہ بدل چکا ہے۔ رہائش گاہ کے قریب ہی ایک ہوٹل تھا جس کا نام مطعم البیان تھا۔اس ہوٹل سے ڈاکٹر نذیر احمد صاحب شر قپوری کے گروپ کے لوگ کھانا کھاتے تھے۔اس ہوٹل کے مالکان جناب خالد داد صاحب اور جناب اشفاق احمد صاحب سے ڈاکٹر صاحب کے گروپ کے لوگوں کی دوستی ہوگئی۔ اِن دونوں بھائیوں کا تعلق ٹیکسلا کے نواحی علاقہ اعوان برادری سے تھا۔ ہوٹل کے ایک ملازم کا نام نورالامین تھا جس کا تعلق ہندوستان سے تھا اور ایک کا نام عبدالرؤف تھا۔

مورخہ 2/جولائی 2003ء کو مسجد جمعہ، مسجد قباء، مسجد قبلتین، باغ حضرت سلیمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، سبع مساجد، طریق خندق، جبل احد جس پر سید الشھداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک ہے کی زیارت کی۔ 29/جون 2003ء سے 7/جولائی 2003ء مدینہ منورکی پُر کیف فضاؤں میں رہ کر مسجد نبوی شریف میں چالیس نمازیں پوری کیں۔ 7/جولائی 2003ء کو مقامی وقت کے مطابق رات کے 11.00 بجے مکہ معظّمہ کے لیے روانہ ہوئے۔ 8/جولائی 2003ء کی صبح کو مکہ معظّمہ پہنچ کر طواف کیا اور ہوٹل دار زمزم جو کہ بکہ بتی کے بالکل سامنے گلی میں واقع ہے میں رہائش اختیار کی۔ 8۔جولائی 2003ء سے 12۔ جولائی 2003ء تک دوبارہ مکہ معظّمہ میں رہے۔ 12/جولائی 2003ء کی رات مکہ معظّمہ سے روانہ ہو گئے اور جدہ کے قریب

ایک ورکشاپ کی رہائش میں جو کہ ایک جنگل میں تھی رات گزاری۔ 13/جولائی 2003ء کو جدہ واپس آ گئے اور 13/جولائی کی رات جدہ میں ایک ہوٹل میں گزاری۔ 14/جولائی 2003ء کو جدہ ائیر پورٹ پر پہنچے۔ .P.I.A کی فلائٹ پر سوار ہو کر براستہ کراچی پاکستان کے لیے روانہ ہو گئے۔ کراچی ائیر پورٹ پر سامان کی چیکنگ کی گئی اور وہاں سے لاہور ائیر پورٹ کے لیے روانہ ہو گئی۔ 15/جولائی 2003ء کو علامہ اقبال انٹرنیشنل ائیر پورٹ لاہور پر دن کے گیارہ بجے جہاز نے لینڈ کیا۔

ائیر پورٹ پر ڈاکٹر نذیر احمد صاحب شرقپوری کے داماد ارشد محمود صاحب، بڑی بیٹی فرخ نذیر بھٹی صاحبہ، بیٹے محمد اویس ندیم بھٹی صاحب اور چھوٹی بیٹی ثوبیہ سلطانہ نے اُن کا استقبال کیا۔ آپ نے 21۔جون 2003ء تا 12/جولائی 2003ء زیارتِ حرمین شریفین کی سعادت حاصل کی۔ مدینہ منورہ میں ''رباطِ شیرِ ربانی'' کی زیارت بھی کی۔

حجِ بیت اللہ کی سعادت:

نبی کریم ﷺ نے حج کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

مَنْ حَجَّ لِلّٰہِ فَلَمْ یَرْفُتَ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ کَیَوْمٍ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ ۔ترجمہ: جس خوش نصیب مسلمان نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے اس طرح حج کیا کہ نہ فحش گوئی کی اور نہ گناہ کیا۔ اللہ تعالیٰ اسے گناہوں سے اس طرح پاک فرما دیتا ہے جیسے وہ ابھی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی فضل و کرم سے ڈاکٹر صاحب کی حج کرنے کی دیرینہ خواہش پوری کر دی۔ آپ نے 2010ء میں اپنی اہلیہ محترمہ کے ہمراہ حجِ بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ 4/نومبر 2010ء کو بروز جمعرات رات کے (8.40) پر بذریعہ

سعودی عرابین ائیر لائن (SAUDI ARABIAN AIRLINES) فلائٹ نمبر SV735 علامہ اقبال ائیر پورٹ، لاہور سے بغرضِ حج بیت اللہ روانہ ہوئے۔ 5/ نومبر 2010ء کو بروز جمعہ علی الصبح سعودی عرب کی جدہ ائیر پورٹ پر اترے۔ مناسک حج 14/ نومبر 2010ء بروز اتوار سے 18/ نومبر 2010ء بروز جمعرات تک ادا کیے۔ مکہ معظّمہ کی پُر کیف فضاؤں میں 5/ نومبر 2010ء بروز جمعہ سے 4/ دسمبر 2010ء بروز ہفتہ تک رہے۔ 5/ دسمبر 2010ء بروز اتوار سے 13/ دسمبر 2010ء بروز سوموار تک مدینہ منورہ کی پُرنُور فضاؤں میں شب و روز گزارے۔ ڈاکٹر صاحب 5/ نومبر 2010ء بروز جمعہ سے 14/ دسمبر 2010ء بروز منگل تک مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کی روح پرور فضاؤں میں 39 دن رہے۔ 14/ دسمبر 2010ء بروز منگل کو جدہ ائیر پورٹ سے سعودی عرابین ائیر لائنز (SAUDI ARABIAN AIRLINES) فلائٹ نمبر SV736 کے ذریعے 1 بجکر 50 منٹ پر پاکستان کے لیے روانہ ہوئے۔ علامہ اقبال ائیر پورٹ لاہور پر رات کے (6.40) پر پہنچے۔ سب سے پہلے جناب صوفی اللہ دتا واجد صاحب مرحوم اور اُن کی اہلیہ نے ڈاکٹر صاحب اور اُن کی اہلیہ کو خوش آمدید کہا۔

ڈاکٹر صاحب کا پاسپورٹ نمبر AU0940301، سیریل نمبر 1.117329.5 گروپ نمبر 301345، مکتب نمبر 54 اور ویزہ نمبر 2102593873 تھا جو کہ اسلام آباد (پاکستان) سے جاری ہوا۔ رہائش مکہ مکرمہ: بلڈنگ نمبر 1217، شارع عبداللہ خیاط (عزیزیہ) بالمقابل مدرسہ ابن القیم الابتدایئہ تھی۔ منیٰ میں خیمہ نمبر (A.2) 20 تھا۔ رہائش مدینہ منور: (1662) مرکز طیبہ السکنی وال، الموقف 3/4276۔1 ش ملک فہد بن عبدالعزیز الحنطقہ المرکزیہ الشمال، روم

نمبر 904/A۔

روضہ رسول کے سائے تلے:

ڈاکٹر صاحب روضہ رسول اللہ ﷺ پر حاضری کے دوران گنبد خضریٰ کے سامنے کھڑے ہوکہ نذرانہ دُرود وسلام پیش کررہے تھے۔ ایک عربی رہبر آیا اور اُس نے ڈاکٹر صاحب سے مخاطب ہوکر کہا: یہ جو کچھ آپ کررہے ہیں یہ شرک وبدعت ہے اور حرام ہے۔ یہاں مت کھڑے ہوں۔ ڈاکٹر صاحب نے اُس عربی رہبر سے کہا: بھائی! ''مَیں وہ کام کررہا ہوں جو اللہ تعالیٰ اور فرشتے کرتے ہیں اور اس کے کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اِنَّ اللّٰـهَ وَمَلٰٓـئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِىِّ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْـهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ترجمہ: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود اور سلام بھیجتے ہیں نبی کریم ﷺ پر، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔ (الاحزاب 56) آپ کو کیا اعتراض ہے''؟ اُس عربی نے ایک پاکستانی رہبر کو بُلایا۔ اُس پاکستانی رہبر نے ڈاکٹر صاحب سے کہا: جیسے آپ کے جذبات ہیں ویسے ہی ہمارے ہیں۔ لیکن جس طرح آپ کھڑے ہوکر سلام پیش کررہے ہیں یہ ثابت نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اُسے کہا: میری دو باتوں کا جواب دیں۔ پھر آپ جیسا کہیں گے کرلیں گے۔ (1) جب اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات نبی مکرم ﷺ پر دُرود وسلام بھیجتی ہے تو اُس ذاتِ اقدس کا رُخِ انور کس طرف ہوتا ہے؟ آپ ﷺ کی طرف یا دوسری طرف؟ (2) جب فرشتے آپ ﷺ پر دُرود وسلام بھیجتے ہیں تو اُن کے چہرے مبارک کس طرف ہوتے ہیں؟ آپ ﷺ کی طرف یا دوسری طرف؟ ڈاکٹر صاحب نے اُس کی طرف اپنی کمر کرکے اُس سے ہاتھ ملایا اور اُس سے پوچھا: ہاتھ ملانے کا یہ طریقہ درست ہے یا سیدھے ہاتھ والا؟ ڈاکٹر صاحب کی بات رہبر کی

سمجھ میں آ گئی۔وُہ بہت شرمندہ ہوااور کوئی جواب دیے بغیر خاموشی سے چلا گیا۔

ڈاکٹر صاحب کا بیان ہے کہ حج کے دوران اُن کے ساتھی حاجی رشید نے انہیں بتایا کہ ایک پاکستانی حاجی نے عربی مُبلّغ کے ساتھ روضہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑے ہوکرایک گھنٹہ تک رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیّبہ کے بارے میں دلائل پیش کیے مگر اُس عربی نے اُسے یہ کہہ کر خاموش کرادیا: ''اگر آپ کے عقیدہ کے مطابق حضور ﷺ اپنی قبرِ انور میں حیات ہیں تو پھر آپ کوسلام کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ ڈاکٹر صاحب نے اُس سے کہا'': آپ کو یہ ارشاداتِ ربّانی یادنہیں:''وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ہ'' (البقرہ:154) ترجمہ۔اور جو خُدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ہاں تمہیں خبر نہیں:وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَتًا ط بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّہِمْ یُرْزَقُوْنَ (العمران:169) ترجمہ۔اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں۔انہیں ہرگز مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔روزی پاتے ہیں''۔ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اگر پاکستانی عالم دین اس عربی معلم کو یہ آیات پڑھ کر سناتا اور اُسے کہتا :''آپ ہمارے ساتھ جنۃُ البقیع (مدینہ طیبہ کے مشہور قبرستان کا نام) میں چلیں جہاں بہت سے شہداء کی قبور ہیں کسی ایک کی قبر پر کھڑے ہوکر سلام بُلاؤ۔وُہ آپ کے سلام کا جواب دیں گے مگر آپ سن نہیں پائیں گیں''۔ہمارا عقیدہ بھی یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر سلام پیش کرنے والے کے سلام کا جواب دیتے ہیں مگر ہماری قوتِ سماعت اتنی نہیں کہ ہم آپ ﷺ کی طرف سے دیئے گئے سلام کے جواب کی آواز سُن سکیں۔لیکن بعض اللہ تعالٰی کے برگزیدہ بندے ایسے بھی ہیں جو آپ ﷺ کی طرف سے دیئے گئے سلام کا جواب بھی

سنتے ہیں۔

دوسرے عمرہ کی سعادت:

آپ ﷺ نے درِ رسول ﷺ کی حاضری کو اس طرح واضح فرمایا:

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ۔ ترجمہ: جس خوش نصیب مسلمان نے میرے مزارِ اقدس کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت لازم ہوگئی۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ۔ پاک ہے اللہ تعالیٰ اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

تمام اسباب اور درمیانی واسطے اللہ تعالیٰ کے تابع ہیں۔ سب نعمتیں اللہ تعالیٰ دینے والا ہے۔ اس لیے حمد وشکر صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خودمختار حاکم نہیں۔ اللہ تعالیٰ بہت بزرگ اور بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اللہ تعالیٰ کی حقیقت کو تمام وکمال کوئی نہیں جان سکتا۔ آدمی کا کمالِ سعادت اللہ تعالیٰ کی بدولت ہے۔ آدمی کی سعادت کا ذریعہ اللہ تعالیٰ کی معرفت وبندگی اور عبادت ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ترجمہ: بے شک اللہ جو چاہے کرے۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے، جسے چاہے، جس وقت چاہے اپنے در پر بلالے، چاہے تو بار بار بلائے، نہ بلائے تو اس کی مرضی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ڈاکٹر صاحب نے جون/ 2003ء میں عمرہ کی سعادت حاصل کی اور پھر نومبر/ 2010ء میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ حج اور عمرہ ایک ایسی سعادت ہے جس کو میسر نہیں آتی وہ اللہ تعالیٰ سے اس سعادت کے لیے دعائیں کرتا ہے اور جس کے نصیبوں میں یہ سعادت ہوجاتی ہے۔ وہ اس کے لیے دعائیں کرتا ہے کہ اسے یہ سعادت بار بار نصیب ہو۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو یہ سعادت بار بار نصیب ہوتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کا بیان ہے کہ وہ اس لحاظ سے خوش نصیب ہیں کہ ان کی اہلیہ پس انداز کرتی رہتی ہے۔ جب پیسے جمع ہو جاتے ہیں تو ڈاکٹر صاحب کو عمرہ یا حج کرنے کے لیے تیار کرتی ہے۔ اپریل 2016ء میں ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ نے ان کو یہ خوش خبری سنائی کہ عمرہ کے لیے پیسوں کا انتظام ہو گیا ہے۔ اب عمرہ کی تیاری کریں۔ اسی دوران ان کی اہلیہ کی بھابی مقبول اختر اور بھتیجہ محمد عمران سہیل نے بھی عمرہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے محمد عمران سہیل کو دو لاکھ اٹھائیس ہزار روپے اور پاسپورٹ دے دیے تا کہ وہ ویزے لگوائے۔ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب شرقپوری کا پاسپورٹ نمبر E2045856 اور ان کی اہلیہ صاحبہ کا پاسپورٹ نمبر E2045840 تھا۔ محمد عمران سہیل صاحب نے اپنا اور اپنی والدہ صاحبہ، ڈاکٹر صاحب اور ان کی اہلیہ صاحبہ کے پندرہ ایام 26 اپریل 2016ء تا 10 مئی 2016 کے ویزے لگوا لیے۔ اس طرح یہ چار افراد کا گروپ بن گیا۔ ڈاکٹر صاحب کا ویزہ نمبر 2106758906 جبکہ ان کی اہلیہ کا ویزہ نمبر 2106758917 تھا۔ ڈاکٹر صاحب کا ٹکٹ نمبر 065-1660396084، جبکہ ان کی اہلیہ صاحبہ کا ٹکٹ نمبر 065-1660396085 تھا۔

آخر کار وہ گھڑی آ گئی جب ڈاکٹر صاحب اپنی اہلیہ کے ہمراہ مکہ معظّمہ کی فضاؤں میں اترنے والے تھے۔ علامہ اقبال انٹرنیشنل ائیرپورٹ، لاہور سے Saudi Arabian Airlines کی فلائٹ نمبر sv-730 پر سوار ہو کر 26/اپریل 2016ء کو دن کے بارہ بجے جدہ ائیرپورٹ کے لیے روانہ ہوئے اور تین بجکر پچیس منٹ پر جدہ ائیرپورٹ پر فلائٹ لینڈ کر گئی۔ کئی گھنٹے کے انتظار کے بعد جدہ ائیرپورٹ سے بس پر سوار ہو کر مکہ معظّمہ کے لیے روانہ ہوئے۔ بس والوں نے سب ہوٹلوں کی سواریاں اتار کر ڈاکٹر صاحب کے گروپ کو سب سے آخر میں رات کے بارہ بجے بیت اللہ شریف

سے کچھ فاصلے پر ہوٹل ''فندق عبیرالجمیرۃ''میں اتاراجوکہ ان کے گروپ کے لیے بک نہیں کیا گیا تھا۔تاہم ان کے گروپ کی یہ خوش قسمتی تھی کہ اس ہوٹل میں جو آدمی بشیراحمد نامی بکنگ کررہا تھا، وہ ڈاکٹر صاحب کے جاننے والا تھا۔اس نے ڈاکٹر صاحب کو دیکھتے ہی اپنی کرسی چھوڑدی اورسب لوگوں کو پیچھے کرکے ڈاکٹر صاحب کوپرتپاک طریقے سے ملااوراس نے بہت خوشی کا اظہارکیا بلکہ وہ خوشی سے جھومنے لگااورلوگوں کو بتایا کہ ڈاکٹر صاحب لاہورشہرکی ہماری گلی کے ہیں۔اس نے دوبیڈکی بجائے چاربیڈوالا کمرہ نمبر206الاٹ کردیااورڈاکٹر صاحب سے کہنے لگا کہ ڈاکٹر صاحب آپ کے گروپ کے لیے یہ سہولت ہوگی کہ آپ کے گروپ کا کوئی فردرات دن کے چوبیس گھنٹے میں جس وقت بیت اللہ شریف جانا چاہے گاڑی موجودہوگی۔اس ہوٹل میں صرف 26/اپریل کی ایک رات ٹھہرے۔ اگلے دن یعنی 27/اپریل کوڈاکٹر صاحب کے گروپ کوبیت اللہ شریف کےقریب بک شدہ ہوٹل ''فندق امیرۃ حمزہ شربتلی''جوکہ شارع ابراھیم الخلیل پرواقع ہے میں پہنچادیا گیا۔اس ہوٹل میں ڈاکٹر صاحب کا گروپ 27/اپریل تا28/اپریل اورپھردوبارہ مدینہ منورہ سے واپسی پر6/مئی تا10/مئی 2016ءٹھہرا۔مدینہ منورہ میں مسجدنبوی شریف کےقریب ہوٹل ''قصرالمحراب''میں 29/اپریل تا7/مئی 2016ءتک ٹھہرے۔

ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ کوئی نہیں چاہتا کہ وہ گنبدخضرا، ریاض الجنہ، مدینہ منورہ کی پُرنورفضاؤں کوچھوڑکرواپس آئے مگرواپس آنے کی مجبوری ہوتی ہے۔11/مئی 2016ءکوصبح پانچ بجکرتیس منٹ پرعلامہ اقبال انٹرنیشنل ائیرپورٹ، لاہورپرفلائٹ نے لینڈکیااورڈاکٹر صاحب اپنے بچوں کے ہمراہ اپنے بیٹے کی گاڑی پرسوارکواپنے گھرپاک ٹاؤن کے لیے روانہ ہوگئے۔گھرپہنچ کراللہ تعالیٰ کاشکراداکیا کہ اس نے عمرہ جیسی نعمت عطا کی۔ڈاکٹر صاحب نے عمرہ کے درمیان ملنے والی بہت سی نعمتوں کاذکرکیالیکن ان کوضبط

تحریر میں نہیں لایا جا سکتا۔

محمد عمران سہیل اپنی والدہ محترمہ کو لے کر اپنے گھر ٹاؤن شپ کی طرف روانہ ہو گیا۔

بیٹی اور بیٹے کی عمرہ کی سعادت:

اپنی مرضی سے کوئی حج وعمرہ نہیں کرتا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بُلوا آتا ہے۔ڈاکٹر صاحب کی بیٹی اور بیٹے کو اللہ کی طرف سے بُلوا آیا اور اِن کی والدہ نے اچانک فیصلہ کیا کہ اِن دونوں بہن بھائی کو عمرہ کی سعادت سے نوازا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلے بھی عجیب و غریب ہوتے ہیں جو انسان کی عقل سے بالاتر ہوتے ہیں۔ چنانچہ اِن کے والدین نے عمرہ کے لئے اپنی بڑی بیٹی فرخ نذیر اور بیٹے محمد اویس ندیم بھٹی کو مورخہ 27.10.22 بروز جمعرات کو عمرہ کیلئے روانہ کر دیا۔ بیٹی فرخ نذیر کا پاسپورٹ نمبر KH1912461 اور بیٹے محمد اویس ندیم بھٹی کا پاسپورٹ نمبر EH3173431 ہے جو کہ 15 دن کے عمرہ پر روانہ ہوئے۔ 4 راتیں مکہ مکرمہ اور پھر 7 راتیں مدینہ منورہ اور پھر واپسی پر 3 راتیں مکہ مکرمہ میں گزارنے اور عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کی بعد مورخہ 11.11.22 بروز جمعہ کو پاکستان لاہور ایئرپورٹ پہنچے جہاں پر اِن کی والدہ منور سلطانہ، داماد ارشد محمود اور اُن کے بچوں زینب ارشد، محمد طلحہ، محمد عزیر، آمنہ ارشد، زوحہ ارشد اور بہو شبینہ شہزادی اُن کے بچوں فاطمہ بتول، محمد احمد آیان، محمد عبداللہ، محمد علی اور بھائی محمد وقاص نے شاندار استقبال کیا۔

بیعت کی سعادت:

ڈاکٹر صاحب کی والدہ ماجدہ مرحومہ مغفورہ کو شرقپور شریف سے فیض حاصل تھا، ہر مصیبت اور پریشانی میں شرقپور شریف کا رُخ کرتیں، ......ڈاکٹر صاحب کے تین بڑے بھائی محمد اسماعیل ،محمد حنیف مرحوم اور بشیر احمد مرحوم فخر المشائخ حضرت میاں جمیل

احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے،......آپ نے 1982ء میں اپنے بڑے بھائی محمد اسماعیل کی وساطت سے فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے عرس شریف کے مبارک موقع پر بیعت کی۔ بیعت ہونے کے بعد حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق نبی کریم ﷺ کی سنت کی پیروی میں حقہ پینے کی بدعادت کوترک کردیا۔ چہرے پر داڑھی سجالی اور انگریزی لباس کوترک کردیا۔ سرپرسنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں ٹوپی پہن لی۔

قرطاس وقلم سے رشتہ:

اپنے پیرومرشد حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی و زیرادارت نکلنے والے آستانہ عالیہ شرقپورشریف کے ترجمان ماہنامہ ''نوراسلام'' سے 1982ء میں وابستہ ہوگئے،......اسی وابستگی کے باعث آپ کا اچھے اچھے اہل قلم سے رابطہ ہوااور لکھنے کا شوق پروان چڑھتا گیااور ماہنامہ'' نوراسلام'' کے لیے مضامین لکھنے شروع کیے۔ ان کا پہلا مضمون بعنوان ''اسلام میں بچے کی نگہداشت'' جولائی 1996ء میں ''ماہنامہ نوراسلام'' میں شائع ہوا۔اس کے بعد تسلسل سے ماہنامہ ''نوراسلام'' میں مضامین چھپ رہے ہیں،......اب آپ کا نام اخبارات، رسائل وجرائد کی دنیا میں خوب متعارف ہوا۔چنانچہ روزنامہ ''جذبہ'' گجرات، روزنامہ ''سعادت'' لاہور، روزنامہ ''جرأت'' لاہور، روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور، روزنامہ ''خبریں'' لاہور، روزنامہ ''جنگ'' لاہور، ہفت روزہ ''فیملی میگزین'' لاہور، ہفت روزہ ''مجدد الف ثانی'' لاہور، پندرہ روزہ ''آوازِ نقشبند'' پھلروان، روزنامہ ''قانون ٹائم'' لاہور (بند ہوگیا ہے) روزنامہ ''شیر ربانی'' لاہور (بند ہو گیا ہے) وغیرہ میں بھی ان کے مضامین چھپتے رہتے ہیں۔ ماہنامہ ''نوراسلام'' شرقپور

شریف میں ستمبر 2022ء تک 233 مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ ماہنامہ ''نوراسلام'' کے بعنوان پچاس سالہ گولڈن جوبلی نمبر میں مضمون بعنوان ''حضرت مجدد الف ثانی اور تزکِ جہانگیری'' شائع ہوا۔

ماہنامہ ''نوراسلام'' کے ثانی لاثانی نمبر میں مضمون بعنوان ''تذکرہ حضرت میاں غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ'' شائع ہوا۔

آثارِ علمیہ:

ڈاکٹر نذیر احمد صاحب شرقپوری کو ان کے مرشد کریم نے تصنیف و تالیف کے میدان میں انقلابی خدمات انجام دینے کے لیے ہدایت و تلقین فرمائی جس پر وہ کمر بستہ ہو گئے۔ آج موصوف تیس (30) کتابوں کے مصنف ہیں۔ اس لحاظ سے وہ خوش قسمت ہیں کہ تمام تصانیف اپنی جیب سے شائع کروائی ہیں۔ ان کے آثار علمیہ کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے:

(1) حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام عصر حاضر کے نام، مطبوعہ لاہور جون۔ 1998ء

(2) انوار شیر ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ، مطبوعہ لاہور، باراول اگست۔ 1999ء

(3) اسلام میں نماز کی اہمیت، مطبوعہ لاہور،۔ 2000ء (کتابچہ)

(4) نماز کی اہمیت، مطبوعہ لاہور، مارچ۔ 2002ء (کتابچہ)

(5) شفاعتِ مصطفےٰ ﷺ مطبوعہ لاہور اپریل۔ 2002ء (کتابچہ)

(6) حیات شیر ربانی، سنت نبوی ﷺ کا بہترین مرقع، مطبوعہ لاہور، اکتوبر۔ 2002ء

(7) درس عمل، سراپا سنت زندگانی حیات شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ، مطبوعہ لاہور، مارچ۔ 2003ء

(8) پیارے نبی ﷺ کی پیاری زندگی، مطبوعہ لاہور، جون۔2003ء

(9) حضرت ثانی لاثانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت آئینۂ سنت مصطفٰے ﷺ، مطبوعہ لاہور، فروری۔2005ء

(10) شمائل و معمولات حضرت محمد مصطفٰی ﷺ، مطبوعہ لاہور، باراول فروری۔2007ء

(11) حالات وتعلیمات حضرت میاں غلام اللہ شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ، مطبوعہ لاہور، مارچ۔2007ء

(12) اوصافِ حمیدہ حضرت شیرِ ربّانی رحمہُ اللہ تعالیٰ، مطبوعہ لاہور، اکتوبر۔2009ء

(13) تصّرفات، کشف وکرامات حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ، مطبوعہ لاہور، اکتوبر۔2011ء

(14) تجلّیات شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ (جلد اول)، مطبوعہ لاہور، نومبر۔2011ء

(15) سوانح حیات حضرت صاحبزادہ پیر میاں خلیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ، مطبوعہ لاہور، باراول، فروری۔2012ء

(16) حالات میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ، مطبوعہ لاہور، اکتوبر 2013ء

(17) فیضانِ فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ، مطبوعہ لاہور، دسمبر۔2013ء

(18) تصّرفات، کشف وکرامات حضرت میاں خلیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ، مطبوعہ لاہور، جنوری۔2014ء

(19) تصّرفات، کشف وکرامات فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی

مجددی رحمۃ اللہ علیہ، مطبوعہ لاہور، اکتوبر۔2014ء

(20) حیات بعد الممات، مطبوعہ لاہور، اکتوبر۔2015ء

(21) وسیلہ، مطبوعہ لاہور، دسمبر 2015ء

(22) فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی صحافت، مطبوعہ لاہور اکتوبر۔2016ء

(23) فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ، بانی تحریک یوم مجدد الف، مطبوعہ لاہور اکتوبر۔2016ء

(24) مختصر حالات زندگی حضرت میاں خلیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ، مطبوعہ لاہور اگست۔2017ء

(25) فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی علیہ الرحمۃ کا تعارف، مطبوعہ لاہور، اکتوبر۔2017ء

(26) مختصر تعارف شیرِ ربّانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ لاہور، نومبر۔2017ء

(27) فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اوصاف حمیدہ، مطبوعہ لاہور فروری۔2019ء

(28) تذکرہ عشرہ مبشرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، جولائی۔2020ء

(29) فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ اوران کے منتخب معاصرین (جلد اول) مطبوعہ، لاہور جون۔2021ء

(30) فخر المشائخ رحمۃ اللہ علیہ اوران کے منتخب معاصرین (حصہ دوم) مطبوعہ، لاہور دسمبر۔2022ء

فیضِ شیر ربانی جاری وساری:

حضرت شیرِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیض جاری وساری ہے اور تا قیامت جاری و ساری رہے گا۔

ڈاکٹر صاحب کا بیان ہے کہ اُن کے پیر و مرشد حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کرامت ہے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ نے میری تربیت کر کے نہ صرف مجھے رائٹر بنا دیا بلکہ یہ پیشین گوئی بھی کر دی کہ میں آستانہ عالیہ شرقپور شریف پر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تحریری کام کروں گا۔اس پیشین گوئی کی تفصیل درج ذیل ہے:

ایک میٹنگ میں راقم نے جناب سیّد جمیل احمد رضوی صاحب سے گزارش کی کہ آپ میری رہنمائی فرمائیں۔مَیں آپ کی رہنمائی میں آستانہ عالیہ شرقپور شریف پر کچھ کام کرنا چاہتا ہوں تو شاہ صاحب فرمانے لگے کہ تمہاری رہنمائی تو خود فخر المشائخ الحاج حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں اور شاہ صاحب نے ایک ''علمی مجلس'' کا واقعہ مجھے سنایا کہ ایک دفعہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''ہوٹل بیت النور'' میں ڈاکٹر ساجدہ ایس علوی صاحبہ، پروفیسر آف اسلامک ہسٹری میکگل یونیورسٹی مانٹریال، کینیڈا کے اعزاز میں ''علمی مجلس'' کا اہتمام کیا۔اس مجلس میں علماء، دانشور اور دیگر صاحبان علم وفضل تشریف لائے اور شاہ صاحب کو بھی آپ نے اس میں شرکت کے لیے مدعو فرمایا۔دورانِ گفتگو ڈاکٹر ساجدہ ایس علوی صاحبہ نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ آپ کے ساتھ ہر وقت کوئی آدمی ہونا چاہیے جو آپ کی گفتگو اور ملفوظات کو ریکارڈ کرتا رہے تا کہ یہ چیزیں آنے والے لوگوں کی رہنمائی کے لیے محفوظ کی جا سکیں۔

آپ نے پہلے توقف اور پھر تبسّم فرمایا اور فرمانے لگے ہمارے پاس ایسے لوگ موجود ہیں جو یہ کام کر رہے ہیں اور کریں گے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلا نام خاکسار کا لیا اور پھر شاہ صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: ''شاہ صاحب بھی تو ہیں جو یہ کام کر رہے ہیں اور آئندہ بھی کریں گے''۔ مَیں نے شاہ صاحب سے عرض کیا:

'' مَیں کیا اور میری حیثیت کیا ہے؟ یہ تو سب اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیض کا ثمر ہے''۔

جناب ڈاکٹر صاحب موصوف کا ہی بیان ہے کہ ان کی والدہ محترمہ کو عرصہ دراز سے پیٹ میں درد تھا۔ اطباء اور ڈاکٹروں سے علاج کروانے کے باوجود آرام نہ آیا۔ ایک دفعہ وہ ثانی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں شرقپور شریف میں حاضر ہوئیں۔ آپ کا دم کیا ہوا پانی پیا اور لنگر کھایا۔ جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لیے درد ختم کر دیا۔

ڈاکٹر صاحب نے 1986ء میں شاہ محمد ولد نواب دین ،قوم راجپوت بھٹی، ساکن چندرائے، تحصیل و ضلع ،لاہور ایک قطعہ اراضی رقبہ پانچ مرلے خریدا۔ ازاں بعد انہوں نے 1992ء میں اس رقبہ پر قبضہ کر لیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے طور پر اس رقبہ کو چھوڑانے کی بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئے۔ ایک دن ماہنامہ نور اسلام کا دفتر واقع مسجد شیر ربانی 21/ایکڑ سکیم نیو مزنگ لاہور میں ماہنامہ نور اسلام کے سلسلے میں میٹنگ ہوئی تو صوفی اللہ رکھا صاحب نے حضرت صاحبزادہ میاں جلیل احمد صاحب سے اس کا ذکر کیا کہ ڈاکٹر صاحب کے پلاٹ کا قبضہ واپس نہیں ملا۔ صاحبزادہ صاحب حضرت میاں جلیل احمد صاحب نے بڑے تعجب کا اظہار کیا اور دعا فرمائی ۔صاحبزادہ صاحب کی دعا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوئی اور ڈاکٹر صاحب کو ان کے پلاٹ کا قبضہ واپس مل گیا۔

جناب ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ محترمہ جو کہ محکمہ صحت، سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ،

لاہور کی ملازمہ ہیں، کا تبادلہ انتقامی کارروائی کے طور پر 15 رفروری 2010ء میں کسی دوسرے محکمہ میں کر دیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے تبادلہ رکوانے کہ پُوری کوشش کی مگر تبادلہ نہ رُک سکا۔ ان کے ایک دوست حاجی اصغر علی صاحب ریٹائرڈ اسسٹنٹ کنٹرولر نے رات کو خواب دیکھا کہ تبادلہ کا مسئلہ شرقپور شریف حاضری دینے سے حل ہوگا۔ وُہ ڈاکٹر صاحب کے گھر آئے اور اپنا خواب سنایا۔ ڈاکٹر صاحب سے کہا: ابھی اسی وقت شرقپور شریف چلتے ہیں۔ آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ ڈاکٹر صاحب اور اُن کا دوست شرقپور شریف گئے۔ حضرت میاں خلیل احمد شرقپوری صاحب سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے مسئلہ بڑے غور سے سنا اور دعا فرمائی۔ آپ کی دعا سے تبادلہ رُک گیا۔ حاجی اصغر علی صاحب نے صاحبزادہ میاں خلیل احمد شرقپوری صاحب کو اپنی یتیمی اور پرورش کا قصہ سنایا کہ اُس کی والدہ نے بڑی محنت مشقت کر کے اُس کی پرورش کی۔ جب وُہ اس قابل ہوا کہ اپنی والدہ کی خدمت کر سکے تو وہ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملیں۔ اس بات کا انہیں بہت دکھ ہے کہ وُہ اپنی ماں کی پوری طرح خدمت نہیں کر سکے۔ صاجزادہ صاحب نے ایک بڑی قیمتی بات کہی۔ آپ نے فرمایا: ''مائیں بازار سے نہیں ملتیں'' اللہ والوں کی باتیں انمول موتی ہوتے ہیں۔

اولیاء کرام سے عقیدت:

ڈاکٹر صاحب کا بیان ہے کہ وہ بچپن میں بھی مزارات پر حاضری دیا کرتے تھے۔ آپ کا بیاں ہے کہ مَیں حضرت داؤد بندگی کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سالانہ عرس مبارک پر گیا۔ رات گزاری پھر صبح سویرے اٹھتے ہی ایک سگریٹوں والی دکان پر گیا۔ دکاندار سے سگریٹ لیے۔ دکاندار سے پوچھا: مَیں نے سنا ہے کہ دربار شریف کے گنبد سے رات کو روشنی بکلتی ہے۔ اس بوڑھے دکاندار نے بتایا: یہاں کے لوگ عرب شریف کے بدوؤں جیسے ہیں۔

ساری دنیا حضور ﷺ کی نبوت پر ایمان لے آئی مگر عرب شریف کے بدو حضور ﷺ پر ایمان نہ لائے۔ وہ کافر کے کافر ہی رہے۔ یہی حال ہمارا ہے۔ اس نے کہا بیٹا! مَیں آپ کو ایک بات ضرور کہوں گا کہ یہ جو لوگ عرس پر آئے ہوئے ہیں۔ انہیں کچھ ملتا ہے تو وہ دور دراز سے پیدل آتے ہیں۔ وہ پاگل نہیں۔ لمبے لمبے سفر کرتے ہیں اور سردی کے موسم میں راتیں گزارتے ہیں۔ بھوک پیاس برداشت کرتے ہیں۔ اس دکاندار نے کہا: بیٹا! بات ساری عقیدے کی ہے۔ اگر عقیدہ درست ہوگا تو کچھ ملے گا۔ اگر عقیدہ درست نہیں ہوگا تو پھر کچھ بھی نہیں ملے گا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے رہنمائی:

اللہ تعالیٰ اپنے بھولے بسرے بندوں کی خُود رہنمائی فرماتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا بیان ہے کہ انہوں نے ایک دن نماز عصر جامع مسجد چاہ مغل چکیاں، سمن آباد، لاہور میں ادا کی۔ پھر باہر نکلے تو کچھ فاصلے پر ایک کوٹھی کے قریب سے گزرے۔ اُن کے دل میں خیال آیا۔ کاش! اُن کی بھی ایک خُوبصورت کوٹھی ہوتی۔ اُن کے دل میں اس خیال کا آنا تھا کہ ایک برگزیدہ اور سفید ریش بزرگ نے اُن کے دائیں کندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: ''بیٹا! دنیا کی ہر چیز فانی ہے۔ یہ چمک دمک کسی کام کی نہیں۔ یہ سب چیزیں دنیا میں رہ جائیں گی۔ انسان کے ساتھ قبر جانے والی چیز اُس کا ایمان ہے۔ اُس کی سلامتی کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے۔ آپ نیکیاں کمائیں جو آپ کے ساتھ جائیں گی۔

بیٹا! کوٹھی والوں کو آرام کی نیند میسر نہیں۔ اُن کو ہر وقت موت کا ڈر لگا رہتا ہے۔ نیند کی گولیاں لے کر سوتے ہیں۔ اس کے باوجود وُہ رات بھر کروٹیں بدلتے رہتے ہیں۔ کھانا اچھا کھاتے ہیں مگر اُن کو ہضم نہیں ہوتا۔ اُن کے مقابلہ میں ایک مزدور کو دیکھو جو دِن بھر مزدوری کرتا ہے۔ رُوکھی سُوکھی روٹی کھاتا ہے اور آرام کی نیند سوتا ہے۔ چاہے وُہ فُٹ پاتھ پر ہی کیوں نہ سوئے، وُہ موت سے بے خبر ہوتا ہے۔ اُس کے اوپر نیچے سے چیونٹیاں

گزرتی ہیں، اس کے چہرے کے ارد گرد مکھیاں بھن بھناتی ہیں۔ لیکن وُہ خراٹے لے کر سوتا ہے۔ اس کو مچھر، مکھی، بھڑ اور چیونٹیوں وغیرہ کے کاٹنے کا خوف ہوتا نہ چوری کا غم اور نہ بیمار ہونے کی پریشانی۔ یہ باتیں کرنے کے بعد وُہ برگزیدہ بزرگ غائب ہو گیا۔ پھر کبھی نظر نہیں آیا۔ اس واقعہ نے ڈاکٹر صاحب کے اندر ایک تبدیلی پیدا کر دی۔

ماں کی دعائیں:

والدہ محترمہ ڈاکٹر صاحب کے بارے میں بہت سی دعائیں کیا کرتی تھیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی: بیٹا! ''آپ بذریعہ قلم کمائی ہوئی روزی کھائیں''۔ عملی طور پر اس کا مظاہرہ یوں ہوا کہ پیرو مرشد حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی دامت برکاتہم العالیہ کی زیر سرپرستی ماہنامہ ''نور اسلام'' شرقپور شریف کو معیاری و مقبول عام بنانے کے لیے اپنی بساط کے مطابق عرصہ اٹھائیس سال سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان کے بیشمار مضامین و مقالات اور کالم اخبارات و رسائل اور جرائد کی زینت بن رہے ہیں۔ والدہ صاحبہ کی دعا سے نوکری بھی مل گئی جو آپ کی آمدنی کا ذریعہ بن گی۔ اب آپ پینشن لے رہے ہیں۔

ملازمت اختیار کرنا:

گریجوایشن کرنے کے بعد ڈاکٹر صاحب گاؤں کے ہو کر رہ گئے۔ کہیں نوکری نہ ملنے کے سبب لاہور شہر سے دور ایسے گاؤں میں رہتے تھے جہاں اخبار میسر نہیں تھا۔ اس لیے انہیں کسی بھی محکمہ میں خالی آسامیوں کا پتہ نہیں چلتا تھا۔ جو کام اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے وُہ ہو کر رہتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے ایک دوست محمد سلیم شیخ صاحب سنت نگر، لاہور میں رہتے تھے۔ جو پنجاب یونیورسٹی، لاہور میں ملازم تھے۔ پنجاب یونیورسٹی، لاہور میں کلرکوں کی آسامیاں خالی ہوئیں تو ان کا اشتہار اخبار میں دیا گیا۔ جناب محمد سلیم شیخ صاحب آپ کے

گاؤں ملاقات کرنے آئے اور پنجاب یونیورسٹی ، لاہور میں ملازمت کے لیے درخواست دینے کے بارے میں مشورہ دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے نوکری کی درخواست اپنے دوست جناب محمد سلیم صاحب شیخ کو ہی دے دی۔انہوں نے ذمہ داری سے یونیورسٹی میں جمع کرادی۔ ڈاکٹر صاحب نے ٹیسٹ دیا۔پاس ہوئے اور ملازمت مل گئی۔آپ نے 20۔اکتوبر 1972ء میں یونیورسٹی کی ملازمت اختیار کی۔

آپ نے 18۔اگست 2004ء کوبطوراسسٹنٹ رجسٹرار/افیسرشماریات ترقی پائی۔9۔اکتوبر 2005ء میں 33 سال، 10 ماہ اور 19 دن کی ملازمت مکمل کرنے کے بعد پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے اسسٹنٹ رجسٹرار کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔آج کل ڈاکٹر صاحب تصنیف وتالیف میں مصروف ہیں۔

ڈاکٹر نذیراحمد صاحب شرقپوری اپنے مرشد کریم کے فیوض وبرکات سے مالامال ہیں۔یہی وجہ ہے کہ وہ آستانہ عالیہ شرقپورشریف پرشب وروز کام کررہے ہیں اور زیرنظر کتاب ''فخرالمشائخ رحمۃ اللہ علیہ اوران کے منتخب معاصرین (حصہ دوم)' ان کی آستانہ عالیہ شرقپورشریف پرتیئسویں (23) کتاب ہے۔

ڈاکٹر نذیراحمد صاحب شرقپوری پر پیر طریقت رہبر شریعت حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی نظر کرم ہے۔جس کی وجہ سے وہ تحریر کے میدان میں آگے بڑھ رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ یہ رشتہ سدا قائم ودائم رکھے اوران پر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مزید نظر کرم ہوتا کہ یہ دین متین کے لیے مزید کام کرسکیں۔آمین! ثم آمین!

مولانا محمد منشاء تابش قصوری چشتی سیالوی

سابق مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

خطیب مرید کے ضلع شیخوپورہ

ارشادات وتعلیمات شیرِ ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ

توحید کے متعلق ارشادات:

- ''یہی سارا کمال نہیں کہ منہ مغرب کی طرف کرلیا جائے، ایسا تو دوسری قومیں بھی کرتی ہیں، بلکہ کمال اس میں یہ ہے کہ توحید اور رسالت کو اس طرح جانو جس طرح جاننے کا واقعی حق ہے''۔
- ''توحید اور رسالت باہمی مربوط ہیں۔ توحید کے بغیر رسالت نہیں اور رسالت کے بغیر توحید نہیں'' (یعنی توحید کی معرفت رسالت کے بغیر ممکن نہیں)۔
- ''اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مان کر امرونہی پر سختی اور استقامت سے عمل کرنا اور حضور اقدس ﷺ کو سچا پیغمبر مان کر صدق دل سے اتباع سنت کرنا ہی بڑی سعادت ہے۔ جب اس پر دل وجان سے عمل ہوگا تو باقی جملہ امور ازخود فرمان خداوندی کے عین تابع ہوجائیں گے۔''
- ''اسلام کے پانچ رکن ہیں اور ایمان کے دو یعنی رسالت وتوحید۔ کیونکہ رسالت کی متابعت سے توحید تک پہنچا جاسکتا ہے اور ایمان میں تصدیق قلبی ہوتی ہے''۔
- ''اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر جانو''۔
- ''جب خداوند کریم کو حاضر وناظر جانتے ہو تو پھر اس کی نافرمانی کیوں کرتے ہو؟ اور جو کہے کہ اللہ تعالیٰ حاضر وناظر نہیں وہ کافر ہے''۔
- ''کلمہ پڑھنے کو تو پڑھتے ہیں لا الہ الا اللہ مگر اس پر عمل نہیں کرتے معاذ اللہ''۔
- ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے حقیر پانی (منی) کی ایک بوند سے انسان کو پیدا کیا''۔
- ''ہمہ اعضاء اجسام درست پیدا فرمائے۔ کان، ناک، آنکھ، زبان، ہاتھ اور پاؤں

پیدا فرمائے۔ ان میں سے اگر کوئی ضائع ہو جائے یا خراب ہو جائے تو قادر مطلق کے علاوہ وہ کون کاریگر ہے جو اسے درست کرے؟ بس ہر دم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ دانا عبرت حاصل کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ انسان کو نیست سے ہست میں لایا۔ تو دیکھ نہیں سکتا مگر وہ تیرے ہر نفس (سانس) کی رفتار سے بھی واقف ہے''۔

- ''دل و جان جو تمہارے پاس ہے، یہ اللہ کی امانت ہے''۔
- ''آدمی اپنی نفسانی خواہشات کی خاطر اللہ تعالیٰ سے گلہ وشکوہ کرتا ہے (معاذ اللہ) حالانکہ اس کو چاہیئے کہ ہر حالت میں رب کریم کا شکر ادا کرتا رہے''۔
- ''کارخانہ قدرت میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ حکم خداوندی کے تحت ہو رہا ہے''۔
- ''جو خدا سے ڈرتا ہے اس سے ہر چیز ڈرتی ہے خواہ وہ کسی اور جنس میں سے ہی کیوں نہ ہو''۔
- ''خداوند کریم دم بدم تیری نگرانی اور حفاظت کرتا ہے، بے شمار نعمتیں عطا فرماتا ہے کیا تو نے بھی کبھی اس کا حقیقی شکر ادا کیا ہے؟
- ''تو خداوند کریم پر قربان ہو جا، وہ تجھ پر جنت نثار کر دے گا''۔
- ''جس کی طرف رب اس کی طرف سب''۔
- ''اس وحدہ لاشریک کا پتہ حضور ﷺ نے بذریعہ سورہ اخلاص دیا''۔
- ''وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے دین کے ساتھ حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ حضور ﷺ ہی کی خاطر ایجاد دو عالم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس دین کو سب پر غالب رکھے گا''۔
- ''مخلوق کا سوالی نہ ہو، خالق کی طرف رجوع کرنے والا ہو اور اسی سے سوالی ہو''۔
- ''ہر چیز اپنے رب سے مانگ۔ جو کچھ تیری قسمت میں ہو گا مل کر ہی رہے گا''
- ''جب عظمت الٰہی دل میں موجود ہو تو پھر کس کی مجال ہے جو اسے ہراساں اور پریشان کرے''۔

- ''جو درد دل کا مریض ہے، اس کا علاج دیدار یار ہی سے ہوسکتا ہے''۔
- ''ذات باری بے مثال ہے اور لافانی ہے۔ کوئی اس سے مشابہ نہیں ہوسکتا''۔
- ''حق جل مجدہ کی ذات نہ تقسیم ہوسکتی ہے، نہ محدود ہوسکتی ہے اور نہ شمار میں آسکتی ہے''۔
- ''قرآن پاک کا تہائی حصہ ذات باری تعالیٰ کی توحید کے متعلق ہے''۔

رسالت کے متعلق ارشادات:

- ''اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا پتہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ہی دیا''۔
- ''حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل و اعلیٰ ہیں اور سب انبیاء علیہم السلام پر حضور ﷺ کے احسانات ہیں''۔

همه انبیاء در پناه تو اند مقیم در بارگاه تو اند
تو ماه منیری همه اختر اند تو سلطان ملکی ، همه چاکر اند

ترجمہ:

یارسول اللہ ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام آپ کی پناہ میں ہیں اور آپ ﷺ کے آستانے کے باشندے ہیں۔ یارسول اللہ ﷺ آپ روشن چاند ہیں اور وہ (انبیاء کرام) ستارے ہیں، آپ سلطنت خداوندی کے بادشاہ ہیں اور وہ (انبیاء کرام) سب خادم (وزیر) ہیں۔

- ''ہمارے حضور پرنور نبی کریم ﷺ اپنے جسد اور روح دونوں کے ساتھ زندہ ہیں۔ زمین اور ملکوت کے اطراف میں جہاں چاہتے ہیں، سیر فرماتے ہیں''
- ''جس طرح گلاب تمام پھولوں کا سردار ہے اسی طرح ہمارے نبی ﷺ بھی تمام رسولوں کے سردار ہیں۔
- ''اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام اور قرآن کا پتہ ہمیں صرف اور صرف نبی کریم ﷺ نے ہی دیا ہے''۔

- ''اگر اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب ﷺ کے نور کو ظاہر کرنا مقصود نہ ہوتا، تو اپنا آپ ہر گز ظاہر نہ فرماتا''۔

بنا ساری خدائی سے محمد مصطفےٰ ﷺ پہلے
نہ آدم، نہ فرشتہ تھا، نہ تھا ظاہر خدا پہلے

- ''رسول اللہ ﷺ انسانوں کے علاوہ جنوں کے بھی رسول ہیں''۔
- ''حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے حضور ﷺ فرشتوں کے رسول تھے''
- ''تمام پیغمبر علیہم السلام عادات درست کرنے کے واسطے مبعوث ہوئے''۔

''کیونکہ قیامت کے دن فیصلہ عادات پر ہوگا۔ لہذا عادات کا درست کرنا اشد ضروری ہے''۔

- ''پہلے رسالت پھر توحید، اگر رسالت کے تابع نہ ہوگا تو حید سے دور ہو جائے گا''۔

فضائل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

- ''حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ جن وانس کے علاوہ ہر چیز کے بھی رسول ہیں''۔
- ''حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دنیا میرے سامنے پیش کر دی تو میں واقعات عالم کو اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے کوئی چیز ہاتھ کی ہتھیلی پر موجود ہو۔ لہذا نہایت ضروری ہوا کہ ہمہ افعال، اقوال اور احوال میں سنت کی پیروی ہو، اسی میں صحیح عزت نصیب ہوگی''۔
- ''جو کچھ دین کی نعمتیں ہمیں ملی ہیں، یہ سب حضور نبی کریم ﷺ کے طفیل نصیب ہوئی ہیں''۔
- ''قادر مطلق کا حکم ہے، جو نبی کریم ﷺ کے فیصلہ پر راضی ہوگا اللہ تعالیٰ بھی اسی پر راضی ہوگا''۔
- ''جو شخص حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ محبت کا دعویٰ کرتا ہے مگر حضور ﷺ کے احکامات کی

پیروی نہیں کرتا، وہ جھوٹا ہے، جھوٹا ہے‘‘۔

- ’’ہمیں جو کچھ نصیب ہوا ہے یہ سب حضور اکرم ﷺ کی زبان مبارک نور علیٰ نور سے ملا ہے‘‘۔
- ’’اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ سے فرمایا: جو فرض کی ادائیگی میں سستی کرے اسے آپ پکڑ لیں اور جو سنت میں غفلت کرے گا اس کو میں پکڑ لوں گا‘‘۔
- ’’اگر نبی کریم ﷺ راضی ہیں تو رب العالمین بھی راضی ہے‘‘۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

’’قرآن شریف حضور نبی کریم ﷺ کی صفات سے بھرا پڑا ہے‘‘۔

- قیامت کے دن سات گروہ سایۂ عرش میں خوش باش ہوں گے اور سایہ عرش کے نیچے محفوظ ہوں گے۔ لوگ پوچھیں گے کیا آپ کا ابھی حساب و کتاب نہیں ہوا۔ وہ جواب دیں گے کیسا حساب و کتاب؟ لوگ پھر پوچھیں گے وہ کونسا نیک عمل تم لوگوں نے کیا ہے جو یہ درجہ ملا، وہ جواب دیں گے یہ سب کچھ رسول اللہ ﷺ کی اتباع سنت نبوی ﷺ کی وجہ سے ہوا ہے۔

فقہی و علمی لطائف کے متعلق ارشادات:

سورۃ العصر کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے فی البدیہہ فرمایا:

- ’’یہ کلام اللہ ہے، جو ہمارے پاس حضور اقدس ﷺ لائے ہیں۔ اس میں وقت عصر کی یا حضور انور ﷺ کے زمانہ کی قسم اٹھائی گئی ہے۔ اس میں عبرت کا مقام غور طلب ہے۔ جس طرح دن کا بیشتر حصہ گزر کر انجام کے نزدیک ہو جاتا ہے۔ جو پھر واپس نہیں آ سکتا اسی طرح انسان کی زندگی بھی زوال پذیر ہے‘‘

ایک شخص سے پوچھا ’’تیرا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: ابراہیم، آپ نے فرمایا: تو کہاں کا ابراہیم ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے تو اپنے بیٹے کی گردن پر چھری چلا دی تھی‘‘۔

- لا کی تلوار سے جب تک فنا نہ ہوا لا اللہ تک پہنچ نہیں سکتا۔

o ایک شخص جو داڑھی منڈا تھا کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: تیرا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا مہر دین۔

فرمایا: شادی شدہ ہو؟ عرض کیا ''حضور شادی شدہ ہوں'' فرمایا: بیوی کا سر بھی مونڈ دو، پھر مہر اور دین پورا بن جائے گا''۔

اس نے اپنے فعل سے توبہ کی اور آئندہ پکا وعدہ کرلیا''۔

o ''شریعت کا فتویٰ ظاہر پر ہے اگر کوئی خلوص نیت سے ظاہری طور و اطوار درست کرلے تو خداوند کریم اس کے باطن کو بھی درست فرما دیتے ہیں''۔

o ''انسان اپنی ادنیٰ سے ادنیٰ خواہش کو پورا کرنے کے لیے بے حد جد و جہد کرتا ہے حتیٰ کہ بغیر جوتی چل پھر بھی نہیں سکتا، مگر ہائے افسوس لوگ قرآن شریف پر عمل کیے بغیر زندگی کے دن کیسے گزار دیتے ہیں''۔

o ''کسی سے اگر پوچھا جائے کہ پہنے ہوئے لباس میں فلاں سے فلاں چیز کتنے کی لی ہے تو وہ ضرور قیمت بتائے گا، لیکن اگر پوچھا جائے کہ دین کتنے کا لیا تو کیا جواب دو گے؟

o ''مسلمانی در کتاب و مسلمان در گورست''۔ (یعنی مسلمانی کتاب میں اور مسلمان قبر میں ہے)۔

o ''اے انسان تو نے کبھی غور نہ کیا میں کیا ہوں؟ کہاں سے آیا؟ کہاں جاؤں گا؟ کیا ہو گا؟ کیا کرنا ہے؟ اور کیا کرتا ہوں؟''

o ''خلاف سنت کام کرنے والے کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کو رنج ہوتا ہے اور جو حضور کو رنج پہنچائے دونوں جہاں میں ذلیل ہوتا ہے''۔

o ''روح عجیب چیز ہے نہ اس کے آنے کا پتہ چلتا ہے اور نہ جانے کا۔ جب روح جسم سے جدا ہو جاتی ہے تو جسم مردہ ہو جاتا ہے۔

o ''لا کی تلوار سے تمام خواہشات نفسانی کو قتل کر کے الا اللہ کی وادی انوار و اسرار میں

ابدی طور پر داخل ہو جا مگر یہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے بغیر کہاں نصیب ہو؟''

o ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا رشتہ اختیار کر لے کہ تیری ذات کی بو تک نہ رہے، مگر یہ ہے بہت مشکل''۔

o ''مسلمان آگ میں کود جانے کو آسان جانے، مگر سنت کو چھوڑنا مشکل جانے''۔

o ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی عزیز سے عزیز چیز کو قربان کرو''۔

ہر چہ داری صرف کن درراہ او لن تنالوا البر حتی تنفقوا

o ''چودھریوں، نمبرداروں اور عزت والوں کے لیے لازمی ہے کہ وہ دین کی اشاعت میں کوشش کریں''۔

o ''جو کھایا سو گوایا، جو جوڑا سو بوڑا اور جو دیا سو لیا''۔

o ''ایمان اور اسلام مل کر دین بنا ہے۔ دین باطن کو صاف رکھتا ہے اور اسلام ظاہری شکل وصورت کو درست رکھتا ہے اور افعال واقوال کی اصلاح کرتا ہے''۔

o ''قرآن شریف کا ہر نقطہ، زیر، زبر اور پیش اپنی اپنی جگہ پر جامع ہے۔ ایک زمانہ آئے گا کہ لوگ قرآن پاک رسمی طور پر پڑھیں گے۔ مرد عورت پڑھنے والے زیادہ ہوں گے لیکن عمل نہیں ہوگا''۔

o ''نبی پاک ﷺ کا دین اس قدر سچا ہے کہ حضور ﷺ سے پہلے سب سچے دینوں کو بھی منسوخ کر دیا تو بھلا جھوٹے دینوں کی کیا حیثیت ہے؟''

o ''شادی صرف دودھ کے ایک پیالہ سے بھی ہو سکتی ہے پھر اتنی فضول خرچی کیوں؟''

o ''جو شخص اپنی خواہشوں کے تابع ہو جائے وہ انسان نہیں رہتا بلکہ مثل کتے کے ہو جاتا ہے''۔

منقبت حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ

ڈاکٹر محمد نوید ازہر

علم و عمل کا پیکر، حضرت جمیل احمدؒ
انوارِ حق کا مظہر، حضرت جمیل احمدؒ

اک ہاتھ میں شریعت، اک ہاتھ میں طریقت
خلقِ خدا کے رہبر، حضرت جمیل احمدؒ

تیری بلند خُو کی خوشبو نے کر دیا ہے
مَشّامِ جاں معطّر، حضرت جمیل احمدؒ

جب مسکرا کے تو نے دستِ دعا اٹھایا
بدلے قضا کے تیور، حضرت جمیل احمدؒ

پوشیدہ شرق پور کی مٹی میں کیسے کیسے
تجھ سے ہیں لعل و گوہر، حضرت جمیل احمدؒ

فیضانِ حق عطا ہو دامن گرفتگان کو
برزخ میں بھی برابر، حضرت جمیل احمدؒ

عالم اسلام

1	افغانستان	16	گیمبیا	31	مراکش	46	تیونس
2	البانیہ	17	گنی	32	نائیجر	47	ترکمانستان
3	الجزائر	18	انڈونیشیا	33	نائیجیریا	48	ازبکستان
4	آذربائیجان	19	ایران	34	اومان	49	متحدہ عرب امارات
5	بحرین	20	عراق	35	پاکستان	50	یمن عرب جمہوریہ
6	بنگلہ دیش	21	اردن	36	فلسطین	51	عوامی جمہوریہ یمن
7	برکمینا فاسو	22	کویت	37	قطر	52	موزبیق
8	برونائی دارالسلام	23	قازقستان	38	سعودی عرب	53	سری نیم
9	چاڈ	24	کرغستان	39	سینیگال	54	کیمرون
10	کوموروس	25	لبنان	40	صومالیہ	55	چیچنیا
11	کوٹ ڈی آئیوایر	26	لیبیا	41	سیرالون	56	گیبون
12	جبوتی	27	مالدیپ	42	سوڈان	57	اپر وولٹا
13	ایتھوپیا	28	ملائیشیا	43	شام	58	گنی بساؤ
14	اریٹیریا	29	مالی	44	تاجکستان	59	یوگنڈا

15	مصر	30	موریطانیہ	45	ترکی	60	ویسٹرن سہارا